الف لیلہ و لیلہ

صاحب الف لیلہ

۲۰۰۴ء

• پیش لفظ

محمد طارق جمیل

"الف لیلہ" خطہ عرب کی مشہور داستان ہے جو نسل در نسل سفر کرتی ہوئی پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔ الف لیلہ داستانوی ادب میں کلاسیک کا درجہ رکھتی ہے اور صدیوں سے انتہائی دلچسپی سے پڑھی جا رہی ہے۔ اس داستان کا شمار دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی چند عظیم داستانوں میں ہوتا ہے۔ اس دنیا بھر میں مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ الف لیلہ کا لفظی مطلب ہزار راتیں ہیں۔ زیر نظر داستان ایک ہزار ایک راتوں پر مشتمل ہے۔ ادارہ "میٹا کرافٹ اردو سروس" کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس نے پہلی بار اس داستان کا اردو ترجمہ انٹرنیٹ پر چلانے کا اہتمام کیا ہے جو کہ قارئین کے لیے بہت دلچسپی اور تفریح کا موجب بنے گا۔

○○○

• شہر یار بادشاہ اور اس کے بھائی کی کہانی

غیب کی باتیں تو خدا بہتر جانتا ہے' لیکن پرانے قصے کہانیوں میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اگلے زمانے میں بنی ساسان کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کی حکومت جزائر ہند اور چین تک تھی اور اس کی فوجوں اور باج گزاروں اور شان و شوکت کی کوئی انتہا نہ تھی۔
اس کے دو بیٹے تھے' ایک بڑا ایک چھوٹا۔ یوں تو دونوں بڑے بہادر اور شہسوار تھے لیکن بڑا بیٹا شہسواری میں چھوٹے سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ کئی ملک اس کی حکومت میں آئے اور وہ اپنی رعیت کے ساتھ بڑے عدل و انصاف سے پیش آتا تھا اور اس کی رعایا اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس بادشاہ کا نام شہر یار تھا۔ چھوٹے بھائی کا نام شاہ زمان تھا اور اس کا ملک سمرقند تھا۔
بیس سال تک دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملکوں پر نہایت خوشی و خرمی کے ساتھ عادلانہ حکومت کرتے رہے۔ اسی زمانے میں بڑے بھائی کو اپنے چھوٹے بھائی کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ وہ جائے اور اس کے چھوٹے بھائی کو اپنے ساتھ لے آئے۔ وزیر نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور روانہ ہو گیا اور صحیح و سلامت پہنچ گیا اور چھوٹے بھائی کے پاس باریاب ہو کر اسے بادشاہ کا سلام پہنچایا اور عرض کی کہ آپ کے بھائی کا آپ سے ملنے کو دل چاہتا ہے اور انہوں نے درخواست کی ہے کہ آپ ان سے ملنے کے لیے تشریف لے چلیں۔
بادشاہ نے اسے بسر و چشم منظور کیا اور سفر کی تیاری کرنے لگا اور خیمے اور اونٹ اور خچر اور خدمتگار اور مددگار سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ اس نے اپنے وزیر کو اپنا قائم مقام بنایا اور اپنے بھائی سے ملنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ آدھی رات کے وقت اسے یاد آیا کہ وہ ایک چیز محل میں بھول آیا ہے اور پلٹ پڑا۔ جب وہ اپنے محل میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے بچھونے میں اس کی بیوی ایک حبشی غلام کو لیے پڑی

ہے۔ یہ دیکھتے ہی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ ابھی تو میں شہر سے نکلا بھی نہیں اور یہاں ایسا واقعہ پیش آیا' اگر میں اپنے بھائی کے ساتھ ایک مدت تک رہا تو خدا جانے یہ حرام زادی کیا کچھ نہ کر گزرے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار کھینچی اور دونوں کو اسی بچھونے پر قتل کر ڈالا اور فوراً وہاں سے چل دیا اور کوچ کا حکم دے دیا۔

الغرض وہ اپنے بھائی کے دارالسلطنت پہنچ گیا اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اپنے آنے کی خبر بھائی کو بھیجی۔ بھائی اس کے خیر مقدم کے لیے آیا اور اس سے ملا اور صاحب سلامت کی اور بہت خوش ہوا اور سارے شہر میں چراغاں کرایا۔ اب دونوں بیٹھ کر خوشی خوشی ایک دوسرے سے بات چیت کرنے لگے۔ اس وقت شاہ زمان بادشاہ کو اپنی بیوی کا واقعہ یاد آیا اور وہ دل ہی دل میں کڑھنے اور بے چین ہونے لگا اور اس کا چہرہ فق ہو گیا اور جسم مضمحل۔ جب بھائی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کو خیال ہوا کہ ہو نہ ہو میرے بھائی کو اپنے ملک کے چھوٹنے کا قلق ہے۔ اس لیے اس کے متعلق پھر اور باتیں نہ کیں۔

کچھ دنوں کے بعد اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ بھائی میں دیکھتا ہوں کہ تم روز بروز کمزور ہوتے چلے جاتے ہو اور تمہارے چہرے کا رنگ اڑتا جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بھائی' میرے دل کے اندر ایک زخم ہے مگر اپنی بیوی کا واقعہ اس نے بیان نہ کیا۔ بھائی نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ شکار کھیلنے چلو تاکہ تمہاری طبعیت ذرا بہل جائے لیکن اس نے نہ مانا اور وہ اکیلا شکار کے لیے روانہ ہو گیا۔

بادشاہ کے محل میں چند کھڑکیاں تھیں جو اس کے بھائی کے باغ کی طرف کھلتی تھیں۔ ان میں سے ایک کھڑکی کھلی اور اس میں سے بیس لونڈیاں نکلیں اور بیس غلام اور ان کے بیچ میں اس کے بھائی کی بیوی تھی جو حسن و جمال میں یکتا تھی۔ جب وہ ایک حوض کے پاس پہنچے تو سب کے سب کپڑے اتار کر ننگے ہو گئے اور بادشاہ کی بیوی

نے پکار کر کہا کہ اے مسعود، تو کہاں ہے؟ یہ سن کر ایک حبشی غلام آیا اور اس سے لپٹ گیا اور وہ اس سے لپٹ گئی اور دونوں ہم صحبت ہونے لگے۔ دوسرے غلام بھی باقی لونڈیوں کے ساتھ اسی فعل میں مشغول ہو گئے۔ دن نکلنے تک یہی بوس و کنار اور ہم صحبتی ہوتی رہی۔ جب بادشاہ کے بھائی نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ واللہ میری مصیبت تو اس مصیبت کا پاسنگ بھی نہیں اور اس کا غم و غصہ ہوا ہو گیا اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ میں نے اس سے بڑھ کر اب تک کوئی بات نہیں دیکھی اور پھر اس نے کھانا پینا شروع کر دیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی سفر سے لوٹا اور دونوں میں صاحب سلامت ہوئی۔ شہر یار بادشاہ نے دیکھا کہ اس کا بھائی شاہزمان بادشاہ کا چہرہ بحال نظر آتا ہے اور سرخ و سفید ہو گیا ہے اور یا تو پہلے کچھ کھاتا نہ پیتا تھا اور یا اب وہ بدستور کھانے پینے لگا ہے۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ بھائی، اب تک تمہارا رنگ فق تھا اور چہرہ اترا ہوا تھا، اب تم پھر بحال نظر آتے ہو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ رنگ فق ہونے کی وجہ تو میں آپ کو بتا دوں گا۔ لیکن دوبارہ بحال ہو جانے کی وجہ بتانے سے آپ مجھے معاف رکھئے۔ بھائی نے کہا خیر، رنگ فق ہونے اور کمزوری کی وجہ پہلے بتاؤ تو سہی تا کہ میں سنوں۔ اس نے جواب دیا کہ جب آپ نے اپنے وزیر کو میرے بلانے کے لیے بھیجا تھا تو میں نے سفر کا سامان تیار کیا اور اپنے شہر سے باہر آیا۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ جو ہیرا میں آپ کے لیے لانے والا تھا، اسے اپنے محل میں بھول آیا ہوں۔ میں گھر واپس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے بچھونے پر ایک حبشی غلام میری بیوی کے ساتھ ہم بستر ہے۔ میں نے وہیں دونوں کو قتل کر دیا اور روانہ ہو گیا۔ اب یہاں آیا ہوں تو وہی بات میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے۔ یہ ہے سبب میرے چہرے کے رنگ اڑنے اور کمزوری کا۔ مگر اس بات سے آپ مجھے معاف رکھئے کہ میں اپنے بحال ہونے کی وجہ آپ سے بیان کروں۔

جب اس کے بھائی نے اس کی باتیں سنیں تو کہا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر

کہتا ہوں کہ دوبارہ بحال ہونے کی وجہ بھی بتاؤ۔ اس پر اس نے جو کچھ دیکھا تھا' سب کہہ دیا۔ شہر یار نے اپنے بھائی شاہزمان سے کہا کہ میں یہ ماجرا اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ شاہ زمان نے کہا کہ اچھا آپ یہ ظاہر کیجئے کہ آپ شکار کے لیے جا رہے ہیں اور میرے مکان میں چھپ جایئے۔ اس طرح سے آپ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں گے۔ بادشاہ نے فوراً کوچ بول دیا اور خیمے اور لشکر شہر کے باہر نکل آئے اور بادشاہ بھی باہر آ گیا اور خیمے کے اندر جا بیٹھا اور اپنے نوکروں سے کہا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔ پھر وہ بھیس بدل کر نکلا اور اس محل میں آیا جہاں اس کا بھائی تھا اور اس کی کھڑکی میں آ کر بیٹھ گیا جس کا دروازہ باہر باغ کی طرف تھا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ لونڈیاں اور ان کی مالکہ غلاموں کے ساتھ آئیں اور وہی کاروائی ہونے لگی جو اس کے بھائی نے کہا تھا۔ یہ باتیں عصر کے وقت تک ہوتی رہیں۔

جب شہر یار بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو اس کے ہاتھ کے طوطے اڑ گئے اور اس نے اپنے بھائی شاہ زمان سے کہا کہ چلو' ہم جس طرح بیٹھے ہیں اٹھ کھڑے ہوں۔ ملک اور دولت کی کیا پروا! چلو دیکھیں کہ دنیا میں کوئی اور بھی ہے جس کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا ہو۔ ورنہ ایسے جینے سے تو مرنا بہتر ہے۔ دونوں بھائی محل کے چور دروازے سے باہر آئے اور کئی دن اور کئی رات چلنے کے بعد سمندر کے کنارے ایک سبزہ زار میں پہنچے جہاں ایک چشمہ بہہ رہا تھا اور بیچ میں ایک درخت تھا۔ اس چشمے سے انہوں نے پانی پیا اور بیٹھ کر ستانے لگے۔ جب ایک پہر دن گزر چکا تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ سمندر میں تلاطم اٹھا اور اس میں سے ایک سیاہ ستون سا اوپر کی طرف بڑھا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو دونوں بھائی ڈر کے مارے درخت کے اوپر چڑھ گئے جو بہت اونچا تھا اور دیکھنے لگے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لمبا چوڑا بڑی اور چپٹی کھوپڑی والا دیو سر پر ایک صندوق لیے خشکی میں آ نکلا اور اسی درخت کے پاس آ پہنچا جس پر یہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں بیٹھ کر اس نے صندوق کھولا اور اس میں سے ایک بڑا پیالہ نکالا۔ پھر اس نے وہ پیالا کھولا اور اس میں سے ایک نوجوان

لڑکی نکلی جس کا بدن سڈول اور جس کے چہرے کے آگے سورج مات تھا' جیسا کہ عطیہ شاعرہ نے کہا ہے:

"اندھیرے میں وہ اس طرح چمکتی ہے کہ گویا دن نکل آیا ہے اور اپنے اوپر درختوں کو روشن کر دیتی ہے۔

"آفتاب کو اس کے نور سے روشنی پہنچتی ہے اور جب وہ باہر نکل کر جلوہ افروز ہوتی ہے تو چاند تک شرما جاتا ہے۔"

"جب وہ پردہ اٹھا کر سامنے آتی ہے تو ساری خدائی اس کے سامنے سر کے بل گر پڑتی ہے۔"

"جب اس کے حسن کے سبزہ زار پر اس کے ناز و ادا کی بجلیاں کوندتی ہیں تو لوگوں کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگتے ہیں۔"

دیو نے اس لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا کہ "اے شریف زادیوں کی سرتاج جس کو میں نکاح کی رات اٹھا لایا ہوں' اب میں چاہتا ہوں کہ ذرا سو لوں۔" یہ کہہ کر وہ لڑکی کے زانوں پر سر رکھ کر سو گیا۔ لڑکی نے سر اوپر اٹھایا تو ان دونوں بادشاہوں کو درخت کے اوپر بیٹھا دیکھا۔ یہ دیکھ کر اس نے دیو کے سر کو اپنے زانو پر سے اٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور خود درخت کے نیچے آ کر کھڑی ہو گئی اور اشارے سے کہنے لگی کہ اتر آؤ اور دیو سے نہ ڈرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کے واسطے ہمیں بدکاری سے معاف رکھو۔ لڑکی نے کہا کہ اگر تم نہ اترو گے تو میں دیو کو جگا کر تمہارے پیچھے لگا دوں گی اور وہ بری طرح سے تمہیں موت کے گھاٹ اتارے گا۔ ڈر کے مارے وہ دونوں اتر کر اس کے پاس آ گئے۔ وہ قریب آئی اور کہا کہ آؤ میرے اوپر آؤ! ورنہ میں ابھی دیو کو جگاتی ہوں۔ دیو کے ڈر سے شہریار نے اپنے بھائی شاہزمان سے کہا کہ بھائی اس کا کہنا مان لو۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں پہلے آپ شروع کیجئے! وہ یہی بات کر رہے تھے کہ پہلے کون اس سے صحبت کرے کہ لڑکی نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ تم دونوں نخرے کر رہے ہو اور اگر تم نے فوراً وہ فعل شروع نہ کیا

تو میں ابھی دیو کو جگا دوں گی۔ دیو کے ڈر کے مارے دونوں نے اس کے ساتھ صحبت کی۔ جب دونوں فارغ ہو چکے تو اس نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک ہار کی شکل میں پانچ سو ستر (۵۷۰) انگوٹھیاں پروئی ہوئی تھیں اور ان سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا' نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ ان لوگوں کی انگوٹھیاں ہیں جو دیو کی موجودگی میں مجھ سے ہم صحبت ہوئے ہیں۔ تم دونوں بھائی بھی اپنی انگوٹھی مجھے دے دو۔ انہوں نے بھی انگوٹھیاں اتار کر اسے دے دیں۔ اس نے کہا کہ سنو! یہ دیو مجھے نکاح کی رات اٹھا لایا ہے اور ایک پیالے میں بند کر کے اس صندوق میں رکھا ہے اور اس صندوق میں سات قفل لگا کر مجھے گہرے اور موجزن سمندر کی اتھاہ میں پوشیدہ رکھتا ہے مگر اسے یہ خبر نہیں کہ ہم عورتیں اگر کچھ چاہیں تو دنیا کی کوئی چیز ہمیں روک نہیں سکتی' جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

"عورتوں کی طرف سے مطمئن ہو کر نہ بیٹھو اور ان کے وعدوں پر بھروسا مت کرو!"

"ان کی خوشی اور ناخوشی ان کی فرجوں کے ساتھ وابستہ ہے۔"

"وہ جھوٹی محبت کا اظہار کرتی ہیں اور بے وفائی ان کا پیشہ ہے۔"

"حضرت یوسف کے قصے سے عبرت حاصل کرو۔ اس میں تمہیں ان کی بعض سازشوں کا پتہ لگے گا۔"

"کیا تمہیں باوا آدم کا حال معلوم نہیں کہ وہ انہیں کی وجہ سے نکالے گئے۔"

اس لڑکی کی یہ باتیں سن کر دونوں بادشاہ ششدر رہ گئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو یہ تو دیو ہے لیکن جو ماجرا اس کے ساتھ ہوا وہ ہم میں سے کسی کے ساتھ بھی نہ ہوا۔ ایسی بات تو اب تک دنیا میں کسی کے ساتھ بھی پیش نہ آئی ہو گی۔ وہ فوراً الٹے پاؤں پھرے اور شہر یار بادشاہ کے دارالسلطنت میں پہنچے۔ شہر یار اپنے محل میں داخل ہوا اور اپنی بیوی اور ان سب لونڈیوں اور غلاموں کی گردن مار دی۔ اس کے بعد اس کا یہ دستور رہا کہ وہ ہر رات ایک باکرہ سے ہم صحبت کرتا اور پھر اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔ یہ ماجرا تین سال تک جاری رہا' یہاں تک کہ لوگ اپنی بیٹیاں

لے کر بھاگ گئے اور اس شہر میں کوئی نوجوان لڑکی باقی نہ رہی جو ہم صحبتی کے قابل ہو۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ وہ بدستور ہر روز ایک لڑکی لائے۔ وزیر گیا اور بہت جستجو کی، لیکن اسے کوئی لڑکی نہ ملی۔ آخر کار وہ مغموم ہو کر گھر آیا اور دل ہی دل میں بادشاہ کی طرف سے بہت خائف تھا۔

اس وزیر کی دو لڑکیاں تھیں۔ بڑی کا نام شہر زاد تھا اور چھوٹی کا نام دنیا زاد۔ بڑی نے تاریخ اور پرانے بادشاہوں کے حالات اور گزشتہ قوموں کے واقعات کے متعلق بہت سی کتابیں پڑھی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے کتب خانے میں گزشتہ قوموں اور پرانے بادشاہوں اور شاعروں کے متعلق ایک ہزار کتابیں موجود تھیں۔ اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر اس نے کہا کہ آپ کیوں اس قدر پریشان نظر آتے ہیں اور کس چیز نے آپ کو غمگین کر دیا ہے۔ اس کے متعلق کسی شاعر کا قول ہے:

"جو شخص غمگین ہو اس سے کہہ دو غم ہمیشہ نہیں رہتا
جس طرح کہ خوشی فانی ہے غم بھی ہے۔"

جب وزیر نے اپنی بیٹی کو یہ کہتے سنا تو اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا جو اس کے اور بادشاہ کے درمیان پیش آیا تھا۔ لڑکی نے کہا کہ اباجان، میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ میری شادی بادشاہ کے ساتھ کر دیجئے۔ یا تو میں زندہ بچ جاؤں گی اور یا مسلمان بچیوں پر نثار ہو جاؤں گی اور ان کو اس بادشاہ کے پنجے سے نجات دوں گی۔ باپ نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ایسی باتوں کو اپنے دل سے نکال ڈال۔ اس نے کہا کہ یہ تو ہو کر رہے گا۔ باپ نے کہا کہ کہیں تیرا وہی حال نہ ہو جو گدھے اور بیل کا کسان کے ساتھ ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ کیا تھا؟

○○○

• بیل اور گدھے کی کہانی

وزیر نے کہا کہ اچھا بیٹی سن! ایک سوداگر تھا۔ اس کے پاس بہت مال و دولت تھی اور بہت سے مویشی۔ سوداگر کی ایک بیوی تھی اور کئی اولادیں۔ خدا نے اسے جانوروں اور

چڑیوں کی بولیاں سمجھنے کا علم عطا کیا تھا۔ اس کا مکان سمندر کے کنارے تھا۔ اس کے گھر میں ایک گدھا اور ایک بیل تھا۔ ایک روز بیل گدھے کے تھان پر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ جھاڑو سے جھاڑا جھٹکا اور اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور گدھے کے "توبڑے" میں چھنے ہوئے جو اور صاف ستھری گھاس پڑی ہوئی ہے۔ کبھی کبھی اس کا مالک کسی خاص ضرورت کے لیے اس پر سوار ہوتا ہے' مگر فوراً واپس آ جاتا ہے۔

ایک روز سوداگر نے بیل کو گدھے سے کہتے ہوئے سنا کہ خدا تجھے خوشحالی مبارک کرے۔ میں تھکا ماندہ رہتا ہوں اور تو عیش و آرام میں زندگی بسر کرتا ہے' تو چھنے ہوئے جو کھاتا ہے اور لوگ تیری خدمت کرتے ہیں۔ مالک کبھی کبھی تجھ پر سوار ہو کر نکلتا ہے مگر فوراً لوٹ آیا ہے۔ مجھے تو دیکھ کہ میں ہمیشہ ہل اور چکی میں جتا رہتا ہوں۔ گدھے نے جواب دیا کہ اچھا' ایسا کر کہ جب تجھے کھیت پر لے جائیں اور تجھ پر جو رکھیں تو تو لیٹ جائیو! اور اگر تجھے ماریں تب بھی مت اٹھیو! اٹھیو اور گر پڑیو! جب وہ تجھے گھر لائیں اور تیرے آگے چارہ ڈالیں تو مت کھائیو! گویا تو بے حد کمزور ہے۔ اسی طرح وہ تین دن تک کھانا پینا چھوڑ دے' پھر تجھے بھی محنت مشقت سے آرام مل جائے گا۔

سوداگر ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جب چرواہا بیل کے پاس چارہ لایا تو اس نے صرف دو ایک منہ مارے اور بس۔ جب دوسرے دن صبح کو وہ بیل کو کھیت میں لے جانے کے لیے آیا تو اسے بے حد کمزور پایا۔ ہرواہا بہت اداس ہوا اور سمجھا کہ اس کی وجہ

یہ ہو گی کہ وہ کل دن بھر جتا رہا ہے۔ یہ خبر اس نے سوداگر کو پہنچائی اور کہا کہ اے آقا' بیل آج کام کے قابل نہیں ہے۔ رات بھر اس نے چارہ چھوا تک نہیں۔ سوداگر سمجھ گیا کہ کیا معاملہ ہے اور کہنے لگا کہ اچھا' اس کی بجائے آج دن بھر گدھے کو جوت۔ جب دن بھر جتنے کے بعد گدھا شام کو گھر آیا تو بیل نے اس کی مہربانی کا بہت شکریہ ادا کیا کیونکہ اس کی وجہ سے وہ دن بھر عیش و آرام سے رہا۔ لیکن گدھے نے کچھ جواب نہ دیا اور دل ہی دل میں شرمندہ تھا۔ جب گدھا دن بھر کا تھکا ماندہ گردن ڈالے ہوئے واپس آیا تو بیل نے اسے دیکھ کر پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی تعریف کی۔ گدھے نے کہا کہ سن میں تیری خیر خواہی چاہتا ہوں' اس لیے میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ میں نے مالک کو کہتے سنا ہے کہ اگر بیل اپنی جگہ سے اٹھنے کے قابل نہ رہا ہو تو اسے قصاب کے حوالے کر دینا چاہیے تاکہ وہ اسے ذبح کر ڈالے اور اس کی کھال کے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس لیے مجھے تجھ پر ترس آتا ہے اور میں تجھے محض نصیحت کرتا ہوں اور بس۔

جب بیل نے گدھے کو یہ کہتے سنا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا کہ کل میں ان کو پریشان نہ کروں گا۔ اس روز اس نے سارے چارے کو صفا چٹ کر دیا۔ یہاں تک کہ خالی توبڑا چاٹنے لگا۔ مالک یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو سوداگر اپنی بیوی کے ساتھ بیل کے تھان پر گیا۔ اتنے میں ہرواہا آیا اور بیل کو لے کر جانے لگا۔ جب بیل نے آقا کو دیکھا تو اکڑ کر چلنے اور ریح خارج کرنے لگا۔ اس پر سوداگر کو اتنی ہنسی آئی کہ اس کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ تم کس بات پر ہنستے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ایک راز کی بات ہے جو میں نے سنی اور دیکھی ہے۔ اور اگر میں اسے ظاہر کر دوں تو مر جاؤں گا۔ بیوی نے کہا کہ خواہ تم مر ہی کیوں نہ جاؤ تمہیں اپنی ہنسی کی وجہ ضرور بتانی پڑے گی۔ اس نے دوبارہ کہا کہ مرنے کے ڈر سے میں اظہار نہیں کر سکتا۔ بیوی نے کہا کہ ہو نہ ہو تم مجھ پر ہنستے ہو۔ پھر اس نے اتنا اصرار کیا کہ سوداگر مجبور ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹے

بیٹیوں کو جمع کیا اور قاضی اور گواہوں کو بلوایا اور یہ ٹھان لی کہ آخری وصیت کر دے اور بیوی کو راز بتا دے اور جان دے دے' کیونکہ وہ اسے بہت پیاری تھی اور اس کی چھپری بہن اور اس کی اولاد کی ماں تھی اور اس کی عمر ایک سو بیس سے زیادہ ہو چکی تھی۔ اس نے سارے اہل و عیال اور محلے والوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میرے پاس ایک بھید ہے جس کسی کے پاس یہ بھید ہو اور وہ اسے ظاہر کر دے تو اس کی سزا موت ہے۔

اس پر تمام حاضرین نے بیوی سے کہا کہ خدا کے لیے اس بات کو جانے دو! خدانخواستہ کہیں تمہارا شوہر اور تمہارے بچوں کا باپ مر نہ جائے۔ بیوی نے کہا کہ اسے اپنا بھید بتانا پڑے گا خواہ وہ مر ہی کیوں نہ جائے۔ یہ سن کر وہ سب خاموش ہو گئے۔ سوداگر اٹھا اور جانور خانے کی طرف گیا تاکہ وضو کرے اور واپس آئے اور راز کہے اور مر جائے۔ اس کے یہاں ایک مرغا اور پچاس مرغیاں تھیں اور ایک کتا۔ سوداگر نے سنا کہ کتا مرغے کو سخت سست کہہ رہا اور گالیاں دے رہا اور چلا کر کہہ رہا ہے کہ تو خوشیاں منا رہا اور ہمارا آقا مرنے جا رہا ہے۔ مرغے نے کتے سے کہا کہ یہ کیونکر؟ کتے نے مرغے کے آگے سارا ماجرا شروع سے آخر تک کہہ ڈالا۔ مرغے نے کہا واللہ ہمارا آقا بھی کیسا ناسمجھ آدمی ہے۔ مجھے تو دیکھ کہ میری پچاس بیویاں ہیں۔ کبھی ایک کو راضی کرتا اور کبھی دوسرے کے ساتھ صلح کرتا ہوں۔ آقا کے پاس تو ایک ہی بیوی ہے' پھر بھی اس کے آگے اس کی نہیں چلتی۔ وہ ایسا کیوں نہیں کرتا کہ شہتوت کی چھڑیاں توڑے اور اسے تہہ خانے میں لے جا کر اتنی چھڑیاں لگائے کہ یا تو وہ مر جائے یا توبہ کرے کہ اب میں تجھ سے کچھ نہیں پوچھتی۔ سوداگر نے یہ سن کر شہتوت کی چھڑیاں توڑیں اور تہہ خانے میں چھپا دیں۔ اس کے بعد وہ اپنی بیوی کو لے کر اس میں داخل ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ راز یہاں تہہ خانے میں کہوں اور یہیں مر جاؤں تاکہ کوئی اور مجھے نہ دیکھے۔ پھر اس نے کواڑ بند کر دیے اور اپنی بیوی کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئی اور کہنے

لگی کہ میں توبہ کرتی ہوں اور وہ اس کے ہاتھ پاؤں جوڑنے اور توبہ کرنے لگی۔ آخر کار دونوں تہہ خانے سے نکل آئے اور تمام لوگ خوش ہو گئے اور مرتے دم تک دونوں نے ہنسی خوشی زندگی بسر کی۔

جب وزیر زادی نے اپنے باپ کی یہ باتیں سنیں تو کہنے لگی کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، اب اس سے مفر نہیں۔ وزیر اسے بنا سنوار کر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ جاتے وقت وہ اپنی چھوٹی بہن سے کہتی گئی کہ جب میں بادشاہ کے پاس پہنچوں گی تو تجھے بلا بھیجوں گی اور جب تو آئے اور دیکھے کہ بادشاہ اپنی ضرورت مجھ سے پوری کر چکا ہے تو تو کہیو کہ اے بہن، کوئی کہانی سنا کہ رات کٹے۔ میں تجھے ایک کہانی سناؤں گی اور خدا نے چاہا تو وہی ہم سب کی نجات کا باعث ہو گا۔ جب وزیر اپنی بیٹی کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ نے اسے دیکھا تو باغ باغ ہو گیا اور کہنے لگا کہ تو نے میری ضرورت پوری کر دی؟ وزیر نے کہا کہ جی حضور۔ جب بادشاہ نے کہا کہ کیوں روتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت، میری ایک بہن ہے، میں چاہتی ہوں کہ اس سے رخصت ہو لوں۔ بادشاہ نے اسے بلوا بھیجا اور وہ اپنی بہن کے پاس آئی اور اس سے بغل گیر ہوئی اور تخت کے پاس نیچے بیٹھ گئی۔ بادشاہ اٹھا اور اس نے لڑکی کی بکارت زائل کی۔ پھر تینوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ چھوٹی بہن نے کہا کہ اے بہن کوئی کہانی سنا کہ ہم سب کی رات کٹے۔ اس نے جواب دیا کہ بسرو چشم بشرطیکہ بادشاہ سلامت اجازت دیں۔ بادشاہ رنجیدہ تھا لیکن جب اس نے دونوں کی باتیں سنیں تو کہانی سننے کے خیال سے خوش ہو گیا اور اس کو اجازت دے دی۔

• پہلی رات

شہر زاد نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ کہتے ہیں کہ ایک سوداگر تھا۔ اس کا کاروبار اور بیوپار بہت سے ملکوں میں پھیلا ہوا تھا۔ ایک روز وہ سوار ہو کر کسی ملک کی طرف روانہ ہوا۔ جب گرمی تیز پڑنے لگی تو وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اس نے اپنی خرجی میں ہاتھ ڈالا اور ایک ٹکرا روٹی کا اور ایک چھوارا نکالا اور اس روٹی کے ٹکڑے اور چھوارے کو کھانے لگا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے گٹھلی پھینک دی۔ اب کیا دیکھتا ہے کہ ایک دیو سامنے آکھڑا ہوا' لمبا تڑنگا' ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہوئے۔ دیو سوداگر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اٹھ' جس طرح تو نے میرے بیٹے کو قتل کیا ہے' میں بھی تجھے قتل کروں گا۔ سوداگر نے کہا کہ میں نے تیرے بیٹے کو کیونکر قتل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب تو نے چھوارا کھایا اور اس کی گٹھلی پھینکی تو وہ میرے بیٹے کے سینے پر جا کر لگی اور وہ فوراً مر گیا۔ سوداگر نے کہا کہ اناللہ واناالیہ راجعون۔ لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم۔ اگر میں نے اسے قتل کیا تو بے جانے بوجھے' مجھے معاف کر! دیو نے کہا میں تجھے قتل کر کے رہوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے سوداگر کو پکڑ کر کھینچا اور اسے زمین پر پٹخ دیا اور تلوار کھینچ لی کہ اس پر وار کرے۔ سوداگر رونے لگا اور اس نے کہا کہ میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

"دنیا میں دو ہی دن ہیں' ایک آرام کا ایک تکلیف کا۔ زندگی کے دو حصے ہیں' ایک صاف' ایک گدلا۔"

"جو شخص ہم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ ہم کو زمانہ الٹا پلٹتا رہتا ہے اس سے کہ دو کہ زمانہ اسی کی مخالفت کرتا ہے جس سے وہ خوف کھاتا ہے۔"

"تو نے یہ نہیں دیکھا کہ جب آندھیاں چلتی ہیں تو وہی درخت گرتے ہیں جو تناور ہوتے

ہیں؟"
"تو نے کبھی سمندر کو بھی دیکھا ہے کہ مردار چیز اس کے اوپر تیرنے لگتی ہے اور موتی ڈوب کر اس کی اتھاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔"

"اگر زمانہ ہم کو ادھر ادھر پھینکتا اور اپنی بدذاتی سے ہمیں نقصان پہنچاتا رہتا ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ آسمان بے گنتی ستارے ہیں مگر گرہن چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔"
"زمین پر خشک اور تر نباتات کی انتہا نہیں مگر پتھر اسی درخت پر پھینکے جاتے ہیں جس میں پھل لگے ہوں۔"
"اگر زمانہ نیکی کرتا ہے تو تو اس کی طرف نیک گمان کرتا ہے اور جو برائی تجھے تقدیر دکھاتی ہے، اس سے خوف نہیں کھاتا۔"
جب سوداگر یہ اشعار پڑھ چکا تو دیو نے کہا کہ بس اب زیادہ باتیں نہ بنا۔ خدا کی قسم میں تجھے مار کر چھوڑوں گا۔ سوداگر نے کہا کہ اے دیو، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے اوپر قرضہ بھی ہے اور میرے پاس بہت سا مال بھی ہے۔ میری بیوی ہے اور بچے اور میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں۔ مجھے گھر جانے دے تاکہ میں سارا حساب بے باق کر سکوں اور ٹھیک ایک سال کے بعد میں تیرے پاس واپس آ جاؤں گا۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں ضرور آؤں گا پھر تیرا جو جی چاہے، میرے ساتھ کیجیو۔ اس کی گواہی میں، میں خدا کو پیش کرتا ہوں۔ دیو نے اس پر یقین کیا اور اسے جانے دیا۔
سوداگر اپنے شہر میں واپس آیا اور تمام تعلقات منقطع کیے اور حق والوں کو ان کے حقوق دیئے اور بیوی بچوں کو سارے واقعات سنائے اور سال کے آخر تک ان کے ساتھ رہا۔ پھر وہ جانے کے لیے آمادہ ہو گیا، وضو کیا، اور کفن اپنے بغل میں دبایا اور اپنے اہل و عیال اور پڑوسیوں اور عزیز و اقارب کو خدا حافظ کہا اور ہمت کر کے نکل کھڑا ہوا۔ لوگ بہت روئے پیٹے، لیکن وہ چلتا ہوا اسی باغ میں پہنچ گیا۔ یہ دوسرے سال کا پہلا دن تھا۔ جب وہ بیٹھا ہوا اپنی حالت پر افسوس کر رہا اور ہاتھ مل رہا تھا تو کیا

دیکھتا ہے کہ ایک بڈھا ایک ہرنی کو زنجیر سے باندھے ہوئے سامنے آیا اور سلام کیا اور کہا کہ تو اس جگہ اکیلا کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ یہاں تو جنات رہتے ہیں۔ سوداگر نے اس سے سارا ماجرا بیان کر دیا جو اس کے اور دیو کے درمیان پیش آیا تھا۔ ہرنی والے بڈھے کو سخت تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم' اے میرے بھائی' تیرا ماجرا بھی عجیب و غریب ہے اور تیرا قصہ ایک اعجوبہ۔ اگر یہ قصہ سوئیوں سے آنکھوں کے کونوں میں لکھا جائے تو لوگوں کے لیے بڑی عبرت کا باعث ہو گا۔ پھر وہ بڈھا سوداگر کے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ بھائی' جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ تیرے اور اس دیو کے درمیان کیا ماجرا گزرا' میں تیرے پاس نہ ہٹوں گا۔ پھر دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور وہ سوداگر نہایت مغموم اور خائف تھا اور وہ بڈھا اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک دوسرا بڈھا آیا جس کے ساتھ دو کتے تھے' کالے اور شکاری' اس نے ان دونوں شخصوں کو سلام کیا اور ان کا حال پوچھا اور کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ یہاں تو دیو جن رہتے ہیں۔ انہوں نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ ابھی وہ بیٹھے ہی تھے کہ تیسرا بڈھا آیا۔ اس کے ساتھ سبز رنگ کا ایک خچر تھا۔ اس نے انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ انہوں نے سارا قصہ شروع سے آخر تک بیان کر دیا (اور اے میرے بزرگو' دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں) وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا کہ اتنے میں غبار اٹھا اور سخت آندھی چلنے لگی۔ غبار پھٹا اور اس میں سے وہی دیو نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور اس کی آنکھوں سے انگارے نکل رہے تھے۔ وہ ان کی طرف لپکا اور اس کے درمیان میں سے اس سوداگر کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹ لیا اور اس سے کہنے لگا کہ ادھر آ' تاکہ میں تجھے قتل کروں جس طرح تو نے میرے لخت جگر' میرے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ سوداگر رونے پیٹنے لگا اور وہ تینوں بڈھے بھی روتے اور واویلا کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلا بڈھا جس کے پاس ہرنی تھی' آگے بڑھا اور دیو کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہنے لگا کہ اے دیو' اور دیوؤں کے سرتاج' میں تجھ سے اپنا اور اس ہرنی کا قصہ

بیان کرتا ہوں۔ اگر وہ تجھے عجیب و غریب معلوم ہو تو اس سوداگر کا تہائی خون بخش دیجیو۔ اس نے کہا کہ بہت خوب' اے بڈھے' تو قصہ بیان کر۔ اگر وہ مجھے عجیب و غریب معلوم ہو گا تو میں اس سوداگر کا تہائی خون بخش دوں گا۔

○ پہلے بڈھے کا قصہ

بڈھے نے کہا اے دیو' سن! یہ ہرنی میری چچیری بہن اور میرا گوشت و پوست ہے۔ اس کی شادی اس وقت ہوئی جب وہ کمسن تھی۔ تقریباً تیس سال تک میں اس کے ساتھ رہا لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ پھر میں نے ایک لونڈی سے ہم بستری کی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا' جو چودھویں رات کے چاند کی طرح تھا اور جس کی آنکھیں اور بھویں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں۔ جب وہ بڑھ کر پندرہ سال کا ہوا تو اس وقت مجھے بعض شہروں کے دورہ کرنے کی ضرورت پیش آئی' اور میں سوداگری کا سامان لے کر روانہ ہو گیا۔ یہ میری چچیری بہن بچپن سے جادو ٹونا جانتی تھی۔ اس نے میرے لڑکے کو جادو کے زور سے بچھڑا بنا دیا اور اس کی ماں کو گائے' اور دونوں کو چرواہے کے سپرد کر دیا۔ جب ایک مدت کے بعد سفر سے لوٹا تو میں نے اپنے بیٹے اور اس کی ماں کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ تیری بیوی مر گئی اور تیرا لڑکا نہ معلوم کہاں بھاگ گیا۔ میں نہایت غمگین اور آب دیدہ رہنے لگا' یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا اور بڑی عید آئی۔ میں نے چرواہے کو بلا بھیجا اور اسے حکم دیا کہ ایک موٹی تازی گائے لائے۔ وہ ایک موٹی تازی گائے لے آیا اور وہ گائے وہی لونڈی تھی جس پر اس ہرنی نے جادو کیا تھا۔ جب میں قربانی کرنے کے لیے آمادہ ہوا اور چھری ہاتھ میں لی کہ اس کو ذبح کروں تو وہ چلانے اور شور مچانے لگی۔ مجھے تعجب ہوا اور اس پر ترس آیا اور میں نے ہاتھ روک لیا اور چرواہے سے کہا کہ دوسری گائے لا۔ اس پر میری چچیری بہن چلا اٹھی کہ نہیں' اسی کو ذبح کر' اس سے اچھی اور موٹی تازی ہمارے پاس کوئی

اور گائے نہیں ہے۔ میں دوبارہ اسے ذبح کرنے کے لیے اٹھا' لیکن وہ پھر چلانے لگی۔ میں نے چرواہے سے کہا کہ لے تو اس کو ذبح کر اور اس کی کھال کھینچ۔ اس نے ذبح کیا اور اس کی کھال کھینچی' لیکن سوائے کھال اور ہڈیوں کے نہ تو اس میں گوشت نکلا اور نہ چربی۔ اسے ذبح کر کے میں نہایت پچھتایا۔ لیکن اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا۔ میں نے وہ گائے اسی چرواہے کے حوالے کر دی اور اس سے کہا کہ اچھا ایک موٹا تازہ بچھڑا لا۔ وہ میرے لڑکے کو لے آیا۔ جب بچھڑے نے مجھے دیکھا تو وہ رسی تڑا کر میرے پاس آ گیا اور میرے سامنے زمین پر لوٹنے اور چلانے اور رونے لگا۔ مجھے ترس آ گیا اور میں نے چرواہے سے کہا کہ کوئی اور گائے لا اور اس کو چھوڑ دے۔

یہ سنتے ہی یہ ہرنی جو میری چچیری بہن ہے' میرے اوپر چلا کر دوڑی اور کہنے لگی کہ تجھے اس بچھڑے کو ذبح کرنا ہو گا۔ آج کا دن مبارک دن ہے جس میں صرف عمدہ جانور ذبح کیا جاتا ہے' اور ہمارے بچھڑوں میں سے نہ تو کوئی اس سے زیادہ موٹا تازہ ہے اور نہ خوبصورت۔ میں نے کہا کہ دیکھ' اس گائے میں کیا نکلا جس کو میں نے تیرے کہنے پر ذبح کیا تھا؟ ہمیں کچھ بھی ہاتھ نہ لگا اور ذبح کر کے الٹا پچھتانا پڑا۔ اب میں تیری بات ہرگز نہ مانوں گا اور میں بچھڑے کو ذبح نہ کروں گا۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم' آج سے مبارک دن میں تجھے اسی کو ذبح کرنا پڑے گا' اور اگر تو نے ذبح نہ کیا تو آج سے نہ تو میرا شوہر ہے اور نہ میں تیری بیوی۔ جب میں نے اس سے اس طرح کی سخت بات سنی اور اس کے دل کی مجھے خبر نہ تھی' تو میں ہاتھ میں چھری لے کر بچھڑے کی طرف بڑھا۔

جب شہر زاد یہاں تک بیان کر چکی تو اس کی صبح ہوتی ہوئی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔ بہن نے کہا کہ تیری کہانی کیسی اچھی اور عمدہ اور مزے دار اور میٹھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر بادشاہ سلامت نے مجھے زندہ چھوڑا تو کل کی کہانی اس سے بڑھ چڑھ کر ہو گی۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا

کہ خدا کی قسم، جب تک میں باقی کہانی نہ سن لوں گا، ہرگز قتل نہ کروں گا۔ پھر ان دونوں نے وہ باقی رات ہم آغوش ہو کر گزاری۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ دربار میں آیا اور وزیر بغل میں کفن دبائے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے احکام جاری کیے اور کسی کا تقرر کیا اور کسی کو برخاست کیا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ مگر وزیر کو سخت تعجب ہوا۔ اب دربار برخاست ہوا اور شہر یار بادشاہ اپنے محل میں داخل ہوا۔

- **دوسری رات**

جب دوسری رات ہوئی تو دنیا زاد نے اپنی بہن شہر زاد سے کہا کہ بہن' اپنی وہ کہانی سوداگر اور دیو والی پوری کر۔ اس نے کہا بسرو چشم بشرطیکہ بادشاہ سلامت مجھے اجازت

دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں کہہ! اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ اور اے رہبر آقا' میں نے سنا ہے کہ جب سوداگر نے بچھڑے کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اس کا دل کڑھا اور اس نے چرواہے سے کہا کہ اس بچھڑے کو لے جا کر اور جانوروں میں چھوڑ دے۔

بڈھا اس قصے کو دیو سے بیان کر رہا تھا اور دیو کو اس عجیب و غریب قصے پر تعجب ہو رہا تھا۔ ہرنی والے بڈھے نے کہا کہ اے دیوؤں کے سرتاج' یہ باتیں ہو رہی تھیں اور میری چچیری بہن یہ ہرنی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ اسی بچھڑے کو ذبح کر کیونکہ وہ بہت موٹا تازہ ہے۔ لیکن میرا دل اس کے ذبح کرنے کے خیال سے کڑھتا تھا۔ میں نے چرواہے کو حکم دیا کہ اسے لے جا! اور وہ اسے لے کر چلتا ہوا۔ دوسرے روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ چرواہا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے آقا میں آپ کو ایک خوش خبری دینے آیا ہوں۔ کیا اس کے بدلے آپ بھی مجھے کوئی خوش خبری دیں گے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ سنیے! میری ایک بیٹی ہے۔ اس نے بچپن ہی میں ایک بڑھیا سے جو میرے یہاں تھی' جادو سیکھا ہے۔ کل جب آپ نے مجھے بچھڑا دیا تو میں اسے لے کر اپنے گھر اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ اس نے اسے دیکھ کر اپنا منہ چھپا لیا اور پہلے رونے پھر ہنسنے لگی اور کہا کہ ابا' کیا میں تیرے آگے اتنی ذلیل ہو گئی ہوں کہ تو میرے پاس پرائے مردوں کو لاتا ہے۔ میں نے کہا کہ پرایا مرد کون ہے؟ اور اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے تو رونے اور پھر ہنسنے لگی؟ اس نے کہا کہ یہ بچھڑا جو تیرے ساتھ ہے' وہ ہمارے آقا کا بیٹا ہے

جو جادو کے زور سے بچھڑا بنایا گیا ہے اور خود اس کی سوتیلی ماں نے اس پر اور اس کی ماں پر جادو کیا ہے۔ یہ ہے سبب میرے ہنسنے کا۔ اور رونے کا سبب اس کی ماں ہے جسے خود اس کے باپ نے ذبح کیا ہے۔ یہ سن کر مجھے بے حد تعجب ہوا اور ابھی پو نہ پھوٹی تھی کہ میں آپ کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنایا۔

اے دیو' جب میں نے چرواہے سے یہ باتیں سنیں تو میں اس کے ساتھ باہر نکلا اور مجھے اتنی خوشی تھی کہ میں بے پئے مست تھا۔ جب میں اس کے مکان پر پہنچا تو چرواہے کی بیٹی نے میرا خیر مقدم کیا اور میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر بچھڑا میرے پاس دوڑا ہوا آیا اور زمین پر لوٹنے لگا۔ میں نے چرواہے کی لڑکی سے کہا کہ جو کچھ تو نے اس بچھڑے کی بابت کہا ہے کیا وہ سچ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہوں' حضور وہ آپ کا بیٹا اور آپ کا لخت جگر ہے۔ میں نے کہا کہ اگر تو اسے اصلی شکل میں لے آئے تو میرا جس قدر مال اور مویشی تیرے باپ کے سپرد ہیں سب تیرے ہیں۔ وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ آقا بغیر دو شرطوں کے مجھے آپ کے مال کی ضرورت نہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ آپ اس کی شادی میرے ساتھ کر دیں۔ دوسری یہ ہے کہ جس نے اس پر جادو کیا ہے اس پر میں بھی جادو کروں اور اسے قید کروں ورنہ اس کے مکر سے میں محفوظ نہیں رہ سکتی۔

اے دیو' جب میں نے چرواہے کی بیٹی سے یہ باتیں سنیں تو میں نے کہا کہ علاوہ اس کے جو تو مانگتی ہے تمام جانور اور مال جو تیرے باپ کی سپردگی میں ہیں' سب تیرے ہیں اور میری چچیری بہن کا خون بھی تیرے لیے مباح ہے۔ جب اس نے یہ سنا تو وہ ایک کٹورا لائی اور اس میں پانی بھرا اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور پانی کو بچھڑے کے اوپر چھڑکا اور کہا کہ اگر تو واقعی بچھڑا ہے اور خدا نے تجھے بچھڑا ہی پیدا کیا ہے تو اسی شکل میں رہ اور صورت تبدیل نہ کرو۔ اور اگر تجھ پر جادو کیا گیا ہے تو خدا کے حکم سے اپنی اصلی شکل میں آ جا! اس نے یہ کہا ہی تھا کہ بچھڑا اپنی شکل بدل کر انسان بن گیا۔ میں اس سے لپٹ گیا اور کہنے لگا کہ تجھے خدا کی قسم ہے کہ جو

کچھ میری چچیری بہن نے تیرے اور تیری ماں کے ساتھ کیا ہے سب بیان کر! اس نے ساری سرگزشت بیان کر دی۔ میں نے کہا کہ بیٹا' تیرے نجات دینے والے کو خدا نے اپنے پاس سے بھیجا ہے۔

اے دیو' اس کے بعد میں نے اس کی شادی چرواہے کی بیٹی سے کر دی۔ پھر اس نے میری چچیری بہن کو جادو کے زور سے اس ہرنی کی شکل میں تبدیل کر دیا اور مجھ سے کہنے لگی کہ یہی اچھی صورت ہے' بری ہوتی تو آنکھوں کو تکلیف پہنچتی۔ اس کے بعد چرواہے کی لڑکی رات دن ہمارے ساتھ رہنے لگی۔ یہاں تک کہ اللہ میاں نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ جب وہ فوت ہو گئی تو میرے لڑکے نے ہندوستان کا سفر کیا اور یہی اسی شخص کا وطن ہے جس کے اور تیرے درمیان یہ ماجرا پیش آیا ہے۔ اس سفر میں میں نے اپنی چچیری بہن ہرنی کو ساتھ لے لیا ہے اور اس کے ساتھ شہر شہر پھر رہا ہوں تاکہ اپنے بیٹے کا پتا لگاؤں' یہاں تک کہ قسمت مجھے یہاں لے آئی اور میں نے اس سوداگر کو دیکھا کہ یہاں بیٹھا رو رہا ہے۔ بس یہ ہے میرا قصہ۔ دیو نے کہا کہ یہ قصہ عجیب و غریب ہے اور میں نے تہائی خون بخش دیا۔

- دوسرے بڈھے کا قصہ

اس کے بعد وہ بڈھا جس کے ساتھ دو شکاری کتے تھے آگے بڑھا اور دیو سے کہا کہ اب میں تجھ سے وہ ماجرا بیان کرتا ہوں جو میرے اور میرے دونوں بھائیوں اور ان دو کتوں کے ساتھ پیش آیا ہے۔ اگر تیرے خیال میں وہ عجیب و غریب ہو تو اس کا دوسرا تہائی خون بھی بخش دیجیو! دیو نے کہا کہ اگر تیرا قصہ بھی واقعی عجیب و غریب ہو گا تو میں ایسا ہی کروں گا۔ بڈھے نے کہا کہ اے دیوؤں کے سرتاج' سن! یہ دونوں کتے میرے دو بھائی ہیں اور میں تیسرا بھائی ہوں۔ جب ہمارے باپ نے وفات پائی تو ہمیں تین ہزار دینار ترکے میں ملے۔ میں نے ایک دوکان کھولی اور خرید و فروخت میں مشغول ہو گیا۔ اسی طرح میرے ان دونوں بھائیوں نے بھی دوکانیں کھولیں۔ کچھ دنوں

کے بعد میرے بعد بڑے بھائی نے جو ان کتوں میں سے ایک ہے اپنی دوکان کا سارا مال ایک ہزار دینار میں بیچ کر تجارت کا مال خریدا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ایک سال گزرنے کے بعد ایک روز میں اپنی دوکان میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فقیر آیا اور بھیک مانگنے لگا۔ میں نے جواب دیا کہ خدا تجھے زیادہ دے! وہ رو کر کہنے لگا کہ اب تو مجھے پہچانتا بھی نہیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ میرا بھائی تھا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کا خیر مقدم کیا اور اس کو اپنی دوکان کے اندر لے آیا اور اس کی خیریت پوچھی۔
اس نے کہا کہ کچھ نہ پوچھ! میرا مال اب میرا مال نہیں اور میرا حال ظاہر ہے۔
میں نے اسے حمام میں بھیجا اور اپنے روزمرہ کے کپڑے اسے پہننے کے لیے دیئے اور اسے اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ پھر میں نے اپنی دوکان کا بہی کھاتا کھولا اور خرید و فروخت کا جائزہ لیا۔ میں نے دیکھا کہ مجھے ایک ہزار دینار کا فائدہ ہوا ہے اور میری پونجی دو ہزار دینار ہے۔ یہ میں نے اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان برابر تقسیم کی اور اس سے کہا کہ تو یہ خیال کر کہ تو نے گویا سفر نہیں کیا اور یہاں سے باہر نکلا ہی نہیں۔
اس نے قبول کیا اور خوش ہوا اور اپنی الگ دوکان کھولی۔ اس پر پھر ایک زمانہ گزر گیا۔ اب میرے دوسرے بھائی نے، جو دوسرا کتا ہے، اپنی ساری پونجی بیچ ڈالی اور سفر کی ٹھان لی۔ ہم نے اسے بہت روکنا چاہا مگر وہ نہ رکا۔ اس نے تجارت کا مال خریدا اور قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا اور ایک سال تک واپس نہ آیا۔ جب وہ ایک سال کے بعد لوٹا تو اسی طرح جس طرح کہ بڑا بھائی لوٹا تھا۔ میں نے کہا کہ بھائی، کیا میں نے تجھے مشورہ نہ دیا تھا کہ سفر نہ کر۔ وہ رونے لگا اور کہا کہ یہ قسمت کی بات ہے اب تو میں فقیر ہو گیا ہوں۔ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں اور میں ننگا ہوں، میرے پاس پہننے کے لیے ایک کرتہ تک نہیں۔
اے دیو، میں اسے حمام میں لے گیا اور پہننے کے لیے اپنے روزمرہ کے کپڑے دیئے اور اسے اپنی دوکان میں لایا اور ہم دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھایا پیا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ بھائی، میں ہر سال کے آخر میں ایک بار اپنی دوکان کا حساب کرتا ہوں۔

میرے پاس اصل سے جتنا زائد ہو گا اسے اپنے اور تیرے درمیان تقسیم کر دوں گا۔

اے دیو' یہ کہہ کر میں اٹھا اور حساب کیا تو دو ہزار دینار زائد نکلے۔ میں خدا کا شکر بجا لایا۔ ایک ہزار دینار میں نے اپنے بھائی کو دیئے اور ایک ہزار خود رکھے۔ میرے بھائی نے پھر ایک دوکان کھولی اور اسی طرح ہم سب زندگی بسر کرنے لگے۔ پھر ایک زمانے کے بعد دونوں بھائی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چلو ہم سب سفر میں چلیں! میں نے انکار کیا اور کہا کہ تم دونوں نے سفر میں کونسا تیر مارا ہے کہ مجھے بھی اس پر آمادہ کرنا چاہتے ہو۔ میں نے ان کی بات نہ مانی اور ہم تینوں اپنی اپنی دوکانوں میں خرید و فروخت کرتے رہے۔ ہر سال وہ مجھے سفر کی ترغیب دیتے تھے اور میں راضی نہ ہوتا تھا' یہاں تک کہ چھ سال گزر گئے۔ اب میں نے ان سے سفر کا وعدہ کر لیا اور کہا کہ بھائیو' چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ لیکن پہلے دکھاؤ کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں' وہ سب کچھ فضول خرچی میں گنوا چکے ہیں' کیونکہ وہ دن رات کھانے پینے اور عیاشی میں مشغول رہتے تھے۔ میں نے ان سے اس بارے میں کچھ نہ کہا بلکہ اپنی دوکان کا حساب جانچا اور سارا مال نکالا تو چھ ہزار دینار نکلے۔ اس پر میں بہت خوش ہوا اور اس کے دو حصے کئے اور ان سے کہا کہ ان تین ہزار دینار سے ہم تجارت کریں گے۔ باقی تین ہزار دینار میں نے زمین میں گاڑ دیئے تاکہ اگر میرا حال بھی انہیں کا سا ہوا تو واپس آکر ہم سب اپنی اپنی دوکانیں پھر کھول لیں گے۔ اسے سب نے منظور کیا اور میں نے دونوں بھائیوں کو ایک ایک ہزار دینار سپرد کر دیئے اور خود ایک ہزار دینار اپنے پاس رکھے۔ پھر ہم نے ضروری سامان خریدا اور سفر کی تیاری کر دی اور ایک کشتی کرائے پر لی اور اس پر سارا سامان لادا اور روانہ ہو گئے۔

دن گنتے گنتے پورے ایک مہینے کے بعد ہم اپنا مال لے کر ایک شہر میں داخل ہوئے اور ہمیں ایک میں دس کا فائدہ ہوا۔ جب ہم واپسی کے لیے سمندر کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان لڑکی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے سامنے آئی اور اس

نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ اے آقا' اگر تو میرے ساتھ نیکی کرے گا تو میں تجھے اس کا بدلہ دوں گی۔ میں نے کہا بہت خوب! میں چاہتا ہوں کہ نیکی کروں اور یہ بھی کہ تو مجھے اس کا بدلہ نہ دے۔ اس نے کہا کہ اے آقا' میرے ساتھ نکاح کر لے اور مجھے اپنے وطن لے چل' کیونکہ میں دل و جان سے تیری ہوں۔ میرے ساتھ نیک سلوک کر اور میں واقعی اس قابل ہوں کہ میرے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ میں تجھے نیکی کا بدلہ دوں گی۔ میری ظاہری صورت سے دھوکا مت کھا! جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اسے ساتھ لے لیا اور اسے کپڑے دیئے اور اس کے لیے کشتی میں نرم بچھونا بچھوایا اور اس کی عزت اور حرمت کی اور کشتی چل دی۔ مجھے اس سے بڑی محبت ہو گئی اور میں دن رات اس کے ساتھ رہنے لگا یہاں تک کہ اس کی وجہ سے میں اپنے بھائیوں کو بھی بھول گیا۔ اس وجہ سے وہ مجھ سے ناراض رہنے لگے اور میرے مال و دولت پر حسد کرنے لگے۔ اب وہ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح میرے مال کو اپنے قبضے میں لائیں اور وہ آپس میں مجھے قتل کرنے اور میرا سارا مال لے لینے کے بارے میں کانا پھوسی کرنے لگے اور یہ ٹھان لی کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں اور میرا مال دبا بیٹھیں۔ اس فعل کو شیطان نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان کے سامنے پیش کیا۔ ایک بار جب انہوں نے دیکھا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ سو رہا ہوں تو انہوں نے ہم دونوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

جب میری بیوی کی آنکھ کھلی اور اس نے ادھر ادھر دیکھا تو وہ جن بن گئی اور مجھے اٹھا کر ایک جزیرے میں لے آئی اور خود تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کو وہ لوٹی اور کہنے لگی کہ میں تیری لونڈی ہوں' میں ہی تجھے اٹھا لائی ہوں اور خدا کے حکم سے تجھ کو قتل ہونے سے بچایا ہے۔ سن! میں جن ہوں۔ میں نے تجھے دیکھا تھا اور تجھ پر عاشق ہو گئی تھی۔ میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہوں۔ یہی سبب ہے کہ میں تیرے پاس اس بھیس میں آئی تھی جس میں تو نے مجھے دیکھا

تھا' اور تیرے ساتھ نکاح کیا تھا۔ دیکھ' اب میں نے تجھے ڈوبنے سے بچایا ہے اور تیرے بھائیوں سے سخت ناراض ہوں اور ان کو بے مارے نہ چھوڑوں گی۔

جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ میرے بھائیوں کا قتل کرنا ٹھیک نہیں۔ پھر میں نے اس سے سارا ماجرا بیان کر دیا جو میرے اور ان کے درمیان پیش آیا تھا۔ جب اسے سب باتیں معلوم ہو گئیں تو اس نے کہا کہ میں آج ہی رات اڑ کر ان کے پاس جاؤں گی اور ان کی کشتی کو ڈبو دوں گی اور ان کو مار ڈالوں گی۔ میں نے کہا تجھے خدا کی قسم' ایسا مت کر' کیونکہ مثل ہے کہ اے نیک کردار' بدکردار کے لیے خود اس کی بدکرداری کافی ہے۔ اور وہ تو بہرحال میرے بھائی ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم' میں ان کو بے مارے نہ چھوڑوں گی۔ میں نے آہستہ آہستہ اس کا غصہ ٹھنڈا کیا اور وہ مجھے لے کر اڑی اور میرے گھر کی چھت پر لے جا کر اتارا۔ میں نے دروازے کھولے اور جو زمین کے نیچے دفن کر آیا تھا اسے نکالا اور لوگوں سے صاحب سلامت کی اور اپنی دوکان پھر کھولی اور اس کے لیے مال خریدا۔

عشا کے وقت جب میں اپنے گھر واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں کتے میرے گھر میں بندھے پڑے ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور رونے اور مجھ سے چمٹنے لگے۔ مجھے تو کچھ پتہ نہ تھا لیکن میری بیوی نے کہا کہ یہ تیرے بھائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ان پر جادو کس نے کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنی بہن کو بلا کر لائی تھی' اس نے جادو کیا ہے اور یہ دس سال سے پہلے چھٹکارا نہ پائیں گے۔ اب دس سال ہونے کو آئے ہیں اور میں اس کے پاس ان کے چھٹکارے کے لیے جا رہا تھا کہ یہاں میں نے اس جوان کو دیکھا اور اس نے مجھے اپنا ماجرا سنایا اور میں ٹھہر گیا کہ دیکھوں تو کہ تیرے اور اس کے درمیان کیا پیش آتا ہے۔ یہ ہے میرا قصہ۔ یہ سن کر دیو نے کہا کہ یہ قصہ واقعی عجیب و غریب ہے اور میں تیری خاطر اس کا دوسرا تہائی خون اور گناہ معاف کرتا ہوں۔

○ تیسرے بڈھے کا قصہ

تیسرے، خچر والے بڈھے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک ایسا قصہ بیان کرتا ہوں جو پہلے دونوں قصوں سے زیادہ عجیب و غریب ہے اور اے دیو، تو اس کا باقی خون اور گناہ بھی بخش دیجیو! دیو نے کہا کہ بہت خوب۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ اور جنات کے سردار، یہ خچر میری بیوی ہے۔ ایک بار میں سفر پر گیا اور پورے سال تک اس سے جدا رہا۔ جب میں سفر سے واپس آیا اور رات کے وقت گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک حبشی غلام کے ساتھ پلنگ پر پڑی لیٹی ہوئی ہے اور دونوں میں راز و نیاز اور ہنسی مذاق ہو رہا ہے اور دونوں ایک دوسرے سے گتھے ہوئے ہیں۔ جونہی اس نے مجھے دیکھا، وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک پانی بھرا لوٹا لائی اور اس پر کچھ پڑھ کر میرے اوپر چھڑک دیا اور کہنے لگی کہ اپنی صورت بدل کر کتے کی صورت بن جا! میں فوراً کتا بن گیا اور اس نے مجھے دھتکار کر گھر سے نکال دیا۔ میں دروازے سے باہر آیا اور چلتے چلتے ایک قصاب کی دوکان پر پہنچا اور ہڈیاں کھانے لگا۔ جب قصاب نے یہ دیکھا تو وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ جب قصاب کی بیٹی نے مجھے دیکھا تو اس نے میرے سامنے اپنا منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ یہ تو مردوئے کو لے کر ہمارے پاس آیا ہے۔ باپ نے کہا کہ مردوا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ یہی کتا جس پر اس کی بیوی نے جادو کیا ہے، میں اسے اچھا کر سکتی ہوں۔ جب باپ نے اس کی باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ بیٹی، تجھے خدا کی قسم، اسے اچھا کر دے! لڑکی نے ایک پانی بھرا لوٹا لیا اور اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور اس میں سے تھوڑا سا میرے اوپر چھڑک دیا اور کہا کہ اس شکل کو بدل کر اپنی اصلی صورت میں آجا! میں پھر اصلی صورت میں آ گیا اور میں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میری بیوی پر جادو کر جس طرح اس نے مجھ پر کیا ہے۔ اس نے مجھے تھوڑا سا پانی دیا اور کہا کہ جب وہ سو رہی ہو، اس وقت یہ پانی اس پر چھڑک دیجیو اور جو چاہو کہیو، وہ وہی ہو جائے

گی جو تو چاہے گا۔ میں وہ پانی لے کر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو سوتا پایا اور اس پر وہ پانی چھڑک دیا اور کہا کہ اپنی صورت بدل کر خچر کی صورت بن جا اور وہ فوراً خچر بن گئی اور وہ یہی ہے جسے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے' اے بادشاہ اور جنوں کے سرتاج! اس نے خچر سے کہا کہ کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اپنا سر ہلایا اور اشارہ کیا' یعنی جی ہاں' یہ ہے میرا قصہ! جب وہ بیان کر چکا تو دیو خوشی کے مارے ناچنے لگا اور جو تہائی خون رہ گیا تھا' وہ بھی بخش دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔ اس کی بہن نے کہا کہ اے بہن! تیری کہانی کیسی اچھی اور عمدہ اور مزے دار اور میٹھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہی اور بادشاہ سلامت نے مجھے قتل نہ کیا تو جو کہانی میں کل رات تم لوگوں سے بیان کروں گی اس میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہو گا۔ بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم! جب تک میں اس سے باقی کہانی نہ سن لوں گا' اس وقت تک اسے قتل نہ کروں گا' کیونکہ یہ کہانی بڑی نرالی ہے۔ پھر وہ دونوں صبح تک ایک دوسرے کے گلے لگے رہے۔ اس کے بعد بادشاہ دربار میں داخل ہوا اور لشکر اور وزیر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے دربار کیا اور شام تک احکام صادر کرتا رہا۔ کسی کو عہدہ دیا اور کسی کو برخاست کیا اور کسی بات کی ممانعت کی اور کسی کا حکم دیا۔ پھر دربار برخاست ہوا اور شہر یار بادشاہ اپنے محل میں گیا۔ جب رات ہوئی تو اس نے وزیر زادی سے اپنی ضرورت پوری کی۔

○○○

• تیسری رات

جب تیسری رات ہوئی تو اس کی بہن دنیا زاد نے کہا کہ اے بہن' اپنی کہانی ختم کر۔
اس نے جواب دیا کہ بسرو چشم۔ اے نیک بخت بادشاہ ------ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ

تیسرے بڈھے نے پہلے دو قصوں سے زیادہ عجیب و غریب قصہ دیو سے بیان کیا۔ دیو بے حد خوش ہوا اور خوشی کے مارے ناچنے لگا اور کہا کہ میں نے اس کا باقی گناہ تیری خاطر بخش دیا اور تم لوگوں کی خاطر اسے جانے دیتا ہوں۔ سوداگر بڈھوں کے پاس آیا۔
اور ان کا شکریہ ادا کیا' اور انھوں نے اس کی سلامتی پر مبارک باد دی اور وہ سب اپنے اپنے وطن واپس گئے لیکن یہ کہانی ماہی گیر کی کہانی سے زیادہ انوکھی نہیں ہے۔
بادشاہ نے کہا' وہ کیسے؟

○ ماہی گیر کی کہانی

اس نے جواب دیا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ میں نے سنا ہے کہ ایک ماہی گیر تھا جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا' اور اس کی ایک بیوی اور تین اولادیں تھیں' اور وہ بہت غریب تھا' اس کا دستور تھا کہ ہر روز صرف چار بار جال ڈالتا تھا' اس سے زیادہ نہیں۔
ایک روز تیسرے پہر کو وہ گھر سے نکلا اور سمندر کے کنارے پہنچا' اور اپنا ٹوکرا زمین پر رکھ دیا' اور اپنا کرتہ اوپر چڑھایا اور سمندر میں گھسا اور اپنا جال پھینکا اور انتظار کرتا رہا کہ وہ پانی میں بیٹھ جائے۔ جب اس نے تار جمع کئے تو اسے ایسا معلوم ہوا کہ جال بھاری ہے۔ اس نے اسے کھینچنے کی کوشش کی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا' تب وہ خشکی کے کنارے آیا اور وہاں ایک کھونٹا گاڑا اور جال کو اس سے مضبوط باندھ دیا۔ پھر اس نے اپنے کپڑے اتارے اور پانی میں غوطہ مارا اور جال کے آس پاس چکر

لگایا اور اس کو نکال کو چھوڑا اور خوش ہوا اور پانی سے باہر آیا اور اپنے کپڑے پہنے لیکن جب جال کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں ایک مرا ہوا گدھا پھنسا ہوا ہے جس کی وجہ سے جال پھٹ گیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت غمگین ہوا اور لاحول پڑھی اور کہنے لگا کہ یہ روزی بھی انوکھی روزی ہے اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

"اے اندھیری رات اور ہلاکت میں گھسنے والے' اتنی زیادہ تکلیف نہ اٹھا کیونکہ روزی دوڑ دھوپ سے نہیں ملتی۔

"تو یہ نہیں دیکھتا کہ ایک سمندر ہے اور ایک ماہی گیر' اس پر استادہ ہے اور ستارے کمر باندھے کھڑے ہیں؟"

"اب وہ اس میں غوطہ لگاتا ہے اور لہریں اسے تھپیڑے مارتی ہیں مگر اس کی نظر جال سے نہیں ہٹتی۔"

"یہاں تک کہ اس نے خوشی خوشی ساری رات گزار دی اور ایک مچھلی لے کر آیا' جس کا تالو خونخوار کانٹے سے پھٹ گیا تھا' اور اس مچھلی کو اس شخص نے خریدا جو سردی سے بچا ہوا ساری رات عیش و آرام سے بسر کر رہا تھا۔"

"سبحان اللہ! وہ ایک کو دیتا اور دوسرے کو محروم رکھتا ہے۔ ایک مچھلی پکڑتا ہے اور دوسرا اس کو کھاتا ہے۔"

اس کے بعد اس نے دل میں کہا کہ اٹھ! اس میں انشاءاللہ کوئی بھلائی ضرور ہو گی اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

"جب تو تنگی میں مبتلا ہو تو بڑے لوگوں کی طرح صبر کا جامہ پہن۔

"یہی دانشمندی ہے۔

"خدا کی شکایت بندوں سے مت کر' کیونکہ ایسا کرنے سے تو رحیم کی شکایت غیر رحیم سے کرتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے گدھے کو جال سے نکالا اور جال کو نچوڑا' جب اسے نچوڑ چکا تو اسے پھر پھیلایا اور سمندر میں غوطہ مارا اور بسم اللہ کہہ کر جال پھینکا اور انتظار کیا یہاں

تک کہ وہ پانی میں بیٹھ گیا اور بھاری پڑ گیا اور پہلے سے زیادہ پھنس گیا۔ وہ سمجھا کہ مچھلی ہے۔ اس نے جال کو باندھ دیا اور کپڑے اتارے اور پانی میں اترا اور غوطہ لگایا یہاں تک کہ اس کو خشکی پر لا کر چھوڑا۔ اس نے دیکھا کہ اس میں ایک بڑا مٹکا آیا ہے اور اس میں ریت اور مٹی بھری ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت غمگین ہوا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

"اے زمانے کی تیزی رک جا! اگر تو کسی اور کے روکے نہیں رکتی تو خود رک جا!"

"میں نے اپنی روزی کے لیے ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ روزی ہاتھ سے نکل گئی۔"

"کتنے جاہل ہیں جو ثریا تک پہنچ گئے ہیں اور کتنے عالم خاک میں چھپے پڑے ہیں۔"

اس نے وہ مٹکا تو پھینک دیا اور جال کو نچوڑا اور اسے صاف کیا اور خدا سے مدد چاہی اور تیسری بار سمندر کی طرف گیا اور جال پھینکا اور انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب جال بیٹھ گیا تو اس نے اسے کھینچا اور دیکھا کہ اس میں ٹھیکریاں اور شیشے کے ٹکڑے اور ہڈیاں آئی ہیں۔ اس پر اسے بڑا غصہ آیا اور وہ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگا:

"رزق وہی ہے جو نہ کشادہ ہو اور نہ بستہ۔ روزی نہ علم سے ملتی ہے اور نہ لکھنے پڑھنے سے۔"

"خوشی اور روزی دونوں قسمت سے ملتی ہیں۔ کوئی زمین سبزہ زار ہوتی ہے اور کوئی بنجر۔"

"زمانے کی رفتار مہذب لوگوں کو پسپا کر دیتی ہے اور نااہل کو بلند۔"

"اے موت' آجا! کیونکہ جب شاہین زمین پر گرنے اور بطخیں اڑنے لگیں تو زمانہ رذیل ہو چکا ہے۔"

"یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے کہ پڑھا لکھا تو غریب ہو اور جاہل اپنی دولت پر اکڑتا پھرے۔"

"ایسی چڑیاں بھی ہوتی ہیں جو اپنی روزی کے لیے مشرق اور مغرب تک اڑتی پھرتی ہیں اور ایسی بھی جو چل نہیں سکتیں اور انہیں مزے مزے کے چارے ملتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا کہ خداوندا' تو جانتا ہے کہ میں اپنا

جال کسی روز چار بار سے زیادہ نہیں ڈالتا۔ آج تین بار تو ڈال چکا ہوں اور کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اب اس بار تو میرے لیے روزی بھیج۔ اس نے خدا کا نام لے کر سمندر میں جال پھینکا اور بیٹھا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ پانی میں بیٹھ گیا۔ اس نے اسے کھینچنا چاہا تو نہ کھنچا کیونکہ وہ تھاہ میں پھنس گیا تھا۔ اس نے لاحول پڑھی' یہ اشعار گانے لگا:

"تف ہے دنیا پر اگر اس کا یہی طور ہے۔ میں اس دنیا میں بلا اور تکلیف میں مبتلا ہوں۔"

"اگر کسی کی زندگی صبح کو صاف ستھری ہے تو رات ہوتے ہوتے زمانہ اس کا ہلاکت کا جام پلا دیتا ہے۔"

"واقعی' میری حالت پہلے ایسی تھی کہ اگر پوچھا جاتا کہ سب سے زیادہ عیش و آرام میں کون ہے تو جواب ملتا کہ میں۔"

اب اس نے اپنے کپڑے اتارے اور غوطہ مارا اور کوشش کرتے کرتے اسے خشکی پر لے آیا۔ اب جب اس نے جال کھولا تو اس میں سے ایک بھری ہوئی پیتل کی پیلی لٹیا نکلی۔ اس پر حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی مہر سیسے کے اوپر لگی ہوئی تھی۔ ماہی گیر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ میں اسے پیتل والوں کے بازار میں لے جا کر بیچوں گا تو اس کے دام دس دینار ملیں گے۔ جب اس نے لٹیا کو ہلایا تو بھاری معلوم ہوئی اور چاروں طرف سے بند۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھوں تو سہی کہ اس لٹیا میں ہے کیا۔ اس کے بعد اسے بیچنے لے جاؤں گا۔ اس نے چھری نکالی اور سیسے پر مارنے لگا۔ یہاں تک کہ اسے لٹیا سے الگ کر کے ایک طرف پھینک دیا اور اس لٹیا کو ہلانے لگا تاکہ جو کچھ اس کے اندر ہو' نکل آئے لیکن جب اس میں سے کچھ نہ نکلا تو اسے تعجب ہوا۔ اب اس میں سے دھواں سا نکلتا نظر آیا جو آسمان کی طرف اٹھتا اور زمین پر چلتا جاتا تھا۔ جب سب کا سب دھواں نکل چکا اور یکجا ہوا اور اس میں حرکت پیدا ہوئی تو وہ ایک دیو بن گیا۔ اس کا سر بادلوں میں تھا اور پاؤں زمین میں دھنسے ہوئے تھے۔ اس کا سر گنبد کا سا تھا اور ہاتھ سینگوں کی کنگھیوں کے

سے۔ پاؤں مسطول کے سے' منہ غار کا سا' دانت پتھروں کے سے' نتھنے لوٹوں کے سے۔ آنکھیں ایسی جیسے دو کالے چراغ' چہرہ تاریک اور تیوری چڑھی ہوئی تھی۔

جب ماہی گیر نے اس دیو کو دیکھا تو اس کے پٹھے تھرتھرانے اور دانت بجنے لگے اور تھوک خشک ہو گیا اور اسے اپنے آگے کچھ نہ سوجھتا تھا۔ جب دیو نے اسے دیکھا تو کہنے لگا کہ لا الہ الا اللہ و سلیمان نبی اللہ اور پھر کہا کہ اے اللہ کے نبی' مجھے قتل مت کر! اب میں کسی بات میں تیری مخالفت نہیں کروں گا اور تیرے سارے حکم بجا لاؤں گا۔ ماہی گیر نے اس سے کہا کہ اے خبیث! تو سلیمان نبی اللہ کہتا ہے حالانکہ ان کو مرے ہوئے اٹھارہ سو سال ہو چکے ہیں اور اب ہم آخری زمانے میں ہیں۔ بتا تو سہی کہ تیرا قصہ کیا ہے اور تو اس لٹیا میں کیوں کر آیا؟ جب اس خبیث نے ماہی گیر کی باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ لا الہ الا اللہ اے ماہی گیر' میں تجھے ایک خبر سناتا ہوں۔ ماہی گیر نے کہا کہ وہ کیا خبر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تجھے ابھی بری سے بری موت ماروں گا۔ ماہی گیر نے کہا کہ اے دیوؤں کے سردار' اے مردود' اس خبر کے بدلے خدا تجھے ذلیل کرے! میں نے کون سی ایسی بات کی ہے کہ تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تو تجھے لٹیا سے نکالا ہے اور تجھے سمندر کی تھاہ سے چھٹکارا دیا ہے اور تجھے لے کر خشکی پر آیا ہوں۔ دیو نے کہا' کہ بس! اگر کچھ تجھے کہنا ہے تو یہ کہہ کہ تو کون سے موت مرنا اور کس طرح قتل ہونا چاہتا ہے؟ ماہی گیر نے کہا کہ آخر تو مجھے کس گناہ کی سزا دیتا ہے؟ دیو نے جواب دیا کہ اچھا' میرا قصہ سن! ماہی گیر نے کہا کہ اچھا' کہہ! مگر اختصار کے ساتھ! کیونکہ میری جان منہ کو آ رہی ہے۔"

اس نے کہا کہ اچھا ماہی گیر' سن! میرا شمار نافرنبردار جنات میں سے ہے۔ میں نے اور صخرا الجنی نے حضرت سلیمان بن داؤد کی نافرمانی کی تھی۔ اس پر انہوں نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کو میرے پاس بھیجا اور وہ مجھے زبردستی پکڑ کر لے گئے اور مجھے باوجود میرے غرور کے ذلیل کیا اور مجھے اپنے سامنے کھڑا رکھا۔ جب حضرت سلیمان نے

مجھے دیکھا تو انہوں نے مجھ سے خدا کی پناہ مانگی اور کہا کہ ایمان لا اور میری اطاعت کر۔ جب میں نہ مانا تو انہوں نے ایک لٹیا منگوائی اور مجھے اس میں بند کر دیا اور لٹیا کا منہ سیسے سے بند کر کے اس پر اسم اعظم کی مہر لگا دی اور جنات کو حکم دیا کہ مجھے سمندر کے بیچوں بیچ میں ڈال دیں۔ وہاں ایک سو برس تک میں اپنے دل میں کہتا رہا کہ جو کوئی مجھے نکالے گا' اس کو میں ہمیشہ کے لیے امیر بنا دوں گا۔ یہ سو برس گزر گئے اور کسی نے مجھے نکالا نہیں۔ جب دوسری صدی آئی تو میں نے کہا اب جو کوئی مجھے نکالے گا' اس کے لیے میں دنیا کے خزانے کھول دوں گا' لیکن پھر بھی کسی نے مجھے نہیں نکالا۔ اسی طرح اور چار سو سال گزر گئے۔ پھر میں نے کہا کہ جو کوئی اب مجھے نکالے گا' اس کی تین حاجتیں پوری کروں گا لیکن پھر بھی کسی نے مجھے نہیں نکالا۔ اس پر میں نہایت غضبناک ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اب کسی نے مجھے نکالا تو میں اس کو مار ڈالوں گا اور اسے اختیار دوں گا کہ وہ بتائے کہ کون سی موت مرنا چاہتا ہے اور دیکھ اب تو نے مجھے نکالا ہے۔ مانگ کہ تو کون سی موت مرنا چاہتا ہے۔

جب ماہی گیر نے دیو کی باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ میں نے تجھے نکالا بھی تو ان دنوں میں! پھر ماہی گیر نے کہا کہ میرے قتل سے باز آ! خدا تیرے قتل سے باز آئے گا اور مجھے نہ مار! کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تجھ پر کوئی قاتل مسلط کر دے! اس خبیث نے کہا کہ میں تجھے بے مارے نہ چھوڑوں گا۔ ہاں یہ مانگ کہ تو کون سی موت مرنا چاہتا ہے۔ جب ماہی گیر کو موت کا یقین آ گیا تو وہ دیو کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس احسان کی بنا پر مجھے معاف کر دے کہ میں نے تجھے رہائی دی ہے۔ دیو نے کہا کہ اسی رہائی دینے کی وجہ سے تو میں تجھے قتل کر رہا ہوں۔

ماہی گیر نے کہا کہ اے دیووں کے سردار' یہ اچھی رہی کہ میں تجھ سے بھلائی کروں اور تو اس کا بدلہ برائی سے دے۔ ہاں یہ مثل سچ ہے جو ان اشعار میں بیان ہوئی ہے:

"ہم ان کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور وہ الٹا بدلہ دیتے ہیں۔ اپنے سر کی قسم' رنڈیوں کا یہی دستور ہے۔"

"جو شخص نااہل کے ساتھ نیکی کرتا ہے تو بدلے میں برائی پاتا ہے۔"

جب دیو نے ماہی گیر کی باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ بس اب زیادہ بک بک مت کر' موت سے تجھے چھٹکارا نہیں۔ ماہی گیر اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ دیو ہے اور میں انسان۔ خدا نے مجھے پوری سمجھ دی ہے۔ میں بھی ترکیب اور سمجھ سے اس کے مارنے کی کوشش کرتا ہوں' جس طرح کہ وہ مکر اور بدذاتی سے مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔

اس نے دیو سے کہا کہ کیا تو مجھے مار کر ہی چھوڑے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں! ماہی گیر نے کہا کہ میں تجھے اسم اعظم کی قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی پر کندہ ہے کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اور تو مجھے ٹھیک جواب دے۔ اس نے کہا اچھا' مگر جوں ہی اس نے اسم اعظم کا ذکر سنا تو وہ پریشان ہو کر کانپنے لگا اور کہا کہ پوچھ' مگر اختصار کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ کیا تو ہی اس لٹیا کے اندر تھا حالانکہ اس کے اندر نہ تیرا ہاتھ سما سکتا ہے اور نہ پاؤں۔ تو سارے کا سارا کیسے اندر آ گیا؟ دیو نے کہا کہ کیا تجھے یقین نہیں آتا کہ میں اس کے اندر تھا؟ ماہی گیر نے کا کہ جب تک اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لوں' میں تیری بات ہرگز نہیں مان سکتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہر زاد نے دیکھا کہ صبح ہو رہی ہے اور اس نے کہانی کہنی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چوتھی رات

جب چوتھی رات ہوئی تو اس کی بہن نے کہا کہ بہن' اگر تجھے نیند نہ آتی ہو تو اپنی کہانی پوری کر دے۔ اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ میں نے سنا ہے کہ ماہی گیر نے دیو سے کہا کہ جب تک میں تجھے خود اپنی آنکھ سے اس کے اندر نہ دیکھ لوں' ہرگز مجھے یقین نہیں آ سکتا۔ دیو نے اپنے آپ کو جنبش دی اور دھواں بن کر سمندر کے اوپر پھیل گیا۔ پھر یکجا ہو کر آہستہ آہستہ لٹیا میں داخل ہونے لگا' یہاں تک کہ سارے کا سارا دھواں اس کے اندر سما گیا۔ ماہی گیر فوراً آگے بڑھا اور سیسے کی مہر شدہ ڈاٹ لے کر لٹیا کے منہ پر لگا دی اور دیو سے پکار کر کہا کہ مانگ کون سی موت مرنا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم! میں تجھ کو اس سمندر میں پھینک دوں گا اور یہاں اپنے لیے ایک گھر بناؤں گا اور کسی کو اس جگہ مچھلیاں نہ مارنے دوں گا اور کہوں گا کہ اس میں ایک دیو ہے اور جو کوئی اسے نکالے گا' اس سے وہ کہے گا کہ مانگ' کون سی موت مرنا چاہتا ہے اور کس طرح قتل ہونا چاہتا ہے۔ جب دیو نے ماہی گیر کی باتیں سنیں اور اپنے آپ کو اندر پایا اور نکلنا چاہا اور نہ نکل سکا' کیونکہ حضرت سلیمان کی مہر اسے نکلنے نہ دیتی تھی اور اسے یقین ہو گیا کہ ماہی گیر نے مجھے دھوکے سے بند کیا ہے تو اس نے کہا کہ اے ماہی گیر' میں تو تیرے ساتھ مذاق کرتا تھا۔ ماہی گیر نے کہا کہ اے سب سے زیادہ رذیل اور ناپاک اور کمینے دیو' تو جھوٹا ہے۔ اب ماہی گیر لٹیا کو لے کر سمندر کی طرف بڑھا تو دیو نے کہا کہ ہائیں! ہائیں! تو یہ کیا کرتا ہے؟ ماہی گیر نے کہا کہ ہاں! ہاں! وہ خبیث گڑگڑانے لگا اور خوشامد کرنے لگا اور اس نے کہا' اے ماہی گیر' تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تجھے سمندر میں پھینک دوں گا اور اگر تو اٹھارہ سو سال اور اس میں رہے

تو میں تجھے رہنے دوں گا‘ یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ اب میں تجھ سے ہرگز نہ کہوں گا کہ ”مجھے زندہ رہنے دے‘ خدا تجھے سلامت رکھے! اور مجھے قتل نہ کرنا‘ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تجھے قتل کر ڈالے۔“ اور تو میری بات نہ مانے اور میرے ساتھ بے وفائی کرے۔ اب خدا نے مجھے تیرے اوپر قابو دیا ہے اور اب میں تیرے ساتھ بے وفائی کرتا ہوں۔ دیو نے کہا کہ اگر تو مجھے کھول دے تو میں تیرے ساتھ بھلائی کروں گا۔ ماہی گیر نے کہا کہ تو جھوٹا ہے‘ اے مردود! میری اور تیری مثال ایسی ہے جیسے یونان بادشاہ کے وزیر اور دوبان حکیم کی۔ دیو نے کہا کہ یونان بادشاہ کا وزیر اور دوبان حکیم کون ہیں اور ان کا کیا قصہ ہے؟

○ یونان بادشاہ کے وزیر کی کہانی

ماہی گیر نے کہا کے اے دیو‘ سن! اگلے زمانے میں فارس اور روم کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام تھا یونان۔ اس کے پاس بے حد مال و دولت اور لاؤ لشکر تھا۔ وہ بڑے دبدبے والا تھا اور اس کے خراج گزار بہت سارے تھے لیکن اسے کوڑھ کی بیماری تھی اور حکیم اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ چکے تھے۔ وہ بہت سی دواؤں اور سفوف اور مالشوں کا استعمال کر چکا تھا لیکن کسی سے فائدہ نہ ہوا اور کوئی طبیب اسے اچھا نہ کر سکا۔ ایک بار یونان بادشاہ کے دارالسلطنت میں ایک بڑا اور بوڑھا حکیم آیا۔ اس کا نام دوبان حکیم تھا۔ اس نے یونانی‘ فارسی‘ رومی‘ عربی اور سریانی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور طب اور نجوم اور ان کے اصول و قواعد میں بڑا ماہر تھا اور ان کے نفع و نقصان سے بخوبی واقف تھا اور مفید مضر نباتات اور جڑی بوٹیوں کی پہچان میں بڑی دسترس رکھتا تھا۔ فلسفی تھا اور طباعت وغیرہ کے ہر پہلو سے واقف۔

جب یہ حکیم شہر میں آیا اور کچھ دنوں وہاں رہا تو اس نے سنا کہ بادشاہ کو کوڑھ کی

بیماری ہے اور سارے حکیم اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ چکے ہیں۔ جب حکیم کو اس کی خبر پہنچی تو وہ رات بھر سوچتا رہا اور جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو اس نے اپنے بہترین کپڑے پہنے اور یونان بادشاہ کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ خدا تیری عزت آبرو اور دولت ہمیشہ قائم رکھے اور بہترین تقریر کی اور اپنا تعارف کرایا۔ اس کے بعد کہا کہ بادشاہ سلامت' مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے بدن میں کوئی مرض ہے اور بہت سے طبیب اس کے دور کرنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ جب یونان بادشاہ نے یہ سنا تو اسے تعجب ہوا اور اس نے پوچھا کہ آخر پھر کس طرح علاج ہو گا؟ قسم ہے خدا کی اگر تو میرا مرض دور کر دے تو میں تجھے پشت ہا پشت تک دولت مند بنا دوں گا اور تجھے اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بناؤں گا۔ پھر بادشاہ نے اسے خلعت عطا کیا اور اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور اس سے کہا کہ کیا تو مجھے بے دوا بے مالش اچھا کر دے گا؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں! بادشاہ کو اور پر تعجب ہوا اور اس نے حکیم سے کہا کہ اے حکیم! جو علاج تو کرنا چاہتا ہے' وہ کس روز اور کس وقت ہو گا۔ بیٹا ذرا جلدی کر! اس نے کہا کہ بسر و چشم' کل ہو جائے گا۔

یہ کہہ کر وہ شہر میں آیا اور ایک مکان کرائے پر لیا اور اس میں اپنی کتابیں اور دوائیں اور جڑی بوٹیاں رکھیں۔ پھر دواؤں اور جڑی بوٹیوں سے ایک پولو کا بلا بنایا اور اسے اندر سے خالی رکھا اور اس کا ایک دستہ بنایا اور اپنے علم کی بنا پر پولو کی گیند۔ جب وہ سب چیزیں بنا چکا تو دوسرے روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دربار میں پہنچ کر اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ سوار ہو کر میدان میں نکلئے اور اس گیند اور بلے سے پولو کھیلئے۔ بادشاہ کے ساتھ ساتھ سارے امرا اور وزرا اور شرفا ہو لیے۔ جوں ہی یہ سب میدان میں جمع ہوئے تو دوبان حکیم وہاں پہنچا اور بادشاہ کو بلا دے کر کہنے لگا کہ اسے اس طرح پکڑیئے اور میدان میں بڑھئے اور ہاتھوں کو خوب جھونک دے کر گیند پر بلا ماریئے یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ اور سارا بدن پسینے پسینے

ہو جائے۔ اس طرح سے دوا ہتھیلیوں میں سے ہو کر جسم میں سرایت کرے گی۔ جب آپ کھیل چکیں اور دوا سرایت کر چکی ہو تو اپنے محل میں واپس جایئے اور حمام میں جا کر نہایئے اور سو رہیے۔ بس آپ اچھے ہو جائیں گے۔

یہ سن کر یونان بادشاہ نے حکیم کے ہاتھ سے بلا لے لیا اور اسے اپنے ہاتھوں میں خوب زور سے پکڑا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور گیند کو اپنے آگے پھینکا اور خود اس کے پیچھے دوڑا اور پاس پہنچ کر اسے زور سے مارا اور بلے کو مضبوط پکڑے رہا۔ اس طرح وہ گیند کو مارتا اور اس کے پیچھے دوڑتا اور پھر مارتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دونوں ہتھیلیاں اور سارا بدن پسینے پسینے ہو گیا اور دوا دستے میں ہو کر سرایت کر گئی۔ جب دوبان حکیم کو یقین آ گیا کہ دوا سارے بدن میں سرایت کر چکی ہے۔ تو اس نے کہا کہ اب آپ محل میں تشریف لے جایئے اور فوراً حمام کیجئے۔ یونان بادشاہ فوراً واپس گیا اور حکم دیا کہ اس کے لیے حمام خالی کیا جائے۔ جب حمام خالی ہو چکا تو فراشوں نے اس میں فوراً فرش بچھایا اور غلام حاضر ہوئے اور کپڑے لائے۔ بادشاہ حمام میں داخل ہوا اور دل کھول کر نہایا اور وہیں حمام کے اندر کپڑے بدلے اور وہاں سے نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے محل میں آیا اور سو گیا۔

یہ تو بادشاہ کا حال ہوا۔ اب دوبان حکیم کا ماجرا سنئے! وہ اپنے گھر آیا اور سو رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ بادشاہ کے یہاں گیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے اندر بلا لیا۔ وہ اندر آیا اور بادشاہ کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور اس کے لیے تشبیہ یہ اشعار گا کر پڑھے:

"جب بزرگیاں تیری طرف منسوب کی جاتی ہیں تو ان کا دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور اگر کبھی کسی دوسرے کی طرف منسوب کی جائیں تو انکار کر دیں گی۔"

"تیرا چہرہ ایسا ہے کہ بھیانک سے بھیانک چیز کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ خدا کرے کہ تیرا چہرہ ہمیشہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا رہے' خواہ زمانے کا چہرہ کتنا

ہی غضبناک کیوں نہ ہو!"

"تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھ پر وہ احسان کئے ہیں جو بادل پہاڑیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔"

"تو نے اپنا مال نیکی کرنے میں اس قدر خرچ کیا ہے کہ بالآخر تو بلندی کے اعلیٰ زینے پر پہنچ گیا ہے۔"

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکا تو بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنے پہلو میں بیٹھنے کو جگہ دی اور بہترین خلعت عطا کئے۔

جب بادشاہ حمام سے نکلا تھا اور اپنے بدن پر نظر ڈالی تھی تو کوڑھ کا کوئی اثر باقی نہ تھا بلکہ اس کا جسم سفید چاندی کی طرح صاف تھا۔ بادشاہ اس پر خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور اس کے دل کو بڑی خوشی ہوئی۔ جب صبح ہوئی اور وہ دربار میں آیا اور تخت پر بیٹھا تو وزیر اور ملک کے شرفا ادھر ادھر کھڑے ہوئے اور دوبان حکیم داخل ہوا۔

جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور عمدہ عمدہ کھانے لائے گئے اور اسے اپنے ساتھ کھلایا اور دن بھر اسے اپنی ہمراہی میں رکھا۔ جب رات ہونے کو آئی تو اس نے دوبان حکیم کو دو ہزار دینار دیئے اور بہت سے خلعت' اس کے علاوہ اور بھی بہت انعام و اکرام کیا اور اس کو اپنا خاص گھوڑا سواری کے لیے دیا اور وہ اپنے گھر واپس گیا۔ یونان بادشاہ اس کے اس علاج پر سخت تعجب کرتا اور کہتا کہ اس شخص نے میرا علاج بیرونی طریقے سے کیا اور تیل سے مالش تک نہ کی۔ خدا کی قسم' یہ بڑی حکمت کا کام ہے۔ ایسے شخص کے ساتھ جتنا انعام و اکرام کیا جائے' کم ہے۔ بادشاہ نے اسے اپنا رفیق اور دوست بنا لیا۔ اس نے رات خوشی خوشی گزاری کیونکہ اس کے بدن سے بیماری دور ہو گئی تھی اور وہ بالکل تندرست ہو گیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو یونان بادشاہ باہر نکلا اور شاہی کرسی پر بیٹھا اور ملک کے رؤسا دست بستہ کھڑے ہوئے اور وزرا اور امرا اس کے داہنے بائیں بیٹھے۔ اس وقت اس

نے دوبان حکیم کو یاد کیا۔ وہ آیا اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور اسے اپنے پہلو میں جگہ دی اور اس کے ساتھ کھانا کھایا اور دعا مانگی کہ خدا اس کی زندگی زیادہ کرے اور اسے خلعت عطا کئے اور انعام دیا اور رات تک اس کے ساتھ بات چیت کرتا رہا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اسے اور پانچ خلعت اور ایک ہزار دینار دیئے جائیں۔ حکیم بادشاہ کا شکریہ ادا کرتا ہوا گھر واپس آیا۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ اپنے دربار میں آیا۔ امراء' وزرا اور خدام اس کے اردگرد کھڑے ہوئے۔

راوی کہتا ہے کہ بادشاہ کا ایک وزیر تھا جو نہایت بدصورت اور کمینہ اور کنجوس اور حاسد تھا اور حسد کرنے میں اسے بڑا مزہ آتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ نے دوبان حکیم کو اپنا مقرب بنایا ہے اور اسے اس قدر انعام دیئے ہیں تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی اور وہ اسے نقصان پہنچانے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ کیونکہ ضرب المثل ہے کہ کوئی جسد نہیں جس میں حسد نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظلم ہر شخص کے اندر پایا جاتا ہے۔ فرق محض اتنا ہے کہ طاقتور اسے ظاہر کر دیتا ہے اور کمزور اسے چھپائے رکھتا ہے۔ الغرض وزیر یونان بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' میں نے آپ ہی کی نیکیوں کے اندر پرورش پائی ہے اور میں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر میں اسے اپنے دل میں چھپائے رکھوں تو حرام زادہ ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو کہوں' بادشاہ کو یہ سن کر پریشانی ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ آخر وہ کون سے نصیحت ہے؟ وزیر نے کہا کہ اے جلیل القدر بادشاہ! بزرگوں کا قول ہے کہ جو کوئی انجام کو نہیں سوچتا' زمانہ اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ ٹھیک کاروائی نہیں کر رہا' وہ اپنے ایسے دشمن پر جو اس کے ملک کا ستیا ناس کرنا چاہتا ہے' انعام و اکرام کر رہا ہے اور اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے اور اسے بہت بڑا مرتبہ دے رکھا ہے اور اپنا مقرب بنایا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بادشاہ کو نقصان نہ پہنچے۔ بادشاہ بہت گھبرایا اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ

گیا اور اس نے پوچھا کہ تیرا گمان کس طرف ہے اور تو کس کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ وزیر نے کہا کہ اگر آپ سو رہے ہوں تو جاگ جایئے۔ میرا اشارہ دوبان حکیم کی طرف ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ لعنت ہو تجھ پر! وہ تو میرا دوست ہے اور میں اس سے سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں' کیونکہ اس نے میرا علاج ایک ایسی دوا سے کیا جسے میں نے محض ہاتھ میں لیا اور بیماری جاتی رہی۔ اس بیماری کے علاج سے تمام حکیم عاجز آ چکے تھے۔ اس کا ثانی اس زمانے میں نہیں' نہ دنیا کے مشرق میں نہ مغرب میں۔ اس کے متعلق تو ایسی بات کہتا ہے! میں آج ہی سے اس کا روزینہ اور تنخواہ مقرر کئے دیتا ہوں۔ ہر مہینے اسے ایک ہزار دینار دیا کروں گا۔ اگر میں اسے اپنے ملک کا بھی ساجھے دار بنا لوں تو کم ہے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ تو محض حسد کی وجہ سے یہ باتیں کرتا ہے' جیسے سندباد بادشاہ کے ساتھ پیش آیا ہے۔

شہر زاد نے یہاں تک بیان کیا تھا کہ اسے صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پانچویں رات

جب پانچویں رات ہوئی تو اس کی بہن نے کہا کہ اگر تجھے نیند نہ آتی ہو تو اپنی کہانی کہہ ڈال۔ اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یونان بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے وزیر' اس حکیم کی وجہ سے تیرے اندر حسد کی آگ بھڑک رہی ہے اور تو چاہتا ہے کہ میں اسے قتل کر دوں اور پھر پچھتاؤں' جس طرح کہ سندباد بادشاہ اپنے باز کو مار کر پچھتایا۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت' اگر آپ اجازت دیں تو میں پوچھوں کہ یہ کیا قصہ ہے۔

○ سند باد بادشاہ کی کہانی

بادشاہ نے کہا کہ خدا بہتر جانتا ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ اسے عیش و عشرت اور صید و شکار سے بڑا شوق تھا۔ اس نے ایک باز پال رکھا تھا اور دن رات اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ رات بھر اسے اپنے ہاتھ پر بٹھائے رکھتا اور جب شکار کے لیے جاتا تھا تب بھی اس کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ اس کے لیے اس نے ایک سونے کا کٹورا بنوایا تھا جو اس کی گردن میں لٹکا رہتا تھا اور جس میں وہ پانی پیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ رخہ کے صوبیدار نے عرض کی کہ آج کل شکار کا اچھا موسم ہے۔ بادشاہ نے کوچ کا حکم دے دیا اور باز کو اپنے ہاتھ پر بٹھا کر سب کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ ایک وادی میں پہنچ کر شکار کے لیے گھیرا ڈالا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھیرے کے اندر ایک ہرنی آ گئی ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ جس کسی کے سر کے اوپر سے یہ ہرنی کود کر نکل جائے گی' اس کو قتل کر دوں گا۔ اب گھیرا تنگ ہوتا چلا جاتا تھا کہ اتنے میں ہرنی بادشاہ کی قیام

گاہ کے پاس آئی اور پچھلے پاؤں پر کھڑی ہو کر اگلے پاؤں سینے پر باندھ لیے گویا وہ بادشاہ کے آگے زمین کو بوسہ دینا چاہتی تھی۔ بادشاہ نے ہرنی کی خاطر اپنا سر جھکایا تو وہ اس کے سر کے اوپر سے کود کر جنگل کی طرف بھاگ گئی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے سپاہی اس کی طرف آنکھیں مار رہے ہیں اور وزیر سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کی کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا حکم تھا کہ جس کے سر کے اوپر سے ہرنی کود کر نکل جائے گی' اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ سر کی قسم' میں اس کا پیچھا کروں گا اور اس کو لا کر چھوڑوں گا' یہ کہہ کر اس نے ہرنی کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا اور اس کا پیچھا کرتے کرتے ایک پہاڑی تک جا پہنچا۔ جہاں ہرنی ایک کھڈ کے اوپر سے کود کر نکل گئی۔ بادشاہ نے باز کو اس کے پیچھے چھوڑا اور اس نے پنجے مار مار کر ہرنی کو اندھا اور پریشان کر دیا۔ بادشاہ نے گرز کھینچ کر اس پر وار کیا اور وہ زمین پر لوٹنے لگی۔ بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اسے ذبح کیا اور اس کی کھال کھینچی اور اپنے گھوڑے کی کاٹھی سے لٹکا لیا۔ اتنے میں تیسرے پہر کے سونے کا وقت ہو گیا۔ جنگل بیابان تھا' جس میں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ بادشاہ کو پیاس لگی اور گھوڑا بھی پیاسا تھا۔ بادشاہ نے ادھر ادھر چکر لگایا تو دیکھا' ایک درخت سے پانی مثل مکھن کے ٹپک رہا ہے۔ بادشاہ کے ہاتھوں میں چمڑے کے دستانے تھے' اس نے باز کی گردن سے کٹورا اتارا اور اس میں وہی پانی بھر کر اپنے سامنے رکھا۔ باز نے پر مار کر کٹورا الٹ دیا۔ پھر اس نے دوسری بار کٹورا لیا اور اس میں ان قطروں کو ٹپکنے دیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر بھر گیا۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ باز پیاسا ہو گا۔ اس لیے وہ پانی اس کے سامنے کر دیا۔ باز نے پھر پر مار کر الٹ دیا۔ بادشاہ کو باز پر غصہ آیا اور پھر اٹھا اور پانی بھر کر گھوڑے کے آگے بڑھایا۔ باز نے پھر بازو مار کر پانی گرا دیا۔ بادشاہ نے کہا کے اے منحوس چڑیا' خدا تجھ سے سمجھے نہ تو نے مجھے پانی پینے دیا اور نہ گھوڑے کو اور نہ خود پیا۔ یہ کہہ کر اس نے باز پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا

کہ اس کے دونوں بازو کٹ کر گر گئے۔ باز نے اپنا سر اوپر کی طرف اٹھایا' گویا یہ اشارہ کیا کہ دیکھ اوپر کیا ہے۔ بادشاہ نے نظر اوپر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ درخت کے اوپر کالے سانپ کے بچے ہیں اور یہ پانی انہیں کا زہر۔ بادشاہ باز کے بازو کٹنے پر بہت پچھتایا اور اٹھ کھڑا ہوا اور ہرنی کو لے کر چل دیا۔ خیمہ گاہ میں پہنچ کر اس نے ہرنی اپنے باورچی کو دی کہ اسے لے جا کر تل لا۔ بادشاہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور باز اس کے ہاتھ پر۔ باز نے ایک ہچکی لی اور دم توڑ دیا' بادشاہ رنج اور افسوس کے مارے چلانے لگا کہ ہائے' جس باز نے میری جان بچائی ہے' میں نے اسے خود مار ڈالا۔

یہ ہے سندباد بادشاہ کی کہانی جب وزیر نے یونان بادشاہ سے یہ سنا تو کہنے لگا کہ جہاں پناہ' جو کچھ اس نے کیا' مجبوری کی وجہ سے کیا اور میں اس میں کوئی برائی نہیں پاتا اور جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ محض آپ کی محبت کی وجہ سے ہے تاکہ آپ کو صحیح واقعہ معلوم ہو جائے ورنہ آپ بھی یونہی تباہ ہو جائیں گے جس طرح وہ وزیر ہوا جس نے شہزادے کے ساتھ دغابازی کی تھی۔ یونان بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کس طرح؟

○ دغا باز وزیر کی کہانی

وزیر نے کہا کہ جہاں پناہ' سنئے! ایک بادشاہ تھا' اس کا ایک وزیر تھا اور ایک شہزادہ۔ شہزادے کو صید و شکار کا بڑا شوق تھا اور اس کے باپ کا وزیر اس کے ہمراہ تھا۔ راہ میں انہیں ایک بڑا جنگلی جانور دکھائی دیا۔ وزیر نے کہا کہ لیجئے' وہ جنگلی جانور ہے' اسے ماریئے! شہزادہ نے اس کا پیچھا کیا' یہاں تک کہ وہ وزیر کی نظر سے غائب ہو گیا اور جانور اس کی نظر سے غائب ہو کر جنگل میں چلتا ہوا اور کچھ پتا نہ ملا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ اب وہ کیا دیکھتا ہے کہ راہ کے کنارے ایک نوجوان لڑکی بیٹھی رو رہی ہے۔ شہزادے نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ہندوستان کے ایک راجہ کی

بیٹی ہوں۔ میں اس جنگل میں سفر کر رہی تھی کہ مجھے نیند آ گئی اور بے ہوشی کی حالت میں‘ میں اپنی سواری پر سے گر پڑی اور اب اکیلی اور پریشان پھر رہی ہوں۔ یہ سن کر شہزادے کو ترس آیا اور اسے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور آگے چل دیا۔ جب وہ ایک کھنڈر کے پاس پہنچے تو لڑکی نے کہا کہ اے آقا‘ میں اپنی حاجت رفع کرنا چاہتی ہوں۔ شہزادے نے اسے کھنڈر کے قریب اتار دیا۔ جب اسے وہاں دیر لگی تو شہزادہ سمجھا کہ بڑی سست ہے اور فوراً اس کے پیچھے پہنچا۔ وہ تو اس سے واقف نہ تھا لیکن یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ وہ چڑیل ہے۔ وہ اپنے بچوں سے کہہ رہی تھی کہ "اے بچو! میں آج تمہارے لیے ایک موٹا تازہ نوجوان لڑکا لائی ہوں۔" انہوں نے کہا کہ "اماں‘ ضرور لا تاکہ ہم اسے اپنے پیٹ کے اندر چرنے بھیجیں۔" جب شہزادے نے ان کی باتیں سنیں تو اسے اپنی موت آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگی اور اس کے پٹھے تھرتھر کانپنے لگے اور وہ اپنی موت سے ڈرا اور جھٹ واپس آ گیا۔ اتنے میں چڑیل بھی باہر آئی اور دیکھا کہ وہ ڈر کے مارے کانپ رہا ہے اور کہا کہ تو کیوں ڈر رہا ہے؟ شہزادے نے جواب دیا کہ میرا ایک دشمن ہے اور مجھے اس سے ڈر لگتا ہے۔ چڑیل نے کہا کہ تو تو اپنے آپ کو شہزادہ کہتا ہے ناں؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس چڑیل نے کہا کہ تو اسے روپیہ پیسہ دے کر راضی کیوں نہیں کر لیتا؟ اس نے کہا کہ وہ روپے پیسے سے راضی نہیں ہوتا بلکہ جان مانگتا ہے۔ میں اپنے آپ کو مظلوم سمجھ کر اس سے ڈرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے تو خدا سے مدد مانگ کہ وہ تجھے مخدوش دشمن کے شر سے بچا لے۔ شہزادے نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا مانگنے لگا کہ "خداوندا! جو پریشان حالوں کی دعا قبول کرتا ہے اور برائیوں کو دور کرتا ہے‘ اے میرے مولا‘ مجھے دشمن پر فتح دے اور اس سے میرا پیچھا چھڑا۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے۔" جب چڑیل نے اس کی دعا سنی تو وہ چلتی ہوئی۔ شہزادہ اپنے باپ کے پاس واپس آ گیا اور وزیر کا سارا ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور اسے قتل کر دیا۔

جہاں پناہ' اگر آپ بھی اس حکیم پر بھروسہ کریں گے تو وہ آپ کو بری موت مارے گا۔ جسے آپ نے مقرب بنایا اور جس کے ساتھ بھلائی کی ہے وہ آپ کے مارنے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس نے ایک دوا آپ کے ہاتھ میں دی اور اس بیرونی علاج سے آپ اچھے ہو گئے' آپ یقین کیجئے کہ اسی طرح وہ آپ کو مار بھی سکتا ہے۔ یونان بادشاہ نے کہا کہ وزیر! تو سچ کہتا ہے' اے ناصح وزیر! یہی ہونے والا ہے۔ ہو نہ ہو حکیم میرے قتل کرنے کے لیے جاسوس بن کر آیا ہے۔
اگر وہ یہ کر سکتا تھا کہ ایک چیز میرے ہاتھ میں دے کر مجھے اچھا کر دیا تو وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ کوئی چیز سنگھا کر مجھے مار ڈالے۔ پھر اس نے کہا کہ اے وزیر' اب کیا کیا جائے؟ وزیر نے کہا کہ اسے بلوا بھیجئے اور جب وہ آئے تو اس کی گردن مار دیجئے۔ یونان بادشاہ نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور حکیم کو بلوا بھیجا۔ وہ خوش خوش آیا' اسے کیا معلوم تھا کہ خدا نے اس کی قسمت میں کیا لکھ چھوڑا ہے۔ کسی شاعر کا قول ہے:

"اے زمانے سے ڈرنے والے' خدا پر بھروسہ کر اور اپنے سارے کام اس کے سپرد کر دے' وہی زمین کا بنانے والا ہے۔"

"جو چیز تیری قسمت میں لکھی ہے' وہ ہو کر رہے گی اور جو تیری قسمت میں نہیں ہے تو اس سے بچا رہے گا۔"

جب حکیم بادشاہ کے پاس آیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے:

"اگر تو کہے کہ میں تیرا کافی شکر گزار نہیں ہوا تو بتا کہ آخر میں نے اپنی نظم اور نثر کس کے لیے تیار کی ہے؟"

"تو نے مانگنے سے پہلے ہی میرے پاس نعمتیں بھیجیں اور وہ بغیر ٹال مٹول کئے میرے پاس آ گئیں۔"

"پھر میں تیری تعریف کیوں کر نہ کروں اور پوشیدہ اور اعلانیہ تیری بخششوں کا گیت کیوں نہ گاؤں۔"

اور اسی مضمون کے یہ اشعار پڑھے:
"اپنے رنج و غم کو خیال میں مت لا اور اپنے سارے کام قضا و قدر کے سپرد کر دے۔
موجودہ فائدے سے خوش ہو اور گزری ہوئی باتیں سب بھول جا۔ بہت سی تکلیف دہ باتیں
ایسی ہوتی ہیں کہ آگے چل کر ان سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔"
"خدا جو چاہتا ہے' وہی ہوتا ہے' اس لیے تیرا کسی چیز کی خواہش کرنا بے فائدہ ہے۔"

اور اسی مضمون کے یہ اشعار پڑھے:
"اپنے سارے کام اس کے سپرد کر دے جو ذرا ذرا سی بات جانتا ہے اور دنیا والوں سے
اپنا دل پریشان مت کر۔"
"تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز تیری مرضی کے موافق نہیں ہوتی بالکہ خدا کی مرضی
کے موافق جو احکم الحاکمین ہے۔"

بادشاہ نے حکیم دوبان سے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا؟ حکیم نے کہا کہ پوشیدہ باتیں سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے تجھے قتل کرنے اور تیری جان لینے کے لیے بلایا ہے۔ دوبان حکیم کو اس بات سے سخت اچنبھا ہوا اور اس نے کہا کہ جہاں پناہ' کون سا ایسا گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے کہ آپ میرے قتل کے درپے ہیں؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تو جاسوس ہے اور مجھے قتل کرنے کے لیے آیا ہے۔ دیکھ' قبل اس کے کہ تو مجھے قتل کرے' میں تجھے قتل کر دوں گا۔ بادشاہ نے جلاد کو بلا کر کہا کہ اس دغا باز کی گردن اڑا دے اور مجھے اس کے شر سے نجات دے۔ حکیم نے کہا کہ مجھے مت ماریئے' خدا آپ کو سلامت رکھے! مجھے قتل نہ کیجئے' ایسا نہ ہو کہ خدا کا غضب آپ پر نازل ہو۔

اے دیو' اس نے بار بار وہی کہا جو میں نے تجھ سے کہا تھا' جب تو مجھے مارنے پر تلا کھڑا تھا۔ یونان بادشاہ نے دوبان حکیم سے کہا کہ جب تک میں تجھے قتل نہ کر ڈالوں' اس وقت تک مجھے اپنی جان کی طرف سے اطمینان نہیں۔ مجھے تو نے ایسی دوا دی کہ اس کو ہاتھ میں لیتے ہی میں اچھا ہو گیا۔ مجھے ڈر ہے کہ مجھے کوئی دوا سنگھا

کر تو مار ڈالے گا۔ حکیم نے کہا کہ جہاں پناہ' میری نیکی کا یہی برائی بدلہ ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ سوائے اس کے اور چارہ نہیں کہ میں تجھے فوراً مار ڈالوں۔ جب حکیم کو

اپنے مرنے کا یقین ہو گیا تو وہ رونے اور اس بات پر افسوس کرنے لگا کہ اس نے نااہل کے ساتھ بھلائی کی۔ جلاد آیا اور اس نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اپنی تلوار میان سے نکالی اور بادشاہ سے اجازت چاہی۔ حکیم رو رو کر بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ مجھے نہ ماریئے' خدا آپ کو سلامت رکھے! حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ یہ میرا بدلہ تو وہی مگرمچھ کا بدلہ ہے۔ بادشاہ نے کا کہ مگرمچھ کا کیا قصہ ہے؟ حکیم نے کہا کہ اس حالت میں میرے لیے بیان کرنا ممکن نہیں۔ خدا کے لیے آپ مجھے نہ ماریئے' خدا آپ کو سلامت رکھے! یہ کہہ کر حکیم زار زار رونے لگا۔ بادشاہ کا ایک مقرب اٹھا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' آپ اس کا خون مجھے بخش دیجئے۔ ہم نے اسے آپ کے ساتھ کوئی برائی کرتے نہیں پایا اور اس کے سوا کچھ نہیں دیکھا کہ اس نے آپ کو ایسی بیماری سے اچھا کیا ہے جس سے تمام حکیم ناامید ہو چکے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ میں اس حکیم کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر میں اسے زندہ چھوڑ دوں گا تو میری جان جائے گی۔ جس نے میرے ہاتھ میں دوا دے کر اچھا کر دیا ہے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ کوئی دوا سنگھا کر مجھے مار ڈالے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے ضرور مار ڈالے گا اور اس کے بدلے رشوت لے گا۔ وہ جاسوس ہے اور محض مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اب سوائے اس کے اور چارہ نہیں کہ میں اسے قتل کر ڈالوں اور خود اطمینان سے رہوں۔ حکیم نے کہا' کہ مجھے نہ ماریئے' خدا آپ کو سلامت رکھے! مجھے قتل نہ کیجئے' کہیں خدا اپنا غضب آپ پر نازل نہ کرے۔

اے دیو! جب حکیم کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ اسے بے قتل کئے نہ چھوڑے گا تو اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت' اگر آپ مارنا ہی چاہتے ہیں تو اتنی مہلت دیجئے کہ میں گھر

جا کر اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق انتظام کر آؤں اور اپنے قرضے اتار آؤں اور طب کی کتابیں لوگوں کو سپرد کر آؤں۔ میرے پاس ایک خاص کتاب ہے' وہ میں آپ کے کتب خانے کی نذر کروں گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس کتاب میں بے شمار چیزیں ہیں اور سب سے چھوٹی چیز اس میں یہ ہے کہ جب آپ میرا سر کاٹ چکیں تو اس کتاب کے تین ورق الٹئے اور بائیں صفحے کی تین سطریں پڑھیئے تو میرا سر آپ سے باتیں کرے گا اور آپ کے تمام سوالات کے جواب دے گا۔ بادشاہ کو اس پر بڑا اچنبھا ہوا اور خوشی کے مارے پھڑک گیا اور کہنے لگا کہ اے حکیم' جب میں تیرا سر کاٹ ڈالوں گا تو کیا تو مجھ سے باتیں کرے گا؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! بادشاہ نے کہا کہ یہ بڑی نرالی بات ہے۔ پھر بادشاہ نے پہرے کے ساتھ اسے روانہ کیا۔ حکیم گھر پہنچ کر اس روز اپنی تمام ضروریات چکانے میں مشغول رہا اور دوسرے روز وہ دربار میں آیا اور تمام امرا اور وزرا اور خدام اور نواب اور رؤسا سب حاضر ہوئے اور ان سے دربار گلزار ہو گیا۔ جب حکیم بادشاہ کے سامنے پہرے کے ساتھ کھڑا ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک پرانی کتاب تھی اور ایک سرمہ دانی جس کے اندر معطر سفوف تھا۔ وہ بیٹھ گیا اور کہا کہ ایک سینی لاؤ۔ جب سینی آئی تو اس نے وہ سفوف اس میں ڈال کر پھیلا دیا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' یہ کتاب لیجئے اور جب آپ میرا سر کاٹ چکیں تو اسے کھولئے اور میرے سر کو اس سینی میں رکھ کر سفوف پر خوب دبایئے۔ ایسا کرنے سے خون بند ہو جائے گا۔ پھر کتاب کھولئے۔ بادشاہ نے اس کے سر کے اڑا دینے کا حکم دیا اور اس کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔ جلاد نے اٹھ کر اس کا سر اڑا دیا اور اسے سینی کے بیچ میں رکھ کر سفوف کے اوپر خوب دبایا۔ یہاں تک کہ خون بند ہو گیا۔ اب حکیم دوبان نے آنکھیں کھول دیں اور کہا کہ جہاں پناہ' اب کتاب کھولئے۔ بادشاہ نے دیکھا کہ اس کے ورق چپکے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس نے اپنی انگلیوں میں تھوک لگایا اور ایک ورق کھولا' پھر دوسرا' پھر تیسرا۔ ہر ورق بڑی مشکل سے کھلتا تھا۔ بادشاہ نے چھ

ورق کھولے اور دیکھا کہ اس میں کوئی نوشتہ نہیں۔ اس نے حکیم سے کہا کہ اس میں تو کوئی نوشتہ نہیں۔ حکیم نے کہا کہ اور کھولئے۔ اس نے تین ورق اور کھولے۔

اتنے میں زہر اس کے بدن میں سرایت کر چکا تھا کیونکہ کتاب زہر آلود تھی۔ بادشاہ تھرانے لگا اور چلا کر کہا کہ زہر میرے بدن میں سرایت کر گیا۔ جب حکیم کا سر باتیں کر چکا تو بادشاہ بھی فوراً مر کر گر پڑا۔

اے دیو' تجھے جاننا چاہیے کہ اگر یونان بادشاہ دوبان حکیم کو زندہ رہنے دیتا تو خدا اسے بھی صحیح و سلامت رکھتا لیکن اس نے اس کا کہنا نہ مانا اور اس کے خون کا پیاسا ہو گیا' اس لیے خدا نے اسے بھی موت کی سزا دی۔ اے دیو' اگر تو مجھے چھوڑ دیتا تو خدا تجھے بھی بچا لیتا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- چھٹی رات

جب چھٹی رات ہوئی تو اس کی بہن دنیا زاد نے کہا کہ اپنی کہانی تمام کر۔ اس نے کہا کہ بشرطیکہ بادشاہ سلامت اجازت دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ کہہ۔ اس نے کہنا شروع کیا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- مجھے معلوم ہوا ہے کہ ماہی گیر نے دیو سے کہا کہ اگر تو مجھے چھوڑ دیتا تو اس وقت تو بھی قید نہ ہوتا لیکن تو میرے قتل پر تلا کھڑا تھا۔ اس لیے اب میں تجھے اس لٹیا میں بند کر کے مارتا ہوں اور تجھے سمندر میں پھینکے دیتا ہوں۔ وہ خبیث چلانے لگا اور اس نے کہا کہ اے ماہی گیر' خدا کے لیے ایسا مت کر اور مجھے چھوڑ دے اور میری برائی کا بدلہ مت دے۔ اگرچہ میں نے تیرے ساتھ برائی کی ہے' تو میرے ساتھ بھلائی کر۔ لوگوں کا مقولہ ہے کہ "اے بروں کے ساتھ بھلائی کرنے والے' برا کرنے والے کے لیے خود اس کی برائی کافی سزا ہے۔" تو میرے ساتھ ایسا نہ کر جو امامہ نے عاتکہ کے ساتھ کیا۔ ماہی گیر نے کہا کہ امامہ نے عاتکہ کے ساتھ کیا کیا تھا؟ دیو نے کہا کہ یہ وقت قصہ بیان کرنے کا نہیں ہے کیونکہ میں قید ہوں۔ اگر تو مجھے چھوڑ دے تو میں ضرور بیان کروں گا۔ ماہی گیر نے کہا کہ چل' باتیں نہ بنا۔ میں تجھے سمندر میں بے پھینکے نہ مانوں گا اور تو کبھی اس سے نکل نہ سکے گا۔ تجھے یاد نہیں کہ میں تیری خوشامد کرتا اور تیرے آگے گڑگڑاتا تھا اور تو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ میں نے نہ کبھی تیرا کچھ بگاڑ تھا اور نہ تیرے ساتھ برائی کی تھی۔ اگر کچھ کیا تھا تو بھلائی ہی بھلائی' کیونکہ میں نے تجھے قید سے رہائی دی تھی لیکن جب تو نے برائی پر کمر باندھی تو میں سمجھ گیا کہ تو بدکردار ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جب میں تجھے اس سمندر میں پھینک دوں گا تو پھر جو کوئی بھی تجھے نکالے گا' وہ تجھے دوبارہ پھینک دے گا کیونکہ میں اپنے ماجرے سے اسے مطلع اور خبردار کردوں گا اور قیامت تک میں یہیں ٹھہرا رہوں گا۔ یہاں تک کہ تو تباہ ہو جائے۔

دیو نے کہا، کہ مجھے چھوڑ دے کیونکہ یہ نیکی کرنے کا وقت ہے اور میں تجھ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا اور تجھے ایسی چیز دوں گا کہ

تو امیر ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ ماہی گیر نے اس سے وعدہ لیا کہ اگر میں تجھے چھوڑوں تو، تو ہرگز مجھے تکلیف نہ دے گا بلکہ میرے ساتھ بھلائی کرے گا۔ جب ماہی گیر کو یقین آ گیا اور اس نے اس سے اسم اعظم کی قسم کھلائی تو اس نے لٹیا کھولی اور اس میں سے دھواں نکلنا شروع ہوا۔ جب سب دھواں نکل چکا تو وہ اچھا خاصا دیو بن گیا۔ اسے نے لٹیا کو ٹھوکر ماری اور وہ سمندر میں جا گری۔ جب ماہی گیر نے دیکھا کہ اس نے لٹیا کو سمندر میں پھینک دیا ہے تو اسے اپنی موت کا یقین آ گیا اور وہ اپنے کپڑے دانت سے کاٹنے لگا اور کہا کہ خدا خیر کرے، یہ برا شگون ہے۔ پھر اس نے اپنے دل کو مضبوط کر کے کہا کہ اے دیو، خدا کہتا ہے کہ اپنا وعدہ پورا کیا کرو، کیونکہ قیامت کے دن اس کی پرسش ہو گی۔ تو نے مجھ سے وعدہ کیا اور حلف اٹھایا ہے کہ مجھ سے دغا بازی نہ کرے گا، ورنہ خدا تجھ سے سمجھے گا۔ وہ بڑا غیور ہے، ڈھیل دیتا ہے مگر جانے نہیں دیتا۔ میں نے تجھ سے وہی کہا ہے جو دوبان حکیم نے یونان بادشاہ سے کہا تھا کہ مجھے مت مار، خدا تجھے سلامت رکھے!

○ تالاب اور رنگ برنگی مچھلیوں کی کہانی

دیو ہنسا اور اس کے آگے آگے روانہ ہوا اور ماہی گیر سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آ ماہی گیر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اسے یقین نہ آتا تھا کہ اس کی جان نہ جائے گی۔ چلتے چلتے وہ ایک شہر کے پاس پہنچے اور ایک پہاڑ پر چڑھے اور وہاں سے ایک لمبے چوڑے جنگل میں اترے۔ وہاں ایک صاف شفاف تالاب تھا۔ دیو اس میں اترا اور ماہی

گیر سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آ۔ ماہی گیر بچ تالاب اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ وہاں پہنچ کر دیو ٹھہر گیا اور ماہی گیر سے کہا کہ جال پھینک اور مچھلیاں پکڑ۔ ماہی گیر نے دیکھا کہ تالاب میں رنگ برنگی مچھلیاں ہیں' سفید اور لال اور نیلی پیلی۔ اسے سخت اچنبھا ہوا اور اس نے جال کھول کر پھینکا اور پھر کھینچا تو دیکھا کہ اس میں چار رنگ کی مچھلیاں آئی ہیں۔ یہ دیکھ کر ماہی گیر باغ باغ ہو گیا۔ دیو نے کہا کہ انہیں بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور اسے پیش کرو۔ وہ اس کے بدلے تجھے امیر کر دے گا۔ اب خدا کے لیے مجھے معاف کر۔ اس وقت اور کوئی سبیل مجھے نظر نہیں آتی کیونکہ میں اٹھارہ سو سال سمندر کے اندر رہا ہوں اور سوائے اس وقت کے دنیا کی شکل نہیں دیکھی۔ اس تالاب میں کسی دن ایک بار سے زیادہ مچھلیاں نہ پکڑیو۔ یہ کہہ کر وہ چلتا ہوا اور چلتے چلتے کہنے لگا کہ خدا ہم دونوں کو پھر ملائے۔ پھر اس نے زمین پر ٹھوکر ماری۔ زمین پھٹی اور وہ سما گیا۔

ماہی گیر شہر کی طرف روانہ ہوا اور وہ دیو کے واقعے سے سخت اچنبھے میں تھا۔ مچھلیاں لے کر جب وہ گھر پہنچا تو اس نے ایک کونڈے میں پانی بھر کر مچھلیاں اس میں ڈال دیں۔ پانی کے اندر کونڈے میں مچھلیاں کلیلیں کرنے لگیں۔ ماہی گیر اس کونڈے کو سر پر رکھ کر محل کی طرف روانہ ہوا جیسا کہ دیو نے اس سے کہا تھا۔ جب ماہی گیر بادشاہ کے پاس پہنچا اور اسے مچھلیاں پیش کیں تو بادشاہ کو سخت اچنبھا ہوا کیونکہ جس قسم کی مچھلیاں ماہی گیر لایا تھا' اس نے تمام عمر نہ دیکھی تھیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مچھلیاں باورچن لونڈی کو دے دی جائیں۔ کہتے ہیں کہ تین دن ہوئے یہ لونڈی روم کے بادشاہ نے تحفے میں بھیجی تھی اور بادشاہ نے ابھی تک اس کے کھانا پکانے کا تجربہ نہیں کیا تھا۔ وزیر نے حکم دیا کہ وہ ان کو تلے اور کہا کہ اے لونڈی' بادشاہ سلامت کہتے ہیں کہ اے میری جان' ہم نے مجبوری کی حالت میں تم کو تکلیف دی ہے۔ تجھے چاہیے کہ ہمیں اپنی کاریگری اور کھانا پکانے کے فن سے خوش کر دے'

کیونکہ یہ مچھلیاں بادشاہ کے لیے تحفے میں آئی ہیں۔ وزیر یہ کہہ کر واپس گیا اور بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ ماہی گیر کو چار سو دینار دے دے۔ وزیر نے چار سو دینار دے دیئے۔ ماہی گیر نے انہیں اپنی بغل میں دبایا اور گھر بھاگا۔ کبھی گر پڑتا' پھر اٹھ کھڑا ہوتا اور کبھی ڈگمگاتا چلتا اور یہ خیال کرتا کہ خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے اہل و عیال کے لیے ضرورت کی چیزیں خریدیں اور اپنی بیوی کے پاس گیا اور مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔

یہاں تک تو ماہی گیر کا قصہ ہوا۔ اب لونڈی کا واقعہ سنئے! اس نے مچھلیاں لے کر ان کو صاف کیا اور کڑاہی چڑھائی اور مچھلیوں کو گلایا۔ جب وہ ایک طرف پک چکیں اور اس نے انہیں دوسری طرف پلٹا تو کیا دیکھتی ہے کہ باورچی خانے کی دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک نوجوان لڑکی نمودار ہوئی' سڈول قد' چکنے چکنے رخسار' سرگیں آنکھیں' مجسم حسن' کوفی ریشم کا لباس پہنے ہوئے جس میں نیلی گوٹ لگی ہوئی تھی' دونوں کانوں میں بالیاں اور کلائیوں میں پری بند' انگلیوں میں انگوٹھیاں' جن میں قیمتی ہیروں کے قیمتی نگ جڑے ہوئے تھے' ہاتھ میں خیزراں کی چھڑی' جسے اس نے کڑاہی میں مارا اور کہا کہ "اے مچھلیو' تم اپنے وعدے پر قائم ہو ناں؟" جب لونڈی نے یہ دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اس لڑکی نے دوبارہ اور سہ بارہ وہی کہا۔ مچھلیوں نے کڑاہی سے سر نکالا اور نہایت صاف الفاظ میں کہا کہ "ہاں ہاں۔" پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:
"اگر تو پھر جائے گی تو ہم بھی پھر جائیں گے اور اگر تو وعدہ پورا کرے گی تو ہم بھی کریں گے اور اگر تو ہمیں چھوڑ دے گی تو پھر ہم بھی اپنے ذمے سے بری ہیں۔"
یہ کہہ کر اس نوجوان لڑکی نے کڑاہی الٹ دی اور جدھر سے آئی تھی' ادھر چلی گئی اور دیوار بند ہو گئی جیسے کہ پہلے تھی۔ اب لونڈی کو ہوش آیا تو کیا دیکھتی ہے کہ چاروں مچھلیاں جل کر کوئلہ ہو گئی ہیں۔ اس نے کہا کہ ہائے سر منڈاتے ہی اولے پڑے اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ وزیر آیا اور دیکھا

کہ لونڈی حواس باختہ پڑی ہے اور اسے جمعرات اور سنیچر میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ وزیر نے اسے پاؤں سے ہلایا تو اس کو ہوش آیا اور وہ رونے لگی اور وزیر سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وزیر کو سخت اچنبھا ہوا اور کہنے لگا یہ عجیب و غریب ماجرا ہے۔ اس نے ماہی گیر کو بلا بھیجا۔ جب وہ آیا تو وزیر نے اس سے درخواست کی کہ ویسی ہی چار مچھلیاں اور لا۔ ماہی گیر اس تالاب میں گیا اور جال پھینکا۔ جب اسے کھینچا تو اسی طرح کی چار مچھلیاں اس میں تھیں۔ وہ انہیں لے کر وزیر کے پاس پہنچا اور وزیر ان کو لے کر لونڈی کے پاس گیا اور کہا کہ اٹھ' انہیں میرے سامنے تل تاکہ میں بھی دیکھوں کہ کیا پیش آیا ہے۔

لونڈی اٹھی اور مچھلیوں کو بنایا اور چولہے پر کڑاہی رکھی اور اس میں مچھلیاں ڈال دیں۔ ابھی مچھلیاں کڑاہی میں پڑی ہی تھیں کہ دیوار پھٹی اور وہی لڑکی پہلی کی طرح آ پہنچی۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ اسے اس نے کڑاہی پر مارا اور کہا کہ اے مچھلیو' اے مچھلیو' تم اپنے پرانے وعدے پر قائم ہو نہ؟ تمام مچھلیوں نے سر اٹھایا اور وہی شعر پڑھا۔

اب شہر زاد کی صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ساتویں رات

جب ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ مجھے معلوم ہوا کہ جب مچھلیوں نے باتیں کیں اور لڑکی نے چھڑی مار کر کڑاہی الٹ دی اور جدھر سے آئی تھی' ادھر چلی گئی اور دیوار بند ہو گئی تو وزیر اٹھا اور اس نے کہا کہ یہ واقعہ بادشاہ سے ضرور بیان کرنا چاہیے۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور سارا ماجرا بیان کیا جو اس کا چشم دید تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے میں خود اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہوں۔

اس نے ماہی گیر کو بلوایا اور ویسی ہی چار مچھلیوں کے لانے کا حکم دیا اور تین آدمی اس کے اوپر تعینات کر دیے۔ ماہی گیر گیا اور ویسی ہی چار مچھلیاں لے کر فوراً آ گیا۔ بادشاہ نے اسے چار سو دینار دینے کا حکم دیا اور وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اٹھ' مچھلیوں کو یہیں میرے سامنے تل۔ وزیر نے کہا کہ بسر و چشم۔ وہ کڑاہی لایا اور مچھلیوں کو بنا کر کڑاہی آگ پر چڑھائی اور مچھلیاں اس میں ڈال دیں تو کیا دیکھتا ہے کہ دیوار پھٹی اور اس میں سے ایک حبشی غلام نکلا' جیسے کالی چٹان یا عاد کی قوم کا پسماندہ۔ اس کے ہاتھ میں ہرے درخت کی ایک ٹہنی تھی اور اس نے بڑی کرخت آواز سے کہا کہ اے مچھلیو' اے مچھلیو' تم اپنے پرانے وعدے پر قائم ہو؟ مچھلیوں نے اپنا سر کڑاہی سے نکال کر کہا کہ ہاں' ہاں' ہم وعدے پر قائم ہیں۔

غلام کڑاہی کی طرف بڑھا اور اسے اس شاخ سے جو اس کے ہاتھ میں تھی' الٹ دیا اور جدھر سے آیا تھا' ادھر چلتا بنا۔ بادشاہ اور وزیر دونوں نے دیکھا کہ مچھلیاں کوئلہ ہو گئی ہیں۔ بادشاہ حیران ہوا اور کہا کہ اس واقعے کا پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں۔ ان مچھلیوں کے متعلق کوئی بھید ضرور ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس ماہی گیر کو بلایا جائے۔ جب وہ آیا تو بادشاہ نے کہا کہ لعنت ہو تجھ پر' یہ مچھلیاں تو کہاں سے لایا تھا؟ ماہی گیر

نے جواب دیا کہ شہر کے سامنے والے پہاڑ کے نیچے چار پہاڑیاں ہیں' ان کے درمیان میں ایک تالاب ہے' اسی میں سے یہ مچھلیاں لایا ہوں۔ بادشاہ نے ماہی گیر کی طرف غور سے دیکھا اور کہا کہ کے دن کی راہ ہے؟ ماہی گیر نے جواب دیا کہ اے میرے آقا۔ میرے سلطان' صرف آدھ پہر کی راہ ہے۔ بادشاہ حیران ہوا اور اس نے حکم دیا کہ لشکر نکلے اور سوار ہو۔ ماہی گیر آگے آگے تھا اور دیو پر لعنت بھیجتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ پر چڑھے اور ایک بڑے لمبے چوڑے جنگل میں اترے' جسے انہوں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سلطان اور سارے سپاہی سخت حیران تھے۔ الغرض انہوں نے دیکھا کہ جنگل ہے اور اس کے بیچ میں چار پہاڑیوں کے درمیان ایک تالاب ہے اور اس میں چار رنگ کی مچھلیاں ہیں' لال اور سفید اور پیلی اور نیلی۔ بادشاہ ٹھہر گیا اور اسے سخت تعجب تھا۔ اس نے سپاہیوں اور باقی تمام حاضرین سے پوچھا کہ تم نے یہ تالاب پہلے کبھی دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ جہاں پناہ' ہم نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔ انہوں نے بڑے بوڑھوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم نے اس جگہ پر تالاب کبھی نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے کہا کہ جب تک میں اس تالاب اور ان مچھلیوں کا بھید نہ دریافت کر لوں گا خدا کی قسم ہے کہ میں شہر میں داخل نہ ہوں گا اور نہ تخت پر بیٹھوں گا۔ بادشاہ نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ان پہاڑیوں کے آس پاس اتر جائیں اور وزیر کو طلب کیا۔ وزیر بہت زیرک اور دانا اور عاقل اور سیاست دان تھا۔ جب وہ آیا تو بادشاہ نے کہا کہ میں ایک کام کرنا چاہتا ہوں اور تجھے مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آج رات میں اکیلا رہوں اور اس تالاب اور مچھلیوں کے راز کا پتہ لگاؤں۔ تو میرے خیمے کے دروازے پر بیٹھا رہ اور امرا اور وزرا اور خدام اور نوابوں میں سے جو کوئی میرے متعلق دریافت کرے اس سے کہہ دیجیو کہ سلطان بیمار ہے اور مجھے حکم ہے کہ میں کسی کو اندر نہ جانے دوں اور کسی کو بھی میرے ارادے کی خبر نہ ہو۔ وزیر کو یہ طاقت کب تھی

کہ وہ بادشاہ کی بات نہ مانتا۔
بادشاہ نے بھیس بدلا اور تلوار لگائی اور ایک پہاڑی کے اوپر چل دیا اور باقی رات صبح تک چلتا رہا۔ دوسرے دن بھر چلا اور بسبب دب رات چلنے کے گرمی سے بیتاب تھا۔ پھر دوسری رات پھر صبح تک چلتا رہا۔ اب اسے دور سے ایک سیاہ دھبہ سا نظر آیا۔ وہ خوش ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ شاید مجھے یہاں کوئی مل جائے اور تالاب اور مچھلیوں کا بھید بتا سکے۔ جب قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایک محل ہے جو کالے پتھر کا بنا ہوا ہے اور اس پر لوہے کے پتر جڑے ہیں اور دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا ہے اور دوسرا بند۔ بادشاہ خوش ہو کر دروازے پر ٹھہر گیا اور آہستہ آہستہ دستک دی لیکن جواب نہ ملا۔ پھر دوسری بار دستک دی اور پھر تیسری بار لیکن جواب نہ ملا۔ پھر اس نے بڑی زور سے دستک دی لیکن پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے خیال کیا کہ یہ مکان ضرور خالی ہو گا۔ اب وہ ہمت کر کے محل کے دروازے سے دہلیز تک گیا اور زور سے آواز دی کہ اے محل والو! میں ایک پردیسی آدمی اور مسافر ہوں۔ تمہارے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ ہے؟ یہی اس نے دوبارہ اور سہ بارہ کہا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اب وہ اپنے دل کو مضبوط کر کے دہلیز سے آگے بڑھا اور محل کے بیچ میں پہنچ گیا۔ اب بھی وہاں کوئی نہ ملا۔ مگر اس نے دیکھا کہ ریشم اور زربفت کا فرش بچھا ہوا ہے اور پردے پڑے ہوئے ہیں اور محل کے بیچ میں ایک بڑا آنگن ہے اور اس میں چار ایوان اور ایک بارہ دری ہے۔ ایوان آمنے سامنے ہیں اور ایک شامیانہ لگا ہوا ہے اور ایک حوض ہے جس کے اوپر سرخ سونے کے چار درندے بنے ہوئے ہیں اور ان کے منہ سے پانی مثل موتی اور ہیرے کے نکلتا ہے اور محل میں چاروں طرف چڑیاں ہیں اور محل کے اوپر سونے کی جالی لگی ہوئی ہے تاکہ وہ باہر نہ جا سکیں۔ مگر کسی انسان کا نام و نشان نہیں۔ بادشاہ حیران ہوا اور اسے اس بات پر افسوس ہوا کہ یہاں بھی کوئی شخص نہیں جو اس جنگل اور تالاب کی مچھلیوں اور پہاڑیوں اور محل کا بھید بتا سکے۔ وہ آنگن میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اتنے میں کسی شخص کی نہایت درد

ناک آواز سنائی دی جو رو رو کر یہ شعر گا رہا تھا:

"میں نے تیری باتوں کو بہت چھپایا لیکن وہ ظاہر ہو ہی گئیں اور بجائے نیند کے میری آنکھوں میں بیداری سما گئی۔"

"اے زمانے' میرے اوپر رحم مت کھا اور اس کا ساتھ مت چھوڑ' میری روح تکلیف اور خطرے میں پھنسی ہوئی ہے۔"

"اس قوم کے ایسے شریف پر کوئی رحم نہیں کھاتا جو محبت کی راہ میں ذلیل ہو چکا ہو اور نہ ایسے امیر پر جو غریب ہو چکا ہو۔"

"مجھے تیرے متعلق نسیم پر بھی رشک آتا ہے لیکن جب قسمت نے یاوری نہ کی تو آنکھیں بھی اندھی ہو گئیں۔"

"تیر انداز کیا کرے اگر اس کا دشمن سامنے ہو اور وہ تیر چلانا چاہے اور کمان کا چلہ ٹوٹ گیا ہو۔"

"اگر انسان پر رنج و غم کی مصیبت ٹوٹ پڑے تو وہ قضا و قدر سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے!"

جب سلطان نے رونے کی آواز سنی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس آواز کی طرف چل دیا۔ اب اس نے دیکھا کہ ایک نشست گاہ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس نے پردہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک نوجوان ایک کرسی پر جو زمین سے گز بھر اونچی ہے' بیٹھا ہوا ہے۔ نوجوان نہایت حسین' قد و قامت نہایت دل کش' زبان فصیح' چہرہ چمکدار' رخسار سرخ سفید' اس پر عنبر کی ٹکیا کی طرح ایک تل۔ بادشاہ اسے دیکھ کر باغ باغ ہو گیا اور اسے سلام کیا اور دیکھا کہ وہ نوجوان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے' اس کا لباس ریشمی ہے جس پر مصری سونے سے کشیدہ کڑھا ہوا ہے' اس کے سر پر ہیروں سے جڑا ہوا تاج ہے۔ لیکن اس کا چہرہ غمگین نظر آتا ہے۔ بادشاہ کے سلام کا اس نے بہتر جواب دیا اور کہنے لگا کہ اے میرے بزرگ! مجھے تیرے خیر مقدم کے لیے کم از کم اٹھ کھڑا ہونا تھا' لیکن میں معذور ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اے نوجوان' میں

تیری معذرت قبول کرتا ہوں' میں تیرا مہمان ہوں اور ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تو مجھے اس تالاب اور مچھلیوں اور محل اور اپنی تنہائی اور رونے کا بھید بتا دے۔ جب نوجوان نے یہ باتیں سنیں تو اس کے چہرے پر آنسو بہنے لگے اور وہ زار زار رونے لگا اور ایک سرد آہ کھینچ کر اس نے کہا:

"تمام باتیں خدا پر چھوڑ دے اور غم اور فکر میں مت پڑ۔ یہ مت پوچھ کہ فلاں بات یوں کیوں ہوئی' یہی تقدیر میں لکھا تھا۔"

بادشاہ کو تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ اے نوجوان! تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ بات ہی رونے کی ہے۔ جب میں اس حالت میں گزر کروں۔ وہ اپنے دامن کی طرف ہاتھ لے گیا اور اسے اٹھایا تو نیچے کا آدھا دھڑ پتھر کا تھا اور ناف سے لے کر سر کے بالوں تک وہ انسان تھا۔ جب بادشاہ نے نوجوان کو اس حالت میں دیکھا تو اسے بے حد رنج و غم اور افسوس ہوا اور اس نے کہا کہ اے نوجوان! تو نے میرے رنج کو دوبالا کر دیا۔ اب تک تو میں محض مچھلیوں کی حالت جاننا چاہتا تھا اور اب ان کی اور تیری دونوں کی ولا حول ولا قوہ الاباللہ العلی العظیم خدا کے واسطے اپنا حال جلد بیان کر۔

اس نے کہا' سن اور دیکھ۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے کان اور آنکھیں حاضر ہیں۔ نوجوان نے کہا کہ میرا اور ان مچھلیوں کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اگر اسے سوئی کی نوک سے آنکھوں کے کونوں میں لکھا جائے تو لوگوں کے لیے بڑی عبرت کا باعث ہو گا۔

بادشاہ نے کہا کہ کس طرح؟

○ نوجوان کی کہانی جس پر جادو کیا گیا تھا

نوجوان نے کہا کہ اے میرے بزرگ' سن۔ میرا باپ اس شہر کا بادشاہ تھا۔ اس کا نام محمود تھا اور اس کی حکومت جزائر سیاہ پر تھی اور وہ ان چاروں پہاڑوں کے بیچ میں رہتا تھا۔ ستر سال حکومت کر کے اس کا انتقال ہو گیا اور میں بادشاہ ہوا۔ اور میں

نے اپنی چچیری بہن سے شادی کی۔ اسے مجھ سے اتنی محبت تھی کہ اگر میں موجود نہ ہوتا تو وہ نہ کھانا کھاتی نہ پانی پیتی۔ اسی طرح پانچ سال تک میرا اور اس کا ساتھ رہا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ حمام میں گئی اور باورچی سے کہا کہ ہمارے لیے کوئی چیز جلد پکا کر رات کا کھانا تیار کر۔ پھر میں اس محل میں آ کر اپنی خواب گاہ میں سو گیا اور دو لونڈیوں کو حکم دیا کہ وہ پاس رہیں' ایک سرہانے اور دوسری پائنتی۔ مجھے اپنی بیوی کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے بڑی پریشانی تھی اور نیند نہ آتی تھی۔ ہاں میری آنکھیں تو بند تھیں مگر روح بیدار تھی۔ اب میں کیا سنتا ہوں کہ سرہانے والی لونڈی پائنتی والی سے کہہ رہی ہے کہ اے مسعودہ' مجھے اپنے آقا اور اس کی جوانی پر ترس آتا ہے۔ اسے ہماری مالکہ سے' خدا اس رنڈی پر لعنت بھیجے' کیا نقصان پہنچ رہا ہے! اس نے کہا کہ ہاں' خدا کی مار ہو دغاباز اور زانی عورت پر! وہ ہمارے آقا اور اس کی جوانی کے قابل نہیں' وہ ہر رات باہر سوتی ہے۔ پھر سرہانے والی لونڈی نے کہا کہ معلوم نہیں کہ ہمارا آقا گونگا ہے یا اس پر جادو ٹونا کیا گیا ہے کہ وہ اس سے باز پرس نہیں کرتا۔ اس پر دوسری لونڈی نے کہا کہ چل چپنے ہو! وہ ہمارا آقا ہے۔ یا تو وہ سب کچھ جانتا ہے اور یا اس نے اسے اختیار دے رکھا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ جو شراب کا پیالہ وہ اسے سوتے وقت دیتی ہے' اس میں بھنگ ملا دیتی ہے اور اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی اور یہ بھی اسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے۔ شراب پلانے کے بعد وہ اپنے بہترین کپڑے پہنتی اور عطر لگاتی ہے اور اس کے پاس چلتی ہوتی ہے اور تڑکے تک غائب رہتی ہے۔ جب وہ واپس آتی ہے تو اس کی ناک میں کسی چیز کی دھونی دیتی ہے اور وہ جاگ اٹھتا ہے۔

جب میں نے لونڈی کو یہ کہتے سنا تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا لیکن اس کا یقین نہ آیا۔ یہاں تک کہ دوسری رات ہوئی اور میری چچیری بہن حمام سے نکلی۔ ہم نے دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ جیسے کہ ہر روز کیا کرتے تھے۔ پھر اس نے شراب منگائی جسے میں ہر روز کی طرح پی گیا مگر

میں نے اسے گریبان میں انڈیل دیا اور فوراً لیٹ گیا اور سٹی مار لی۔ اس نے کہا کہ رات بھر سوتا رہیو اور ہرگز مت جاگیو۔ خدا کی قسم! مجھے تجھ سے اور تیری صورت سے نفرت ہے اور میں تیرے ساتھ سونے پر لات مارتی ہوں۔ نہ معلوم خدا کب تری روح قبض کرے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور اپنے بہترین کپڑے پہنے اور عطر لگایا اور میری تلوار لے کر کمر سے باندھی اور محل کے دروازے کھولے اور چلتی ہوئی۔ میں اٹھا اور اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور محل سے باہر آیا۔ وہ شہر کے گلی کوچوں میں ہوتی ہوئی شہر کے دروازے پر پہنچی۔ وہاں اس نے کچھ پڑھا جو میری سمجھ میں نہیں آیا اور سارے قفل کھل کر گر پڑے اور دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ وہ شہر سے باہر نکلی اور میں اس کے پیچھے پیچھے لگا ہوا تھا مگر اس کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ کوڑے کے دو ڈھیروں کے بیچ میں پہنچی اور ایک جھونپڑی کے پاس آئی جو اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس پر ایک گنبد تھا اور اس کا ایک دروازہ۔ وہ اندر داخل ہوئی اور میں گنبد کے اوپر چڑھ کر پیٹھ کے بل لیٹ گیا اور انہیں جھانکنے لگا۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری چچیری بہن ایک حبشی غلام کے پاس ہے جس کا ایک ہونٹ چوتڑ کی طرح اور دوسرا قالین کی طرح تھا' وہ اپنے ہونٹوں سے کنکریوں کے اوپر سے ریت چن سکتا تھا۔ وہ پھٹے پرانے چیتھڑے پہنے پیال کے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کے سامنے آکر زمین کو بوسہ دیا۔ غلام نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور کہنے لگا کہ اے مردود تو اب تک کہاں تھی؟ میرے یہاں میرے حبشی چچیرے بھائی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے شراب پی اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکی تھی۔ میں نے تیری وجہ سے شراب تک نہ پی۔ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' میرے پیارے' میری آنکھ کے تارے' تجھے معلوم ہے کہ میں اپنے چچیرے بھائی کی بیوی ہوں اور مجھے اس کی صورت سے نفرت ہے اور میں اس کی ہم بستری سے کوسوں بھاگتی ہوں۔ اگر مجھے تیرا خیال نہ ہوتا تو سورج نکلنے سے پہلے سارے شہر کو تباہ کر دیتی اور اس میں کوے اور الو بولنے لگتے اور گیدڑ اور بھیڑیے آکر رہتے اور اس کی اینٹیں اور پتھر کوہ قاف کے پیچھے

پھینک آتی۔ غلام نے کہا کہ اے حرام زادی تو جھوٹی ہے۔ مجھے حبشیوں کی عزت کی قسم ہے اور ہماری شرافت کو گورے لوگوں کی شرافت نہ سمجھ' اگر آج کے بعد تو نے اتنی دیر لگائی تو ہم بستر تو درکنار میں اپنے جسم کو تیرے سے مس تک نہ کروں گا۔ اے حرام زادی' تو میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتی ہے اور ہم سے اپنی شہوت پوری کراتی ہے۔ اے مردار' اے کتیا' اے ذلیل ترین گوری۔

میں نے جب یہ باتیں سنیں' اور جو کچھ ان کے درمیان ہو رہا تھا وہ میں سن اور دیکھ رہا تھا۔ تو دنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو گئی اور مجھے یہ بھی معلوم نہ رہا کہ میں ہوں کہاں؟ میری چچیری بہن کھڑی اس کے آگے رو رہی تھی اور اس کی خوشامد کرتی اور غلام سے کہتی تھی کہ اے میرے پیارے' میرے جگرپارے' اگر تو مجھ سے ناراض ہو گا تو میرا دنیا میں اور کون ہے؟ اگر تو مجھے نکال دے گا تو میں کس کے پاس جاؤں گی؟ اے میرے پیارے' میری آنکھوں کے نور۔ وہ اسی طرح روتی اور گڑگڑاتی رہی یہاں تک کہ وہ راضی ہو گیا۔ وہ خوشی کے مارے پھول گئی اور اٹھ کر اپنے اوپر اور نیچے کے کپڑے اتارے اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' تیرے پاس کوئی چیز ہے جو تیری لونڈی کھائے۔ اس نے کہا کہ فلاں لگن کھول اس میں کچھ چوہوں کی ہڈیاں ہیں جو آج پکے تھے' ان کو کھالے اور دیکھ فلاں ہنڈیا میں کچھ بچی کچھی شراب ہے' اسے پی جا۔ وہ اٹھی اور کھا پی کے اپنے منہ ہاتھ دھوئے اور پیال پر غلام کے پاس لیٹ گئی اور ننگی ہو کر اس کے چیتھڑوں کے اندر گھس گئی۔ جب میں نے اپنی چچیری بہن کی یہ کاروائی دیکھی تو میں اپنے آپ کو بالکل بھول گیا اور گنبد پر سے اتر کر وہ تلوار اٹھا لی جو میری چچیری بہن لائی تھی اور اسے کھینچ کر مصمم ارادہ کر لیا کہ دونوں کو قتل کر دوں گا۔ پہلے میں نے غلام کی گردن پر وار کیا اور خیال کیا کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔

شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• آٹھویں رات

جب آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے بادشاہ سے کہا کہ جب میں نے غلام پر وار کیا تو اس کا سر دھڑ سے الگ ہو جائے تو اس کی نرخسی بھی نہیں کٹی بلکہ محض گلے کی ہڈی اور کھال اور گوشت۔ میں سمجھا کہ وہ مر گیا لیکن وہ زور زور سے کراہنے لگا۔ اتنے میں میری بہن نے نیند میں کروٹ بدلی تو میں الٹے پاؤں پھرا اور تلوار کو اپنی جگہ چھوڑ کر شہر میں آیا اور محل میں داخل ہوا اور بستر پر صبح تک سو گیا۔ اب میری چچیری بہن واپس آئی اور اس نے مجھے جگایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے اپنے بال کاٹ ڈالے ہیں اور سوگ کے کپڑے میں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اے چچیرے بھائی میرے اس فعل کو برا مت مان' مجھے خبر ملی ہے کہ میری ماں فوت ہو گئی اور باپ جہاد میں مارا گیا اور ایک بھائی کو بچھو نے کاٹ لیا اور دوسرا لڑائی میں مارا گیا۔ اب میرا فرض ہے کہ روؤں اور سوگ کروں۔ یہ سن کر میں چپ ہو گیا اور اس سے کہا کہ جو تیرا جی چاہے کر۔ میں تیری مرضی کے خلاف کچھ نہیں چاہتا۔ اس نے پورے ایک سال سوگ کیا اور رونے دھونے میں گزارا۔ سال گزرنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ محل کے اندر ایک گنبد نما مقبرہ بنواؤں اور اسے اپنے سوگ کے لیے مخصوص کردوں اور اس کا نام بیت الاحزان رکھوں۔ میں نے کہا' جو تیرا جی چاہے کر۔ اس نے سوگ کے لیے ایک بارہ دری بنوائی اور اس کے بیچ میں ایک گنبد اور قبر نما ایک مدفن۔ پھر اس نے غلام کو لا کر وہاں رکھا۔ اس میں جان تو تھی لیکن اس سے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ ہاں وہ شراب پیتا تھا اور جس روز سے اسے زخم لگا تھا' اس کی زبان بند ہو گئی مگر موت نہ آئی۔ وہ ہر صبح و شام اس کے پاس جاتی اور گنبد کے اندر اس پر نالہ و زاری کرتی اور اسے دن رات شراب مقوی یخنیاں پینے کو دیتی۔

یہی حالت تھی کہ دوسرا سال آ پہنچا۔ میں اپنے آپ کو بہت روکے ہوئے رکھتا تھا مگر اس کی طرف کوئی التفات نہ تھا۔ ایک روز میں اس کے بے جانے بوجھے وہاں پہنچ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رو کر کہہ رہی ہے کہ تو میری آنکھوں سے کیوں اوٹ ہے' میرے دل کے سکون' میرے ساتھ باتیں کر' اے میری جان' بول' اے میرے پیارے۔

جب وہ اپنی باتیں ختم کر چکی تو میں نے اس سے کہا کہ اے چچیری بہن' اب سوگ کافی ہو چکا۔ زیادہ رونا دھونا بے سود ہے' اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے' اس سے فائدہ اٹھا۔ اس نے کہا کہ تو میری باتوں میں دخل اندازی مت کر۔ اگر تو نہ مانے گا تو میں فوراً جان دے دوں گی۔ یہ سن کر میں چپ ہو گیا اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ اور ایک سال گریہ و زاری اور سوگ میں رہی۔ تیسرے سال کے بعد میں پھر ایک روز اس کے پاس گیا اور مجھے کسی اور بات سے سخت پریشانی تھی اور اس نے بہت طول کھینچا تھا۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ گنبد کے اندر قبر کے ایک پہلو میں بیٹھی ہوئی یہ کہہ رہی ہے کہ اے میرے آقا' تو مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا۔ اے میرے آقا' آخر تو مجھے جواب کیوں نہیں دیتا۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

"اے قبر' تو میرے لیے نہ زمین ہے نہ آسمان' تو پھر تیرے اندر سورج اور چاند کہاں سے جمع ہو سکتے ہیں!"

جب میں نے اس کی باتیں اور اشعار سنے تو میرا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور میں نے کہا کہ یہ سوگ آخر کب تک رہے گا؟ پھر میں نے یہ اشعار پڑھے:

"اے قبر' اے قبر' کیا اس کی بے ہودہ باتیں ختم ہو گئیں؟ یا اس کا گندہ چرہ جو تیری روشنی کا باعث تھا' نہ رہا؟"

"اے قبر' تو نہ حوض ہے اور نہ دیگچی' تو پھر تیرے اندر کوڑا کرکٹ کیوں کر جمع ہو سکتا ہے!"

جب اس نے میری باتیں سنیں تو اچھل پڑی اور کہنے لگی کہ تف ہو تجھ پر' اے کتے'

تو کیا' تو نے ہی یہ کام کیا اور میرے دلی معشوق کو زخمی کیا اور مجھے اور اس کی جوانی کو برباد کر دیا؟ تین سال ہوئے کہ نہ وہ مرتا ہے نا جیتا۔ میں نے جواب دیا کہ اے ناپاک رنڈی اور اے گندی پتریا اور کرائے کے غلاموں کی آشنا' ہاں' میں نے ہی کیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے تلوار پر ہاتھ مار کر اسے کھینچ لیا اور اس کی طرف لپکا کہ اس کا کام تمام کر دوں۔ جب اس نے میری باتیں سنیں اور دیکھا کہ میں اس کے قتل پر کمر بستہ ہوں' تو وہ ہنسی اور کہنے لگی کہ چل ہٹ' اے کتے' جو کچھ ہو چکا ہے وہ تو واپس نہیں آسکتا اور نہ مردے دوبارہ زندہ ہوتے ہیں' لیکن جس نے میرے ساتھ یہ برا سلوک کیا ہے' اس پر میرا بھی زور چلتا ہے اور میرے دل میں اس کی طرف سے وہ آگ بھڑک رہی ہے جو کبھی بجھ نہیں سکتی اور ایسے شعلے نکل رہے ہیں' جو چھپ نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر وہ دونوں پاؤں سیدھی کھڑی ہو گئی اور کچھ پڑھنے لگی جو میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا اور کہا کہ میرے جادو سے آدھا پتھر ہو جا اور آدھا انسان اور میری یہ حالت ہو گئی' جسے تو دیکھ رہا ہے۔ اب میں اٹھ بیٹھ نہیں سکتا' نہ زندہ ہوں نہ مردہ' جب میری یہ حالت ہو گئی تو اس نے شہر اور اس کے تمام گلی کوچوں اور باغوں پر بھی جادو کیا۔ ہمارے شہر میں چار قومیں آباد تھیں! مسلمان' عیسائی' یہودی اور آتش پرست۔ اس نے ان سب کو مچھلیاں بنا دیا۔ مسلمانوں کو سفید' آتش پرستوں کو سرخ' عیسائیوں کو نیلا اور یہودیوں کو پیلا اور چاروں جزیروں کو تالاب کے آس پاس چار پہاڑ بنا دیا۔ اب وہ ہر روز مجھے ستاتی اور سو کوڑے مارتی ہے۔ یہاں تک کہ میں لہولہان ہو جاتا ہوں۔ پھر وہ میرے کاندھے کھرچتی اور یہ اونی کپڑے جو تو اوپر کے بدن پر دیکھ رہا ہے' پہناتی ہے اور اس کے اوپر یہ قیمتی عبا ڈال دیتی ہے۔

یہ کہہ کر وہ جوان رونے لگا۔

کہتے ہیں کہ اب بادشاہ جوان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے نوجوان! تو نے میرا غم دوبالا کر دیا بعد اس کے کہ تجھے دیکھ کر میرا غم دور ہو گیا تھا لیکن آخر وہ عورت کہاں ہے اور کہاں ہے وہ مدفن' جس میں غلام ہے؟ جوان نے کہا کہ غلام

مدفن میں اس گنبد کے نیچے پڑا ہے جو میرے دروازے کے سامنے فلاں بارہ دری میں واقع ہے۔ عورت سورج نکلنے سے پہلے میرے پاس آتی ہے اور میرے کپڑے اتار کر اتنے زور سے سو کوڑے مارتی ہے کہ میں رونے اور چلانے لگتا ہوں۔ میں اتنا بھی نہیں ہل سکتا کہ اپنے آپ کو بچاؤں۔ مجھے مار پیٹ کر وہ غلام کے پاس جاتی ہے اور اسے شراب اور یخنی پینے کے لیے دیتی ہے۔ اب کل تڑکے وہ پھر آئے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے جوان' میں تیرے ساتھ ایسی بھلائی کروں گا' جسے لوگ ایک دوسرے سے بیان کریں گے اور جس کا ذکر قیامت تک تاریخ کی کتابوں میں رہے گا۔ اب بادشاہ اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور دونوں سو گئے۔ صبح سویرے بادشاہ جاگا اور اس نے اوپر کے کپڑے اتار دیئے اور تلوار کھینچ کر اس جگہ پہنچا جہاں غلام تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں چراغ اور قندیلیں اور عطریات اور روغن رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے غلام کو ادھر ادھر تلاش کیا اور اس کے پاس پہنچ کر ایک وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر اسے اپنی پیٹھ پر لادا اور لے جا کر ایک کنوئیں میں ڈال دیا جو اسی محل کے اندر تھا۔ پھر وہ وہیں واپس آیا اور غلام کے کپڑے پہن کر قبر کے اندر لیٹ گیا اور ننگی تلوار اپنے برابر رکھ لی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ حرام زادی جادوگرنی آئی اور آتے ساتھ ہی اپنے چچیرے بھائی کے کپڑے اتارے اور کوڑا لے کر اسے مارنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ آہ میری بہن' کیا میری موجودہ مصیبت کافی نہیں! اے بہن' میرے حال پر رحم کھا۔ اس نے کہا کہ ہاں' جس طرح تو نے میرے اوپر رحم کھا کر میرے معشوق کو زندہ رکھا ہے؟ جب وہ کوڑے مارتے مارتے تھک گئی اور اس کے جسم سے خون بہنے لگا تو اس نے اسے اونی کپڑے پہنائے اور ان کے اوپر سے عبا۔ پھر وہ شراب کا جام اور یخنی کا پیالہ لے کر غلام کے پاس گئی اور گنبد میں داخل ہو کر رونے پیٹنے لگی کہ اے میرے آقا' کچھ تو کہہ اور باتیں کر۔ بادشاہ نے زبان مروڑ کر دھیمی آواز سے حبشیوں کے لہجے میں کہا کہ آہ' آہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم عورت نے جب اسے بات کرتے سنا تو مارے خوشی

کے چلا اٹھی اور بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو اس نے کہا کہ واقعی تو تندرست ہو گیا ہے؟ بادشاہ نے اپنی آواز اور زیادہ دھیمی کر کے کہا کہ اے حرام زادی' کیا تو اس قابل ہے کہ میں تجھ سے بات کروں۔ عورت نے کہا کہ کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ اس لیے کہ تو دن بھر اپنے شوہر کو ستاتی ہے اور وہ واویلا کرتا ہے اور میری نیند رات سے صبح تک حرام کر دیتا ہے۔ وہ روتا پیٹتا اور مجھے اور تجھے کوستا ہے۔ اس سے مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں کب کا تندرست ہو چکا ہوتا۔ اسی لیے میں تجھ سے بولتا بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر تیری مرضی ہے تو میں اسے ابھی اچھا کئے دیتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں' اسے اچھا کر دے تاکہ مجھے آرام ملے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم' اور اٹھ کھڑی ہوئی اور گنبد سے نکل کر محل میں گئی اور ایک پیالے میں پانی بھر کر اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ پانی کھولنے لگا اور اس پر بلبلے اٹھنے لگے اور ہانڈی کی طرح جوش آنے لگا۔ اس پانی میں سے اس نے اپنے شوہر پر چھڑکا اور کہنے لگی کہ اگر تو میرے جادو اور فریب کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے تو اس صورت کو بدل کر اپنی اصلی صورت اختیار کر لے۔ اس نے یہ کہا ہی تھا کہ جوان کو حرکت ہوئی اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اپنے آپ کو تندرست پا کر وہ پھولا نہ سمایا اور کہا کہ اشھدان لاالا الاللہ واشھدان محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) عورت نے کہا کہ یہاں سے نکل جا اور پھر کبھی ہرگز واپس نہ آئیو ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گی۔ یہ کہہ کر اس نے شوہر کو بہت ڈانٹا ڈپٹا اور وہ چلا گیا۔ عورت گنبد کے اندر ئی اور کہنے لگی کے اے میرے آقا' باہر نکل تاکہ میں تیرا دیدار کروں۔ بادشاہ نے دھیمی آواز میں اس سے کہا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے' اس سے مجھے محض جزوی مسرت حاصل ہوئی ہے' مکمل نہیں۔ اس نے کہا کہ اے میرے معشوق' میرے پیارے حبشی' مکمل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اے ملعونہ' تجھ پر خدا کی لعنت' وہ اس شہر اور چاروں جزیروں کے باشندے ہیں۔ ہر روز آدھی رات کو مچھلیاں اپنا سر نکال کر واویلا کرتی اور مجھے اور تجھے کوستی ہیں۔ اس وجہ سے مجھے

بالکل چین نہیں آتا۔ جا اور ان کو جلد آزاد کر کے واپس آ اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھا کیونکہ اب میں کسی قدر تندرست ہوں۔ جب اس نے بادشاہ کی باتیں سنیں، اور وہ اسے غلام سمجھ کر خوش ہو رہی تھی، تو اس نے کہا کہ اے میرے آقا، بسرو چشم، بسم اللہ، اور مارے خوشی کے اٹھ کھڑی ہوئی تالاب کے پاس جا کر اس میں سے تھوڑا سا پانی لیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- نویں رات

جب نویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب جادوگرنی نے تالاب میں سے پانی لیا اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا جو سمجھ میں نہ آتا تھا تو مچلیاں رقص کرنے لگیں اور انہوں نے اپنے اپنے سر نکالے اور فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور شہر والوں کا جادو اتر گیا اور شہر دوبارہ آباد ہو گیا۔ دوکاندار خرید و فروخت کرنے لگے' ہر شخص اپنے کام کاج میں لگ گیا۔ جزیرے پہلے کی طرح ہو گئے۔ جادوگرنی فوراً بادشاہ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے پیارے' اپنا ہاتھ مجھے دے اور اٹھ کھڑا ہو۔ بادشاہ نے دھیمی آواز سے کہا کہ قریب آ۔ وہ قریب آئی یہاں تک کہ اس کے بدن سے بدن مل گیا۔ بادشاہ نے تلوار کھینچ کر اس کے سینے پر ایسا وار کیا کہ تلوار چمکتی ہوئی دوسری طرف پیٹھ سے نکل آئی۔ پھر بادشاہ نے دوسرا وار کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اور خود باہر نکل آیا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ جوان اس کے انتظار میں کھڑا ہوا ہے۔ جوان نے اس کی سلامتی پر اسے مبارک باد دی اور اس کے ہاتھ چومے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنے اسی شہر میں ٹھہر' ورنہ میرے ساتھ شہر چل۔ جوان نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تو اپنے شہر سے کتنی دور ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ ڈھائی دن کا فاصلہ ہے۔ جوان نے کہا کہ اے بادشاہ' اگر تو خواب میں ہے تو بیدار ہو جا۔ یہاں سے تیرے شہر تک ایک تیز رو مسافر کی رفتار سے پورے سال کا راستہ ہے۔ تو جو ڈھائی دن میں پہنچ گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر جادو کے اثر میں تھا۔ اے بادشاہ! میں تجھ سے لمحہ بھر کے لیے بھی جدا نہ ہوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ شکریہ ہے خدا کا جس نے تجھے مجھ کو عطا کیا۔ آج سے تو میرا بیٹا ہے' کیونکہ عمر بھر میرے کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ دونوں گلے لپٹ گئے اور خوشی کے مارے ان کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر وہ محل میں

پہنچے۔ جوان بادشاہ نے تمام روٴسا کو حکم دیا کہ سفر کی تیاری کی جائے اور ساری ضروریات مہیا کی جائیں۔ دس روز تیاری ہوتی رہی۔ پھر دونوں بادشاہ روانہ ہو گئے۔ اس عجیب و غریب جدائی کی وجہ سے سلطان کے دل میں اپنے شہر کو دوبارہ دیکھنے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ راہ میں ان کے ساتھ پچاس غلام اور بہت سے تحفے تحائف تھے۔ دن رات سفر کرتے کرتے وہ پورے ایک سال کے بعد سلطان کے شہر تک پہنچے اور انہوں نے سلطان کے صحیح و سلامت پہنچنے کی خبر وزیر کو بھیجی۔ وزیر و سپاہ جو بادشاہ کے دیدار سے ہاتھ چھو چکے تھے' استقبال کے لیے آئے۔ لشکر آگے بڑھا اور سلطان کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس کی سلامتی پر مبارک باد دی۔ سلطان دربار میں آ کر کرسی پر جلوہ افروز ہوا۔ وزیر آگے آیا اور اس نے نوجوان کا سارا قصہ سلطان سے سنا اور اس کو بھی سلامتی پر مبارکباد دی۔ اب سلطنت کے کاروبار پھر جاری ہو گئے۔ سلطان نے بہت لوگوں پر انعام و اکرام کیا اور وزیر کو حکم دیا کہ ماہی گیر کو بلایا جائے جو مچھلیاں لایا تھا اور شہر والوں کو خلاصی کا اصل سبب تھا۔ جب وہ آیا تو سلطان نے اسے خلعت عطا کیا اور اس کی خیر و عافیت دریافت کر کے اس سے پوچھا کہ تیرے کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا کہ میری دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے۔ بادشاہ نے ان تینوں کو بھی دربار میں طلب کیا اور ایک لڑکی سے خود شادی کی اور دوسری کی شادی اس جوان سے کر دی اور لڑکے کو خزانچی کے عہدے پر مامور کیا۔ وزیر کی کمر میں تلوار باندھ کر اسے جوان کے شہر کا جو جزائر سیاہ تھے' سلطان بنا کر بھیج دیا اور پچاس غلام جو اس کے ہمراہ آئے تھے' وزیر کے ساتھ روانہ کر دیئے اور تمام امرا کے لیے خلعت روانہ کئے۔ وزیر سلطان کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر سفر کے لیے روانہ ہو گیا اور سلطان اور نوجوان وہیں ٹھہر گئے۔ ماہی گیر اپنے زمانے کا امیر ترین شخص ہو گیا اور اس کی بیٹیاں مرتے دم تک رانیاں رہیں لیکن یہ کہانی حمال کی کہانی سے زیادہ عجیب نہیں ہے۔

○ حمال اور تین لڑکیوں کی کہانی

بغداد میں ایک حمال رہتا تھا۔ جس کے بیوی بچے نہ تھے۔ ایک روز وہ بغداد میں اپنے ٹوکرے سے تکیہ لگائے کھڑا تھا کہ ایک عورت آئی۔ اس کا برقعہ موصلی ریشم کا تھا۔

جوتوں پر زردوزی کا کام تھا اور ان کے حاشیوں پر موتی اور ہیرے ٹکے ہوئے تھے۔ اس کے گیسو بل رہے تھے' اس نے اپنا نقاب اٹھایا تو اس کے نیچے دو کالی کالی آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آئیں' جن پر پلکوں کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کا بدن نازک اور نازنین اور حسن کامل تھا۔ اس نے حمال کی طرف متوجہ ہو کر پیاری اور میٹھی آواز سے کہا کہ اپنا ٹوکرا لے کر میرے پیچھے پیچھے آ۔ حمال کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اور ٹوکرا لے کر اس کے پیچھے دوڑا اور کہنے لگا کہ اے نیک بختی کے دن' اے کامیابی کے دن! چلتے چلتے وہ ایک مکان کے دروازے پر ٹھہر گئی اور دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔ ایک عیسائی نیچے آیا' اس نے اسے ایک دینار دیا اور ایک زیتونی رنگ کی شراب کی بوتل لے کر ٹوکرے میں رکھ دی اور حمال سے کہا کہ اٹھا اور میرے پیچھے پیچھے چل۔ حمال نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ' آج کا دن بڑا مبارک اور دعا کے قبول ہونے کا دن ہے اور ٹوکرا اٹھا کر اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اب وہ ایک میوہ فروش کی دوکان پر ٹھہری اور وہاں سے شامی سیب' عثمانی ناشپاتیاں' عمانی آڑو' چنبیلی' شامی نیلوفر' اقلامی ککڑیاں' مرابی نیبو' سلطانی نارنگیاں' ریمانی مرسینا' مہندی پھل' بابونہ' شقائق النعمان' بنفشہ گلنار اور نسرین خرید کر سب چیزیں حمال کے ٹوکرے میں ڈال دیں اور کہا کہ اٹھا۔ وہ اٹھا کر پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اب وہ ایک قصاب کی دوکان پر ٹھہری اور کہا کہ دس رطل گوشت کاٹ دے۔ اس نے گوشت کاٹ دیا۔ اور لڑکی نے اس کی قیمت ادا کر کے گوشت کو کیلے کے پتے میں لپیٹ کر ٹوکرے میں رکھ دیا اور کہا کہ اے حمال' اٹھا' اس نے ٹوکرا اٹھایا اور لڑکی کے پیچھے ہو لیا۔ وہاں سے چل کر وہ ایک بنئے کی دوکان پر ٹھہری' وہاں سے چھلے ہوئے پستے' تہامی کشمش اور بادام خرید کر اس میں مختلف قسم کی مٹھائیاں

مثلاً مشک دانے' صابونیاں' نیبوپارے' مربے' نیب کنگھی' چھوارے' راحت لقم اور طرح طرح کے حلوے بھر کر اسے ٹوکرے میں رکھ دیا۔ حمال نے کہا' اگر مجھے معلوم ہوتا تو اپنے ساتھ ایک اونٹ لیتا آتا اور یہ سارا سامان اس پر لاد لیتا۔ لڑکی نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کی گدی پر مارا اور کہا کہ جلد چل اور باتیں نہ بنا۔ خدا نے چاہا تو تجھے کافی مزدوری ملے گی۔ پھر وہ ایک عطر فروش کی دوکان پر ٹھہری اور دس قسم کے مختلف عطر خریدے مثلاً گلاب' شگوفہ' نیلوفر' بید مشک وغیرہ اور مصری خریدی اور گلاب پاش اور ایک لوبان کی ڈلی اور عود اور عنبر اور مشک اور اسکند رانی موم بتیاں اور انہیں ٹوکرے میں رکھ کر کہا کہ اٹھا اپنا ٹوکرا اور پیچھے پیچھے چل۔ حمال نے اپنا ٹوکرا اٹھایا اور اس کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ ایک خوبصورت مکان کے پاس پہنچی' جس کے سامنے ایک وسیع میدان تھا۔ مکان بلند اور اس کے ستون مضبوط تھے۔ دروازے کے دونوں پٹ آبنوس کے تھے اور ان پر سونے کے پتر جڑے ہوئے تھے۔ لڑکی دروازے کے پاس ٹھہر گئی اور نقاب الٹ کر آہستہ سے دستک دی۔ حمال اس کے پیچھے کھڑا ہوا اس کے حسن و جمال میں محو تھا۔ اب دونوں پٹوں نے جنبش کی اور دروازہ کھلا۔ حمال نے دروازہ کھولنے والی کو دیکھا' نو عمر لڑکی بلند و بالا' سینہ ابھرا ہوا' حسن و جمال اور آب و تاب اور قد و اعتدال میں لاجواب' روشن پیشانی' سرخ رخسار' نیل گائے یا غزال کی سی آنکھیں' شعبان کے چاند کی کمان کے سے ابرو' شقائق النعمان کے سے رخسار' سلیمان کی انگوٹھی کا سا منہ' مرجان کی طرح سرخ ہونٹ' موتی کی لڑی کی طرح دانت' غزال کی سی گردن' شامیانے کی طرح سینہ' پستان جیسے دو انار' پیٹ ریشم کی طرح نرم' ناف جس میں آدھ چھٹانک لوبان کا تیل آ جائے۔ حمال نے اسے دیکھا تو ہوش اڑ گئے اور قریب تھا کہ ٹوکرا اس کے سر کے اوپر سے گر پڑے' اس نے اپنے دل میں کہا کہ آج سے زیادہ مبارک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ دروازہ کھولنے والی لڑکی نے سامان لانے والی لڑکی سے کہا کہ اندر آ اور اس بیچارے حمال پر سے سامان اتار لے۔ سامان لانے والی لڑکی دروازے کے اندر داخل ہوئی' اس کے پیچھے پیچھے دروازہ

کھولنے والی پھر حمال۔ چلتے چلتے وہ ایک وسیع صحن میں داخل ہوئے جو نہایت سڈول اور خوبصورت بنا ہوا تھا اور جس میں نقش و نگار اور پچی کاری کا کام تھا۔ اس میں بارہ دریاں اور چھجے اور محرابیں تھیں نیز الماریاں جن پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ صحن کے بیچ میں پانی بھرا ہوا تھا۔ اس کے وسط میں ایک فوارہ تھا۔ صحن کے بالائی حصے میں ایک تخت پڑا ہوا تھا جو صنوبر کی لکڑی کا بنا ہوا اور جس میں ہیرے' جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ تخت کے اوپر لال اطلس کی چھتری لگی ہوئی تھی' جس کے حاشئے میں بعض گولیوں کے برابر اور بعض ان سے بھی بڑے موتی ٹکے ہوئے تھے۔ اس کے اندر سے ایک نو عمر لڑکی نکلی۔ اس کی پیشانی چمکدار تھی۔ حسن دو فریب' اندر فلسفیانہ' جسم چاند کا سا' آنکھیں جادو بھری' بھنویں ترچھی کمانوں کی سی' قد تیر کا سا' خوشبو عنبر کی سی' ہونٹ لعل کی طرح سرخ اور شکر کی طرح میٹھے۔ اس کے چہرے کی آب و تاب کے آگے سورج شرمندہ تھا اس کی مثال آسمانی تارے کی سی یا سنہرے گنبد کی سی تھی یا آرستہ و پیراستہ دلہن کی سی یا عربی نیزے کی سی۔

یہ تیسری نو عمر لڑکی تخت پر سے اتری اور ناز و انداز سے چلتی ہوئی صحن کے وسط تک اپنی بہنوں کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ کھڑی کیا کرتی ہو؟ بیچارے حمال کے سر پر سے بوجھ اترواؤ۔ سامان لانے والی لڑکی نے حمال کے آگے سے ہاتھ لگایا اور دروازہ کھولنے والی نے پیچھے سے اور تیسری نے ان کی مدد کی اور حمال کا ٹوکرا اتروایا اور اس میں سے چیزیں نکال کر انہیں اپنی اپنی جگہ سلیقے سے رکھ دیا اور حمال کو دو دینار دے کر کہا جا۔ حمال نے لڑکیوں کی طرف نظر ڈالی اور ان کی خوش صورتی اور خوش سیرتی کا نظارہ کرنے لگا۔ ایسا اچھا منظر عمر بھر اس کی آنکھوں کے سامنے نہ آیا تھا لیکن اس نے دیکھا کہ ان کے یہاں کوئی مرد نہیں اور یہ بھی کہ اس کے پاس کس قدر شرابیں اور میوہ جات اور عطریات وغیرہ ہیں۔ اس پر اسے سخت اچنبھا ہوا اور ٹھٹھک گیا ایک لڑکی نے کہا کہ تو جاتا کیوں نہیں؟ کیا تجھے کافی مزدوری نہیں ملی؟ یہ کہہ کر وہ اپنی بہن سے مخاطب ہوئی اور کہا کہ ایک دینار اور دے دے۔ حمال نے کہا

کہ اے میری مالکہ' مزدوری تو مجھے کم نہیں ملی کیونکہ میری مزدوری دو درہم سے زیادہ نہیں۔ مگر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ کیا بات ہے کہ تم لوگ اکیلی ہو اور گھر میں کوئی مرد نہیں جو تمہارا ساتھ دے۔ تمہیں معلوم ہے کہ دعوت میں چار سے کم نہیں ہوتے اور تمہارے ساتھ کوئی چوتھا نہیں۔ عورتوں کا کھیل کود بغیر مرد کے اچھا نہیں لگتا۔ تم تین ہو' تمہیں چوتھے کہ ضرورت ہے جو عقلمند اور سمجھدار اور جہاندیدہ اور رازدار ہو۔ جب ان لڑکیوں نے اس کی باتیں سنیں تو وہ ان کو بھلی معلوم ہوئیں اور وہ ہنسنے لگیں اور کہا کہ ایسا ہمیں کون مل سکتا ہے؟ ہم تو لڑکیاں ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی راز کی بات کہیں اور وہ تشت ازبام ہو جائے۔ حمال نے کہا کہ تمہاری جان کی قسم' میں سمجھ دار اور امانت دار آدمی ہوں۔ میں نے بہت سے کتابوں بالخصوص تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ میں اچھی بات کو ظاہر کرتا اور بری بات کو چھپاتا ہوں۔

جب لڑکیوں نے یہ سنا تو کہنے لگیں کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے اپنی ساری دولت اس مکان میں لگا دی ہے۔ بتا کہ تیرے پلے کچھ ہے کہ ہمارے ساتھ معاملہ کرے؟ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم تجھے اپنے ساتھ بٹھلائیں اور اپنا ہم مشرب بنائیں اور اپنے حسین و ملیح چہرے دکھائیں اور تو ان کے بدلے ہمیں کچھ نہ دے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ بے پیسے کی محنت ذرا برابر بھی نہیں ہوتی۔ دروازہ کھولنے والی نے کہا کہ اے دوست' اگر تیرے پلے کچھ ہے تو ایک چیز ہے' اور اگر تیرے پلے کچھ نہیں تو ناکام لوٹ جا۔ سامان لانے والی لڑکی نے کہا کہ بہنو' اسے دق مت کرو۔ اس نے آج بڑا کام کیا ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اکتا جاتا' جو کچھ اس کے ذمے ہے وہ میں اپنے اوپر لیتی ہوں۔ حمال کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے زمین کو بوسہ دیا اور شکریہ ادا کیا۔ تخت والی لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم' بغیر ایک شرط کے تجھے ہرگز اپنے ساتھ نہ بٹھاؤں گی اور وہ یہ ہے کہ جس چیز سے تیرا واسطہ نہ ہو' وہ ہرگز نہ پوچھیو' ورنہ میں تجھے ماروں گی۔ حمال نے کہا کہ منظور ہے اے مالکہ

بسر و چشم۔ دیکھ میں ابھی سے گونگا ہوا جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر سامان لانے والی لڑکی اٹھی اور اپنی کمر کس کر بوتلوں کو ایک صف میں آراستہ کیا اور شراب کو نتھارا اور پھول دانوں کے اردگرد پھول پتیاں لگائیں اور باقی ضروری چیزیں لا کر رکھیں۔ پھر وہ اپنی بہنوں کے ساتھ بیٹھی اور حمال کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ اور شراب کا دور چلنے لگا۔ حمال کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا خواب دیکھ رہا ہے۔ لڑکی نے شراب کی صراحی اٹھائی اور ایک جام بھر کر پی گئی' پھر دوسرا' پھر تیسرا' پھر جام بھر کر اس نے اپنی بہنوں کے سامنے پیش کیا' پھر اور جام اور بھر کر حمال کو دیئے اور کہنے لگی:

پی جا' تجھے مبارک ہو اور آرام دہ! اس کے پینے سے ساری بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ حمال نے جام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آداب بجا لا کر شکریہ ادا کیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

"شراب محض
اس شخص کے ساتھ پی جاتی ہے
جس پر اعتبار ہو
جو پاک طینت ہو
اور جس کا شجرہ
دور تک پہنچتا ہو"

"شراب کی حالت ہوا کی سی ہے
اگر خوشبو دار چیز کے اوپر سے گزرے تو خوشبودار ہو جاتی ہے
اور اگر مردار پر سے گزرے
تو بدبودار ہو جاتی ہے"

پھر اس نے یہ شعر پڑھا:
"اگر تو شراب پئے تو

معشوق کے ہاتھ سے پی
تا کہ تجھ میں
لطیف خیالات پیدا ہوں"

یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس نے ان لڑکیوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور شراب پی اور جھومنے لگا۔ پھر اس لڑکی نے ایک جام بھر کر اپنی منجھلی بہن کو دیا۔ اس نے جام لے کر بہن کا شکریہ ادا کیا اور چڑھا گئی۔ پھر اس نے دوسرا جام بھر کر تخت والی کو دیا اور ایک پیالہ بھر کر حمال کو۔ حمال نے زمین کو بوسہ دیا اور شکریہ ادا کر کے پی گیا۔ اب وہ محل کی مالکہ کے آگے آیا اور کہنے لگا کہ اے مالکہ میری' میں تیرا غلام' زر خرید بندہ اور خادم ہوں۔ اس نے کہا کہ تجھے راس آئے! اور پی' خدا مبارک کرے اور تجھے صحت و عافیت دے! حمال نے پیالہ لے کر اس کے ہاتھ چومے اور چڑھا گیا۔ اب لڑکی نے خود ایک پیالہ لیا اور پی گئی۔ اور اپنی بہنوں کے پاس آئی اور حمال کو اپنے ساتھ بٹھا کر مے نوشی میں مشغول ہو گئی اور سب کے سب مل کر گانے' ناچنے اور اشعار پڑھنے لگے۔ اور حمال ان کے ساتھ بوس و کنار کرنے لگا' کبھی انہیں کاٹتا' کبھی چٹکیاں لیتا۔ لڑکیوں میں سے کوئی اس کے منہ میں نوالہ دیتی' کوئی مکے مارتی' کوئی چپت لگاتی' کوئی خوشبو سنگھاتی اور اس میں اسے بڑا مزہ آ رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ جنت میں حوروں کی صحبت میں ہے۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ شراب ان کے سروں میں چڑھنے لگی۔

جب شراب کافی چڑھ چکی تو دروازہ کھولنے والی لڑکی اٹھی اور اپنے کپڑے اتار کر برہنہ ہو گئی اور اپنے لمبے لمبے بالوں سے بدن کو ڈھانپ لیا اور حوض میں کود پڑی اور پانی کے ساتھ کھیلنے لگی' کبھی منہ میں پانی بھر کر ادھر ادھر پھینکتی اور کبھی حمال پر کلی کرتی-----

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ پھر سب سے بڑی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت تھی اٹھی اور برہنہ ہو کر حوض میں کود پڑی اور غوطے لگانے اور نہانے اور کھیلنے لگی۔ حمال

نے اسے برہنہ دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھی' اس کا چہرہ پورے چاند کی طرح تھا یا روشن صبح کی طرح۔ اس نے اس کے قد و قامت اور سینے پر نظر ڈالی اور ان بھاری کولھوں پر جو مٹک رہے تھے اور وہ سر تا پا برہنہ تھی جس طرح کہ خدا نے اسے پیدا کیا تھا۔ حمال اس کی طرف مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا:

"اگر میرے تیرے قد کو
ہری بھری ٹہنی سے تشبیہ دوں
تو یہ زیادتی اور زبردستی ہے
کیونکہ ٹہنی
اس وقت بھلی لگتی ہے
جب کہ وہ اپنے لباس میں ہوتی ہے
اور تو اس وقت
جب کہ تو برہنہ ہوتی ہے"

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- دسویں رات

جب دسویں رات ہوئی تو اس کی بہن دنیا زاد نے کہا کہ بہن' اپنی کہانی تمام کر۔ اس نے کہا بسر و چشم! اے نیک بخت بادشاہ ------ لڑکیاں حمال سے کہتی جاتی تھیں

کہ زب' ایر' خازوق' اور وہ ان کے بوسے لیتا اور کاٹتا اور گلے لگاتا جاتا تھا' یہاں تک کہ اس کا دل سیر ہو گیا اور لڑکیاں مارے ہنسی کے لوٹی جاتی تھیں۔ آخر کار انہوں نے کہا کہ اچھا بھائی تو ہی بتا کہ اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تمہیں سچ مچ اس کا نام معلوم نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ ہے سدھا ہوا خچر جو پل پر کی ناز بو رتا ہے اور بے چھلکے کے تل کھاتا ہے اور ابو منصور کی سرائے میں آرام کرتا ہے۔ اس پر وہ ہنستے ہنستے لوٹ گئیں۔ اب پھر دور چلنے لگا یہاں تک کہ شام ہو گئی اور انہوں نے حمال سے کہا کہ بسم اللہ' اے آقا' اٹھ اور جوتے پہن اور سلام کر اور چلتا بن۔ حمال نے کہا کہ خدا کی قسم میری روح کا نکل جانا آسان تر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں تمہارے پاس سے جاؤں۔ آؤ' ہم اس رات کو کل صبح سے ملا دیں اور پھر ہم سب اپنی اپنی راہ لیں۔ سامان لانے والی نے کہا کہ میری جان کی قسم' اسے آج رات یہیں ہمارے یہاں سونے دو تاکہ ہم کچھ دیر اور اس کا مذاق اڑا لیں۔ ایسے شخص کے دوبارہ ملنے تک کون جیتا ہے! وہ بڑا مسخرا اور ظریف ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو ایک شرط کے ساتھ یہاں رات کو رہ سکتا ہے کہ تو ہماری ہر بات مانے اور اگر کوئی بھی بات دیکھے تو اس کا سبب نہ پوچھے۔ اس نے کہا کہ بہت خوب۔ انہوں نے کہا کہ اٹھ اور دروازے پر جو کتبہ لکھا ہوا ہے کہ جو شخص ایسی بات کرے گا جس سے اسے کوئی تعلق نہیں تو وہ منہ کی کھائے گا۔ حمال نے کہا کہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں کوئی ایسی بات نہ کروں گا جس سے میرا کوئی تعلق نہ ہو۔ سامان لانے والی اٹھی اور سب کے لیے کھانا لائی۔

انہوں نے کھانا کھایا اور موم بتیاں اور قندیلیں روشن کیں اور موم بتیوں سے عنبر اور عود سوز جلائے اور شرابیں پی پی کر اپنے اپنے معشوقوں کا ذکر کرنے لگے۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ گئیں اور وہاں تارے پھل کھائے اور شرابیں پیں۔

ابھی انہیں کھانے پینے اور شراب نوشی اور نقل اور ہنسی مذاق اور اٹکھیلیوں میں ایک پہر سے زیادہ نہ گزرا ہو گا کہ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔ اس سے انہیں بالکل گھبراہٹ نہ ہوئی بلکہ ایک لڑکی اطمینان سے اٹھ کر دروازے پر گئی اور واپس آ کر کہا کہ آج رات ہماری خوش وقتی مکمل ہو جائے گی۔ سبب دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ دروازے پر تین ایرانی قلندر کھڑے ہیں جن کی داڑھیاں اور سر اور بھویں منڈی ہوئی ہیں اور تینوں بائیں آنکھ سے کانے ہیں۔ یہ بڑا عجیب اتفاق ہے اور وہ سفر کرتے کرتے ابھی یہاں پہنچے ہیں۔ ان کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسافر ہیں اور آج پہلی بار ہمارے شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ ہمارا دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں کوئی جگہ رات بسر کرنے کے لیے نہ ملی تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید اس ڈیوڑھی کا مالک ہمیں اپنے اصطبل یا کسی غیر آباد گھر کی کنجی دے دے اور ہم وہاں رات گزار سکیں۔ واقعی رات زیادہ ہو گئی ہے اور وہ پردیسی ہیں اور یہاں کسی سے واقف نہیں جہاں اتر سکیں۔ اے بہنو' ان میں سے ہر ایک کی شکل صورت مضحکہ انگیز ہے۔ لڑکی لگاتار ان کی سفارش کرتی رہی یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ اچھا نہیں اندر بلا لا' مگر ان سے یہ شرط کر لیجیو کہ وہ کوئی ایسی بات نہ پوچھیں جس سے انہیں تعلق نہ ہو ورنہ منہ کی کھائیں گے۔

لڑکی خوش ہو کر چلی گئی اور تینوں داڑھی مونچھ مونڈوں کو لے آئی۔ انہوں نے آکر سلام کیا اور آداب بجا لائے اور ٹھٹھک گئے۔ لڑکیاں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کا خیر مقدم کیا اور ان کی سلامتی پر مبارک باد دی اور انہیں بٹھلایا۔ قلندروں نے دیکھا کہ کیا خوبصورت محل ہے اور صاف ستھری جگہ' چاروں طرف پھول پتیوں سے آراستہ ہے' موم بتیاں جل رہی اور خوشبوئیں نکل رہی ہیں اور نقل اور میوے اور شراب رکھی ہوئی

ہے اور تینوں لڑکیاں باکرہ ہیں۔ تینوں نے کہا کہ واللہ' کیا خوب! اب وہ حمال کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ وہ مزے میں آ رہا ہے اور نشے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ اسے دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ وہ بھی گھر والوں میں سے ہے اور وہ کہنے لگے کہ وہ بھی ہماری طرح قلندر ہے' خواہ وہ پردیسی ہو یا عرب۔ جب حمال نے یہ باتیں سنیں تو وہ اٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ اور فضول بک بک مت کرو۔ کیا تم نے دروازے پر کتبہ نہیں پڑھا؟ تم جیسے فقیروں کے لیے شایاں نہیں کہ ہمارے اوپر اپنی زبان کھولیں۔ انہوں نے کہا کہ اے فقیر ہم خدا سے معافی مانگتے ہیں اور تیرے آگے سر جھکاتے ہیں۔ لڑکیاں ہنس پڑیں اور انہوں نے اٹھ کر قلندروں اور حمال کے درمیان صلح کرا دی اور قلندروں کے سامنے کھانا پیش کیا۔ انہوں نے کھانا کھایا اور پھر شراب پینے بیٹھ گئے۔ دروازہ کھولنے والی شراب پلا رہی تھی اور شراب کا دور چل رہا تھا کہ حمال نے قلندروں سے کہا کہ بھائیو' اگر تمہیں کوئی کہانی یا عجیب و غریب قصہ معلوم ہو تو سناؤ۔ اس پر انہیں جوش آ گیا اور انہوں نے کہا کہ باجے منگواؤں۔ دروازہ کھولنے والی لڑکی اٹھی اور ایرانی ڈھولک اور سارنگی اور چنگ لے آئی۔ قلندر اٹھے اور باجوں کو ملایا' ایک نے ڈھولک اور سارنگی اور تیسرے نے چنگ اور وہ بجانے لگے۔ لڑکیوں نے اتنی تعریف کی کہ ان کا دماغ عرش پر پہنچ گیا۔ یہی ہو رہا تھا کہ پھر کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھولنے والی اٹھی کہ دروازہ پر جا کر دیکھی کہ کون ہے۔

شہر زاد نے کہا کہ بادشاہ سلامت' دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ ہارون الرشید اور اس کا وزیر جعفر اور جلاد مسرور اس رات تفریح کرنے اور شہر کا حال چال دیکھنے نکلے تھے۔ خلیفہ کا دستور تھا کہ وہ سوداگر کا بھیس بدل کر نکلتا تھا۔ جب وہ اس رات نکلے اور شہر کا چکر لگایا اور اس ڈیوڑھی کے پاس پہنچے تو انہوں نے باجے اور گانے کی آواز سنی۔ خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس ڈیوڑھی میں چل کر گانا سنیں اور گھر والوں کو دیکھیں۔ جعفر نے کہا کہ امیرالمومنین' یہ لوگ نشے میں

ہیں' مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان سے ہمیں تکلیف نہ پہنچے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہمیں ضرور اندر چلنا چاہیے........ اور میں چاہتا ہوں کہ تو اندر چلنے کی کوئی تدبیر نکال۔ جعفر نے

کہا کہ بسرو چشم' اور آگے بڑھ کر اس نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھولنے والی نے آکر دروازہ کھولا۔ جعفر آگے بڑھا اور زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ اے بی بی' ہم لوگ طبریہ کے سوداگر ہیں' بغداد میں آئے ہوئے ہمیں صرف دس دن ہوئے ہیں' ہم اپنا سامان بیچ چکے ہیں اور سوداگروں کی سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آج رات ایک سوداگر نے ہماری دعوت کی تھی۔ ہم وہاں گئے اور اس نے کھانا پیش کیا۔ ہم نے کھانا کھایا اور ایک پہر تک شراب نوشی میں مشغول رکھ کر اس نے ہمیں رخصت کیا۔ ہم پردیسی تو ہیں ہی' رات کے وقت ہم اپنی سرائے کا راستہ بھول گئے۔ اب تم لوگوں کی مہربانی سے امید ہے کہ تم ہمیں آج کی رات اپنے یہاں بسر کرنے دو۔ خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔ دروازہ کھولنے والی نے دیکھا کہ ان کا حلیہ سوداگروں کا سا ہے اور ان کی چہرے شان دار ہیں۔ اور اپنی بہنوں کے پاس گئی اور جو کچھ جعفر نے کہا تھا انہیں کہہ سنایا۔ لڑکیوں کو ان پر رحم آیا اور کہنے لگیں کہ ان کو اندر بلا لا۔ وہ واپس گئی اور ان کے دروازہ کھول دیا۔ انہوں نے کہا کہ تیری اجازت سے ہم اندر آتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہاں' اندر آؤ' خلیفہ' اور مسرور اندر داخل ہوئے۔ جب لڑکیوں نے انہیں دیکھا تو وہ سروقد کھڑی ہو گئیں اور ان کو بٹھلایا اور ان کی خاطر تواضع کی اور مرحبا اور اہلاً و سہلاً کہا مگر کہنے لگیں کہ تمہیں ہم سے ایک شرط کرنی پڑے گی۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ لڑکیوں نے کہا کہ جس بات سے تمہیں تعلق نہ ہو اسے مت پوچھنا ورنہ گالیاں سنو گے۔ انہوں نے کہا کہ بہت خوب۔ اب وہ لڑکیاں شراب نوشی کے لیے بیٹھ گئیں۔

خلیفہ نے تینوں قلندروں کی طرف نظر اٹھائی اور یہ دیکھ کر اسے سخت حیرانی ہوئی کہ وہ تینوں کے تینوں بائیں آنکھ سے کانے ہیں اور لڑکیوں کا حسن و جمال دیکھ کر وہ سخت

متحیر تھا۔ لڑکیوں نے شراب نوشی اور بات چیت شروع کر دی اور خلیفہ سے کہا کہ پی۔ اس نے کہا کہ میں حج کے لیے جانے والا ہوں۔ یہ سن کر دروازہ کھولنے والی اٹھی اور ایک زردوزی کا دسترخوان لا کر بچھا دیا اور اس پر ایک چینی کا پیالہ رکھ کر اس میں بید مشک کا عرق' ایک چمچہ برف اور مصری ڈال دی۔ خلیفہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل میں کہا کہ واللہ' میں اس کی بھلائی کا بدلہ پرسوں ضرور دوں گا۔ اب وہ شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ جب شراب کا نشہ چڑھنے لگا تو بڑی لڑکی اٹھی اور آداب بجا لائی اور سامان لانے والی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بہن' اٹھ تا کہ ہم اپنا قرضہ ادا کریں۔

دونوں بہنوں نے کہا کہ بہت خوب۔ یہ کہہ کر دروازہ کھولنے والی ان کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ لیکن اس سے پہلے وہ چھلکے باہر پھینک آئی اور نئے اگر سوز لا کر لگائے اور کمرے کو صاف ستھرا کیا اور قلندروں کو لے جا کر محل کے کنارے ایک دیوان پر اور خلیفہ اور جعفر اور مسرور کو دوسرے کنارے دوسرے دیوان پر بٹھا آئی اور حمال سے چلا کر کہا کہ اے بے عزت' تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو کوئی اجنبی شخص نہیں' تو تو گھر والوں میں سے ہے۔ حمال کمر کس کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے کہا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ۔ اب سامان لانے والی اٹھی اور کمرے کے بیچ میں ایک کرسی ڈالی اور ایک کوٹھڑی کھول کر حمال سے کہا کہ آ' میری مدد کر۔ حمال نے دیکھا کہ دو کتیاں زنجیر میں جکڑی ہوئی ہیں۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ انہیں لے چل۔ حمال انہیں کمرے کے بیچ میں لے کر آیا۔ اب مکان کی مالکہ اٹھی اور آستینیں

چڑھا ہاتھ میں ایک کوڑا لے لیا اور حمال سے کہا کہ ایک کتیا کو یہاں لا۔ وہ زنجیر کھینچ کر اسے لایا۔ کتیا روتی اور لڑکی کی طرف اپنا سر ہلاتی جاتی تھی۔ لڑکی نے اسے کوڑے مارنے شروع کیے اور کتیا چلانے لگی۔ اس نے اتنے کوڑے مارے کہ اس کی کلائیاں تھک گئیں۔ اب اس نے کوڑا پھینک کر کتیا کو سینے سے لگا لیا اور اس کے

آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھنے اور اسے بوسے دینے لگی۔ پھر اس نے حمال سے کہا کہ اسے لے جا اور دوسری کتیا کو لا۔ جب وہ دوسری کتیا کو لایا تو اس لڑکی نے اس کے ساتھ وہی کیا جو پہلی کے ساتھ کیا تھا۔ اس پر خلیفہ کا دل کڑھا اور اسے سخت پریشانی ہوئی اور اس کا صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور اسے ان کتیوں کا حال جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔ جعفر نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اشارے سے جواب دیا کہ چپ رہئے۔

اب اس لڑکی نے دروازہ کھولنے والی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اٹھ اور اپنا فرض ادا کر۔ اس نے کہ کہ بہت خوب۔ یہ کہہ کر وہ لڑکی تخت کے اوپر گئی جو صنوبر کی لکڑی کا بنایا ہوا تھا اور جس میں سونے چاندی کے پتر لگے ہوئے تھے اور دروازہ کھولنے والی اور سامان لانے والی سے کہا کہ اب تمہاری باری ہے۔ وہ دونوں اٹھیں اور تخت کے پہلو میں کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ سامان لانے والی ایک کوٹھڑی میں گئی اور وہاں سے اطلس کا ایک تھیلا لے آئی جس میں ہری جھالر اور دو سونے کے پھندے لگے ہوئے تھے۔ مالکہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے تھیلا کھولا اور اس میں سے ایک سارنگی نکالی اور اس کے تار ملائے اور کھونٹیاں کسیں اور اسے خوب ٹھیک کر کے بجانے اور گانے لگی۔ جب مالکہ نے ان کا گانا سنا تو اس کے دل سے ایک سرد آہ نکلی اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ خلیفہ نے دیکھا کہ اس کے بدن پر چھڑی اور کوڑے مارنے کے نشان ہیں اور وہ سخت حیران ہوا۔

اب دروازہ کھولنے والی اٹھی اور اس پر پانی کا چھینٹا دیا اور عمدہ پوشاک لا کر اسے پہنائی۔ جب سب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو انہیں سخت پریشانی ہوئی اور ان میں سے کسی کو اس کے قصے کی خبر نہ تھی۔ خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اس لڑکی اور اس کی حالت اور کوڑے کے نشان کو دیکھ تو سہی۔ جب تک مجھے سارا واقعہ اس لڑکی اور دونوں کتیوں کا حال معلوم نہ ہو جائے میں چپ نہیں بیٹھ سکتا۔ جعفر نے کہا کہ اے میرے آقا' انہوں نے ہمارے سامنے شرط کی ہے کہ جس بات سے ہمیں تعلق نہ ہو اس پر زبان

نہ کھولیں‘ ورنہ منہ کی کھائیں گے۔ اب اس لڑکی نے سامان لانے والی سے کہا کہ بہن‘ قریب آ اور اپنا فرض ادا کر۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم‘ اور سارنگی لے کر

اپنے سینے سے ٹیک لی اور بجانے اور گانے لگی۔ جوں ہی مالکہ نے یہ دوسرا گیت سنا تو چلا کر کہنے لگی کہ واللہ کیا خوب کہا اور پہلے کی طرح اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑے پھاڑنے لگی اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ سامان لانے والی اٹھی اور اس نے اس پر پانی چھڑکا اور دوسرے کپڑے پہنائے۔ اب وہ اٹھ بیٹھی اور اپنی بہن سے کہنے لگی کہ اور سنا اور میرا قرضہ پورا پورا ادا کر۔ یہ سنتے ہی سامان لانے والی نے پھر سارنگی اٹھائی اور گانے لگی۔ جب لڑکی نے سنا تو چلانے لگی اور اپنے کپڑے‘ دامن تک چک کر ڈالے اور تیسری بار بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور مار کے نشان پھر کھل گئے۔ قلندروں نے کہا کہ کاش کہ ہم اس گھر میں نہ آئے ہوتے اور باہر گھوڑے پر سو رہتے۔ اس جگہ ٹھہرنے سے ہمارا دل پاش پاش ہو رہا ہے۔ خلیفہ ان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ کیوں؟ انہوں نے کہا کہ یہ باتیں دیکھ کر ہمارے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تو کیا تم اس گھر کے رہنے والے نہیں ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ آج سے پہلے ہم نے کبھی اس مکان کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ خلیفہ کو تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ شاید وہ شخص جو تمہارے پاس بیٹھا ہے ان کی بابت کچھ جانتا ہو۔ اس نے حمال کو اشارے سے بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا کہ واللہ‘ ہم سب ایک ہی محبت کے مارے ہوئے ہیں۔ میں بغداد ہی میں بڑھا پلا ہوں‘ لیکن آج سے پہلے کبھی اس مکان میں نہیں آیا اور میرا اس جگہ ٹھہر جانے کا ماجرا عجیب و غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ واللہ‘ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ تو بھی انہیں میں سے ہے مگر اب معلوم ہوا کہ تو بھی ہماری ہی طرح ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ دیکھو ہم سات مرد ہیں اور یہ محض تین عورتیں اور ان کے ساتھ کوئی چوتھا شخص نہیں۔ آؤ ان کا حال دریافت کریں۔ اگر وہ خوشی سے نہ بتائیں گی تو انہیں مجبوراً بتانا پڑے گا۔

اس پر سب متفق ہو گئے لیکن جعفر نے کہا کہ یہ کوئی رائے نہیں۔ انہیں چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ ہم ان کے مہمان ہیں اور انہوں نے ہمارے سامنے ایک شرط پیش کی ہے اور تم سب جانتے ہو کہ ہم اس شرط کو مان چکے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم اس معاملے میں زبان نہ کھولیں۔ اب تھوڑی سی رات باقی رہ گئی ہے' اس کے بعد ہم اپنی اپنی راہ چلتے ہوں گے۔ پھر اس نے خلیفہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ایک پہر سے زیادہ رات باقی نہیں' ہم ان کو کل آپ کے سامنے پیش کر دیں گے اور آپ ان سے سارا قصہ سن لیجئے گا۔ خلیفہ نے اپنا سر اٹھایا اور ناراض ہو کر ڈانٹنے لگا اور کہا کہ اب مجھ سے زیادہ صبر نہیں ہو سکتا۔ قلندروں کو بلا کر کہا کہ وہ ان سے پوچھیں۔

جعفر نے کہا کہ یہ ٹھیک رائے نہیں ہے۔ اب سب میں یہ بحث ہونے لگی کہ پہلے ان سے کون پوچھے اور حمال پر آخر فیصلہ ٹھہرا۔ حمال اٹھا اور اس نے مالکہ سے کہا کہ اے میری آقا' یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تو ان سے کتیوں کا حال بیان کرے' اور یہ کہ تو نے انہیں کیوں مارا اور پھر کیوں رونے اور ان کو بوسہ دینے لگی اور اپنی بہنوں اور اپنے چھڑیوں سے مارے جانے کا قصہ بیان کر۔ وہ یہی چاہتے ہیں اور بس۔

مالکہ نے مہمانوں سے پوچھا کہ کیا اس کا کہنا صحیح ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں مگر جعفر چپ رہا۔ لڑکی نے کہا کہ واللہ' اے مہمانو' تم نے مجھے سخت اذیت دی کیونکہ جب تم آئے تھے تو ہم نے تم سے یہ شرط کر لی تھی کہ جو کوئی ایسی بات پوچھے گا جس سے اس کا کوئی تعلق نہیں تو وہ کھری سنے گا۔ کیا یہ کافی نہ تھا کہ ہم نے تمہیں اپنے گھر میں پناہ دی اور کھانا کھلایا۔ لیکن یہ تمہاری خطا نہیں۔ خطا اس کی ہے جو تمہیں ہمارے پاس لائی۔ یہ کہہ کر اس نے آستین چڑھائی اور تین بار زمین پر ہاتھ مارا اور کہا کہ جلد آؤ۔ اب ایک کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور اس میں سے سات غلام شمشیر بدست نکل آئے۔ لڑکی نے کہا کہ ان فضول گویوں کا کاندھے سے کاندھا ملا کر باندھ دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور کہا کہ اے پردہ نشین' کیا تو

حکم دیتی ہے کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اس نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پہلے ذرا میں ان کے حالات دریافت کر لوں۔ حمال نے کہا کہ اے بی بی' خدا سے شرم کر' دوسروں کے گناہ پر مجھے مت مار۔ سوائے میرے سب نے غلطی کی ہے اور گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم' اگر یہ قلندر نہ آتے تو ہماری رات کیسی اچھی گزرتی۔

اگر یہ آباد شہر میں داخل ہوں تو وہ بھی ویران ہو جائے۔

جب حمال یہ کہہ چکا تو لڑکی ہنسنے لگی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## گیارہویں رات

جب گیارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب لڑکی غصے کے مارے ہنسنے لگی تو لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر اس نے کہا کہ اپنا اپنا حال بیان کر دو کیونکہ اب تمہاری زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں۔ اگر تم لوگ بڑے اور قوم کے بزرگ اور حکام نہ ہوتے تو تم بحث مباحثہ نہ کرتے۔ خلیفہ نے کہا اے جعفر، تجھ پر خدا کی مار! اس سے ہمارا قصہ بیان کر دے ورنہ غلط فہمی میں آکر ہماری بھی جانے جائے گی اور اس کے ساتھ سلیقے سے باتیں کر تا کہ ہم پر کوئی بلا نازل نہ ہو۔ جعفر نے کہا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اس پر خلیفہ نے چلا کر کہا کہ مذاق کا دوسرا وقت ہے، یہ وقت سنجیدہ باتوں کا ہے۔ لڑکی نے قلندروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ کیا تم بھائی بھائی ہو؟ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ہم بھائی بھائی نہیں، مگر ہم سب فقیر اور عجمی ہیں۔ لڑکی نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ کیا تو مادرزاد کانا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے میری ایک آنکھ جاتی رہی۔ میرا قصہ ایسا ہے کہ اگر سوئی کی نوکوں سے آنکھوں کے کونوں پر لکھا جائے تو عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت کا باعث ہو گا۔ کہتے ہیں کہ اس نے دوسرے اور پھر تیسرے قلندر سے یہی سوال کیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا اور کہنے لگے کہ ہم تینوں مختلف شہروں کے باشندے اور شاہزادے اور ملک و رعیت کے حاکم ہیں۔ لڑکی ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ تم سب اپنی اپنی واردات مجھ سے بیان کرو اور ہمارے پاس آنے کا سبب بتاؤ، پھر آداب بجا لاؤ اور اپنی اپنی راہ لو۔

سب سے پہلے حمال آگے آیا اور کہنے لگا کہ اے بی بی، میں حمال ہوں۔ اس سامان لانے والی نے میرے اوپر سامان لادا اور شراب نوشی کے مکان سے قصاب کی دوکان پر

گئی اور قصاب کی دوکان سے میوہ فروش کی دوکان پر اور پھر وہاں سے بنئے کی دوکان پر اور بنئے سے حلوائی اور عطر فروش کے پاس اور وہاں سے یہاں آئی۔ اس کے آگے میرا قصہ وہی ہے جو تم لوگوں کا ہے۔ یہ ہے میری کہانی اور بس۔ لڑکی ہنسی اور کہنے لگی کہ آداب بجا لا اور چلتا ہو۔ اس نے کہا کہ جب تک میں اپنے دوستوں کا قصہ نہ سن لوں یہاں سے ہرگز نہ ٹلوں گا۔

○ پہلے قلندر کی کہانی

پہلا قلندر آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ اے مالکہ' میری داڑی منڈنے اور آنکھ کانی ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرا باپ بادشاہ تھا اور اس کا ایک بھائی تھا جو کسی اور شہر کا بادشاہ تھا۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ میں اور چچیرا بھائی ایک ہی دن پیدا ہوئے۔ دن اور سال گزرنے کے بعد ہم دونوں جوان ہوئے۔ میں اپنے چچا کی ملاقات کے لیے اکثر جاتا اور اس کے ساتھ مہینوں ٹھہرتا اور میرا چچیرا بھائی مجھے بڑی عزت سے رکھتا اور بھیڑیں ذبح کرتا اور شراب نتھارتا اور ہم ساتھ بیٹھ کر شراب پیتے۔ ایک روز جب شراب چڑھی ہوئی تھی تو میرے چچیرے بھائی نے کہا کہ اے بھائی' مجھے تجھ سے ایک اشد ضرورت آ پڑی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تو اس میں میری مخالفت نہ کرے اور جو کچھ میں کہوں' کر دے۔ میں نے کہا کہ بسرو چشم۔ اس نے مجھ سے بڑی بڑی قسمیں کھلوائیں اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو گیا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے پیچھے پیچھے ایک عورت تھی جس کا لباس نہایت نفیس اور زیور بے حد قیمتی تھے۔ ابھی وہ عورت اس کے پیچھے ہی تھی کہ وہ میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس عورت کے ساتھ فلاں مقبرے میں جا۔ اس مقبرے کو اس نے تفصیل سے بیان کیا اور میں سمجھ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہاں پہنچ کر فلاں تربت کے اندر داخل ہوجیو اور وہاں میرا انتظار کیجیو۔ میں قسم کھا چکا تھا' اس لیے نہ اس کی مخالفت کر

دکتا تھا نہ اس کے سوال کو رد کر سکتا تھا۔ میں اس عورت کو لے کر چل دیا اور وہاں پہنچ کر ہم دونوں اس تربت میں داخل ہوئے۔ ہم اس میں جا کر بیٹھے ہی تھے کہ میرا چچیرا بھائی پہنچ گیا۔ اس کے پاس ایک پانی بھر تشت اور ایک تھیلے میں چونا اور ایک کدال تھی۔ وہ کدال لے کر ایک قبر کے پاس گیا جو تربت کے بیچ میں تھی اور اس کو توڑا اور اس کے پتھر اٹھا کر تربت کنارے رکھ دیے۔ پھر وہ قبر کے نیچے کدال سے کھودنے لگا یہاں تک کہ لوہے کے پتر میں سے ایک چھوٹے دروازے کے برابر سوراخ ہو گیا۔ اس نے اسے اٹھایا تو اس کے نیچے ایک سیڑھی بندھی ہوئی دکھائی دی۔ اب اس نے اس عورت سے کہا کہ اترو اور جو چاہے کر۔ عورت اس سیڑھی سے اتری۔ اب اس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے بھائی' تیری سب سے بڑی بھلائی میرے ساتھ یہ ہو گی کہ جب میں نیچے اتر جاؤں تو پتر کو بند کر دیجیو اور اس کے اوپر پہلے کی طرح مٹی ڈال دیجیو۔ بس یہی تیری بہترین مہربانی ہو گی۔ اور یہ جو پانی تشت میں ہے اس سے چونے کو گوند کر جو بوری میں ہے' قبر کو پہلے کی طرح پوت دیجیو تاکہ کوئی دیکھ کر یہ نہ کہہ سکے کہ قبر تو پرانی ہے مگر یہ شگاف نیا ہے۔ میں نے سال بھر اس پر محنت کی ہے اور سوائے خدا کے کوئی اس سے واقف نہیں۔ بس میری تجھ سے یہی درخواست ہے۔ چلتے چلتے اس نے مجھ سے کہا کہ اے بھائی خدا تجھے ہمیشہ آباد رکھے اور سیڑھی سے نیچے اتر گیا۔

جب وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا تو میں اٹھا اور اس پتر کو پھر وہیں لگا دیا اور جو کچھ اس نے کہا تھا کر دیا اور قبر کی شکل پہلی سی ہو گئی۔ میں نشے میں چور تھا اور جب چچا کے محل میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ شکار کھیلنے گیا ہے اور میں اس رات خوب سویا۔ جب صبح ہوئی تو میں گزشتہ رات کی باتوں کو سوچنے لگا اور یہ کہ میرے چچیرے بھائی پر کیا گزری۔ میں سخت پشیمان تھا' لیکن ایسی بات پر پشیمانی سے کیا فائدہ جو میں نے اس کی مرضی سے کی تھی۔ مجھے گمان ہوا کہ شاید میں نے خواب دیکھا ہے اور لوگوں سے اپنے چچیرے بھائی کے متعلق پوچھنا شروع کیا' لیکن کوئی مجھے ٹھیک

بتا نہ سکا۔ میں نے مقبرے میں جا کر وہ تربت تلاش کی مگر اس کی شناخت نہ کر سکا۔ میں ایک تربت سے دوسری تربت اور ایک قبر سے دوسری قبر پر جاتا تھا کہ رات ہو گئی اور مجھے وہ نہ ملی۔ میں محل میں واپس آیا مگر نہ کھایا نہ پیا۔ میرا دھیان اپنے چچیرے بھائی کی طرف لگا ہوا تھا اور اس کا پتہ نہ چلتا تھا۔ میں بہت غمگین تھا اور اسی غم میں رات گزر کر صبح کی۔ اب میں دوبارہ قبرستان گیا اور سوچ رہا تھا کہ میرے بھائی نے کیا کیا اور میں پشیمان تھا کہ میں نے اس کا کہنا کیوں مانا۔ میں نے تمام قبروں کا چکر لگایا' لیکن وہ تربت نہ ملی اور نہ وہ قبر۔ اس پر میں بہت پشیمان ہوا اور سات دن تک میری یہی حالت رہی اور کوئی علاج میری سمجھ میں نہ آیا۔ اب میرے دل میں اور زیادہ وسوسے آنے لگے اور قریب تھا کہ میں پاگل ہو جاؤں۔ غم غلط کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ مجھے نظر آیا کہ میں باپ کے پاس جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

جب میں اپنے باپ کے شہر کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جھتے کا جتھا شہر کے دروازے سے نکلا اور میری مشکیں باندھ لیں۔ اس پر مجھے بڑا تعجب ہوا کیونکہ میں اسی شہر کے بادشاہ کا بیٹا تھا اور وہ سب لوگ میرے باپ کے نوکر چاکر اور میرے غلام تھے۔ اب میں اور بھی ڈرا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدانخواستہ میرے باپ پر کوئی مصیبت تو نہیں آئی! جو لوگ مجھے پکڑے ہوئے تھے ان سے میں نے سبب دریافت کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص نے جو ہمارے ہاں کا نوکر تھا' مجھ سے کہا کہ زمانے نے آپ کے والد کے ساتھ بے وفائی کی اور لشکر اس سے ناراض ہو گیا اور وزیر نے اسے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ اسی کے حکم سے ہم آپ کی گھات میں لگے ہوئے تھے۔ اب وہ پکڑ کر مجھے لے چلے' جو باتیں میں نے اپنے والد کے متعلق ابھی سنی تھیں' ان کی وجہ سے مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی اور میں وزیر کے سامنے پیش کیا گیا۔ مجھ میں اور وزیر میں پرانی دشمنی تھی اور اس دشمنی کا سبب یہ تھا کہ مجھے غلیل چلانے کا بڑا شوق تھا۔ ایک روز میں

اپنے محل کے چھت پر کھڑا ہوا تھا کہ ایک چڑیا آکر وزیر کے محل کی چھت پر بیٹھ گئی اور وزیر وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے چڑیا کے مارنے کا ارادہ کیا لیکن نشانہ خطا گیا اور غلہ وزیر کی آنکھ میں جا کر لگا اور وہ پھوٹ گئی۔ یہی اس کی قسمت میں لکھا تھا۔ قلندر نے کہا کہ وزیر کی آنکھ تو پھوٹ گئی لیکن وہ مجھ سے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ میرا باپ اس شہر کا بادشاہ تھا۔ یہ تھی وجہ میرے اور اس کے درمیان عداوت کی۔ اب جت کہ میں اس کے سامنے کھڑا تھا اور میری مشکیں بندھی ہوئی تھیں تو اس نے حکم دیا کہ میری گردن اڑا دی جائے۔ میں نے پوچھا کہ آخر تو کس جرم میں مجھے قتل کرتا ہے؟ اس نے اپنی کانی آنکھ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کیا اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی جرم ہو سکتا ہے! میں نے کہا کہ یہ بات قصداً نہیں ہوئی۔ اس نے کہا کہ آخر فرق کیا ہے؟ تو نے غلطی سے کیا اور میں قصداً کرتا ہوں۔ پھر اس نے کہا اسے میرے قریب لاؤ اور وہ مجھے اس کے قریب لے گئے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر میری بائیں آنکھ میں انگلی بھونک دی اور اسے پھوڑ دیا۔ اسی وقت سے میں کانا ہوں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ پھر اس نے میری مشکیں باندھ کر مجھے ایک صندوق میں ڈال دیا اور جلاد سے کہا کہ میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں' تو اسے شہر کے باہر لے جا اور تلوار کھینچ کر اسے قتل کر ڈال تاکہ وحشی جانور اور پرندے اسے کھا ڈالیں۔ جلاد مجھے لے کر چل دیا اور چلتے چلتے شہر کے باہر ایک جنگل کے بیچ میں پہنچا اور مجھے صندوق سے نکالا۔ میرے ہاتھ باندھے ہوئے تھے اور پاؤں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ جلاد نے چاہا کہ میری آنکھیں باندھ کر مجھے قتل کر دے۔ میں زار زار رونے لگا اور وہ بھی رو پڑا۔ یہ جلاد میرے باپ کا بھی جلاد تھا اور میں نے اس کے ساتھ احسانات کیے تھے۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا' اب میں کیا کروں! میں تو نوکر ہوں۔ پھر اس نے یہ کہا کہ اپنی جان لے کر بھاگ جائیے اور کبھی اس شہر کی طرف رخ نہ کیجئے ورنہ ہم دونوں کی جان جائے گی۔ میں نے اس کے ہاتھ چومے اور مجھے یقین

نہیں آتا تھا کہ میں زندہ بچ گیا۔ جان جانے کے مقابلے میں آنکھ کا پھوٹنا مجھے غنیمت معلوم ہوا۔

وہاں سے روانہ ہو کر میں اپنے چچا کے شہر میں گیا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے والد اور اپنی آنکھ پھوٹنے کا ماجرا بیان کیا اور وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ تیری وجہ سے میرا رنج و غم دوبالا ہو گیا۔ تیرا چچیرا بھائی کئی روز سے غائب ہے اور مجھے کچھ خبر نہیں کہ اس پر کیا گزری۔ کوئی بھی اس کی خبر لا کر نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر وہ اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ اس نے میری آنکھ کا علاج کرنا چاہا لیکن دیکھا کہ آنکھ محض خول ہو کر رہ گئی ہے اور کہنے لگا کہ بیٹا' آنکھ گئی تو گئی' جان تو بچ گئی۔ مجھ سے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ اپنے چچیرے بھائی کی بابت جو اس کا بیٹا تھا' خاموشی اختیار کروں۔ اس لیے میں نے اس سے سارا ماجرا بیان کر دیا کہ۔ میرے بیان کو سن کر چچا بہت خوش ہوا کہ کچھ تو اس کے بیٹے کا پتہ چلا اور مجھ سے کہنے لگا کہ اٹھ' مجھے اس تربت کے پاس لے چل۔ میں نے کہا کہ چچا جان' میں اس واقعے کے بعد کئی بار وہاں جا چکا ہوں' لیکن اس کی جگہ نہ ملی اور میں نے بہت چھان بین کی مگر ناکام رہا۔ بالآخر میں اور چچا قبرستان گئے اور ادھر ادھر ڈھونڈنا شروع کیا اور اب میں نے اسے پہچان لیا اور ہم دونوں بہت خوش ہو گئے۔ تربت میں داخل ہو کر مٹی اٹھائی' پتھر ہٹایا اور سیڑھی پر تقریباً پچاس پٹڑیاں اتر گئے۔ جب سیڑھی کے نیچے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری طرف ایک دھواں سا اٹھا جس سے ہماری آنکھیں چندھیا گئیں۔ چچا نے کہا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم! ایسے الفاظ کہنے والے کو سرمانے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم اور آگے بڑھے اور ایک کمرے میں پہنچے جس میں آٹا' غلہ اور دوسری کھانے کی چیزیں وغیرہ بھری ہوئی تھیں۔ کمرے کے بیچ میں ایک شامیانہ تھا اور اس کے اندر ایک تخت پڑا ہوا تھا۔ چچا نے دیکھا کہ اس تخت پر اس کا بیٹا اور وہ عورت جو اس کے ساتھ آئی تھی' باہم لپٹے ہوئے پڑے ہیں اور کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے ہیں گویا کہ وہ تنور میں ڈال دیے گئے ہیں۔ چچا نے

اسے دیکھ کر اس کے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ ٹھہر، اے سور، یہ دنیا کی سزا ہے اور ابھی آخرت کا عذاب باقی ہے جو اس سے زیادہ سخت ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• بارہویں رات

جب بارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قلندر لڑکی سے یہ قصہ کہہ رہا تھا اور لوگ کان لگائے سن رہے تھے' بالخصوص خلیفہ اور جعفر۔ قلندر نے کہا کہ چچا نے اپنے بیٹے کو جوتوں سے مارا' جب کہ وہ وہاں کوئلے کی طرح سیاہ پڑا ہوا تھا۔ اس پر مجھے سخت تعجب ہوا اور چچیرے بھائی کے لیے دل کڑھنے لگا۔ یہ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اور لڑکی کیوں کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے۔ میں نے کہا کہ چچا جان' خدا کے لیے اپنا غصہ ٹھنڈا کیجئے۔ میرے دل پر چوٹ لگ رہی ہے اور مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ آپ کے بیٹے کا یہ کیا حال ہوا' اور وہ اور لڑکی دونوں کیوں کوئلے کی طرح سیاہ ہو گئے۔ آپ نے اس کو کافی نہ سمجھا اور اسے جوتوں سے مارا۔ اس نے جواب دیا کہ اے بھتیجے' یہ میرا لڑکا بچپن سے اپنی بہن کے عشق میں مبتلا تھا۔ میں اسے منع کرتا رہتا اور دل میں خیال کرتا کہ یہ ابھی بچے ہیں۔ بڑے ہو کر انھوں نے بدکاری شروع کر دی۔ جب میرے کان تک یہ خبر پہنچی تو مجھے اس کا یقین نہ آیا۔ پھر بھی میں نے اسے بہت ڈانٹا ڈپٹا۔ نوکروں نے بھی اس سے کہا کہ ایسی باتیں چھوڑ دے۔ ایسی بات نہ کبھی کسی نے پہلے کی ہے اور نہ بعد میں کرے گا۔ ایسا کرنے سے تو تو قیامت تک دوسرے بادشاہوں میں بھی بدنام ہو گا اور سوار ہماری یہ خبریں دور دور پہنچائیں گے۔ خبردار ایسی حرکت تجھ سے پھر سرزد نہ ہو! ورنہ بادشاہ ناراض ہو گا اور تمہیں قتل کر دے گا۔ میں نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا مگر اس چھنال کو اس سے بے حد عشق تھا' شیطان ان پر غالب تھا اور ان کی بدکاری کو اس نے ان کے سامنے خوبصورت رنگ میں پیش کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں نے اسے علیحدہ رکھا ہے تو اس نے زمین کے نیچے یہ مکان بنا کر آراستہ کیا اور کھانے پینے کی ساری چیزیں یہاں لا کر جمع کیں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔ اس

کی خبر اس نے مجھے بالکل نہ دی۔ جب میں شکار کے لیے گیا تو وہ یہاں چلا آیا۔ خدا نے لڑکے اور لڑکی کو سزا دی اور جلا کر راکھ کر دیا۔ لیکن آخرت کا عذاب اس سے

بھی زیادہ سخت ہو گا۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑا اور میں بھی اس کے ساتھ رونے لگا۔ اس نے مجھے دیکھ کہ کہا کہ اس کے بدلے اب تو میرا بیٹا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں اس خیال میں غرق تھا کہ دنیا میں کیسے کیسے حادثے پیش آتے ہیں اور وزیر کس طرح میرے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور میری آنکھ پھوڑ دی اور میرے چچیرے بھائی کے ساتھ کیا عجب واقعات پیش آئے۔ یہ سوچ کر میں رو پڑا اور میرا چچا بھی میرے ساتھ رونے لگا۔ اب ہم اوپر آئے اور پتر اور مٹی اپنی اپنی جگہ رکھ دی اور قبر کو پہلے کی طرح بند کر دیا۔

گھر واپس آکر بیٹھے ہی تھے کہ ڈھولوں اور بگلوں اور نقاروں اور جنگ آوروں کے نیزوں کی آوازیں سنائی دیں اور دیکھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے وہ گرد اٹھ رہی ہے کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ ہم دنگ تھے کہ یااللہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دریافت کرنے پر لوگوں نے کہا کہ جس وزیر نے آپ کے باپ کا ملک چھین لیا ہے' اس نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے آراستہ کیا اور بدوؤں کو اس میں نوکر رکھا اور اب ہمارے اوپر ایسے لشکر کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے جن کی تعداد ریت کی سی ہے اور جو گنے نہیں جا سکتے اور جن کے مقابلے کی طاقت کسی میں نہیں۔ انہوں نے بے خبری میں شہر پر حملہ کر دیا۔ شہر والوں میں ان کے روکنے کی قوت نہ تھی اور انہوں نے شہر کو حوالہ کر دیا۔ لڑائی میں میرا چچا کام آیا اور میں شہر کے باہر بھاگ گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر تو اس کے ہتھے چڑھا تو وہ تجھے بے قتل کیے نہ چھوڑے گا۔ اس خیال سے میرا رنج و غم اور بڑھ گیا اور وہ تمام واقعات میری آنکھوں کے آگے پھرنے لگے جو میرے باپ اور چچا کے ساتھ پیش آئے تھے اور میں سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اگر میں باہر نکلا تو شہر والے اور خود میرے باپ کے سپاہی مجھے پہچان لیں گے اور یہ میرے قتل و ہلاکت کا باعث ہو گا۔ بچنے کی کوئی اور سبیل مجھے نظر نہ آئی۔ سوائے

اس کے کہ میں داڑھی اور مونچھیں مونڈ ڈالوں۔ میں بھیس بدل کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور یہاں پہنچا تاکہ شاید مجھے کوئی امیرالمومنین اور خدا کے خلیفہ تک پہنچا دے اور میں اسے سے سارا قصہ اور اپنی واردات بیان کر دوں۔ رات کے وقت میں اس شہر میں پہنچا اور حیران کھڑا تھا کہ کہاں جاؤں؟ اتنے میں میں نے اس دوسرے قلندر کو دیکھا اور سلام کر کے کہا کہ میں پردیسی ہوں۔ اس نے کہا کہ میں بھی پردیسی ہوں۔ ہم میں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ تیسرا ساتھی وہاں پہنچا اور ہمیں سلام کر کے کہنے لگا کہ میں پردیسی ہوں۔ ہم نے کہ ہم بھی پردیسی ہیں۔ اب ہم تینوں ساتھ ہو لیے۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا اور قسمت ہمیں تمہارے پاس لے آئی۔ یہ ہے سبب میری داڑھی مونچھ منڈنے اور میری آنکھ پھوٹنے کا۔ لڑکی نے کہا کہ آداب بجا لا اور چلتا ہو۔ اس نے جواب دیا کہ دوسروں کی کہانی سنے بغیر نہ جاؤں گا۔ لوگوں کو اس کی کہانی پر بڑا تعجب ہوا اور خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ اس قلندر کی سی واردات میں نے سنی نہ دیکھی۔

- دوسرے قلندر کی کہانی

اب دوسرا قلندر آگے آیا اور زمین کو بوسہ دے کر کہنے لگا کہ اے بی بی' میں بھی مادرزاد کانا نہیں۔ میری کہانی ایسی عجیب و غریب ہے کہ اگر سوئی کی نوک سے آنکھوں کے گوشوں میں لکھی جائے تو عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت کا باعث ہو گا۔ وہ یہ ہے کہ میں بادشاہ اور بادشاہ زادہ ہوں۔ میں قرآن شریف کی ساتوں قراتوں سے واقف ہوں اور بہت سی اور کتابیں پڑھی ہیں اور عالموں سے بحث مباحثہ کیا ہے اور نجوم اور شاعروں کا کلام پڑھا ہے۔ سارے علوم میں مجھے اجتہاد کا درجہ حاصل ہے اور میرا ہم پلہ کوئی نہیں۔ میرا خط تمام خوش نویسوں کے خط سے بہتر ہے۔ اس وجہ سے میں تمام شہروں اور ملکوں اور ان کے بادشاہوں میں مشہور ہو گیا۔ جب میری خبر

ہندوستان کے راجہ تک پہنچی تو اس نے میرے باپ کے پاس پیغام بھیج کر مجھے بلوایا اور میرے باپ کے لیے شاہانہ تحفے تحائف بھیجے۔ میرے باپ نے چھ کشتیوں میں سامان بھر کر میرے ساتھ روانہ کر دیا۔ پورے ایک مہینے تک سمندر کا سفر کرنے کے بعد ہم خشکی پر اترے اور گھوڑوں کو کشتیوں میں سے نکالا اور دس اونٹوں پر تحفے تحائف لاد کر روانہ ہو گئے۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ ہم نے ایک غبار اٹھتا دیکھا جو پھیل کر چاروں طرف چھا گیا۔ ایک پہر دن چڑھے غبار ہٹا اور اس میں سے پچاس سوار شیروں کی طرح خونخوار اور زرہ بکتر پہنے نمودار ہوئے۔ ہم نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بدو ڈاکو ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہم محض چند نفر ہیں اور ہمارے ساتھ ہندوستان کے راجہ کے لیے دس اونٹوں پر تحفے تحائف لدے ہوئے ہیں تو وہ ہماری طرف بڑھے اور اپنے نیزے ہمارے سامنے کر دیے۔ ہم نے انگلیوں کے اشارے سے ان سے کہا کہ ہم ہندوستان کے مہاراجہ کے ایلچی ہیں' ہمیں نہ ستاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہ ہم اس کے ملک کے باشندے ہیں اور نہ اس کی رعایا۔ انہوں نے بعض غلاموں کو قتل کر دیا اور باقی بھاگ گئے۔ میں بھی زخمی ہو کر بھاگ نکلا۔ بدو مال اور تحفوں کے لوٹنے میں مشغول ہو گئے' جو ہمارے ساتھ تھے۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جاؤں۔ پہلے تو میں بڑا آدمی تھا اور اب بالکل ذلیل ہو گیا۔ چلتے چلتے میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا اور صبح تک ایک غار میں پناہ لی۔ پھر چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچا جہاں امن و امان تھا اور جو چہار دیواری سے محفوظ تھا۔ سردیاں وہاں سے گزر چکی تھیں اور بہار گلابوں کو لے کر آ پہنچی تھی۔ شہر گلزار تھا اور اس میں نہریں بہہ رہی اور چڑیاں گا رہی تھیں۔

وہاں پہنچ کر میں بہت خوش ہوا۔ کیونکہ میں چلتے چلتے تھک گیا اور غم سے میرا رنگ فق ہو گیا تھا اور میری حالت ابتر تھی۔ مگر میری سمجھ میں نہ آیا تھا کہ کہاں جاؤں؟ یہاں تک کہ میں ایک درزی کے پاس سے گزرا جو اپنی دوکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا اور اس نے سلام کا جوا دیا اور مرحبا کہا اور خوش ہوا۔ اس نے

مجھے دلاسا دیا اور میری غربت کا سبب پوچھا۔ میں نے سارا ماجرا اول سے آخر تک بیان کر دیا۔ اسے میری حالت پر بڑا افسوس ہوا اور کہنے لگا کہ اے جوان' اپنا حال کسی اور پر ظاہر مت کیجیو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس شہر کا بادشاہ تیرے ساتھ بدسلوکی نہ کرے۔ کیونکہ وہ تیرے باپ کا سخت دشمن ہے اور خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ پھر وہ کھانا لایا اور میں نے کھایا اور میرے ساتھ اس نے بھی کھایا۔ رات کے وقت ہم بات چیت میں مشغول رہے۔ اس نے اپنی دوکان کے بازو میں ایک کوٹھڑی میرے لیے مخصوص کر دی اور اوڑھنا بچھونا جس کی مجھے ضرورت تھی' لے آیا۔ تین روز مہمان رکھنے کے بعد اس نے کہا کہ کیا تجھے کوئی دستکاری آتی ہے جس کے ذریعے سے تو کما کھا سکے۔ میں نے کہا کہ میں فقیہ' عالم' کاتب' حساب داں اور خوش نویس ہوں۔ اس نے کہا کہ یہ تیری چیزیں ہمارے شہر میں بیکار ہیں۔ ہمارے شہر میں کوئی شخص سوائے تجارت کے لکھنا پڑھنا تک نہیں جانتا۔ میں نے کہا کہ واللہ' جن چیزوں کا میں نے تجھ سے ذکر کیا ہے' ان کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ اچھا' اپنی کمر باندھ اور کلہاڑی اور رسی لے کر جنگل سے لکڑیاں کاٹ لایا کر۔ اس سے تیرا کھانا پینا چلتا رہے گا جب تک کہ خدا تیری مصیبت دور کر دے۔ کسی سے یہ ذکر مت کیجیو کہ تو کون ہے ورنہ وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ پھر اس نے میرے لیے ایک کلہاڑی اور ایک رسی خریدی اور بعض لکڑہاروں کو بلا کر مجھے ان کے سپرد کر دیا۔ میں ان کے ساتھ روز جاتا اور دن بھر لکڑیاں کاٹتا اور سر پر لاد کر لاتا اور انہیں آدھ دینار میں بیچتا' کچھ اس میں سے کھانے پینے میں صرف کرتا اور کچھ بچا رکھتا۔ ایک سال تک میری یہ حالت رہی۔ اس کے بعد ایک روز میں اپنے دستور کے موافق جنگل میں گیا اور ساتھیوں سے دور جا پڑا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نشیب میں بہت سے درخت اور لکڑیاں ہیں۔ میں اس نشیب میں اترا اور وہاں ایک موٹے درخت کی جڑ دیکھی۔

جب میں اس کے آس پاس کھودنے اور مٹی ہٹانے لگا تو میری کلہاڑی ایک تانبے کے حلقے پر پڑی اور جھن سے آواز آئی۔ میں نے مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ وہ لکڑی کے تختے

میں جڑی ہوئی ہے۔ جب میں نے لکڑی پر سے مٹی دور کی تو مجھے اس کے نیچے زینہ نظر آیا۔ میں زینے کے نیچے اترا تو وہاں ایک دروازہ دکھائی دیا اور میں اس میں داخل ہو گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ اندر ای نہایت خوبصورت اور مضبوط محل ہے اور اس میں ایک نو عمر لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ جیسے ایک بیش بہا موتی' جسے دیکھ کر رنج و غم اور مصیبتیں دور اور جس کی گفتگو سے تکلیفیں زائل ہو جاتی ہیں اور جس کے سامنے بڑے بڑے ہوشیار لوگ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ بلند بالا' سینہ ابھرا ہوا' رخسار نرم نرم' چمک دار' صورت شکل ملیح' کالے کالے بالوں کے بیچ میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا اور سینے کی اٹھان کے اوپر اس کے دانت دمک رہے تھے۔

جب میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر اس کے خالق کے آگے سجدہ کیا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ تو کون ہے؟ انسان یا جن؟ میں نے کہا کہ انسان۔ اس نے پوچھا کہ تجھے یہاں کون لایا ہے؟ بولی "میں یہاں پچیس سال سے ہوں اور کبھی انسان کی شکل نہیں دیکھی۔" اس کی گفتگو میں شرینی تھی اور میں دل و جان سے اس پر قربان ہو چکا تھا۔ میں نے کہا کہ اے میرے آقا' میری خوش وقتی مجھے یہاں لائی ہے تا کہ میرا رنج و غم دور ہو جائے۔ اب میں نے اپنا سارا ماجرا اول سے آخر تک بیان کر دیا۔ اسے میرے حال پر ترس آیا اور رونے لگی اور کہا کہ اب دوسرا قصہ میرا سن۔ میں افتیاموس بادشاہ کی بیٹی ہوں جس کی حکومت جزیرہ آبنوس پر ہے۔ اس نے میری شادی میرے چچیرے بھائی سے کی تھی لیکن پہلی ہی رات مجھے ایک دیو جس کا نام جرجیس بن رجموس ہے اور جو ابلیس کا خالہ زاد بھائی ہے چرا کر اڑا لایا اور اس مکان میں اتارا اور ساری ضروری چیزیں یہاں لا کر رکھیں۔ مثلاً پوشاک' زیور' کپڑے' خانہ داری کی چیزیں' کھانا پینا وغیرہ وغیرہ۔ ہر دسویں روز ایک بار وہ یہاں آتا اور ایک رات رہ کر چلا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے خاندان کی مرضی کے خلاف مجھے لیا ہے۔ اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ

جب کبھی دن میں یا رات میں کوئی ضرورت پڑے تو میں ان دو سطروں پر ہاتھ پھیروں جو اس گولے پر لکھی ہوئی ہیں اور ہاتھ پھیرنے کے ساتھ میں اسے اپنے پاس دیکھوں گی۔ اسے گئے آج چار دن ہوئے ہیں اس کے آنے میں ابھی چھ دن باقی ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تو پانچ روز یہاں ٹھہرے اور اس کے آنے سے ایک روز پہلے چلا جائے۔ میں نے کہا کہ ہاں، کاش کہ یہ خواب سچا نکلے! وہ مارے خوشی کے اٹھ کھڑی ہوئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک محراب دار دروازے سے ہوتی ہوئی ایک نہایت عمدہ اور نفیس حمام میں پہنچی۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور اس نے بھی اپنے کپڑے اتار ڈالے اور غسل کیا اور باہر اکر ایک دیوان پر بیٹھ گئی اور مجھے اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور مشک آمیز شکر کا شربت لائی اور مجھے پلایا۔ پھر اس نے کہا کہ ذرا سو جا آرام کر لے کیونکہ تو تھکا ہوا ہے۔ "اچھا میری آقا" اب میں سو گیا اور مجھے یاد نہیں کہ کیا ماجرا گزرا اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے پاؤں داب رہی ہے۔ میں نے اسے دعا دی اور تھوڑی دیر ہم بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس نے کہا کہ خدا گواہ ہے کہ میں بڑی پریشان ہو رہی تھی کیونکہ پچیس سال سے میں یہاں زمین کے نیچے اکلی ہوں اور کسی سے بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے میرے لیے بھیجا۔ پھر اس نے پوچھا کہ اے جوان، تجھے شراب سے بھی شوق ہے؟ میں نے کہا کہ تیری مرضی۔ وہ نعمت خانے میں گئی اور ایک مہردار پرانی شراب کی بوتل لے آئی اور پھول پتیاں سجائیں اور یہ اشعار پڑھنے لگی:

"اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ تم آنے والے ہو تو ہم اپنے دل کا خون اور آنکھوں کی سیاہی راہ میں بچھا دیتے۔"

"اور ہم اپنے چہروں کو فرش بنا دیتے تاکہ ہم تمہیں دیکھیں اور تم ہماری پلکوں پر چلو۔"

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکی تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی محبت میرے دل

میں جاگزین ہو چکی تھی اور میرا رنج و غم دور ہو چکا تھا۔ رات تک ہم مے نوشی میں مشغول رہے اور رات اس کے ساتھ گزاری۔ اس جیسی حسین میں نے عمر بھر نہ دیکھی تھی۔ دوسرے روز دوپہر تک ایک مزہ جاتا اور ایک آتا تھا۔ میں نشے میں اتنا چور تھا کہ مجھے اپنی بھی خبر نہ رہی اور چلتا تو جھومتا جاتا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے پری جمال' اٹھ' میں تجھے زمین کے نیچے سے نکال کر اس دیو سے نجات دوں گا۔ وہ مسکرا کر کہنے لگی کہ قناعت کر اور چپ رہ۔ دس دن میں نو دن تیرے ہیں اور ایک دن دیو کا۔ میں نشے میں چور تھا۔ میں نے کہا کہ میں ابھی اس گولے کو توڑ ڈالتا ہوں جس پر نقش بنا ہوا ہے۔ دیو کو آنے دے' میں اسے قتل کر ڈالوں گا۔ میں دیووں کے قتل کرنے کا عادی ہوں۔ جب اس نے میری باتیں سنیں تو اس چہرہ زرد پڑ گیا اور کہنے لگی کہ خدا کے لیے ایسا نہ کر اور یہ شعر پڑھنے لگی:

"جس چیز میں تیری ہلاکت ہو اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھ۔"

جب وہ یہ شعر پڑھ چکی تو میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور گولے پر زور سے ٹھوکر ماری۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## تیرہویں رات

جب تیرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ دوسرے قلندر نے لڑکی سے کہا کہ اے بی بی' میں نے گولے پر ٹھوکر ماری ہی تھی کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور بجلیاں چمکنے اور کڑکنے لگیں اور زمیں میں زلزلہ آیا اور دنیا تاریک ہو گئی۔ اب میرا نشہ ہرن ہو گیا اور میں نے اس سے کہا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا کہ دیو آ پہنچا۔ کیا میں نے اس بات سے تجھے خبردار نہیں کیا تھا؟ واللہ' تو نے مجھے بڑی مصیبت میں گرفتار کیا۔ اب اپنی جان لے کر بھاگ اور جس راستے سے آیا ہے' اس سے چلتا ہو۔ مارے ڈر کے میں اپنے جوتے اور کلہاڑی وہیں بھول آیا۔ جب میں نے دو سیڑھیاں چڑھنے کے بعد پھر کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ زمین پھٹی اور اس میں سے ایک کالا بھجنگ دیو نکلا اور کہنے لگا کہ یہ کیا شور و غل مچا رکھا ہے؟ کون سی مصیبت تجھ پر آ پڑی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ میرا دل ذرا گھبرا رہا تھا اور اس گھبراہٹ کے دور کرنے کے لیے میں نے شراب پی لی اور حاجت رفع کرنے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی' مگر میرے سر میں چکر آیا اور میں گولے پر گر پڑی۔ دیو نے کہا کہ تو جھوٹی ہے' اے چھنال! پھر وہ ادھر ادھر محل میں دیکھنے لگا اور اس کی نظر جوتوں اور کلہاڑی پر پڑی اور اس نے کہا کہ یہ تو انسان کا پہناوا ہے۔ سچ بتا کہ تیرے پاس کون آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے ان چیزوں کو ابھی دیکھا ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو انہیں لایا ہے۔ دیو نے کہا کہ یہ ناممکن ہے' اے رنڈی! اب اس نے اسے ننگا کر کے شہتیروں کے بیچ میں باندھ دیا اور اسے مارنے پیٹنے لگا اور کہا کہ اقرار کر۔ اس کے رونے سے میرا دل کڑھنے لگا اور میں زینے پر چڑھ کر چلا گیا اور خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ جب میں اوپر پہنچ گیا تو گھیرے کو اپنی جگہ پر رکھ کر اسے مٹی سے پاٹ دیا۔ اپنے کیے پر میں سخت پشیمان تھا اور وہ

رہ کر اس لڑکی اور اس کے حسن و جمال کا خیال آتا تھا اور یہ کہ وہ ملعون اسے نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں پہنچائے گا اور یہ پچیس سال اس نے کس طرح کاٹے ہوں گے اور میری وجہ سے اس پر کیا مصیبت نازل ہوئی۔ پھر میں اپنے باپ اور اس کی بادشاہی کو سوچنے لگا اور یہ کہ میں کس طرح لکڑہارا بنا اور عیش و عشرت کے بعد میری زندگی کیسی تلخ ہو گئی۔ یہ باتیں سوچ کر میں رونے اور یہ شعر پڑھنے لگا:

"اگر زمانہ کسی روز تجھے مصیبت میں مبتلا کرے تو دلگیر مت ہو کیونکہ ایک روز تیرے سامنے عیش و آرام آئے گا اور ایک روز تکلیف۔"

وہاں سے چل کر میں اپنے دوست کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے پیچھے سخت پریشان ہے اور میری راہ دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ کل رات بھر میرا جی تجھ میں لگا رہا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں کسی درندے وغیرہ سے تو پالا نہیں پڑا لیکن میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ تو صحیح و سلامت ہے۔ میں نے اس کی محبت کا شکریہ ادا کیا اور اپنی کوٹھڑی میں چلا گیا اور اپنی ساری سرگزشت پر سوچ میں پڑ گیا اور اپنی بیہودگی اور اس گولے کو ٹھکرانے پر لعنت ملامت کرنے لگا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ میرا دوست درزی اندر آیا اور کہنے لگا کہ اے جوان' باہر آ ایک عجمی بوڑھا تجھے تلاش کر رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں تیری کلہاڑی اور تیرے جوتے ہیں۔ انہیں لے کر وہ لکڑہاروں کے پاس آیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ جس وقت موذن نے فجر کی اذان دی اس وقت میں گھر سے نکلا تو یہ دونوں چیزیں مجھے پڑی ملیں اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ کس کی ہیں۔ تم مجھے ان کے مالک کا پتہ بتا دو۔ لکڑہارے اسے لے کر تیرے پاس آئے ہیں کیونکہ وہ تیری کلہاڑی پہچانتے ہیں۔ وہ شخص میری دوکان میں بیٹھا ہوا ہے۔ چل اور اس کا شکریہ ادا کر اور اپنی کلہاڑی اور جوتے اس سے لے لے۔ جب میں نے اس سے یہ سنا تو میرا رنگ فق ہو گیا اور میری حالت دگرگوں ہو گئی۔ میں اسی حالت میں تھا کہ میری کوٹھڑی کا فرش پھٹا اور وہی عجمی اس میں سے نمودار

ہوا اور نکلتے ہی اس نے فوراً دیو کی صورت اختیار کر لی۔ اس نے اس لڑکی کو بہت مارا پیٹا تھا لیکن اس نے کسی بات کا اقرار نہیں کیا۔ تب دیو نے کلہاڑی اور جوتے ہاتھ میں لیے اور لڑکی سے کہنے لگا کہ اگر میرا نام جرجیس ہے اور میں ابلیس کے خاندان سے ہوں تو میں اس کلہاڑی اور ان جوتوں کے مالک کو پکڑ کر ابھی یہاں لاتا ہوں۔ اس بہانے سے وہ لکڑہاروں کے پاس گیا اور پھر میرے یہاں پہنچا۔ اس نے مجھے ذرا بھی مہلت نہ دی بلکہ فوراً مجھے اٹھا کر ہوا میں اڑ گیا۔ پھر وہ اترا اور زمین کی اندر گھس گیا۔

مجھے اپنی خبر بالکل نہ تھی۔ پھر وہ اسی محل میں آ نکلا جہاں میں نے وقت گزارا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لڑکی ننگی بندھی پڑی ہے اور اس کے بدن سے خون جاری ہے۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اب دیو نے اسے پکڑ کر کہا کہ اے رنڈی' بتا کہ یہی تیرا آشنا ہے؟ اس نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ میں اسے بالکل نہیں پہچانتی اور اس وقت سے پہلے میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ دیو نے اس سے کہا کہ اتنی مار پیٹ پر بھی تو اقرار نہیں کرتی۔ لڑکی نے کہا کہ میں نے آج تک اس کی شکل نہیں دیکھی اور خدا اجازت نہیں دیتا کہ میں کسی پر بہتان رکھوں۔ دیو نے کہا کہ اگر تو اسے نہیں جانتی تو یہ تلوار لے اور اس کا گلا کاٹ ڈال۔ لڑکی تلوار لے کر میرے پاس آئی اور میرے سر پر کھڑی ہو گئی۔ میں نے اس کی طرف اپنی بھوؤں سے اشارہ کیا اور میرے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ میرا اشارہ سمجھ گئی اور مجھے اشارے سے جواب دیا کہ یہ سب کچھ تیرا ہی کرا دھرا ہے۔ میں نے اشارے سے کہا کہ یہ وقت معاف کر کرنے کا ہے۔

اے میری آقا' اب اس لڑکی نے تلوار پھینک دی اور کہنے لگی کہ میں ایک ایسے شخص کی کس طرح گردن ماروں جس کو نہ میں جانتی ہوں اور جس نے کبھی میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ یہ میرے دین و مذہب میں روا نہیں۔ یہ کہہ کر وہ ٹھٹھک گئی۔ دیو نے کہا کہ آشنا کا قتل کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ وہ ایک رات تیرے ساتھ

سویا ہے۔ تو تکلیفیں برداشت کر رہی ہے مگر اقرار نہیں کرتی کہ تیرا آشنا یہی ہے۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ ہم جنس کو ہم جنس سے محبت ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر دیو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے انسان تو بھی اسے نہیں پہچانتا؟ میں نے کہا کہ میں کیا جانوں یہ کون ہے۔ اس سے پہلے میں نے اس کی صورت تک نہیں دیکھی۔ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو یہ تلوار لے اور اس کی گردن اڑا دے۔ پھر میں تجھے چھوڑ دوں گا اور تیرا جہاں جی چاہے' جائیو اور تیرے اوپر کوئی سختی نہ کروں گا کیونکہ مجھے یقین آ جائے گا کہ تو اسے ہرگز نہیں جانتا۔ میں نے کہا کہ بہت خوب اور تلوار لے کر خوش خوش آگے بڑھا اور اپنے ہاتھ اٹھائے۔ لڑکی نے اپنی بھوؤں سے اشارہ کر کے کہا کہ میں نے تیرا کوئی گناہ نہیں کیا۔ کیا اس کا بدلہ یہی ہے؟ میں اس کا اشارہ سمجھ گیا اور اپنی آنکھ سے اشارہ کر کے میں نے کہا کہ میں تجھے بچانے کی خاطر اپنی جان قربان کر دوں گا۔ میرے آنسو ڈبڈبا آئے اور میں نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور کہنے لگا کہ اے زبردست دیو اور اے بہادر سورما' جب ایک عورت نے جس کی عقل اور جس کا دین ناقص ہوتا ہے میری گردن مارنے کو حرام سمجھا تو میرے لیے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کی گردن ماروں اور میں نے اسے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ میں ہرگز ایسا نہ کروں گا' خواہ تو مجھے موت کے گھاٹ ہی کیوں نہ اتار دے۔ دیو نے کہا کہ تم دونوں میں سازش ہے۔ میں ابھی تمہارے کیے کا مزہ چکھاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار اٹھا لی اور لڑکی کے ہاتھ پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر گر پڑا۔ پھر دوسرا وار کیا اور دوسرا ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اسی طرح چار وار کر کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ میں یہ دیکھ رہا تھا اور مجھے اپنی موت کا یقین آتا جاتا تھا اور لڑکی میری طرف آنکھوں سے اشارہ کر رہی تھی گویا وہ مجھ سے رخصت ہو رہی ہے۔ دیو نے اس سے کہا کہ تو اپنی آنکھ سے بدفعلی کر رہی ہے اور ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر اڑ گیا۔

اب وہ دیو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے انسان ہمارے مذہب میں یہ ہے

کہ اگر بیوی زنا کرے تو ہمارے لیے اس کا خون حلال ہے۔ اس لڑکی کو میں اس کے نکاح کی رات اٹھا لایا تھا اور اس وقت اس کی عمر بارہ سال تھی۔ وہ میرے سوا کسی سے واقف نہ تھی۔ میں ہر دسویں دن ایک رات کے لیے اس کے پاس آتا اور عجمی کے بھیس میں ظاہر ہوتا تھا۔ اب جبکہ مجھے یقین آ گیا کہ اس نے خیانت کی تو میں نے اسے قتل کر دیا مگر تیرے متعلق ابھی تک مجھے تحقیق نہیں ہوئی کہ آیا تو نے خیانت کی کہ نہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ میں تجھے بھی آرام سے نہ رہنے دوں گا۔ مانگ' کیا چاہتا ہے" اے میرے آقا' اس پر میں بے حد خوش ہوا اور کہا کہ تجھ سے کیا مانگوں؟ اس نے کہا کہ یہ مانگ کہ میں جادو سے تجھے کیا بنا دوں' کتا یا گدھا یا بندر؟ مجھے امید تھی کہ وہ مجھے معاف کر دے گا اس لیے میں نے کہا' واللہ اگر تو مجھے معاف کر دے گا تو ایک مسلمان کو معاف کرنے کے صلے میں خدا بھی تجھے معاف کر دے گا اور اذیت نہ دے گا۔ میں بڑی خوشامد درامد کرنے لگا اور اس کے سامنے رہتا اور اس سے کہتا جاتا تھا کہ میں مظلوم ہوں۔ اس نے کہا کہ اب زیادہ باتیں نہ بنا۔ تیرا قتل کرنا میرے لیے مشکل نہیں لیکن میں تجھے اختیار دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے دیو مجھے معاف کر دینا تیری شان کے شایاں تر ہے۔ اس لیے مجھے معاف کر دے جس طرح کہ محسود نے حاسد کو معاف کر دیا تھا۔ دیو نے کہا کہ وہ کیسے؟

- حاسد اور محسود کی کہانی

میں نے کہا کہ اے دیو' کہتے ہیں کہ کسی شہر میں دو شخص رہتے تھے۔ ان کے مکان اس طرح ملے ہوئے تھے کہ دونوں کے درمیان دیوار حائل تھی۔ ان میں سے ایک شخص دوسرے پر حسد کرتا اور اس پر نظر لگاتا اور اس کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا اور ہر وقت اس پر رشک کھاتا تھا۔ اس کا حسد یہاں تک بڑھا کہ اس کے کھانے

پینے اور میٹھی نیند سونے میں کمی آ گئی۔ لیکن محسود کی حالت بہتر ہوتی رہی۔ حاسد جتنی زیادہ کوشش کرتا محسود اتنا ہی زیادہ بڑھتا پھلتا اور پنپتا۔ جب محسود کو معلوم ہوا کہ اس کا پڑوسی اس پر حسد کرتا اور اس کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ پڑوس چھوڑ کر اس کے گھر سے دور جا بسا اور کہنے لگا کہ واللہ' اگر اس کی وجہ سے مجھے دنیا چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دوں گا۔ اب اس نے ایک دوسرے شہر میں جا کر سکونت اختیار کی اور اپنے لیے ایک چھوٹا سا ٹکڑا زمین کا خریدا جس میں ایک قدیم نہر کا کنواں تھا۔ اس کنویں پر اس نے ایک حجرہ بنوایا اور اس کے لیے تمام ضروریات کی چیزیں خریدیں اور اس میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کرنے لگا۔ ہر طرف سے فقرا اور مساکین اس کے پاس آتے یہاں تک کہ اس کا نام سارے شہر میں مشہور ہو گیا۔ اب اس کے حاسد پڑوسی کو بھی خبر ملی کہ وہ کتنا بڑا ہو گیا ہے اور شہر کے بڑے بڑے لوگ اس کے پاس آتے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ حجرے میں پہنچا۔ محسود پڑوسی نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اسے بڑی عزت سے رکھا۔ اب حاسد نے کہا کہ مجھے تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں جس کی وجہ سے میں یہاں تیرے پاس آیا ہوں اور میں تجھے ایک خوش خبری سنانا چاہتا ہوں' اٹھ اور اپنے حجرے میں میرے ساتھ چل۔ محسود اٹھ کھڑا ہوا اور حاسد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر حجرے کے کنارے تک گیا۔ حاسد نے کہا کہ فقیروں سے کہہ دے کہ باہر چلے جائیں کیونکہ میں تجھ سے بطور راز کے کچھ کہنا چاہتا ہوں جسے کوئی اور سننے نہ پائے۔ محسود نے فقیروں سے کہا کہ تم لوگ باہر چلے جاؤ' اور سب اس کے کہنے پر باہر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں اس پرانے کنویں پر پہنچے اور حاسد نے محسود کو دھکا دے کر کنویں کے اندر دھکیل دیا اور کسی کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ حاسد وہاں سے چلتا ہوا اور وہ سمجھا کہ محسود مر گیا ہو گا۔

اس کنویں میں جنات رہتے تھے۔ انہوں نے اسے آہستہ آہستہ نیچے اتار کر ایک پتھر پر بٹھا دیا اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ مگر ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے حاسد

سے کنارہ کشی کر کے ہمارے شہر میں آیا اور یہ حجرہ بنایا ہے اور جس نے ہمیں خدا کی عبادت اور قرآن خوانی سے مانوس کیا ہے۔ لیکن اس کا حاسد چل کر یہاں آیا اور اس سے ملاقات کی اور اسے دھوکے سے یہاں تمہارے پاس پھینک دیا۔ یہاں اس کی آمد کی خبر آج ہی رات اس شہر کے بادشاہ کو پہنچی ہے اور وہ کل اپنی بیٹی کے بارے میں اس کے پاس آنے والا ہے۔ ایک جن نے پوچھا کہ بیٹی کا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ دیوانی ہو گئی ہے اور میمون بن دمدم اس پر عاشق ہے۔ اگر بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ اس کا علاج کیا ہے تو وہ اسے اچھا کر سکتا ہے' اور علاج بالکل آسان ہے۔ ایک جن نے پوچھا کہ کیا علاج ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کالی بلی جو اس شخص کے پاس حجرے میں ہے اور جس کی دم کی نوک پر ایک سفید داغ ہے' اگر اس کے سات سفید بال لیے جائیں اور ان کی دھونی بیمار کو دی جائے تو وہ خبیث اس کے سر پر سے چلا جائے گا اور پھر کبھی نہ لوٹے گا اور وہ فوراً اچھی ہو جائے گی۔

اے دیو' محسود ان تمام باتوں کو سن رہا تھا۔ جب صبح کی پو پھٹی اور روشنی ہونی شروع ہوئی تو فقیر لوگ شیخ کے پاس آنے لگے اور دیکھا کہ وہ کنویں کے اندر سے نکل رہا ہے تو ان کے دلوں میں اس کی بڑی عزت ہوئی۔ محسود کو معلوم تھا کہ بس کالی بلی ہی علاج ہے' اس لیے اس نے اس کی دم کے سفید داغ میں سے سات بال نوچ کر اپنے پاس رکھ لیے۔ ابھی سورج نہ نکلا تھا کہ بادشاہ مع لشکر کے پہنچ گیا۔ بادشاہ اور اراکین اندر داخل ہوئے اور باقی فوج کو باہر ٹھہرنے کا حکم ملا۔ جب بادشاہ محسود کے حجرے میں داخل ہوا تو اس نے اس کا خیر مقدم کیا اور اپنے پاس بٹھایا اور اس سے کہا کہ کیا میں تیرے آنے کی وجہ بیان کروں؟ بادشاہ نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ تو میرے ملنے کے لیے آیا ہے کیونکہ تیرے دل میں یہ خیال ہے کہ تو اپنی بیٹی کے بارے میں مجھ سے سوال کرے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے نیک مرد' درست ہے۔ محسود نے کہا کہ اسے بلوا بھیج اور خدا نے چاہا تو وہ فوراً اچھی ہو جائے گی۔ بادشاہ

نے خوش ہو کر اپنی بیٹی کو بلوایا۔ جب لوگ اسے لائے تو اس کی مشکیں بندھی ہوئی اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ محمود نے اسے بٹھا کر اس کے اوپر کپڑا ڈال دیا اور بال نکال کر ان کی دھونی دی۔ جن جو اس کے سر پر سوار تھا چلا کر بھاگا اور لڑکی اپنے آپے میں آ گئی اور اس نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ یہ کیا قصہ ہے؟ مجھے کون اس جگہ لایا ہے؟ بادشاہ بے انتہا خوش ہوا اور لڑکی کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور شیخ کے ہاتھ چومے۔ اب وہ اراکین کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تمہارے خیال میں وہ شخص کس انعام کا مستحق ہے جس نے میری بیٹی کو اچھا کیا؟ انہوں نے کہا کہ اس کی شادی اس سے ہو جانی چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو اور اس نے اپنی بیٹی کو اس سے بیاہ دیا اور محمود بادشاہ کا داماد بن گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وزیر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ اب کسے وزیر بنانا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ اپنے داماد کو' اور محمود وزیر ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ فوت ہو گیا تو لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب کسے بادشاہ بنایا جائے اور یہ فیصلہ ہوا کہ وزیر کو۔ اب انہوں نے وزیر کو بادشاہ بنا دیا اور وہ بادشاہ ہو کر حکومت کرنے لگا۔

ایک روز وہ گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اور حاسد بھی اسی راستے سے گزر رہا تھا۔ محمود شاہانہ لباس پہنے اپنے امرا اور وزرا اور رؤسا کے درمیان میں تھا۔ اس کی آنکھ اپنے حاسد پر پڑی اور اس نے اپنے ایک وزیر سے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لے آ لیکن وہ ڈرنے نہ پائے۔ وزیر گیا اور حاسد پڑوسی کو لے آیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے خزانے سے ایک ہزار مثقال سونا دے دو اور بیس بوجھ ساز و سامان کے' اس کے ساتھ کر دو اور پہرے کے ہمراہ اسے اس کے شہر میں بھجوا دو۔ بادشاہ اس سے رخصت ہو کر واپس گیا لیکن اس کے کرتوتوں کی سزا نہیں دی۔

دیکھو اے دیو' کہ محمود نے حاسد کو کس طرح معاف کر دیا حالانکہ اس نے ابتدا ہی سے کیسا حسد کیا تھا' پھر اذیت پہنچائی' پھر سفر کر کے اس کے پاس پہنچا اور اسے کنویں میں گرا دیا کہ وہ مر جائے۔ لیکن اس نے تکلیف کا بدلہ تکلیف نہیں دیا بلکہ اس

کو معاف کر دیا اور اس سے درگزر کی۔ اے میری آقا' اس کے بعد میں اتنا رویا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ تھا۔ دیو نے کہا کہ یا تو میں تجھے مار ڈالوں گا اور اگر نہ بھی مارا تو تجھے بالکل معاف کرنے کا تو ہرگز نہیں۔ کم از کم میں تجھ پر جادو ضرور کروں گا۔ اب اس نے جھپٹ کر مجھے زمین سے اٹھا لیا اور ہوا میں لے کر اڑ گیا یہاں تک کہ زمین مجھے ایسی معلوم ہوئی جیسے کہ پانی کے بیچ میں پیالہ۔ پھر اس نے مجھے ایک پہاڑ پر اتارا اور تھوڑی سی مٹی لی اور اس پر کچھ آہستہ آہستہ پڑھ کر پھونکا اور وہ مٹی میرے اوپر چھڑک دی اور کہنے لگا کہ اس صورت کو چھوڑ کر بندر بن جا۔ اس وقت سے میری شکل صد سالہ بندر کی سی ہو گئی۔ جب میں نے اپنے آپ کو اس قدر بدصورت دیکھا تو میں اپنے اوپر رونے لگا اور زمانے کے ظلم و ستم پر صبر اختیار کیا اور مجھے یقین آ گیا کہ زمانہ کسی کا بھی نہیں ہوتا۔ اب میں پہاڑ سے نیچے اترا اور دیکھا کہ ایک بڑا وسیع جنگل ہے۔ چلتے چلتے ایک مہینے کے بعد میں سمندر کے کنارے پہنچا۔ ایک پہر کے قریب میں وہاں ٹھہرا ہوں گا کہ سمندر میں ایک کشتی نظر آئی جس کی خوشبو پھیلی معلوم ہوتی تھی اور جو خشکی کی طرف آ رہی تھی۔ میں جنگل میں ایک طرف ہو کر ایک چٹان کے پیچھے چھپ گیا اور کشتی کے پہنچنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں اس کے اندر چلا گیا۔ ایک مسافر نے کہا کہ اس منحوس کو یہاں سے نکالو۔ ناخدا نے کہا کہ ہم کو چاہیے کہ اسے مار ڈالیں۔ دوسرے نے کہا کہ میں ابھی اس تلوار سے اس کا خاتمہ کیے دیتا ہوں۔ میں نے ناخدا کا دامن پکڑ لیا اور رونے لگا یہاں تک کہ میرے آنسو بہنے لگے۔ ناخدا کو میرے اوپر ترس آیا اور وہ کہنے لگا کہ اے سوداگرو' اس بندر نے مجھ سے پناہ مانگی اور میں نے اسے پناہ دی ہے اور اب وہ میری پناہ میں ہے اس لیے کوئی اس پر حملہ نہ کرے اور نہ اسے پریشان کرے۔

ناخدا میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا اور جو کچھ وہ کہتا میں سمجھ جاتا اور اس کی ساری ضروریات پوری کر دیتا اور کشتی میں اس کی خدمت کرتا اور وہ مجھ سے محبت کرتا۔ پچاس دن تک موافق ہوا کے ساتھ چلنے کے بعد ہم نے ایک بڑے شہر کے پاس لنگر

ڈالا جس کی آبادی اتنی زیادہ تھی کہ اس کا گننا سوائے خدا کے اور کسی کے لیے ممکن نہ تھا۔ جب ہم وہاں پہنچ گئے اور کشتی ٹھہری تو اس شہر کے بادشاہ کے کارندے ہمارے پاس آئے اور تمام سوداگروں کو صحیح و سلامت پہنچنے پر مبارکباد دی اور کہنے لگے کہ ہمارا بادشاہ تمہاری سلامتی پر تم کو مبارک باد دیتا ہے اور اس نے تمہارے پاس یہ کاغذ کا ورق بھیجا ہے تاکہ تم میں سے ہر شخص اس پر ایک ایک سطر لکھے۔ قصہ یہ ہے کہ بادشاہ کا ایک خوش نویس وزیر تھا' وہ فوت ہو گیا ہے اور بادشاہ نے قسم کھائی ہے اور بڑے بڑے حلف اٹھائے ہیں کہ اب وہ اسی شخص کو وزیر بنائے گا جو اس کی طرح خوش نویس ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے وہ ورق جس کی لمبائی دس ہاتھ اور چوڑائی ایک ہاتھ تھی سوداگروں کو دیا تاکہ جس جس کو لکھنا آتا ہو وہ لکھیں۔ میں اٹھا اور میں بندر کی شکل میں تھا' اور ان کے ہاتھ سے وہ ورق لے لیا۔ لوگ ڈرے کہ کہیں میں اس کو پھاڑ نہ ڈالوں اور وہ مجھے جھڑکنے لگے۔ میں نے اشارے سے انہیں سمجھایا کہ میں لکھوں گا۔ ناخدا نے اشارے سے کہا کہ اسے لکھنے دو۔ اگر اس نے کچھ گڑبڑ کی تو میں اسے نکال دوں گا اور اگر اچھی طرح لکھا تو میں اسے اپنا بیٹا بنا لوں گا۔ میں نے اس سے زیادہ سمجھدار بندر آج تک نہیں دیکھا۔ اب میں نے قلم پکڑا اور دوات سے روشنائی لی اور رقائی اور ریحانی اور ثلث اور نسخ اور طومار اور محقق خطوں میں دو دو شعر لکھے اور کاغذ ان کو دے دیا۔ ان میں سے بھی ہر ایک نے ایک ایک سطر لکھی۔

اسے لے کر وہ بادشاہ کے پاس گئے۔ جب بادشاہ نے اس کاغذ کو دیکھا تو اسے سوائے میرے خط کے اور کسی کا خط پسند نہ آیال۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ اس خط کے لکھنے والے کے پاس جاؤ اور اسے خچر پر سوار کر کے نوبت نقارے کے ساتھ یہاں لے آؤ' اور اسے نفیس کپڑے پہنا کر میرے حضور میں پیش کرو۔ جب انہوں نے بادشاہ کی باتیں سنیں تو وہ مسکرانے لگے۔ بادشاہ ان پر ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ اے حرام زادو' میں تم سے ایک کام کے لیے کہتا ہوں اور تم مجھ پر ہنستے ہو۔ انہوں نے کہا

کہ بادشاہ سلامت' ہمارے ہنسنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت' آپ حکم دیتے ہیں کہ ہم اس شخص کو آپ کے

روبرو شخص کریں جس نے یہ خط لکھا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ لکھنے والا بندر ہے' آدمی نہیں اور وہ کشتی کے ناخدا کے ساتھ ہے! بادشاہ نے کہا کہ کیا تم سچ کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جی حضور' آپ کی بخششوں کی قسم۔ بادشاہ کو ان کی بات پر تعجب ہوا اور وہ مارے خوشی کے جھومنے لگا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ناخدا سے اس بندر کو خرید لوں۔ اس نے کشتی میں ایک ایلچی بھیجا اور خچر اور لباس اور نوبت نقارے اس کے ساتھ کر دیئے اور کہنے لگا کہ تم ضرور اس کو یہ کپڑے پہناؤ اور خچر پر سوار کرو۔ ان سب چیزوں کو لے کر کشتی میں جاؤ اور اسے لے آؤ۔ وہ لوگ کشتی میں آئے اور مجھے ناخدا سے لے لیا اور مجھے کپڑے پہنائے اور خچر پر سوار کیا۔ لوگ حیران تھے اور سارا شہر تہ و بالا تھا اور سب کے سب میرا مذاق اڑاتے تھے۔ جب وہ مجھے لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور اس نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا تو میں نے اس کے آگے تین بار زمین کو بوسہ دیا۔ اس نے حکم دیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ میرا شعور و تمیز دیکھ کر تمام حاضرین اچنبھے میں تھے اور سب سے زیادہ اچنبھا خود بادشاہ کو تھا۔ بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اٹھ جائیں اور وہ اٹھ گئے اور سوائے میرے اور اور بادشاہ اور خواجہ سرا اور ایک کم سن غلام کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ بادشاہ کے حکم سے دسترخوان لگایا گیا اور اس پر قسم قسم کا نرم گوشت چنا گیا بالخصوص ان جانوروں کا گوشت جو اڑتے اور گھونسلوں میں جفتی کھاتے ہیں مثلاً بٹیر اور تیتر اور تمام قسم کی چڑیاں۔ بادشاہ نے میری طرف اشارے سے کہا کہ میں اس کے ساتھ کھاؤں۔ میں اٹھا اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور بیٹھ کر اس کے ساتھ کھانے لگا۔ اب دسترخوان بڑھایا گیا اور میں نے سات بار ہاتھ دھوئے اور قلم دوات لے کر چند اشعار لکھ دیئے اور اٹھ کر دور جا بیٹھا۔

جب بادشاہ نے دیکھا کہ میں نے کیا لکھا ہے اور اسے پڑھا تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ بندر اور یہ فصاحت اور خوش خطی۔ واللہ' یہ ایک اعجوبہ ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کے لیے خاص شراب شیشے میں رکھ کر لائی گئی۔ اس نے اسے پی کر میرے آگے بڑھا دیا۔ میں نے زمین کو بوسہ دیا اور پی گیا۔ بادشاہ اچنبھے میں پڑ گیا اور کہنے لگا کہ اگر اتنا علم کسی انسان میں ہوتا تو وہ اپنے زمانے میں یکتا ہوتا۔ اس کے بعد بادشاہ کے لیے شطرنج کی بساط بچھائی گئی اور اس نے کہا کہ کیا تو میرے ساتھ کھیلے گا؟ میں نے سر سے اشارہ کیا کہ جی ہاں' اور آگے بڑھا اور شطرنج رکھی۔ ہم نے دو بازیاں کھیلیں اور میں نے دونوں میں مات دی۔ بادشاہ دنگ رہ گیا۔ پھر میں نے دوات قلم لے کر ایک پرچے پر اور دو اشعار لکھ دیے۔ بادشاہ اسے پڑھ کر متعجب اور خوش اور بشاش ہو گیا اور اس لیے خواجہ سرا سے کہا کہ اپنی مالکہ ست الحسن کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ بادشاہ کے پاس آ کر باتیں کر اور عجیب و غریب بندر کے ساتھ دل خوش کر۔ خواجہ سرا گیا اور مالکہ کو لے آیا۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ اباجان' یہ آپ کو کس طرح گوارا ہے کہ آپ نے مردوں کے ساتھ دل بہلانے کے مجھے بلوایا؟ اس نے کہا کہ اے ست الحسن' میرے پاس سوائے چھوٹے غلام اور مقدم کے جس نے تیری پرورش کی ہے اور کوئی نہیں اور میں تیرا باپ ہوں' آخر تو منہ کس سے چھپاتی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بندر ایک نوجوان شہزادہ ہے۔ اس کے باپ کا نام افتیاادوس ہے۔ اس پر' جرجیس دیو نے جو ابلیس کا رشتہ دار ہے' جادو کیا ہے اور اس کی بیوی کو جو افتاموس بادشاہ کی بیٹی تھی مار ڈالا ہے۔ جس کو آپ بندر سمجھتے ہیں وہ ایک عالم اور عاقل شخص ہے۔

بادشاہ کو اپنی بیٹی کی باتوں پر تعجب ہوا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ جو کچھ یہ تیری بابت کہتی ہے وہ کیا سچ ہے؟ میں نے سر سے اشارہ کر کے کہا کہ جی ہاں' اور رونے لگا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کہاں سے معلوم ہوا کہ اس پر جادو

کیا گیا ہے؟ اس نے کہا کہ اباجان، جب میں چھوٹی تھی تو میرے پاس ایک بڑی ہوشیار بڑھیا جادوگرنی تھی۔ اس نے مجھے جادو اور عمل سکھایا ہے۔ مجھے وہ برزبان یاد ہے اور ہمیں تکمیل کا درجہ حاصل ہے۔ اس کے ایک سو ستر کرتب مجھے ازبر ہیں۔ ان میں سے سب سے چھوٹا یہ ہے کہ میں تیرے شہر کی اینٹ اینٹ کوہ قاف کے پیچھے پھینک سکتی اور شہر کو سمندر اور اہالی کو اس کے اندر مچھلیاں بنا سکتی ہوں۔ باپ نے کہا کہ بیٹی تجھے میری جان کی قسم، اس جوان کا جادو توڑ دے تاکہ میں اسے اپنا وزیر بنا لوں کیونکہ وہ نوجوان ہے اور عالی ظرف اور دانش مند۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ میں ایک چھری لی اور اس سے ایک کنڈل کھینچا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کے کہنے کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چودھویں رات

جب چودھویں رات ہوئی تو اس نے کہنا شروع کیا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------
قلندر نے لڑکی سے کہا کہ اے میری آقا' شہزادی نے اپنے ہاتھ میں ایک چھری لی جس پر عبرانی زبان میں نام لکھے ہوئے تھے اور اس سے محل کے بیچ میں ایک کنڈل کھینچا اور اس میں کچھ نام اور کچھ جادو کی باتیں لکھیں اور کچھ جادو پڑھا جس میں سے کچھ تو سمجھ میں آتا تھا اور کچھ سمجھ سے باہر تھا۔ ایک لمحہ کے بعد ہمارے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور وہی دیو اپنی اصلی شکل و صورت میں ہمارے پاس آکھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ جیلیوں کی طرح تھے اور پاؤں مسطولوں کی طرح اور دونوں آنکھیں آگ کے شعلوں کی طرح۔ ہم اسے دیکھ کر ڈر گئے۔ شہزادی نے کہا کہ تیرے لیے نہ تو خوش آمدی اور نہ سلام۔ دیو نے شیر کی صورت اختیار کر کے کہا کہ اے دغاباز' تو نے عہد و پیمان توڑ ڈالا۔ کیا ہم نے باہم عہد و پیمان نہ کیا تھا کہ کوئی دوسرے کی مخالفت نہ کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ اے مردود' کیا تجھ جیسے سے میں کوئی عہد و پیمان کر سکتی ہوں! دیو نے کہا کہ اچھا لے' وہ آیا۔ اب شیر نے منہ کھول کر لڑکی پر حملہ کیا۔ لڑکی نے جلدی سے اپنا ایک بال توڑا اور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے ہلایا اور اپنے ہونٹوں سے کچھ جادو پڑھا۔ بال تیز تلوار کی طرح ہو گیا اور اس نے شیر کے ایک ایسا ہاتھ تلوار کا مارا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس کا اوپر کا دھڑ بچھو بن گیا۔ لڑکی زمین پر لوٹ کر اژدھا بن گئی اور اس مردود کی طرف جھپٹی در آنحالیکہ وہ بچھو کی مشکل میں تھا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہونے لگی۔ اب بچھو گدھ بن گیا اور اژدھا عقاب بن کر گدھ کے پیچھے پڑ گیا اور ایک پہر تک اس پر حملہ کرتا رہا۔ اب گدھ نے کالی بلی کی صورت اختیار کر لی اور لڑکی چتکبرا بھیڑیا بن گئی اور دونوں پہر بھر محل کے اندر لڑتے رہے۔ جب بلی نے دیکھا کہ میں ہار رہی ہوں

تو اس نے ایک بڑے سرخ انار کی صورت اختیار کر لی اور وہ انار محل کے حوض کے بیچ میں آ بیٹھا۔ اب بھیڑیا اس کی طرف بڑھا تو انار ہوا میں اڑا اور محل کے چکنے فرش پر گر کر ٹوٹ گیا اور اس کا دانہ دانہ بکھر گیا اور سارا محل انار کے دانوں سے بھر گیا۔ بھیڑیے نے اپنے آپ کو جنبش دی اور مرغا بن کر ان دانوں کو چگ لیا یہاں تک کہ ایک دانہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ ایک دانہ لنڈک کر حوض کے کنارے جا پہنچا تھا۔ مرغا شور مچانے اور پھڑپھڑانے اور اپنی چونچ سے ہماری طرف اشارہ کرنے لگا مگر ہم اس کا مطلب بالکل نہ سمجھے۔ مرغا اتنے زور سے چلایا کہ ہم سمجھے کہ محل ہمارے اوپر ٹوٹ پڑے گا اور وہ سارے محل میں چکر لگانے لگا یہاں تک کہ اس کی نظر اس دانے پر پڑی جو حوض کے کنارے لنڈک کر جا پڑا تھا اور اسے چگ لینے کے لیے دوڑا' لیکن دانہ حوض کے پانی کے اندر گھس گیا اور مچھلی بن کر پانی کی تھاہ میں چلا گیا۔ مرغا مگرمچھ بن کر اس کے پیچھے پانی میں کود پڑا اور تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو گیا اور ہم نے رونے چلانے کی آواز اٹھتی سنی اور ہم کانپ اٹھے۔ اس کے بعد دیو آگ کے شعلے کی شکل میں باہر نکلا۔ جب وہ منہ کھولتا تو اس میں سے آگ نکلتی تھی اور اس کی دونوں آنکھوں اور نتھنوں میں سے آگ اور دھواں نکلتا تھا۔ لڑکی بھی مثل آگ کے انگارے کے باہر نکلی اور دونوں دیر تک لڑتے رہے یہاں تک کہ دونوں کے اردگرد آگ چھا گئی اور سارے محل میں دھواں پھیل گیا۔ ہم سب ڈرنے لگے اور چاہا کہ حوض کے اندر گھس جائیں کیونکہ ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں جل کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ بادشاہ نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ انااللہ واناالیہ راجعون۔

میں اس بندر کی خلاصی کے لیے شہزادی کو اس تکلیف میں نہ ڈالتا اور وہ اس مزدور' دیو کی وجہ سے' جو دنیا کے تمام موجودہ دیوؤں سے زیادہ طاقتور ہے' اس مصیبت میں نہ پڑتی۔ اور کاش کہ میں اس بندر سے کبھی نہ ملتا۔ منحوس تھا اور نامبارک تھی وہ

گھڑی جس میں ہم نے اس کے ساتھ خالصتہ" للہ نیکی کرنے اور اسے جادو سے چھڑانے کا ارادہ کیا اور خود تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔

اے میری آقا' مگر میری زبان بند تھی اور میں اس سے کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ اب ہم نے دیکھا کہ دیو آگ کے نیچے سے چلایا اور ہمارے پاس محل میں آگیا اور ہمارے چہروں پر شعلے پھونکنے لگا۔ لڑکی نے اس پر حملہ کیا اور اس کی طرف آگ پھونکنے لگی۔ دونوں کی چنگاریاں ہم تک پہنچتی تھیں مگر اس لڑکی کی چنگاریوں سے ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچتا تھا۔ برخلاف اس کے دیو چنگاریوں میں سے ایک چنگاری میری آنکھ میں لگی اور وہ پھوٹ گئی اور میں ابھی تک بندر کی شکل میں تھا۔ اور دیو کی ایک چنگاری بادشاہ کے چہرے پر بھی پڑی جس سے اس کا آدھا منہ اور ٹھوڑی اور نیچے کے دانت گر پڑے۔ ایک چنگاری جا کر خواجہ سرا کے سینے پر لگی اور وہ فوراً جل کر مر گیا۔ اب ہمیں موت کا یقین آ گیا اور ہم زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ ہم نے کسی کو یہ کہتے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر! فتح و نصرت! نامراد ہے وہ جو محمد کے چاند سے دین پر ایمان نہ لایا۔ کہنے والی خود شاہزادی تھی جس نے دیو کو جلا ڈالا تھا اور وہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گیا تھا۔ لڑکی نے ہمارے پاس آکر کہا کہ مجھے ایک پیالہ پانی دو۔ لوگ پیالہ لائے اور اس نے اس پر کچھ پڑھا جو ہماری سمجھ میں نہ آیا اور مجھ پر پانی چھڑک کر کہنے لگی کہ میں تجھے خدا اور اسم اعظم کا واسطہ دیتی ہوں کہ اپنی اصلی شکل میں آ جا۔

اب میں نے اپنے آپ کو جنبش دی اور میں پہلے کی طرح انسان ہو گیا لیکن میری آنکھ جا چکی تھی۔ لڑکی کہنے لگی کہ آگ! آگ! ابا جان' اب میں زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ مجھے جنات سے لڑنے کی مشق نہیں۔ اگر وہ انسان ہوتا تو میں اسے کب کا قتل کر چکی ہوتی۔ جب تک انار نہ پھٹا تھا اور میں نے اس کے دانے نہ چگے تھے اس وقت تک میں بالکل تھکی نہ تھی لیکن جس دانے میں دیو کی جان تھی اس کو میں بھول

گئی۔ اگر اس کو بھی میں چک گئی ہوتی تو وہ فوراً مر جاتا لیکن قضا و قدر کی کسے خبر تھی۔ اس لیے وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا اور ہم دونوں میں زمین کے نیچے اور ہوا اور پانی میں سخت جنگ ہوئی۔ جب کبھی میں اس کے اوپر ایک دروازہ کھولتی تو وہ میرے اوپر دوسرا دروازہ کھول دیتا یہاں تک کہ اس نے میرے اوپر آگ کا دروازہ کھول دیا۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جس پر آگ کا دروازہ کھولا جائے وہ اس سے بچ جائے۔ محض قسمت نے اس کے مقابلے میں میری مدد کی اور میں نے اسے پہلے جلا دیا۔ میں اسے اسلام لانے کی دعوت دیتی جاتی تھی۔ اب مجھ کو بھی مردہ سمجھو' میں تم لوگوں کو خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ اس کے بعد اس نے جہنم سے پناہ مانگی اور پناہ مانگ ہی رہی تھی کہ ایک کالی چنگاری اس کے سینے کی طرف بڑھی اور پھر چہرے کی طرف۔ جب وہ چنگاری چہرے پر پہنچی تو وہ رونے لگی اور کہا کہ اشھد ان لا الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ اب ہماری نظر اس کی طرف پڑی تو وہ بھی دیو کے ڈھیر کے پاس راکھ کا ڈھیر ہو چکی تھی۔ اس پر ہم سب غم زدہ تھے اور میں چاہتا تھا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا اور میں نے یہ خوب صورت چہرہ نہ دیکھا ہوتا جس نے میرے ساتھ یہ بھلائی کی اور خود جل کر راکھ ہو گئی۔ لیکن خدا کا حکم ٹلتا نہیں۔

جب بادشاہ نے دیکھا کہ اس کی بیٹی راکھ کا ڈھیر ہو گئی ہے تو اس نے رہی سہی داڑھی بھی نوچ ڈالی اور منہ پیٹنے لگا اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ میں بھی اسی کی طرح کرنے لگا اور ہم دونوں گریہ و زاری کرنے لگے۔ اب حاجب اور دوسرے بڑے لوگ آئے اور دیکھا کہ سلطان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے اور راکھ کے دو ڈھیر لگے ہوئے ہیں تو وہ حیران ہو گئے اور بادشاہ کے ارگرد چکر لگانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کی حالت ذرا سنبھلی اور اس نے اپنی بیٹی اور دیو کا ماجرا بیان کیا تو ان کی مصیبت اور بھی دوبالا ہو گئی اور عورتیں اور لونڈیاں رونے پیٹنے لگیں اور سات دن تک یہ سوگ جاری رہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی بیٹی کی راکھ پر ایک عالیشان گنبد بنایا جائے

اور اس کے اندر موم بتیاں اور قندیلیں جلائی جائیں۔ اور دیو کی راکھ پر لعنت بھیج کر ہوا میں اڑا دی گئی۔ اس کے بعد بادشاہ ایسا بیمار پڑا کہ مرتے مرتے بچا اور یہ بیماری ایک مہینے تک رہی۔ پھر وہ اچھا ہو گیا اور اس کی داڑھی نئے سرے سے نکل آئی۔ اب اس نے مجھے بلا کر کہا کہ اے نوجوان' تیرے آنے تک ہماری زندگی بہترین عیش و عشرت سے گزری اور زمانے کی مصیبتوں سے ہم محفوظ رہے۔ کاش کہ میں نے تیری صورت اور وہ منحوس دن جب کہ تو آیا تھا نہ دیکھا ہوتا! ہم نے تجھ پر ترس کھایا اور تیری وجہ سے خود مرنے کے قریب پہنچ گئے۔ پہلے تو میری بیٹی مری جو سو مردوں کے برابر تھی۔ پھر جو میری حالت آتشزدگی سے ہوئی وہ ظاہر ہے اور میرے دانت ٹوٹ گئے اور میرا غلام جان سے گیا۔ لیکن نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ہم نے کوئی بات تیری طرف سے دیکھی۔ بلکہ جو کچھ میرے یا تیرے ساتھ ہوا وہ خدا کی طرف سے ہے اور ساری تعریفیں خدا کے لیے ہیں۔ مگر میری بیٹی تجھے چھٹکارا دے کر تیری وجہ سے ہلاک ہو گئی۔ اس لیے اے لڑکے' میرے شہر سے نکل جا۔ جو کچھ تیرے سبب سے ہو چکا ہے وہ کافی ہے۔ یہ سب تیری اور ہماری قسمت میں لکھا تھا۔ اب سلامتی کے ساتھ چلا جا۔ اگر تو پھر لوٹا اور میں نے تجھے دیکھ پایا تو تجھے قتل کر ڈالوں گا۔

یہ کہہ کر اس نے مجھے ڈانٹا اور اے مالکہ' میں اس کے پاس سے چلتا بنا۔ لیکن مجھے اپنے بچ جانے کا یقین نہ آتا تھا اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جاؤں۔ اب تک جو واردات میرے اوپر گزری تھی وہ سب آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ لوگوں کا مجھے لوٹنا' میرا ان سے بچ کر نکل جانا' چلتے چلتے ایک مہینے کے بعد ایک شہر میں پردیسی کی طرح داخل ہونا' درزی کی ملاقات' زمین کے نیچے لڑکی سے ملنا' دیو سے چھٹکارا باوجود یہ کہ وہ میرے مارنے پر تلا کھڑا تھا' اور شروع سے لے کر آخر تک جو کچھ میرے اوپر گزری تھی۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا محض آنکھ گئی مگر جان بچی۔ شہر چھوڑنے سے پہلے میں حمام میں گیا' اپنی داڑھی مونڈی' کالا اونی لباس پہنا اور سر پر بھبوت ملا۔

اے مالکہ' اب میں ہر روز روتا اور ان مصیبتوں کو یاد کرتا ہوں جو مجھ پر گزری ہیں' خاص کر آنکھ پھوٹنے کو۔ جب مجھے ان کی یاد آتی ہے تو میں رو پڑتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے ملکوں اور شہروں کا سفر کرنا شروع کیا اور دارالسلام بغداد کا قصد کیا تا کہ میں امیرالمومنین سے مل کر اپنی سرگزشت بیان کروں۔ آج ہی رات میں بغداد پہنچا اور دیکھا کہ یہ میرا پہلا رفیق حیران پریشان کھڑا ہے۔ میں سلام کر کے اس سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں یہ ہمارا تیسرا ساتھی ہمارے پاس پہنچا اور کہا السلام علیکم' میں پردیسی ہوں۔ ہم نے کہا کہ ہم بھی پردیسی ہیں اور مبارک ہے یہ رات جس میں ہم ملے ہیں۔ اب ہم تینوں ساتھ ساتھ چل کھڑے ہوئے اور ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کا قصہ نہ جانتا تھا اور تقدیر ہمیں اس دروازے پر لے آئی اور ہم تمہاری خدمت میں پہنچ گئے۔ یہ ہے سبب میری داڑھی مونچھ منڈنے اور میری آنکھ پھوٹنے کا۔ لڑکی نے کہا کہ تیری داستان عجیب و غریب ہے' آداب بجا لا اور اپنی راہ لے۔ اس نے کہا کہ جب تک میں تمام ساتھیوں کی کہانیاں نہ سن لوں یہاں سے نہیں ٹلنے کا۔

○ تیسرے قلندر کی کہانی

اب تیسرا قلندر آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ اے عالیشان ملکہ' میری کہانی ان لوگوں کی کہانی کی سی نہیں بلکہ کہیں زیادہ عجیب و غریب ہے اور وہی سبب ہے میری داڑی منڈنے اور آنکھ پھوٹنے کا۔ ان لوگوں کی تو تقدیر میں یہ پہلے سے لکھا ہوا تھا اور میں تقدیر کو زبردستی کھینچ کر لایا ہوں اور اپنی جان کو مصیبت میں ڈالا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ میں بادشاہ اور بادشاہ زادہ ہوں۔ میرا باپ مر چکا تھا اور میں بادشاہ بنا تھا۔ میں نے حکومت کی اور عدل و انصاف برتا اور رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مجھے اس بات کا شوق تھا کہ کشتی پر سوار ہو کر سمندر کا سفر کیا کروں۔ میرا شہر سمندر کے کنارے واقع تھا۔ سمندر بے حد وسیع تھا اور اس میں بے شمار بڑے بڑے جزیرے تھے۔ میرے پاس

پچاس تجارتی کشتیاں تھیں جو سمندر میں چلتی تھیں اور ان سے چھوٹی اور پچاس کشتیاں سیرو تفریح کے لیے' اور ایک سو پچاس جنگی کشتیاں جنگ اور جہاد کے لیے۔ ایک بار میں

نے ارادہ کیا کہ جزیروں کی سیر کروں اور دس کشتیاں لے کر روانہ ہو گیا اور پورے مہینے کا کھانا پینا ساتھ رکھ لیا۔ بیس دن چلنے کے بعد ایک رات مخالف ہوائیں چلنے لگیں اور سمندر میں سخت تلاطم اٹھا اور موجیں تھپیڑے مارنے لگیں یہاں تک کہ ہم زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کسی کا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا کوئی تعریف کی بات نہیں ہے خواہ صحیح و سلامت ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔ ہم خدا سے دعائیں مانگتے اور عاجزی کرتے تھے لیکن رات بھر مخالف ہوائیں چلتی اور موجیں تھپیڑے مارتی رہیں۔ جب تڑکا ہوا تو ہوا تھمی اور سمندر ساکت ہوا۔ اس کے بعد سورج نکلا اور ہم ایک جزیرے میں پہنچے اور خشکی پر اترے اور کھانا پکا کر کھایا اور دو دن آرام کیا۔ بیس دن اور سفر کرنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ پانی پھر ہم پر اور ناخدا پر تھپیڑے مار رہا ہے اور ناخدا راہ بھول گیا ہے۔ ہم نے دیدبان سے کہا کہ مستول پر چڑھ کر سمندر کر دیکھ۔ دیدبان مستول پر چڑھ کر دیکھنے لگا اور ناخدا سے کہا کہ اے ناخدا مجھے دہنی طرف ایک بڑی مچھلی پانی کی سطح پر دکھائی دیتی ہے اور سمندر کے وسط میں دور سے ایک دھبا سا نظر آتا ہے جو کبھی سیاہ اور کبھی سفید ہو کر چمکتا ہے۔

جب ناخدا نے دیدبان کو یہ کہتے سنا تو اس نے اپنی پگڑی نیچے دے پٹکی اور اپنی داڑی نوچنے لگا اور لوگوں سے کہا کہ تباہی کی خبر ایک دوسرے کو پہنچا دو' ہم سب کی تباہی ہی' کیونکہ ہم میں سے ایک بھی نہیں بچنے کا۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑا اور ہم سب کے سب رونے لگے۔ میں نے کہا کہ اے ناخدا' کہہ تو سہی کہ دیدبان نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ جس روز طوفان اٹھا تھا ہم راستہ بھول گئے تھے۔ اس کے بعد دو دن تک ہوا بند رہی اور ہم ٹھہرے رہے اور سمندر میں راستے کا پتہ نہ چلا۔ اس سے لے

کر گیارہ دن تک ہم راہ بھولے رہے اور کوئی ایسی ہوا نہ چلی جو ہمیں اس جگہ پہچنا دیتی جہاں ہم جانا چاہتے تھے۔ کل شام کو ہم ایک کالے پتھر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے جس کا نام مقناطیس پتھر ہے اور پانی ہمیں زبردستی اس کے نیچے کھینچ لے جائے گا اور کشتی کی ساری کیلیں پہاڑ کی طرف کھینچ کر اس میں چمٹ جائیں گی اور کشتی کے تختے تختے الگ ہو جائیں گے۔ خدا نے مقناطیس پتھر میں ایک بھید رکھ اہے اور وہ یہ ہے کہ لوہے کی ہر چیز اس کی طرف کھینچ جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس پہاڑ میں بے حد لوہا اکٹھا ہو گیا ہے جس کی مقدار سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں' کیونکہ قدیم زمانے سے لے کر اب تک اس پہاڑ پر بے شمار کشتیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ سمندر سے ملا ہوا ایک پیتل کا گنبد ہے جو دس کھمبوں پر رکا ہوا ہے۔ گنبد کے اوپر پیتل کا ایک گھوڑا اور ایک سوار ہے اور اس کے ہاتھ میں پیتل کا ایک نیزہ اور سینے پر سیسے کی ایک تختی آویزاں ہے جس پر مختلف اسما اور طلسمات کندہ ہیں۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ بادشاہ سلامت' لوگوں کی تباہی کی وجہ یہی سوار ہے جو اس گھوڑے پر ہے۔ جب تک یہ سوار اس گھوڑے پر سے گر نہ جائے نجات کی کوئی صورت نہیں۔

اسے مالکہ' یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگا اور ہمیں اپنی موت کا بالکل یقین آ گیا۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے رفیق سے رخصت ہوا اور آخری وصیت کی' اس خیال سے کہ شاید وہ بچ جائے۔ اس رات ہم میں سے کسی کو نیند نہ آئی۔ صبح ہوتے ہی ہم اس پہاڑ کے قریب پہنچ گئے اور پانی زبردستی کھینچ کر اس کے پاس لے گیا۔ جب کشتیاں اس کے نیچے پہنچتی تھیں تو تختے الگ الگ ہو جاتے تھے اور کیلیں اور باقی لوہے کی چیزیں نکل کر مقناطیس پر چلی جاتی اور جالی کی شکل میں اس پر چمٹ جاتی تھیں۔ شام کے قریب ہم اس کے اردگرد چکر لگانے لگے۔ بعض ہم میں سے ڈوب گئے اور بعض بچ گئے۔ جو بچے تھے وہ ایک دوسرے کو پہچانتے نہ تھے کیونکہ موجوں اور طوفان کے تھپیڑوں کی وجہ سے سب کے سب حواس باختہ وہ گئے تھے مگر اے مالکہ' خدا نے مجھے

بچا لیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ مجھے ابھی اور زیادہ تکلیف اور مصیبت میں گرفتار کرے۔
میں ایک تختے پر چڑھ گیا اور ہوا اسے مار کر پہاڑ کے پاس لے گئی۔ وہاں مجھے ایک پگڈنڈی زینے کی طرح اوپر کی طرف جاتی دکھائی دی جو پہاڑ میں کھدی ہوئی تھی۔ میں نے خدا کا نام لیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- پندرہویں رات

جب پندرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیسرے قلندر نے لڑکی سے کہا' در آنحالیکہ لوگوں کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور

غلام تلواریں لیے ان کے سر پر کھڑے تھے' کہ میں نے خدا کا نام لیا اور اس سے دعا مانگی اور اس کے سامنے گڑگڑایا اور پہاڑ کے کھدے ہوئے زینوں کو پکڑ کر لٹک گیا۔ میں ابھی پہاڑ پر تھوڑا ہی چڑھنے پایا تھا کہ خدا کے حکم سے ہوا رک گئی اور مجھے چڑھنے میں آسانی ہو گئی۔ میں خوش ہو کر پہاڑ کے اوپر چڑھ گیا۔ وہاں ایک ہی راستہ تھا جو گنبد کو جاتا تھا۔ میں اپنی سلامتی پر بے حد خوش تھا اور گنبد میں داخل ہو گیا اور وضو کر کے دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کی کہ خدا نے مجھے صحیح و سلامت پہنچا دیا۔ پھر میں گنبد کے نیچے سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اے خضیب کے بیٹے' جب تو نیند سے جاگیو تو اپنے پاؤں کے نیچے کھودیو۔ وہاں تجھے ایک پیتل کی کمان اور تین سیسے کے تیر ملیں گے جن کے اوپر طلسم کے الفاظ لکھے ہوئے ہوں گے۔ ان تیروں اور کمان کو لے کر اس سوار پر نشانہ لگائیو جو گنبد کے اوپر ہے۔ اس طرح تو لوگوں کو اس بری بلا سے نجات دے گا۔ جب تو سوار پر تیر چلائے گا تو وہ سمندر میں گر پڑے گا اور کمان تیرے پاس گر پڑے گی۔ کمان کو اسی جگہ گاڑ دیجیو جہاں وہ پہلے تھی۔ جب تو اس سے فارغ ہو جائے گا تو سمندر اٹھ کر پہاڑ کے برابر ہو جائے گا اور اس میں سے ایک بجرا نکلے گا جس پر پیتل کا ایک آدمی ہو گا' مگر وہ نہیں جس کو تو نے مار کر گرایا ہو گا' اور آدمی تیرے پاس آئے گا اور اس کے ہاتھ میں ایک چپو ہو گا۔ تو اس کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جائیو مگر خدا کا نام نہ لیجیو۔ وہ کشتی کھیئے گا اور دس دن تیرے ساتھ سفر کرنے کے بعد تجھے سلامتی کے سمندر میں پہنچا دے گا۔ وہاں پہنچنے پر تجھے لوگ ملیں گے جو تجھے تیرے شہر میں

پہنچا دیں گے۔ مگر یہ ساری باتیں اسی وقت ہوں گی جب تو خدا کا نام نہ لے گا۔
اب میں نیند سے جاگا اور مارے خوشی کے اٹھ کھڑا ہوا اور جو کچھ ہاتف نے کہا تھا وہ کیا۔ سوار کو تیر مار کر گرا دیا اور وہ سمندر میں گر پڑا اور کمان میرے پاس گر پڑی۔ کان کو لے کر میں نے گاڑ دیا۔ اب سمندر میں ہیجان اٹھا اور وہ بلند ہو کر پہاڑ کے برابر آ گیا اور مجھے تک پہنچ گیا۔ ابھی ایک لحہ نہ گزرنے پایا تھا کہ میں نے سمندر میں ایک بجرا دیکھا جو میری طرف آ رہا تھا اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ جب وہ بجرا میرے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس میں پیتل کا ایک آدمی ہے اور اس کے سینے پر سیسے کی ایک تختی آویزاں ہے جس پر اسما اور طلسمات لکھے ہوئے ہیں۔ میں بجرے میں سوار ہو گیا اور چپ تھا اور بالکل بولتا نہ تھا۔ اس شخص نے کھینا شروع کیا اور ایک دن کھینا پھر دوسرے دن' پھر تیسرے دن یہاں تک کہ پورے دس دن ہو گئے۔ اب میں نے نظر اٹھائی تو سلامتی کے جزیرے دکھائی دیے۔ میں بہت خوش ہو گیا اور مارے خوشی کے خدا یاد آ گیا۔ میں نے خدا کا نام لیا اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ بجرے نے مجھے پانی میں الٹ دیا اور لوٹ کر سمندر کی طرف چلتا ہوا۔ مجھے تیرنا آتا تھا اور میں دن بھر رات تک تیرتا رہا یہاں تک کہ میری بانہیں رہ گئیں اور کاندھوں نے جواب دے دیا اور میں تھک گیا اور سوائے موت کے اور کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔ میں نے شہادت کا کلمہ پڑھا کیونکہ مجھے موت کا یقین آ چکا تھا۔
اب ہوا کی زیادتی کی وجہ سے سمندر میں تلاطم اٹھا اور ایک لہر قلعے کی طرح بلند ہوئی اور اس نے مجھے اٹھا کر پھینک دیا اور میں خشکی پر جا پڑا جیسا کہ خدا کو منظور تھا۔ خشکی میں پہنچ کر میں نے اپنے کپڑے نچوڑے اور رطوبت دور کر کے ان کو زمین پر پھیلا دیا اور میں سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کپڑے پہنے اور اٹھ کر دیکھنے لگا کہ کہاں جاؤں۔ اتنے میں میری نظر ایک نشیب زمین پر پڑی اور میں اس کے پاس جا کر چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ اب مجھے یہ معلوم ہوا کہ جہاں میں ہوں وہ محض ایک

چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اور چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب ایک مصیبت سے نجات پاتا ہوں تو اس سے بڑی دوسری مصیبت میں پھنس جاتا ہوں۔ ابھی میں اپنے بارے میں سوچ ہی رہا تھا اور موت کی آرزو کر رہا تھا کہ مجھے دور سے ایک کشتی دکھائی دی جس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور جو اسی جزیرے کی طرف آ رہی تھی جس میں میں تھا۔ میں اٹھا اور ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اب کشتی کنارے آ لگی اور اس میں سے دس غلام اترے جن کے پاس لوہے کی بیلچے تھے۔ وہاں سے چل کر وہ جزیرے کے وسط میں آئے اور زمین کھودنے لگے۔ کھودتے کھودتے وہ ایک طبق پر پہنچے اور اس کو اٹھایا اور اس کا دروازہ کھول کر وہ کشتی کی طرف لوٹ آئے۔ وہاں سے وہ روٹیاں اور آٹا اور مکھن اور شہد اور بھیڑیں بکریاں اور باقی تمام خانہ داری کی چیزیں لائے۔ غلام اسی طرح کشتی میں آتے جاتے اور غار میں اترتے رہے یہاں تک کہ کشتی کا سارا سامان غار میں لے آئے۔ اس کے بعد پھر غلام بہترین پوشاکیں لے کر نکلے اور ان کے ساتھ ایک بہت بوڑھا شخص تھا جس میں اب کچھ باقی نہ رہا تھا کیونکہ زمانہ اس کو خوب پیس چکا تھا اور اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا' گویا کہ وہ مرنے کے قریب تھا۔ وہ ایک نیلی گدڑی پہنے ہوئے تھا جو ہوا سے ادھر ادھر ہلتی جاتی تھی۔ یہ بوڑھا ایک لڑکے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھا جو حسن و جمال اور کمال کے قالب میں ڈھلا ہوا تھا اور اس کی خوب صورتی ضرب المثل ہو سکتی تھی۔ وہ ایک ہری بھری ٹہنی کی مانند تھا اور اپنے حسن کی وجہ سے ہر دل پر جادو کر سکتا اور اپنی آن بان سے ہر عقل کو سلب کر سکتا تھا۔

اے مالکہ چلتے چلتے وہ سب لوگ طبق تک پہنچے اور کم و بیش ایک پہر تک غائب رہے۔ اس کے بعد غلام بوڑھے کے ساتھ باہر نکلے لیکن ان کے ساتھ وہ لڑکا نہ نکلا۔ انہوں نے طبق کے دروازے کو پہلے کی طرح بند کر دیا اور کشتی میں بیٹھ کر میری نظر سے غائب ہو گئے۔ جب وہ چل دیئے تو میں اٹھا اور درخت کے نیچے اترا اور غار کے پاس

گیا اور مٹی کھود کر وہاں سے ہٹائی اور اپنے آپ کو دلاسا دیتا رہا یہاں تک کہ ساری مٹی ہٹ گئی اور طبق کھل گیا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا اور چکی کے پاٹ کے سوراخ کے برابر تھا۔ جب میں نے اسے اٹھایا تو اس کے نیچے پتھر کا ایک گول زینہ نظر آیا۔ مجھے اس پر تعجب ہوا اور میں زینے زینے اتر کر سب سے نیچی پیڑی تک پہنچ گیا۔

وہاں میں نے ایک نہایت صاف ستھرا مکان دیکھا جس میں طرح طرح کے فرش اور ریشمی قالین بچھے ہوئے تھے اور وہی لڑکا ایک بلند دیوان پر ایک گاؤ تکیہ لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پنکھا تھا اور اس کے سامنے خوشبوئیں اور پھول کھلے ہوئے تھے' اور وہ اکیلا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ میں نے سلام کیا اور کہا کہ اطمینان رکھ اور ڈر مت' تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں بھی تیری طرح انسان ہوں اور بادشاہ زادہ' قسمت مجھے تیرے پاس لے آئی ہے کہ تیری تنہائی میں تیرا دل بہلاؤں۔ بتا تو سہی کہ تیرا قصہ کیا ہے کہ تو تنہا زمین کے نیچے رہتا ہے۔ جب اسے یقین آ گیا کہ میں بھی اسی کی جنس سے ہوں تو وہ خوش ہو گیا اور اس کے چہرے کی زردی جاتی رہی اور مجھے اپنے قریب بٹھا کر کہنے لگا کہ بھائی' میرا قصہ عجیب و غریب ہے اور وہ یہ ہے کہ میرا باپ ایک جوہری سوداگر ہے جس کا بڑا بیوپار ہے اور جس کے کالے اور سفید غلام سوداگر اس کا مال کشتیوں میں بھر کر دور دراز ملکوں میں تجارت کرتے ہیں اور ان کے ہمراہ اونٹ اور بے شمار مال رہتا ہے۔ لیکن اس کے کوئی اولاد نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ایک لڑکا پیدا ہو گا مگر وہ زیادہ نہ جئے گا۔ جب میرا باپ صبح کو اٹھا تو وہ رونے اور چلانے لگا۔ دوسری رات کو میری ماں کے حمل رہ گیا اور باپ نے حمل کی تاریخ لکھ لی۔ جب دن پورے ہو چکے تو میں پیدا ہوا۔ میرا باپ بہت خوش تھا اور اس نے لوگوں کو دعوتیں دیں اور غریبوں اور فقیروں کو کھانا کھلایا کیونکہ میں اس کے بڑھاپے کی اولاد تھا۔ باپ نے منجموں اور زائچہ کھینچنے والوں اور بڑے بڑے حکیموں اور تاریخ دانوں اور جنم پترا بنانے والوں کو بلوایا۔ انہوں نے میری پیدائش کا جنم پترا تیار کیا اور کہا کہ

تیرا بیٹا پندرہ سال جئے گا۔ اس عمر میں اس کی لکیر میں ایک رخنہ پایا جاتا ہے اگر وہ اس سے نکل گیا تو بہت بڑی عمر پائے گا۔ اس کی موت کا سبب یہ ہو گا کہ ہلاکت کے سمندر میں ایک مقناطیس کا پہاڑ ہے جس پر پیتل کا ایک سوار اور ایک گھوڑا ہے' سوار کے سینے پر ایک تختی آویزاں ہے۔ جب یہ سوار اپنے گھوڑے پر سے گر پڑے گا تو اس کے پچاس دن کے بعد تیرا بیٹا مر جائے گا اور اس کا قاتل وہی شخص ہو گا جس نے سوار کو مار کر گرایا ہو گا۔ وہ ایک بادشاہ ہے جس کا نام عجیب بن خضیب ہے۔ یہ سن کر میرے باپ کو بڑا رنج ہوا۔ اس نے میری تعلیم و تربیت کی اور بہت اچھی طرح سے کی یہاں تک کہ میں پندرہ سال کا ہوا۔ دس دن ہوئے کہ میرے باپ کو خبر ملی کہ سوار سمندر میں گر پڑا ہے اور جس شخص نے اس کو گرایا ہے اس کا نام عجیب ہے اور وہ بادشاہ خضیب کا بیٹا ہے۔ میرا باپ ڈرا کہ کہیں قتل نہ ہو جاؤں اس لیے اس نے مجھے اس جگہ لا کر رکھا ہے۔ بس یہ ہے میرا قصہ اور میری تنہائی کی وجہ۔

جب میں نے اس کا قصہ سنا تو میں حیران رہ گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں ہی تو وہ شخص ہوں جس نے یہ سب کیا ہے' مگر میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں کبھی اس کو قتل نہ کروں گا۔ اس کی طرف مخاطب ہو کر میں نے کہا کہ اے دوست' تکلیفیں اور اذیتیں اب کافی پہنچ چکی ہیں' خدا نے چاہا تو آئندہ نہ تجھے رنج پہنچے گا اور نہ غم اور نہ تشویش ہو گی۔ میں تیرے پاس رہوں گا اور تیری خدمت کروں گا اور ان مخصوص دنوں میں تیری رفاقت کرنے کے بعد میں اپنی راہ لوں گا۔ تو میرے ساتھ چند غلام کر دیجیو جو مجھے میرے شہر تک پہنچا آئیں۔ اس کے بعد میں رات تک اس کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ جب رات ہوئی تو میں اٹھا اور ایک بڑی موم بتی جلائی اور قندیلوں کو ٹھیک کیا۔ پھر ہماری نظر کھانے پر پڑی اور ہم نے کھانا کھایا اور بیٹھ گئے۔ اس کے بعد میں اٹھا اور مجھے کچھ شیرینی نظر آئی اور ہم نے اسے کھایا اور بیٹھ

کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ رات کا بڑا حصہ ختم ہو گیا اور وہ لڑکا سو گیا۔ میں نے اسے چادر اڑھا دی اور خود بھی جا کر سو رہا۔ جب سویرا ہوا تو میں اٹھا اور تھوڑا پانی گرم کیا اور اسے آہستہ سے جگایا۔ جب وہ جاگ پڑا تو میں اس کے پاس گرم پانی لایا۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا اور کہا کہ اے جوان' خدا تجھے نیک بدلہ دے۔ خدا کی قسم جب میں اپنی موجودہ حالت سے صحیح و سلامت نکل جاؤں گا اور اس شخص سے بچ جاؤں گا جس کا نام عجیب بن خصیب ہے تو میں اپنے باپ سے کہہ کر تجھے بہت انعام دلواؤں گا لیکن اگر میں مر گیا تو خدا تجھے سلامت رکھے! میں نے کہا کہ خدا وہ دن نہ کرے کہ تجھے نقصان پہنچے اور خدا کرے کہ میری موت تجھ سے پہلے آئے! اس کے بعد میں نے کچھ کھانا پیش کیا اور ہم دونوں نے کھایا۔ پھر میں نے اس کے لیے خوشبو سلگائی اور وہ خوش ہو گیا اور میں نے ایک چوسر بنائی اور ہم دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے کچھ مٹھائی کھائی اور رات تک کھیلتے رہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے اٹھ کر چراغ جلائے اور کھانا سامنے لا کر رکھا اور ہم بیٹھ کر باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ تھوڑی رات رہ گئی اور لڑکے کو نیند آ گئی۔ میں نے اسے چادر اڑھا دی اور خود بھی جا کر سو رہا۔

اے میری مالکہ' میں رات دن اس کے ساتھ رہتا تھا اور اس کی محبت میرے دل میں جاگزین ہو گئی تھی اور میرا رنج و غم جاتا رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ منجم جھوٹے ہیں۔ خدا کی قسم' میں اسے قتل نہ کروں گا۔ انتالیس دن اور انتالیس راتیں میں اس کی خدمت کرتا رہا اور اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور اس سے بات چیت کرتا رہا۔ چالیسویں دن لڑکے نے خوش ہو کر کہا کہ بھائی' الحمدللہ کہ میں موت سے بچ گیا۔ یہ تیری اور تیرے آنے کی برکت ہے۔ میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ تجھے تیرے وطن پہنچا دے۔ لیکن بھائی' ذرا میرے لیے پانی گرم کر دے تاکہ میں غسل کروں اور اپنا بدن دھوؤں۔ میں نے کہا بسرو چشم' اور بہت سا پانی گرم کر کے اس کے پاس

لے آیا اور اس کے بدن کو ابٹن سے خوب دھویا اور مالش کی اور اس کی خدمت کی اور اس کے کپڑے بدلے اور اس کے لیے اونچا پلنگ بچھایا جس پر وہ آکر لیٹ گیا اور حمام کی تکان کی وجہ سے سو گیا۔ جب وہ جاگا تو اس نے کہا کہ بھائی' ہمارے لیے ایک تربوز کاٹ اور مصری گھول کر اس پر ڈال۔ میں نعمت خانہ میں گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک نہایت خوب صورت تربوز ایک تشت کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ میں نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے آقا' تیرے پاس چھری نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ کیا میرے سرہانے اس اونچے طاق پر رکھی ہے۔ میں جلدی میں اٹھا اور چھری کو اس کا پھل پکڑ کر اٹھا لیا اور الٹا پھرا۔ لیکن میرا پاؤں پھسلا اور میں ہاتھ میں چھری لیے لڑکے کے اوپر گر پڑا۔ چھری نے جلد وہ کام تمام کر دیا جو ازل میں لکھا گیا تھا' چھری لڑکے کے دل میں گھس گئی اور وہ فوراً مر گیا۔ جب وہ مر چکا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں تو میں زور سے رونے چلانے اور منہ پیٹنے لگا اور کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہا کہ اناللہ وانا الیہ راجعون!

اے مسلمانو' جو رخنہ منجموں اور حکیموں کے کہنے کے موافق لڑکے پر چالیس دن کے بعد آنے والا تھا اس میں ابھی ایک دن باقی تھا اور اس پری جمال کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ کاش کہ میں اس سے پہلے تربوز نہ کاٹتا۔ انہیں کا تو نام مصیبتیں اور تکلیفیں ہے' لیکن خدا جس کام کو مقدر کر دیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سولہویں رات

جب سولہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- عجیب نے لڑکی سے کہا کہ جب مجھے یقین آ گیا کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں تو میں اٹھا اور زینے پر چڑھ کر باہر نکلا اور مٹی کو اس جگہ پر ڈال دیا۔ اب میری نظر سمندر پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی کشتی پانی کاٹتی ہوئی خشکی کی طرف چلی آ رہی ہے۔ میں ڈرا اور دل میں کہنے لگا کہ وہ لوگ ابھی یہاں پہنچ جائیں گے اور لڑکے کو قتل کیا ہوا پائیں گے اور سمجھ جائیں گے کہ میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اور وہ مجھے ضرور مار ڈالیں گے۔ اس لیے میں ایک اونچے درخت کے پاس گیا اور اس کے اوپر چڑھ کر پتوں میں چھپ گیا۔ ابھی درخت پر چڑھے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ غلام مع اس بوڑھے کے جو لڑکے کا باپ تھا' کشتی سے نیچے اتر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لڑکا سو رہا ہے اور حمام کے اثر سے اس کے چہرے پر رونق ہے اور وہ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور چھری اس کے سینے میں گڑی ہوئی ہے تو وہ چلانے اور رونے اور اپنا منہ پیٹنے اور قاتل پر لعنت بھیجنے اور ہلاکت کی بددعا دینے لگے۔ بڈھا بڑی دیر تک بے ہوش پڑا رہا' یہاں تک کہ غلاموں کو گمان ہوا کہ وہ بیٹے کے مرنے کے بعد زندہ نہیں رہنے کا۔ انہوں نے لڑکے کو اس کے کپڑوں میں لپیٹا اور اس کے اوپر ریشمی لنگی ڈال دی اور کشتی کی طرف روانہ ہو گئے اور بوڑھا ان کے پیچھے چلا۔ جب اس نے اپنے بیٹے کو لمبا لیٹا ہوا دیکھا تو وہ زمین پر گر پڑا اور سر پر خاک ڈالنے اور منہ پر طمانچے مارنے لگا اور داڑھی نوچنے لگا اور جوں جوں وہ اپنے بیٹے کے قتل ہونے کا خیال کرتا تھا' اس کی گریہ و زاری اور بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ پھر بے ہوش ہو گیا۔ اب ایک غلام جا کر ایک ٹکڑا ریشم کے کپڑے کا لے آیا اور انہوں نے بوڑھے کو اس پر وہیں

لمبا لٹا دیا' جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا اور خود اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں اور میں اوپر درخت پر بیٹھا یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا اور میرے سر سے پہلے میرا دل بوڑھا ہو گیا تھا کیونکہ میں نے اس قدر درد و الم سے تھے۔

اے میری مالکہ' مغرب کے قریب تک پیر مرد بے ہوش پڑا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو س نے اپنے لڑکے کو دیکھا اور یہ کہ اس پر کیا گزری اور آخر وہی ہوا جس سے وہ ڈر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے منہ اور سر پر طمانچے مارنے لگا۔ پھر اس نے ایک آہ بھری اور روح جسم سے نکل گئی۔ غلام آقا آقا پکار کر چلانے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے اور زیادہ زور زور سے رونے لگے۔ پھر انہوں نے اپنے آقا کو کشتی میں لیجا کر اس کے بیٹے کے پہلو میں لٹا دیا اور کشتی کا لنگر اٹھا کر میری نظر سے غائب ہو گئے۔

اب میں درخت سے اتر کو طبق کے نیچے گیا اور جوان کا بار بار خیال کرتا اور اس کی باتوں کو یاد کرتا تھا۔ اے میری مالکہ' اس کے بعد میں طبق سے اوپر نکلا اور دن بھر جزیرے کا چکر لگاتا اور رات کو تہہ خانے میں اتر جاتا تھا۔ اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا اور میں دیکھتا تھا کہ جزیرے کے پچھم کی طرف سمندر اتر رہا اور اس طرف پانی کم ہو رہا ہے اور تلاطم جاتا رہا ہے۔ پورے ایک مہینے کے بعد سمندر اس طرف بالکل اتر گیا۔ میں خوش ہو گیا اور مجھے بچنے کا یقین آ چلا۔ اب میں اٹھا اور جو تھوڑی سی نمی رہ گئی تھی' اس میں گھس کر اصلی خشکی پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ریت کے ایسے تودے دیکھے' جن میں اونٹ کا پاؤں بھی گھٹنے تک دھنس جائے' میں نے ہمت کر کے وہ ریت قطع کی تو مجھے دور سے ایسی آگ چمکتی ہوئی دکھائی دی جو گویا بہت تیزی سے جل رہی تھی۔ میں اس کی طرف چل کھڑا ہوا اور مجھے امید تھی کہ شاید مجھے خوشی حاصل ہو۔ جب میں چلتے چلتے آگ کے قریب پہنچا تو دیکھا وہ ایک محل ہے' جس کا دروازہ پیتل کا ہے اور جب سورج چمکتا ہے تو وہ دور سے آگ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ میں اسے دیکھ کر خوش ہو گیا اور آکر دروازے کے سامنے بیٹھ گیا۔ ابھی مجھے

بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دس جوان نفیس کپڑے پہنے اور ان کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی میرے سامنے آیا۔ لیکن سب کے سب جوان بائیں آنکھ سے کانے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر اور یہ کہ سب کے سب ایک آنکھ سے کانے ہیں' مجھے سخت حیرانی ہوئی' جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے سلام کیا اور میرا حال اور ماجرا پوچھا۔ میں نے ان سے ساری سرگزشت اور جو جو مصیبتیں مجھ پر گزری تھیں' بیان کر دیں۔ وہ لوگ میرا قصہ سن کر حیران ہو گئے اور مجھے محل کے اندر لے گئے۔ وہاں محل کے صحن میں' میں نے دس تخت پڑے ہوئے دیکھے' جن کے گدے اور لحاف سب نیلے تھے۔ ان تختوں کے بیچ میں ایک چھوٹا تخت بچھا ہوا تھا اور اس کے اوپر جو بھی چیزیں تھیں' وہ بھی مثل دوسرے تختوں کے نیلی تھیں۔ جب ہم محل میں داخل ہوئے تو ہر جوان اپنے اپنے تخت پر چڑھ گیا اور وہ بوڑھا' اس چھوٹے تخت پر جو اور تختوں کے درمیان میں تھا' بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے جوان' اس محل میں قیام کر لیکن ہمارا حال اور ہمارے کانے ہونے کی وجہ مت پوچھ۔ یہ کہہ کر وہ بوڑھا ہر ایک کے سامنے ایک برتن میں کھانا اور ایک میں شراب لایا اور علیٰ ہذالقیاس میرے سامنے بھی۔ اس کے بعد وہ سب بیٹھ گئے اور میرا حال اور ماجرا پوچھنے لگے۔ میں نے ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ یہاں تک کہ رات کا بڑا حصہ گزر گیا۔ اب جوانوں نے کہا کہ اے پیرو مرد' تو نے ابھی تک ہمارا روزینہ ہمیں پیش نہیں کیا' حالانکہ اس کا وقت آ چکا ہے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم' اور وہ اٹھ کر محل کی ایک کوٹھڑی میں گیا اور تھوڑی دیر غائب رہنے کے بعد واپس آیا اور اس کے سر پر دس سینیاں تھیں اور ہر سینی پر نیلے کپڑے کا سرپوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہر جوان کے سامنے ایک ایک سینی پیش کی اور دس موم بتیاں جلا کر ایک ایک سینی پر رکھ دی۔ جب اس نے سرپوش اٹھائے اور اس کے نیچے سینیوں میں راکھ اور کچھ کوئلہ اور ہانڈی کی کالک رکھی ہوئی دکھائی۔ سب نے اپنی اپنی آستینیں چڑھا لیں اور رونے پیٹنے اور چہرہ کالا کرنے اور کپڑے

پھاڑنے اور طمانچے مارنے اور سینہ پیٹنے لگے اور کہا کہ ہم لوگ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے لیکن ہماری فضول باتوں نے بیٹھے بٹھائے ہمیں مصیبت میں ڈال دیا۔ صبح تک

وہ یہی بار بار کہتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو بوڑھا اٹھا اور ان کے لیے پانی گرم کیا۔ انہوں نے منہ ہاتھ دھویا اور پرانے کپڑے بدل کر نئے کپڑے پہنے۔

اے میری سرتاج' جب میں نے یہ دیکھا تو میری عقل دنگ ہو گئی اور میں حیران پریشان ہو گیا اور میرے دل میں ایک آگ سی بھڑکنے لگی۔ یہاں تک کہ جو کچھ مجھ پر گزری تھی' میں وہ سب بھول گیا۔ اب میں زیادہ چپ نہ رہ سکا۔ اور ان کی طرف مخاطب ہو کر ان سے پوچھنے لگا کہ خوشی اور چہل پہل کے بعد یہ تم نے کیا کیا؟ تم تو خدا کے فضل سے بڑے سمجھدار لوگ ہو اور ایسی باتیں تو پاگل کیا کرتے ہیں۔ میں عزیز ترین چیز کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ تم اپنا قصہ اور اپنی آنکھیں پھوٹنے اور چہروں کو راکھ اور کالک سے کالا کرنے کی وجہ بتاؤ۔

انہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے نوجوان! اپنی جوانی کے دھوکے میں مت آ اور اپنا سوال واپس لے لے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ اٹھا اور بوڑھے نے کچھ کھانا پیش کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے اور برتن بڑھائے جا چکے تو وہ سب بیٹھ کر باتیں چیتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور بوڑھے نے اٹھ کر موم بتیاں اور قندیلیں جلائیں اور ہمارے سامنے کھانا پیش کیا۔ اس سے فارغ ہو کر ہم لوگ باتیں اور شراب نوشی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی اور جوانوں نے بوڑھے سے کہا کہ ہمارا روزینہ ہمیں دے کیونکہ اب سونے کا وقت آ گیا ہے۔ بوڑھا اٹھا اور سینیاں لایا جن میں کالی ریت تھی اور انہوں نے پھر وہی کیا جو پہلی رات کیا تھا۔ اس طرح سے میں نے ان کے ساتھ ایک مہینہ گزارا اور وہ ہر روز رات کو اپنا چہرہ کالا کرتے اور پھر دھوتے اور کپڑے بدلتے تھے۔ اس وجہ سے میں سخت حیران تھا اور میری پریشانی یہاں تک بڑھ گئی کہ کھانا پینا بند ہو

گیا۔ بالآخر میں نے ان سے کہا کہ اے جوانو' کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میرا رنج و الم دور ہو اور تم اپنا چہرہ کالا کرنے کی وجہ بتا دو؟ انہوں نے جواب دیا کہ بہتر ہے کہ ہم اپنا راز فاش نہ کریں۔ میں ان کے معاملے میں حیران تھا اور میرا کھانا پینا بند تھا۔ آخرکار میں نے ان سے کہا کہ تمہیں ان باتوں کا سبب بتانا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے تجھے تکلیف پہنچے گی اور تو بھی ہماری طرح ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ تمہیں ضرور بتانا پڑے گا ورنہ تم مجھے چھوڑ دو کہ میں سفر کر کے اپنے اہل و عیال کے پاس چلا جاؤں اور ان باتوں کے دیکھنے سے مجھے تکلیف نہ ہو۔ مظل ہے کہ تم سے دوری بہتر ہے کیونکہ جو چیز آنکھ نہیں دیکھتی' اس سے قلب کو تکلیف نہیں پہنچتی۔

یہ کہہ کر وہ ایک مینڈھا لائے اور اسے ذبح کیا اور اس کی کھال کھینچی اور مجھ سے کہنے لگے کہ یہ کھال لے اور اس کے اندر داخل ہو کر اسے اپنے اوپر سی لے۔ جب تو یہ کر چکے گا تو ایک پرندہ تیرے پاس آئے گا جس کا نام رخ ہے۔ وہ تجھے اٹھا کر ایک پہاڑ پر اتار دے گا۔ پھر تو کھال کو پھاڑ کر باہر نکل آئیو۔ پرندہ تجھ سے ڈر کر بھاگ جائے گا اور تجھے اکیلا چھوڑ دے گا۔ آدھے دن چلنے کے بعد تجھے اپنے سامنے ایک عجیب المنظر محل دکھائی دے گا' اس میں داخل ہو جائیو۔ بس تیرا مطلب حاصل ہو گیا! ہمارے منہ سیاہ کرنے اور ہماری آنکھیں پھوٹنے کا یہی سبب ہے کہ ہم اس محل میں داخل ہوئے تھے۔ اگر ہم خود اپنی وارداتیں تجھ سے بیان کریں تو ان کی تفصیل بہت طول کھینچے گی کیونکہ ہر ایک کی بائیں آنکھ پھوٹنے کی ایک الگ کہانی ہے۔

یہ سن کر میں خوش ہو گیا اور جیسا انہوں نے مجھ سے کہا تھا۔ میں نے ویسا ہی کیا اور وہ پرندہ مجھے لے جا کر اس پہاڑ پر اتار آیا۔ کھال سے نکل کر میں نے چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ محل میں داخل ہو گیا۔ اس محل میں چالیس نو عمر لڑکیاں تھیں۔ جو چاند کی طرح خوبصورت تھیں اور جن کے دیکھنے سے کبھی سیری نہ ہوتی تھی۔ جوں

ہی انہوں نے مجھے دیکھا' وہ یک زبان ہو کر کہنے لگیں۔ کہ اھلاً و سھلاً و مرحبا اے ہمارے آقا' ہم ایک مہینے سے تیری راہ دیکھ رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اس شخص کو یہاں لایا جو ہمارے قابل ہے اور جس کے ہم قابل ہیں۔ اب انہوں نے مجھے ایک بلند دیوان پر بٹھایا اور کہنے لگیں کہ آج کے دن تو ہمارا مالک اور حکمران ہے اور ہم سب تیری لونڈیاں ہیں اور فرمانبردار۔ ہم پر اپنا حکم چلا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر مجھے سخت اچنبھا ہوا۔ پھر وہ کھانا لائیں اور ہم سب نے مل کر کھایا۔ پھر وہ میرے لیے شراب لائیں اور میرے آس پاس بیٹھ گئیں۔ اب ان میں سے پانچ لڑکیاں اٹھیں اور انہوں نے چٹائی بچھائی اور اس کے اردگرد بہت سی خوشبوئیں اور پھل اور نقل لا کر جمع کیا اور شراب حاضر کی اور ہم سب پینے بیٹھ گئے۔ اب انہوں نے ایک سارنگی لے کر گانا بجانا شروع کیا اور جام و سبو کا دور چلنے لگا۔ مجھ پر ایسی مسرت طاری ہوئی کہ دنیا بھر کے غم غلط ہو گئے اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ واقعی عیش و عشرت اس کا نام ہے اور میں نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا یہاں تک کہ سونے کا وقت آ گیا۔ اب انہوں نے کہا کہ ہم میں سے جسے تو چاہے کہ وہ تجھ سے ہم بستر ہو' اسے ساتھ لے جا۔ میں نے ان میں سے ایک کو اپنے ساتھ لیا۔ جس کا چہرہ خوبصورت' آنکھیں سرگیں' بال کالے کالے' آگے کے دانت کشادہ' ادائیں مکمل' بھوئیں ملی ہوئیں تھیں۔ وہ گویا ایک نازک شاخ یا خوشبو دار ٹہنی تھی جس کو دیکھ کر عقل حیران و پریشان ہو جاتی تھی۔ میں اٹھا اور اس کے ساتھ رات بھر رہا۔ اس سے زیادہ حسین عورت میں نے عمر بھر نہ دیکھی تھی۔ جب صبح ہوئی تو وہ مجھے حمام لے گئیں اور غسل دیا اور بہترین کپڑے پہنائے اور کھانا پیش کیا اور ہم نے کھایا اور شراب پیش کی اور ہم نے پی۔ رات ہونے تک ہمارے درمیان جام کا دور چلتا رہا۔ اب میں نے ان میں سے ایک اور لڑکی پسند کی جو سر تاپا حسن کی دیوی تھی اور جس کا جسم پھول کی طرح نرم تھا۔ میں اس کے ساتھ رہا اور صبح تک وہ رات ایسی گزری کہ کبھی نہ گزری تھی۔

قصہ مختصر' اے میری آقا' میں نے ان کے ساتھ ایک سال نہایت عیش و آرام میں گزارا جب سال ختم ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کاش ہماری ملاقات تجھ سے نہ ہوئی

ہوتی۔ لیکن اگر تو ہمارے کہنے پر چلے تو اس میں تیری بھلائی ہے۔ یہ کہہ کر وہ رنے لگیں اور میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ آخر بات کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بادشاہ زادیاں ہیں اور برسوں سے یہاں رہتی ہیں۔ صرف چالیس دن کے لیے ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں اور پھر ایک سال یہاں ساتھ رہ کر کھاتے پیتے اور مزے اڑاتے اور خوشیاں مناتے اور پھر چلے جاتے ہیں۔ بس ہمارا یہی دستور ہے۔ اس لیے ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے چلے جانے کے بعد تو ہماری عدول حکمی کرے گا۔ لے ہم تجھے محل کی کنجیاں دیتے ہیں۔ اس محل میں یہ چالیس مخزن ہیں ان میں سے انتالیس دروازوں کو کھولو' مگر خبردار اس چالیسویں دروازے سے دور رہیو' ورنہ ہم میں مفارقت ہو جائے گی۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ ہماری جدائی کا باعث ہے تو میں اسے ہرگز نہ کھولوں گا۔ اب ان میں سے ایک لڑکی آگے بڑھی اور مجھے گلے لپٹا کر رونے لگی۔ جب میں نے اسے روتے دیکھا تو کہا کہ میں اسے ہرگز نہ کھولوں گا' اور اس سے رخصت ہوا۔ وہ سب وہاں سے نکل کر اڑ گئیں اور میں محل میں اکیلا بیٹھا رہ گیا۔ جب شام قریب ہوئی تو میں پہلا مخزن کھول کر اس میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ وہاں جنت کے مانند ایک مکان اور اس میں ایک باغ ہے' جس کے درخت ہرے بھرے اور پھل پکے ہوئے اور چڑیاں گاتی ہوئی اور پانی بہتا ہوا ہے۔ میرا دل اسے دیکھ کر باغ باغ ہو گیا اور میں درختوں کے درمیان چہل قدمی کرنے اور پھول سونگھنے اور چڑیوں کے راگ سننے لگا جو یکتا اور زبردست خدا کی تسبیح کر رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ سیبوں کا رنگ سرخی مائل زرد ہے۔ پھر میری نظر بہیوں پر پڑی جن کی خوشبو کے آگے مشک اور عنبرمات تھے۔ پھر مجھے خوبانیاں دکھائی دیں جن کو دیکھ کر آنکھوں میں تروتازگی ہوتی تھی اور جو نرم یاقوت کی طرح خوبصورت تھیں۔

اس کے بعد میں اس مکان سے نکلا اور مخزن کا دروازہ بند کر دیا جیسا کہ پہلے تھا' جب

دوسرا دن ہوا تو میں نے دوسرا مخزن کھولا اور اس میں داخل ہوا وہاں میں نے ایک بہت بڑا میدان دیکھا' جس میں بہت سے کھجور کے درخت تھے اور ایک نہر بہہ رہی تھی۔ جس کے کنارے گلاب اور چنبیلی اور سدابہار اور نسرین اور نرگس اور تلسی کے درخت فرش کی طرح بچھے ہوئے تھے۔ جب ان خوشبو دار پھولوں پر ہوا چلتی تو خوشبوؤں کو ادھر ادھر منتشر کرتی تھی۔ ان چیزوں سے مجھے بے حد مسرت پہنچی اور میں اس مکان سے باہر آیا اور مخزن کا دروازہ بند کر دیا جیسا کہ پہلے تھا۔ پھر میں نے تیسرے مخزن کا دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک بارہ دری ہے' جس کا فرش سنگ مرمر اور قیمتی معدنیات اور کمیاب پتھروں کا ہے اور اس میں صندل اور عود کے پنجرے ٹنگے ہوئے ہیں' جن میں بھانت بھانت کی چڑیاں بیٹھی گا رہی ہیں۔ مثلاً بلبلیں' فاختائیں' شحروریں' قمریاں اور نوبیاں۔ یہ دیکھ کر میرا دل کھل گیا اور غم غلط ہو گیا۔ اس مکان میں' میں صبح تک سوتا رہا۔ پھر میں نے چوتھے مخزن کا دروازہ کھولا اور اس میں ایک بڑا مکان دیکھا' جس میں چالیس مخزن تھے اور ان سب کے دروازے کھلے ہوئے تھے' میں ان کے اندر گیا اور وہاں ایسے ایسے موتی اور یاقوت اور زبرجد اور زمرد اور دوسرے قیمتی جواہرات دیکھے جن کی تعریف سے زبان قاصر ہے۔ یہ دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ چیزیں تو شہنشاہوں کے خزانے میں بھی نہ ہوں گی۔ یہ دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا اور غم غلط۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اب اپنے زمانے کا بادشاہ ہوں اور یہ سارا مال خدا کے فضل سے میرا ہی ہے اور چالیس لڑکیاں میرے قبضے میں ہیں' جن کا سوائے میرے اور کوئی نہیں۔

اسی طرح میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تھا' یہاں تک کہ انتالیس روز گزر گئے اور اس مدت میں' میں سارے مخزن کھول چکا تھا اور وہی ایک باقی رہ گیا تھا' جس کا دروازہ کھولنے سے انہوں نے منع کیا تھا۔

لیکن اے میری آقا! میرا دل اسی مخزن میں اٹکا رہا جو ان چالیس مخزنوں کا آخری تھا

اور یہ میری بدبختی تھی کہ مجھے شیطان نے مجبور کیا کہ اسے کھولوں اور میں ضبط نہ کر سکا' اگرچہ معیاد کا ایک روز باقی تھا۔ میں مذکورہ مخزن کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہو ہی گیا۔ وہاں مجھے ایسی خوشبو ائی کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہ سونگھی تھی۔ اس خوشبو نے مجھے متوالا کر دیا اور میں ایک پہر تک بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش آیا تو میں اپنا دل مضبوط کر کے مخزن کے اندر چلا گیا اور دیکھا کہ اس کے فرش پر زعفران اور سونے کی قندیلیں اور ایسی خوشبوئیں رکھی ہوئی ہیں جن میں سے مشک اور زعفران کی بو پھوٹ رہی ہے۔ اور میں نے دو عود سوز دیکھے جن میں سے ہر ایک میں عود اور عنبر اور میٹھی میٹھی خوشبوئیں بھری ہوئی تھیں' جن سے سارا مکان معطر تھا اور وہاں اے میری آقا! میں نے ایک مشکی گھوڑا دیکھا جو اندھیری رات کی طرح کالا تھا۔ اس کے سامنے سفید بلور کی ایک ناند رکھی ہوئی تھی جس کے اندر چھلے ہوئے تل تھے اور اسی کی طرح ایک دوسری ناند جس میں مشک آمیز گلاب کا پانی تھا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور اس پر لگام چڑھی ہوئی تھی اور کاٹھی سرخ سونے کی تھی۔ اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس میں ضرور کوئی راز ہے۔ میں نے اسے باہر نکالا اور اس پر سوار ہو گیا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ٹلا۔ پھر میں نے اپنے پاؤں اس کے سینے پر مارے لیکن وہ پھر بھی نہ ہلا۔ اب میں نے چابک لے کر اسے مارنا شروع کیا۔ جب اس کو مار کر احساس ہوا تو ایسی زور سے ہنہنانے لگا جیسے کہ کان پھوڑنے والی بجلی اور اس نے اپنے دونوں بازو کھولے اور مجھے لے کر اڑا اور ایک پہر تک ہوا میں نظروں سے غائب ہو گیا اور ایک چھت پر پہنچ کر مجھے اپنی پیٹھ سے اتار دیا اور اپنی دم اس طرح مجھ پر ماری کہ میری بائیں آنکھ پھوٹ کر میرے چہرے پر سے لنڈکتی ہوئی گر گئی۔ جب میں چھت سے اترا تو میں نے انہیں دس کانوں کو وہاں پایا۔ انہوں نے کہا کہ تجھے ہم نہ مرحبا کہتے ہیں اور نہ اھلا و سھلا میں نے کہا کہ دیکھو' میں بھی تمہاری طرح ہو گیا ہوں اور چاہتا

ہوں کہ تم مجھے کالک کی سینی دو تا کہ اس سے میں اپنا چہرہ کالا کروں اور مجھے اپنی ہمراہی میں قبول کرو۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم' ہم تیرے ساتھ ہرگز نہ بیٹھیں

گے۔ نکل جا یہاں سے! جب انھوں نے مجھے اپنے پاس سے نکال دیا اور میں بہت تنگ دل ہوا اور سوچنے لگا کہ دیکھنا چاہیے کہ ابھی اور تقدیر میں لکھا ہے۔ تو میں وہاں سے غمگین اور روتا ہوا چل دیا اور چپکے چپکے کہنے لگا کہ میں آرام سے زندگی بسر کر رہا تھا لیکن میری فضول باتوں نے بیٹھے بٹھائے مجھے مصیبت میں ڈال دیا۔ یہ کہہ کر میں نے اپنی داڑھی مونچھ مونڈ ڈالی اور ملک ملک کا چکر لگاتا رہا اور خدا نے میری قسمت میں سلامتی لکھی تھی' یہاں تک کہ آج شام کو بغداد پہنچا اور دیکھا کہ یہ دونوں حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور کہا کہ میں پردیسی ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم بھی پردیسی ہیں اور ہم تینوں قلندر یکساں بائیں آنکھ سے کانے تھے۔ اے میری آقا! یہ ہے سب میری داڑھی منڈانے اور آنکھ پھوٹنے کا۔ لڑکی نے کہا کہ آداب بجا لا اور چلتا ہو۔ میں نے کہا کہ واللہ جب تک ان لوگوں کا قصہ نہ سن لوں' میں یہاں سے نہیں ٹلنے کا۔

اب لڑکی نے خلیفہ اور جعفر اور مسرور کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اب تم لوگ اپنا قصہ سناؤ۔ جعفر آگے بڑھا اور اس نے وہی قصہ بیان کیا جو داخل ہوتے وقت دروازہ کھولنے والی سے بیان کیا تھا۔ جب لڑکی نے اس کی باتیں سنیں تو کہا کہ تم میں سے بعضوں کی خاطر تمہاری بھی جان بخشی کی جاتی ہے۔ اب سب لوگ باہر آئے اور چلتے چلتے بازار تک پہنچے۔ خلیفہ نے قلندروں سے کہا کہ اے لوگو' اس وقت تم کہاں جاؤ گے کیونکہ ابھی تک پو نہیں پھوٹی؟ انھوں نے جواب دیا کہ واللہ' اے میرے آقا' ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ کہاں جائیں۔ خلیفہ نے ان سے کہا کہ چلو آج کی رات ہمارے ساتھ گزارو اور جعفر سے کہا کہ انہیں لے جا اور کل میرے سامنے حاضر کرنا کہ ہم سارا ماجرا لکھ لیں۔ جعفر نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اور خلیفہ اپنے

محل میں چلا گیا اور اس رات اسے بالکل نیند نہیں آئی۔ جب صبح ہوئی تو وہ حکومت کی کرسی پر بیٹھا اور جب سارے ارکین جمع ہو چکے تو وہ جعفر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا' کہ تینوں لڑکیوں اور دونوں کتیوں اور قلندروں کو میرے سامنے حاضر کر۔ حعفر اٹھا اور ان سب کو حاضر کیا۔ لڑکیاں نقاب ڈالے ہوئے داخل ہوئیں اور جعفر نے ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم تمہیں معاف کرتے ہیں کیونکہ تم نے پہلے ہمارے ساتھ احسان کیا ہے اور ہم کو پہچانا نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم اس وقت اس شخص کے سامنے کھڑی ہو جو بنی عباس کا پانچواں خلیفہ ہارون الرشید ہے اور جو بھائی ہے موسیٰ الہادی بن المہدی محمد بن ابی جعفر المنصور بن محمد کا بھائی ہے السفاح بن محمد کا۔ اس لیے جو کچھ کہو سچ کہو۔ جب لڑکیوں نے جعفر کی زبان سے امیرالمومنین کا حکم سنا تو بڑی لڑکی آگے بڑھی اور کہنے لگی کہ اے امیر المومنین میرا قصہ ایسا ہے کہ اگر سوئیوں سے آنکھوں کے گوشوں پر لکھا جائے تو وہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت کا باعث ہو گا اور نصیحت پکڑنے والوں کے لیے نصیحت۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• سترھویں رات

جب سترھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ جب وہ لڑکی امیرالمومنین کے سامنے آئی تو کہا کہ میری داستان عجیب و غریب ہے اور یہ دونوں کالی کتیاں میری بہنیں ہیں۔ ہم تینوں سگی بہنیں ایک ماں باپ سے تھے' اور یہ دونوں لڑکیاں' جن میں سے ایک کے بدن پر مار کا نشان ہے اور دوسری جو سامان لانے والی ہے' دوسری ماں سے ہیں۔ جب ہمارے باپ کا انتقال ہوا تو ہم سب نے میراث میں سے اپنا اپنا حصہ لے لیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میری ماں کا انتقال ہو گیا۔ اس نے تین ہزار دینار ترکے میں چھوڑے اور ہر لڑکی کے حصے میں ہزار ہزار دینار آئے' میں ان سب سے عمر میں چھوٹی ہوں' اور میری بہنوں نے شادی کا سامان کر کے ایک ایک مرد سے شادی کر لی اور ایک مدت تک سب ساتھ رہے۔ پھر دونوں مردوں نے تجارت کی تیاری اور دونوں نے اپنی اپنی بیویوں سے ایک ایک ہزار دینار لیے اور انہیں ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔ پانچ سال تک وہ باہر رہے اور اس اثنا میں شوہروں نے سارا مال گنوا دیا اور فقیر ہو گئے اور بیویوں کو پردیس میں چھوڑ کر چلتے ہوئے۔ پانچ سال کے بعد بڑی بہن فقیرانہ حالت میں پھٹے پرانے اور میلے لباس میں میرے پاس آئی اور اس کی حالت نہایت ابتر تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اس کی طرف کچھ خیال نہ کیا اور اس کو پہچانا نہیں' لیکن جب میں نے اسے پہچانا تو کہا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بہن باتیں بنانے سے اب کچھ فائدہ نہیں' جو کچھ خدا کا حکم تھا' وہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے حمام بھیجا اور پہننے کو کپڑے دیئے اور اس سے کہا کہ بہن تو ماں اور باپ کی بجائے ہے اور جو ترکہ مجھے تمہارے ساتھ ملا تھا' اس میں خدا نے برکت دی اور میں اس کی وجہ سے عیش و عشرت میں ہوں اور میری حالت بہت اچھی ہے اور ہم تم ایک ہیں۔ میں نے اس کے ساتھ بہت

بھلائی کا سلوک کیا اور وہ میرے ساتھ پورے ایک سال تک رہی لیکن ہمارا دل دوسری بہن میں لگا ہوا تھا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد وہ بھی بڑی بہن سے زیادہ میلے کپڑوں میں آئی۔ میں نے پہلی بہن سے بھی بڑھ کر اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور دونوں کو اپنے مال میں ساجھی دار بنا لیا۔ کچھ مدت کے بعد انہوں نے کہا کہ بہن' ہم شادی کرنا چاہتی ہیں کیونکہ بغیر شوہر کے بیٹھا رہنا ہم سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا کہ اے میری آنکھ کی پتلیو' شادی کرنے میں اب کوئی فائدہ نہیں کیونکہ آج کل اچھا مرد بالکل ناپید ہے۔ جو کچھ تم کر رہی ہو اس میں' میں کوئی بھلائی نہیں پاتی اور تم تو شادی کا تجربہ بھی حاصل کر چکی ہو مگر انہوں نے میری بات نہ مانی اور بغیر میری مرضی کے شادی کر لی۔ پھر بھی میں نے اپنے مال میں سے انہیں جہیز دیا اور ان کے لیے کپڑے بنوائے۔

دونوں بہنیں اپنے شوہروں کو لے کر چل دیں اور کچھ مدت تک ساتھ رہیں۔ شوہروں نے دھوکا دے کر جو کچھ ان کے پاس تھا' لے لیا اور وہاں سے ان کو چھوڑ کر چلتے ہوئے۔ اب وہ پھر مصیبت زدہ ہو کر میرے پاس آئیں اور معافی مانگی اور کہنے لگیں کہ ہم پر ناراض مت ہو کیونکہ تو ہم سے عمر میں چھوٹی اور تو عقل میں بڑی ہے۔ ہم اب ہرگز شادی کا ذکر نہ کریں گے۔ ہم کو اپنے پاس لونڈیاں بنا کر رکھ تاکہ ہم تیرا نمک کھائیں۔ میں نے کہا کہ مرحبا! میری بہنو' میرے لیے تم سے زیادہ عزیز اور کوئی چیز نہیں اور میں نے ان کو بوسہ دیا اور ان کے ساتھ پہلے سے زیادہ انعام و اکرام کیا۔ اس طرح سے ہم نے ایک سال گزارا۔ اس کے بعد میرا ارادہ ہوا کہ ایک کشتی پر تجارتی مال لے کر بصرے جاؤں اور میں نے ایک بڑی کشتی تیار کی اور تجارتی مال و متاع اور دوسری ضرورت کی چیزیں اس میں رکھ کر اپنی بہنوں سے کہا کہ تمہارا جی چاہے تو یہیں گھر پر ٹھہرو' یہاں تک کہ میں سفر سے واپس آ جاؤں' اور جی چاہے تو ہمارے ساتھ چلو۔ انہوں نے کہا کہ ہم تیرے ساتھ چلیں گے کیونکہ ہمیں تیری جدائی کی طاقت نہیں۔ میں نے ان کو اپنے ساتھ لے لیا اور اپنی پونجی کے

دو حصے کئے' ایک کو ساتھ رکھا اور دوسرے کو امانت رکھ گئی کیونکہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشتی پر کوئی مصیبت آ جاتی ہے مگر زندگی میں کچھ مدت باقی رہتی ہے۔ اگر ہم ایسی حالت میں لوٹے تو کچھ پسماندہ ہمارے پاس ہو گا' جس سے ہم فائدہ اٹھا سکیں گے۔ کئی دن رات چلنے کے بعد کشتی غلط راستے پر پڑ گئی اور ناخدا راہ بھول گیا اور کشتی اس سمندر سے دور ہو کر' جس میں ہم جانا چاہتے تھے' دوسرے سمندر میں داخل ہو گئی اور ہمیں ایک مدت تک اس کا پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد دس دن تک موافق ہوا چلتی رہی اور دیدبان نے اوپر چڑھ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی اور کہنے لگا کر خوشخبری ہو' اس کے بعد وہ خوش خوش اترا اور کہنے لگا کہ میں نے شہر کی طرح ایک چیز دیکھی ہے جو کبوتر کے برابر ہے۔ یہ سن کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی اور ابھی ایک پہر دن نہ گزارا تھا کہ دور سے ایک شہر چمکتا ہوا نظر آیا۔ ہم نے ناخدا سے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام ہے' جس کی طرف ہم جا رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم' مجھے معلوم نہیں۔ میں نے نہ اس کو پہلے کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی میرا اس سمندر میں گزر ہوا ہے' لیکن خدا کی طرف سے سلامتی کا حکم آ گیا ہے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ تم لوگ اس شہر میں جاؤ اور دیکھو کہ اپنا مال بیچ سکتے ہو کہ نہیں۔ اگر بیچ سکتے ہو تو بیچو اور جو کچھ اس شہر میں ملے' اسے اپنے ہاتھ لے چلو اور اگر تمہارے لیے بکری کا کوئی امکان نہ ہو تو ہم دو دن یہاں ٹھہر کر اور راہ کی ضروریات لے کر چل دیں گے۔

اب ہم خشکی پر اترے اور ناخدا شہر میں گیا اور تھوڑی دیر بعد ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اٹھو اور شہر میں جاؤ۔ خدا نے جو مخلوق پیدا کی ہے' اس کو تعجب کی نظر سے دیکھو اور اس کی ناراضگی سے پناہ مانگو۔ ہم شہر کی طرف چڑھے اور جب میں دروازے پر پہنچی تو میں نے بہت سے آدمی دیکھے جو ہاتھوں میں چھڑیاں لیے دروازے پر کھڑے تھے۔ جب میں ان کے پاس پہنچی تو معلوم ہوا کہ ان پر خدا کا قہر نازل ہوا ہے اور

وہ پتھر ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب ہم شہر کے اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سبھی کے سبھی خدا کے قہر میں مبتلا ہو کر کالے پتھر کے ہو گئے ہیں' نہ کوئی باشندہ وہاں باقی ہے نہ کوئی آگ دہکانے والا۔ اس سے ہمارے اوپر دہشت طاری ہوئی۔ تاہم ہم بازاروں میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ سودے کا مال سارا رکھا ہوا ہے حتیٰ کہ سونا اور چاندی بھی پہلے کی طرح رکھا ہوا ہے۔ ہم خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہو نہ ہو اس میں کوئی بھید ہے' اسی لیے شہر کے راستوں میں منتشر ہو گئے اور ہر شخص اپنے ساتھی سے جدا ہو کر سامان اور مال اور کپڑے جمع کرنے لگا۔

اب میرا ماجرا سنئے۔ میں قلعے کو گئی اور دیکھا کہ وہ مضبوط بنا ہوا ہے اور میں بادشاہ کے محل میں داخل ہو گئی۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ سارے برتن سونے چاندی کے ہیں اور ساتھ ساتھ میری نظر بادشاہ پر پڑی اور دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کے پاس اس کے ملازم اور صوبہ دار وزیر ہیں اور اس کا لباس اس قسم کا ہے کہ عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ جب میں بادشاہ کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور اس کی پوشاک سونے کی ہے اور اس کے جواہرات ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اور اس کے اردگرد پچاس گورے غلام کھڑے ہوئے ہیں جن کے لباس طرح طرح کے ریشم کے ہیں اور جن کے ہاتھ میں برہنہ شمشیریں ہیں۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میری عقل دنگ رہ گئی۔ اب میں آگے بڑھی اور حرم سرا میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ اس کی دیواروں پر ریشمی پردے پڑے ہوئے ہیں' جن میں سنہرے بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ملکہ وہاں سو رہی ہے اور اس کی پوشاک میں تازے موتی جڑے ہوئے ہیں اور اس کے سر پر ایک تاج ہے' جس میں طرح طرح کے نگینے جڑے ہوئے ہیں اور وہ گلے میں ہار اور لڑیاں پہنے ہوئے ہے اور اس کے لباس اور زیور میں ذرا بھی فرق نہیں آیا لیکن وہ بھی خدا کے قہر کی ماری کالا پتھر ہو کر رہ گئی ہے۔

وہاں میں نے ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھا اور اس پر چڑھ گئی۔ وہ ایک سات منزلہ مکان

تھا اور بالکل مرمر کا بنا ہوا تھا اور اس میں سنہرا فرش بچھا ہوا تھا۔ وہاں میں نے ایک تخت دیکھا جو صنوبر کی لکڑی کا تھا اور جس میں موتی اور جواہرات اور زمرد کے دو انار جڑے ہوئے تھے اور اس کے اوپر ایک چھجا تھا' جس کے پردے میں موتی پروئے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس چھجے کے دروازے سے روشنی آ رہی ہے اور میں اس کے اوپر چڑھ گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ چھجے کے صدر میں ایک چھوٹی سی کرسی اور اوپر بطخ کے انڈے کے برابر ایک ہیرا رکھا ہوا ہے' جو شمع کی طرح روشن ہے اور جس کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور تخت کے اوپر طرح طرح کے ریشم بچھے ہوئے ہیں' جن کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے سخت تعجب ہوا اور میں نے دیکھا کہ وہاں موم بتیاں جل رہی ہیں اور اپنے دل میں کہا کہ یہاں کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیے' جس نے یہ موم بتیاں جلائی ہیں۔ یہ سوچ کر میں آگے بڑھی اور ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوئی اور وہاں تفتیش کرنے اور ادھر ادھر چکر لگانے لگی اور حیرانی کی وجہ سے اپنے آپ کو بھول گئی اور سوچ میں پڑ گئی۔ یہاں رات ہو گئی۔ اب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو باہر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا اور میں راہ بھول گئی۔ لہٰذا میں چھجے میں واپس آئی جہاں ایک موم بتی جل رہی تھی اور تخت پر بیٹھ کر لحاف اوڑھ لیا اور قرآن کی بعض آیتیں پڑھنے لگی۔ میں نے چاہا کہ سو جاؤں لیکن نیند نہ آئی کیونکہ میں بے چین تھی' جب آدھی رات ہوئی تو میں نے کسی شخص کو نہایت پیارمگر دھیمی آواز سے قرآن پڑھتے سنا۔ میں خوش ہو کر آواز کی طرف چلی اور ایک کوٹھڑی کے پاس پہنچی۔ جس کادروازہ بند تھا' جب میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ مسجد ہے اور اس میں ایک محراب ہے اور بہت سی قندیلیں لٹکی ہوئی اور دو موم بتیاں جل رہی ہیں اور وہاں ایک مصلہ بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک حسین جوان بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے رحل پر ایک قرآن رکھا ہوا ہے اور وہ اس کو پڑھ رہا ہے۔ میں حیران ہو گئی کہ تمام شہر والوں میں سے یہ اکیلا کس طرح بچ گیا!

میں اندر گئی اور اس کو سلام کیا۔ اس نے نظر اٹھائی اور سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ میں تجھے اس خدا کی کتاب کی قسم دے کر جس کو تو پڑھ رہا ہے' کہتی ہوں

کہ تو میرے سوال کا جواب دے۔ جوان میری طرف نظر اٹھائے ہوئے تھا اور مسکرا رہا تھا اور اس نے کہا کہ اے لڑکی' تو اپنے اس مکان میں داخل ہونے کا سبب مجھے بتا اور میں تجھے اپنے اور اس شہر والوں کے ماجرے سے مطلع کروں گا۔ میں نے اپنا قصہ بیان کیا تو اسے بہت تعجب ہوا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ اب اس شہر کا حال بتا۔ اس نے کہا کہ اے بہن' ذرا ٹھہر جا۔ یہ کہہ کر اس نے قرآن کو بند کیا اور اسے ایک اطلس کے جزدان میں بند کر کے اوپر رکھ دیا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مثل چودھویں رات کے چاند کے ہے' جس کے اعضا خوبصورت' جسم ملائم اور چہرہ حسین ہے' گویا وہ اچھے قوام والی مصری کی ڈلی ہے اور خدا نے اسے انتہائی خوبصورتی کا جامہ پہنایا ہے اور اس کو پیارا اور دلکش بنانے کے لیے اس میں اس کے رخسار کی گوٹ لگائی ہے۔

میں نے اس کو ایک نظر دیکھا ہی تھا کہ ہزاروں ارمان دل میں جاگ اٹھے اور میرا دل اس کی محبت میں پھنس گیا۔ میں نے کہا کہ اے آقا' میرے سوال کا جواب دے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ اے خدا کی لونڈی' تجھے معلوم ہو کہ یہ شہر میرے باپ کا شہر ہے اور میرا باپ وہی ہے جس کو تو نے کرسی پر بیٹھا دیکھا ہے اور جو خدا کے قہر سے کالا پتھر بن گیا ہے اور وہ ملکہ جس کو تو نے چھجے میں دیکھا ہے' وہ میری ماں ہے۔ یہاں کے سب لوگ آتش پرست تھے جو زبردست خدا کو چھوڑ کر آگ کی پرستش کرتے تھے اور آگ کی روشنی اور سائے اور دھوپ اور گھومنے والے آسمان کی قسم کھاتے تھے۔ میرے باپ کے کوئی اولاد نہ تھی اور میں اس کی آخری عمر میں پیدا ہوا۔ اس نے میری تربیت کی اور میں بڑا ہوا۔ میری خوش قسمتی سے ہمارے یہاں ایک بڑھیا تھی جو بہت بوڑھی ہو چکی تھی' مسلمان تھی اور دل میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان

رکھتی تھی اور ظاہراً میرے خاندان کے دین پر چلتی تھی۔ اس کی پرہیزگاری اور عفت کی وجہ سے میرے باپ کو اس پر بڑا بھروسہ تھا اور وہ آئے دن اس کی زیادہ عزت کیا کرتا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ اسی کے دین و مذہب پر ہے۔ جب میں بڑا ہوا تو میرے باپ نے مجھے اس کے سپرد کیا اور کہا کہ اسے لے جا اور اس کی تربیت کر اور ہمارا دین سکھا اور تربیت میں کوتاہی نہ کر اور اس کی دیکھ بھال کر۔ بڑھیا نے مجھے لے جا کر اسلام کی تعلیم دی مثلاً وضو اور نماز کے فرائض اور مجھے قرآن حفظ کرایا اور کہا کہ سوائے خدا کے کسی کی پوجا مت کر۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو اس نے مجھ سے کہا کہ بیٹا' اس بات کو اپنے باپ سے چھپائیو اور اس کو خبر نہ دیجئو' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے قتل کر ڈالے۔ میں نے یہ باتیں اپنے باپ سے پوشیدہ رکھیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد بڑھیا فوت ہو گئی اور شہر والوں کا کفر اور بے دینی اور گمراہی بڑھتی گئی۔ اسی حالت میں انہوں نے سنا کہ کوئی منادی' بجلی کی کڑک کی طرح زور سے کہہ رہا ہے اور دور اور نزدیک والے سب سن رہے ہیں کہ اے اس شہر کے باشندو' آگ کی پرستش چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرو جو مالک اور رحمٰن ہے۔ شہر والے اس سے ڈر گئے اور میرے باپ کے پاس آئے جو اس شہر کا بادشاہ تھا اور کہنے لگے کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے' جسے سن کر ہمیں دہشت ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ آواز سے مت ڈرو اور خوف نہ کھاؤ اور اپنے دین سے نہ پھرو۔ میرے باپ کا کہنا ان کے دل میں بیٹھ گیا اور انہوں نے آگ کی پرستش جاری رکھی اور ان کی گمراہی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ پہلی آواز سنے ایک سال ہو گیا۔ پھر وہی منادی دوسری بار ظاہر ہوا اور انہوں نے اسے سنا اور پھر تیسرے سال تیسری بار' یعنی ہر سال ایک بار' لیکن وہ اپنے پرانے اعتقاد سے باز نہ آتے تھے' یہاں تک کہ ان کے اوپر ایک روز تڑکا ہونے کے بعد آسمان سے خدا کا قہر و غضب نازل ہوا اور وہ اور ان کے چوپائے اور مویشی قہر میں مبتلا ہو کر سیاہ پتھر ہو گئے اور اس شہر والوں میں سے سوائے میرے کوئی نہ بچا۔ جس دن سے یہ واقعہ پیش آیا ہے' میں اسی طرح نماز روزے اور قرآن

کی تلاوت کرنے میں مشغول ہوں' مگر تنہائی سے اکتا گیا ہوں کیونکہ میرے پاس کوئی نہیں ہے' جس سے میں دل بہلاؤں۔

یہ سن کر میں نے کہا' ورانحالیکہ وہ میرے دل پر قبضہ کر چکا تھا' کہ اے جوان' اگر تیرا جی چاہے تو میرے ساتھ بغداد چل اور عالموں اور فقیہوں سے مل کر اپنے علم و فہم اور فقہ میں اضافہ کر۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لونڈی جو تیرے سامنے کھڑی ہے' اپنی قوم کی سردار ہے اور اس کی حکومت بہت سی رعایا اور نوکروں اور غلاموں پر ہے اور میرے ساتھ کشتی ہے' جس پر تجارت کا سامان لدا ہے۔ قسمت ہمیں اس شہر میں لے آئی ہے' جس کی وجہ سے ہمیں یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں اور ہماری تقدیر میں آپس میں ملنا لکھا تھا اور میں برابر اسے محبت اور ترکیب سے آمادہ کرتی رہی یہاں تک کہ وہ مان گیا اور اقرار کر لیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## اٹھارہویں رات

جب اٹھارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ لڑکی نے کہا کہ میں نہایت خوبی سے جوان کو اپنی طرف مائل کرتی رہی یہاں تک کہ اس نے مجھ سے اقرار کر لیا اور میں اس رات اس کی رانوں کے نیچے سوئی اور مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ مجھے کس قدر فرحت ہو رہی ہے۔ جب سویرا ہوا تو ہم اٹھے اور خزانوں میں گئے اور ہلکی اور قیمتی چیزیں اپنے ساتھ لے لیں اور قلعے سے اتر کر شہر میں آئے۔ یہاں ہم نے دیکھا کہ غلام اور ناخدا ہمیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ جب ان کی نظر ہم پر پڑی تو وہ خوش ہو گئے۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا' ان سے بیان کیا اور اس جوان کا قصہ اور اس شہر پر خدا کا قہر نازل ہونے کا سبب شروع سے آخر تک سنا۔ یہ سن کر وہ حیران رہ گئے لیکن جب میری دونوں بہنوں' ان کتیوں نے مجھے اور میرے ساتھ اس جوان کو دیکھا تو میرے اوپر حسد کرنے لگیں اور طیش میں آ گئیں اور پوشیدہ مکرو فریب کرنے لگیں۔ اب ہم خوش خوش کشتی میں سوار ہوئے اور اپنی کمائی پر خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ لیکن مجھے سب سے زیادہ خوشی اس جوان کی تھی۔ اب ہم ہوا کا انتظار کرنے لگے اور جوں ہی موافق ہوا چلی' ہم نے بادبان کھولے دیئے اور روانہ ہو گئے۔ میری دونوں بہنیں ساتھ تو تھیں ہی اور ہم نے بات چیت شروع کر دی تو ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ بہن' اس خوبصورت جوان کا تو کیا کرے گی؟ میں نے جواب دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اسے اپنا شوہر بناؤں۔ پھر میں نے اس جوان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے آقا' میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں' بشرطیکہ تو مخالفت نہ کرے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم اپنے وطن بغداد پہنچیں تو میں حرم کی رسم کے موافق اپنے آپ کو تیری غلامی میں پیش کروں اور تو میرا شوہر اور میں تیری بیوی ہو جاؤں۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ میں نے اپنی بہنوں کی طرف مخاطب ہو کر

کہا کہ میرے لیے یہ جوان کافی ہے اور جس جس نے جو جو چیزیں حاصل کی ہیں' وہ ان کی ملکیت رہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ تو نے کیا' ٹھیک ہے لیکن ان کے دل میں میری طرف سے پوشیدہ کھوٹ رہی۔ ہوا موافق تھی اور ہماری کشتی چلتی رہی یہاں تک کہ ہم مخدوش سمندر سے نکل کر امن و امان میں پہنچے اور کچھ دنوں کے بعد بصرے کے قریب آئے اور اس کی شہر پناہ چمکتی ہوئی دکھائی دی اور ہم سو گئے تو میری بہنیں اٹھیں اور مجھے بستر سمیت لے کر سمندر میں پھینک دیا۔ یہی حرکت انہوں نے جوان کے ساتھ کی اور چونکہ اس کو اچھی طرح تیرنا نہ آتا تھا' وہ ڈوب گیا اور خدا نے اسے شہادت کا درجہ عطا کیا۔ کاش کہ میں بھی اس کے ساتھ ڈوب گئی ہوتی لیکن خدا نے میری تقدیر میں سلامتی لکھی تھی اور میں بچ گئی۔ جب میں سمندر میں پڑی ہوئی تھی تو خدا نے میرے لیے لکڑی کا تختہ بھیج دیا اور میں اس پر چڑھ گئی اور لہروں نے مار کر مجھے جزیرے کے کنارے پھینک دیا۔ باقی رات میں نے جزیرے پر ادھر ادھر چلتے گزار دی۔ جب سویرا ہوا تو میں نے دیکھا کہ جزیرے کے پاس سے انسان کے قدم کے برابر چوڑا راستہ خشکی کو جاتا ہے۔ چونکہ سورج نکل چکا تھا۔ میں نے اپنے کپڑے دھوپ میں سکھائے اور جزیرے کے کچھ پھل کھائے اور پانی پیا اور چل کھڑی ہوئی۔ جب میں چلتے چلتے خشکی کے قریب پہنچی اور مجھ میں اور شہر میں دوپہر کی راہ باقی رہی تو کیا دیکھتی ہوں کہ کھجور کے درخت پر اتنا موٹا ایک سانپ میری طرف بھاگتا چلا آتا ہے اور میں نے دیکھا کہ وہ دہنے بائیں گھومتا چلا آ رہا ہے' یہاں تک کہ وہ میرے قریب پہنچ گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی زبان بالشت بھر لٹکی ہوئی ہے اور وہ مٹی اڑاتا چلا آ رہا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ایک اژدہا لگا ہوا تھا جو اس پر حملہ آور تھا اور وہ لمبا اور پتلا تھا اور لمبائی میں نیزے کے برابر تھا۔ اسی اژدہے سے وہ سانپ بھاگ رہا تھا اور دہنے بائیں پھرتا جاتا تھا کیونکہ اژدہے نے اس کی دم پکڑ لی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دوڑنے کی وجہ سے اس کی زبان لٹک پڑی تھی۔

مجھے اس سانپ پر ترس آیا اور میں نے ایک پتھر اٹھا کر اژدہے کے سر پر دے مارا اور وہ فوراً مر گیا۔ اب سانپ نے دو بازو کھولے اور ہوا میں اڑ گیا اور میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں بیٹھ کر اس پر تعجب کرنے لگی اور میں تھکی ہوئی تو تھی ہی' مجھے نیند آ گئی اور میں اپنی جگہ پر سو گئی۔ جب میں ایک پہر کے بعد اٹھی تو میں نے دیکھا کہ میرے پاؤں کے پاس ایک لڑکی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ دو کتیاں ہیں اور وہ میرے پاؤں داب رہی ہے۔ مجھے اس سے شرم آئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس سے کہنے لگی کہ بہن' تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کتنی جلد تو مجھے بھول گئی! میں وہی ہوں جس کے ساتھ تو نے بھلائی کی ہے اور نیکی کا بیج بویا ہے اور میرے دشمن کو قتل کیا ہے۔ میں وہی ہوں جسے تو نے اژدہے سے بچایا تھا۔ میں جنیہ ہوں اور وہ اژدھا جن تھا اور میرا دشمن بغیر تیرے میرا چھٹکارا نہ ہوتا۔

جب تیری وجہ سے مجھے نجات ملی تو میں ہوا میں اڑ کر اس کشتی پر پہنچی' جس میں تیری بہنوں نے تجھے پھینک دیا تھا اور جو کچھ اس کشتی میں تھا' وہ میں نے تیرے مکان میں منتقل کر کے کشتی کو ڈبو دیا اور تیری بہنوں کو کالی کتیاں بنا دیا' کیونکہ جو کچھ تیرے اور ان کے درمیان پیش آیا تھا' وہ سب مجھ کو معلوم تھا' جوان تو ڈوب چکا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے اور دونوں کتیوں کو اٹھا کر لے گئی اور میرے مکان کی چھت پر ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ جو کچھ مال کشتی کے اندر تھا' وہ سب مکان کے بیچ میں پڑا ہوا ہے اور اس میں سے ذرا سا بھی ضائع نہیں ہوا۔ اس کے بعد سانپ نے مجھ سے کہا کہ تجھے ہمارے سردار سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے نقش کی قسم ہے کہ اگر تو ان میں سے ہر ایک کو روز تین سو کوڑے نہ مارے گی تو میں آ کر تجھے بھی انہی کی طرح کر دوں گی' میں نے کہا کہ بسرو چشم۔ اسی لیے اے میرالمومنین' میں برابر انہیں اسی قدر کوڑے مارتی ہوں اور ساتھ ساتھ ان پر ترس بھی کھاتی ہوں اور انہیں بخوبی معلوم ہے' ان کے مارنے میں میری کوئی خطا نہیں اور وہ میرا عذر قبول کرتی ہیں۔ یہ ہے

میرا قصہ اور میری حکایت! راوی کہتا ہے کہ خلیفہ کو اس پر سخت تعجب ہوا اور دوسری لڑکی سے کہنے لگا کہ تیرے جسم پر جو مار کے نشان ہیں' ان کا کیا سبب ہے؟

○ دوسری لڑکی کی کہانی

اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین' جب میرا باپ فوت ہوا تو اس نے بہت سا مال ترکے میں چھوڑا۔ اس کے مرنے کے کچھ مدت کے بعد میں نے ایک شخص سے نکاح کیا اور اپنے زمانے میں وہ سب سے زیادہ نیک بخت تھا۔ ایک سال زندہ رہ کر وہ بھی انتقال کر گیا اور مجھے اسی ہزار دینار سونے کے' میراث میں ملے اور شرع کے موافق یہی میرا حصہ تھا۔ اب میں بہت زیادہ امیر ہو گئی اور میری خبر دور دور پہنچی اور میں نے دس جوڑے کپڑے بنوائے تھے' جن میں سے ہر جوڑے کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ ایک روز جب کہ میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک بڑھیا' میرے پاس آئی جس کے گال پچکے ہوئے تھے اور بھوئیں بے بال اور آنکھیں اندر گھسی ہوئی اور دانت ٹوٹے ہوئے اور چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی اور آنکھیں چندھلی اور سر چونے کی طرح سفید اور بال کھچڑی اور جسم پھوڑے پھنسیوں سے بھرا ہوا اور قد جھکا ہوا اور رنگ بدلا ہوا تھا۔ جب بڑھیا اندر آئی تو اس نے سلام کیا اور میرے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور مجھ سے کہنے لگی کہ میری ایک یتیم لڑکی ہے اور آج رات کو میں اس کا نکاح اور منہ دکھائی کی رسم ادا کر رہی ہوں اور ہم لوگ اس شہر میں پردیسی ہیں اور کسی کو نہیں جانتے' اس وجہ سے ہم دل شکستہ ہو رہے ہیں۔ تو اس کی منہ دکھائی میں شامل ہو کر اجر اور ثواب حاصل کر۔ جب شہر کی شریف زادیاں سنیں گی کہ تو شامل ہو رہی ہے تو وہ خود بھی آئیں گی اور لڑکی کی دلجمعی بھی ہو گی کیونکہ وہ دل شکستہ ہے اور سوائے خدا کے اس کا کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ مجھے اس پر رحم اور ترس آیا اور میں نے کہا

کہ بسرو چشم۔ پھر میں نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں اس کے ساتھ کچھ سلوک بھی کروں گی اور میں اس کی منہ دکھائی کی رسم اپنے ہی کپڑوں اور زیور اور گہنے میں ادا کروں گی۔ بڑھیا خوش ہو گئی اور جھک کر میرے قدم چومنے لگی کہ خدا تجھے نیک بدلہ دے گا اور تیری دلجمی کرے گا جس طرح تو نے میری دل جمعی کی ہے۔ لیکن اے میری مالکہ' ابھی سے تکلیف نہ کر' بلکہ عشا کے وقت تیار رہ اور میں تجھے آکر لے جاؤں گی۔ یہ کہہ کر اس نے میرے ہاتھ چومے اور چلی گئی۔ اب میں اٹھی اور نہا دھو کر کپڑے بدلے اور سنگھار کیا۔ بڑھیا آئی اور کہنے لگی کہ اے مالکہ شہر کی شریف زادیاں آ گئی ہیں اور میں نے ان سے تیرے آنے کا ذکر کر دیا ہے' وہ خوش ہیں اور تیرا انتظار کر رہی ہیں اور تشریف آوری کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ میں اپنی عبا پہن کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی کنیزوں کو ساتھ لے کر چل کھڑی ہوئی۔ چلتے چلتے میں ایک گلی میں پہنچی۔ جہاں جھاڑو دی گئی تھی اور پانی چھڑکا ہوا تھا۔ وہاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور نہایت صفائی تھی۔ اب ہم ایک دروازے کی طرف بڑھے جس کے اوپر ایک مضبوط مرمر کا گنبد تھا اور جس کے آگے محل کا دروازہ تھا' جو زمین سے لے کر بادلوں تک بلند تھا۔

جب ہم دروازے پر پہنچے تو بڑھیا نے دستک دی اور دروازہ کھلا اور ہم اندر گئے۔ ہم نے دیکھا کہ قالین بچھا ہوا ہے اور جلتی ہوئی قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور شمع دانوں میں جواہرات اور قیمتی معدنیات پروئے ہوئے ہیں۔ ڈیوڑھی سے چل کر ہم ایک بے مثل دالان میں داخل ہوئے' جس میں ریشم کا فرش بچھا ہوا تھا اور جلتی ہوئی قندیلیں لٹکی ہوئی تھیں اور جھاڑ اور فانوس کی دو صفیں تھیں اور دالان کے صدر میں صنوبر کا ایک تخت تھا' جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور جس کے اوپر اطلس کا ایک شامیانہ تھا۔

ہم ان چیزوں میں محو تھے کہ شامیانے کے نیچے سے ایک لڑکی نکلی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اے میر المومنین' وہ چودھویں کے چاند سے زیادہ خوبصورت تھی اور اس کا چہرہ

چمکتی ہوئی صبح سے زیادہ روشن تھا۔ لڑکی شامیانے سے نیچے آئی اور کہنے لگی کہ مرحبا اھلا و سھلا اے عزیز اور عالی قدر بہن' ہزار بار مرحبا۔ پھر وہ بیٹھ گئی اور کہنے لگی کہ بہن' میرا ایک بھائی ہے' جس نے تجھے بعض تماشوں اور عید کے دنوں میں دیکھا ہے اور وہ جوان ہے اور مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ وہ دل و جان سے تجھ پر عاشق ہے کیونکہ تیرا حسن و جمال لاجواب ہے' اور اس نے یہ بھی سنا ہے کہ تو اپنی قوم کی سردار ہے اور وہ بھی اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ وہ تجھ سے رشتہ قائم کرے اور مجھے تجھ سے ملانے کا یہ سب حیلہ تھا۔ وہ تجھ سے اللہ اور اس کے رسول کی سنت کے موافق نکاح کرنا چاہتا ہے اور حلال کام میں کوئی عیب نہیں۔ جب میں نے اس کی باتیں سنیں اور دیکھا کہ میرا دل مکان پر آ چکا ہے تو میں نے لڑکی سے کہا بسرو چشم۔ وہ خوش ہو گئی اور اس نے تالی بجائی اور ایک دروازہ کھولا۔ اس میں سے ایک جوان نکلا جو جوانی میں چور تھا۔ اور عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا اور قد اور جسم کے اعتدال اور حسن اور جمال اور خوبصورتی میں یکتا تھا' اس کا انداز دلکش اور بھویں کمان کی طرح تھیں اور اس کی آنکھیں دلوں پر جلال جادو چلاتی تھیں۔

جب میں نے اسے دیکھا تو میرا دل بھی اس پر آ گیا اور اس کی محبت میرے دل میں سما گئی۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور ایک پہر تک میں اس کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔ اب اس لڑکی نے دوبارہ تالی بجائی اور نعمت خانے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک قاضی اور چار گواہ نکلے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ میں نے جوان کے ساتھ نکاح کا معاہدہ لکھا اور وہ لوگ چلے گئے۔ اب جوان نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کیسی مبارک رات ہے! پھر کہا کہ اے میری مالکہ' میں تیرے ساتھ ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے مالک' وہ شرط کیا ہے؟ وہ اٹھا اور قرآن لے آیا اور کہنے لگا کہ حلف اٹھا کہ تو میرے سوا کسی اور پر نظر نہ ڈالے گی اور اس کی طرف مائل نہ ہو گی۔ میں نے اس بات کا حلف اٹھا لیا اور وہ بہت خوش ہو گیا اور مجھے گلے لگا لیا اور اس کی محبت نے میرے دل پر قبضہ کر لیا۔ اب لوگ

میرے لیے دسترخوان لائے اور ہم نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد وہ جوان ہمارے پاس آیا اور مجھے لے کر عروسی کے بستر پر گیا اور صبح تک بوس و کنار میں مشغول رہا۔ ایک مہینے تک اس کی یہی حالت رہی اور ہماری خوشی اور سرور کی کوئی انتہا نہ تھی۔

ایک مہینے کے بعد میں نے اس سے اجازت مانگی کہ بازار سے کچھ کپڑے خرید لاؤں اور اس نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ میں نے عبا پہنی اور بڑھیا اور ایک لونڈی کو اپنے ساتھ لیا۔ بازار پہنچ کر میں ایک نوجوان دوکاندار کی دوکان میں جا بیٹھی جو بڑھیا کا واقف تھا۔ بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کا باپ مر چکا ہے اور اس کے لیے بہت بڑی مراث چھوڑی ہے اور اس کے پاس بہت سامان ہے جو کچھ تو چاہے گی وہ اس کی دوکان میں مل جائے گا۔ بازار بھر میں اس کے کپڑوں سے اچھے کپڑے کہیں نہ ملیں گے۔ پھر بڑھیا نے دوکاندار سے کہا کہ اس نوجوان لڑکی کے لیے بہترین کپڑے نکال۔ اس نے کہا بسر و چشم۔ بڑھیا نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ مگر میں نے کہا کہ ہمیں تیرے شکریے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ضرورت کی چیزیں اس سے لے کر اپنے گھر واپس جائیں۔

جو کچھ ہم چاہتے تھے' وہ اس نے نکال کر دیا اور ہم نے اس کے لیے دام نکالے۔ لیکن اس نے دام لینے سے انکار کیا اور کہنے لگا کہ اسے آپ لوگ آج کے دن میری طرف سے مہمانی خیال فرمائیں۔ بڑھیا نے کہا کہ اگر تو دام نہیں لیتا تو ہم تیرے کپڑے تجھے واپس کیے دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا

اور تمام چیزیں ایک بوسے کے بدلے مفت نذر ہیں کیونکہ ایک بوسہ میری دوکان کے سارے مال سے زیادہ قیمتی ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ ایک بوسے سے تجھے کیا مل جائے گا؟ پھر وہ مجھ سے کہنے لگی کہ اے بیٹی' تو نے سنا کہ یہ جوان کیا کہتا ہے؟ اگر اس نے تیرا ایک بوسہ لے لیا تو تیرا کیا بگڑ جائے گا؟ اور اس کے بدلے جو تیرا جی چاہے' لے لے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ میں نے حلف اٹھایا ہے؟ اس نے کہا کہ اسے بوسہ لے لینے دے اور تو خاموش رہیو۔ اس میں تیرا کوئی ہرج نہیں

اور تجھے یہ دام بھی واپس ملتے ہیں۔ وہ اس بات کو ایسے اچھے پیرائے میں بیان کرتی رہی کہ بالآخر میں نے اپنا منہ گریبان میں ڈال دیا اور راضی ہو گئی۔ پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنی عبا لے کر راہ گیروں کی طرف سے اوٹ کر لی' اور وہ اپنا عبا کے اندر میرے رخسار تک لایا۔ جب اس نے میرا بوسہ لیا تو اتنی زور سے کاٹا کہ میرے رخسار کا ایک ٹکڑا گوشت کا جدا ہو گیا اور میں بے ہوش ہو گئی اور بڑھیا نے مجھے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو دیکھا کہ دوکان میں قفل لگا ہوا ہے اور بڑھیا میرے اوپر افسوس کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ خدا اسے بڑی مصیبت سے بچائے۔ اب اس نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور گھر چل اور دل کو مضبوط کر' کہیں ایسا نہ ہو کہ فضیحت ہو جائے۔ جب گھر پہنچیو تو بیمار بن کر لیٹ جائیو اور میں تیرے اوپر چادر ڈال دوں گی اور ایک دوا لے آؤں گی جس سے یہ زخم جلد بھر آئے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھی اور مجھے بڑی تشویش تھی اور میں بہت ڈر رہی تھی اور میرے قدم آہستہ آہستہ پڑ رہے تھے۔ جب میں گھر پہنچی تو بیمار بن کر پڑ گئی۔ جب رات ہوئی تو میرا شوہر آیا اور کہنے لگا کہ بی بی' تجھے آج باہر جا کر کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' سر میں درد ہے۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر ایک موم بتی جلائی اور میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تیرے رخسار پر یہ زخم کیسا ہے؟ اور وہ بھی نرم گوشت میں؟ میں نے کہا کہ میں جب آج دن میں تجھ سے اجازت لے کر کپڑے خریدنے گئی تو ایک اونٹ سے ٹکر لگ گئی' جس پر لکڑیاں لدی ہوئی تھیں اور میرا نقاب پھٹ گیا اور میرا رخسار زخمی ہو گیا۔ جیسا تو دیکھ رہا ہے کیونکہ یہ شہر بہت تنگ ہے۔ اس نے کہا کہ میں کل ہی جا کر شہر کے حاکم سے کہتا ہوں کہ وہ شہر کے تمام لکڑہاروں کو پھانسی دے دے۔ میں نے کہا کہ تو ایک شخص کے گناہ پر صبر نہیں کر سکتا؟ واقعہ تو یہ ہے کہ میں گدھے پر سوار تھی اور وہ گر پڑا اور میں زمین پر آ پڑی اور ایک لکڑی جو وہاں پڑی ہوئی تھی'

میرے رخسار پر لگی اور میں زخمی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ کل اس ماجرے کی اطلاع' جعفر برمکی کو دوں گا اور وہ اس کے شہر کے تمام گدھوں کو مروا ڈالے گا۔ میں نے کہا کہ میرے سبب تمام گدھوں کو ہلاک کر دینا چاہتا ہے جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ تقدیر میں لکھا ہوا تھا' اس نے کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا اور مجھ سے اصرار کرتا رہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ میں بھاگی اور اس سے سخت کلامی کرنے لگی۔

اے امیرالمومنین' اب وہ سمجھ گیا کہ میں نے کیا کیا اور کہنے لگا کہ تو نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور زور سے چلایا اور ایک دروازہ کھلا اور اس میں سے سات حبشی غلام نکلے اور اس کے حکم کے بموجب انہوں نے مجھے بچھونے پر سے کھینچ کر مکان کے بیچ میں ڈال دیا۔ اب اس نے ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ میرے گھٹنوں پر بیٹھ کر میرے دونوں پاؤں پکڑ لے پھر ایک تیسرا آیا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ کہنے لگا کہ اے سردار' کیا میں تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں؟ اور دونوں غلام ایک ایک ٹکڑا لے کر دجلے میں پھینک آئیں تا کہ ان کو مچھلیاں کھا جائیں اور یہی سزا اس شخص کی ہے جو قسم اور محبت کو توڑتا ہے۔ پھر اس نے غلام سے کہا کہ اے سعد' اس کی گردن اڑا دے۔ جب غلام کو یقین آ گیا تو وہ میرے سر پر آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میری مالکہ' شہادت کا کلمہ پڑھ اور اگر تیری کوئی حاجت ہے تو ہم سے کہہ کیونکہ اب تیری زندگی ختم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ اے نیک غلام' ذرا مجھے مہلت دے تا کہ میں آخری وصیت کر دوں۔ اب میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے حال پر غور کرنے لگی اور یہ کہ میں عزت کے بعد کس قدر ذلت میں مبتلا ہو گئی۔ پھر میرے آنسو بہنے لگے اور میں زار و قطار رونے لگی اور وہ میری طرف غضبناک ہو کر دیکھنے لگا۔ اے امیرالمومنین' جب میں نے اسے دیکھا تو میں رونے اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن اس سے اس کا غصہ اور بڑھ گیا۔ میں روتی اور گڑگڑاتی تھی اور اپنے دل میں کہتی تھی کہ میں اسے باتوں سے لبھا لوں گی' ممکن ہے کہ وہ میرے قتل

سے باز آئے۔ خواہ وہ میرا سارا مال متاع لے لے۔ میں روتی جاتی تھی اور وہ میری طرف دیکھتا اور مجھے ڈانٹتا اور گالیاں دیتا جاتا تھا۔ اب اس نے للکار کر غلام سے کہا کہ اس کے دو ٹکڑے کر ڈال اور مجھے اس سے نجات دے کیونکہ اس میں ہمیں اب کوئی فائدہ نہیں۔

اے امیرالمومنین' جب ہم اس حالت میں تھے' اور مجھے اپنی موت کا یقین آ چکا تھا اور میں اپنی زندگی سے ناامید ہو چکی تھی اور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر چکی تھی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہی بڑھیا آئی اور جوان پر گر پڑی اور ان کو چومنے اور رونے لگی اور کہا کہ بیٹا' میری تربیت اور خدمت کے حق کے بدلے اس لڑکی کو معاف کر دے کیونکہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے اس سزا کی مستحق ہو' اور تو ابھی کمسن ہے' میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تو اس کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ مثل ہے کہ قاتل کو قتل کی سزا دی جاتی ہے۔ اس گندگی سے کیا فائدہ! اس کو اپنے پاس اور اپنے دل سے دور کر دے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور خوشامد پر خوشامد کرتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ مان گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اسے معاف کیا لیکن یہ ضرور ہے کہ میں اس پر کوئی نشانی لگا دوں جو عمر بھر اس کے ساتھ رہے۔ اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ میرے کپڑے اتاریں اور مجھے گھسیٹ کر لمبا لٹا دیں اور غلام میرے اوپر بیٹھ گئے اور جلاد غلام اٹھا اور بہی کی ایک چھڑی لا کر مجھے مارنا شروع کر دیا اور میری پیٹھ اور پہلو پر اتنی چھڑیاں ماریں کہ میں اس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ اب اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ جب رات ہو جائے تو مجھے وہاں سے اٹھا لے جائیں اور بڑھیا کو ساتھ لے لیں تاکہ وہ گھر کا پتہ بتائے اور مجھے اس گھر میں ڈال آئیں' جہاں میں پہلے تھی۔ انہوں نے ایسا ہی کیا جیسا کہ ان کے سردار نے انہیں حکم دیا تھا اور مجھے میرے گھر میں ڈال آئے اور چلے گئے۔ رات بھر میں بے ہوش پڑی رہی۔ جب سویرا ہوا تو مرہم اور دواؤں سے

میں نے اپنی حالت ذرا درست کی اور اپنے جسم کا علاج کیا۔ لیکن جیسا کہ تو جانتا ہے کہ کوڑے کے نشان میری پسلیوں پر باقی رہ گئے۔ چار مہینے تک میں کمزور اور بستر پر پڑی رہی اور میرا علاج ہوتا رہا یہاں تک کہ مجھے فائدہ ہوا اور میں اچھی ہو گئی۔ اب میں پھر اس مکان کی طرف گئی جہاں میرے ساتھ یہ ساری واردات ہوئی تھی اور دیکھا کہ وہ کھنڈر ہو گیا ہے اور گلی کی گلی مسمار پڑی ہے اور وہ مکان مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ گیا ہے لیکن مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اب میں اپنی سوتیلی بہن کے پاس گئی اور دیکھا کہ اس کے ساتھ یہ دونوں کالی کتیاں ہیں' میں نے اسے سلام کیا اور اپنی حالت اور ساری داستان سنائی۔ اس نے کہا کہ بہن' زمانے کی گردش سے کون بچا ہے! لیکن خدا کا شکر ہے کہ تو صحیح سلامت ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی داستان سنائی اور ماجرا بیان کیا جو اس کی بہنوں کے ساتھ پیش آیا تھا اور جو نتیجہ ظاہر ہوا۔ اب ہم دونوں ساتھ ساتھ رہنے لگے اور پھر کبھی شادی کا ذکر اپنی زبان پر نہ لائے۔ پھر یہ سودا خریدنے والی لڑکی بھی ہمارے ساتھ ہو گئی۔ وہ ہر روز جا کر تمام چیزیں خرید لاتی ہے جن کی ہمیں دن یا رات کے لیے ضرورت ہوتی ہے' کل تک ہم اسی دستور پر قائم تھے کہ ہماری بہن بازار سے ہمارے لیے کچھ خریدنے گئی جیسا کہ وہ ہر روز کیا کرتی تھی اور حمال اور ان تینوں قلندروں کا وہ واقعہ پیش آیا جو معلوم ہے۔ ہم نے ان سے گفتگو کی اور انہیں اپنے گھروں میں لائے اور ان کی خاطر تواضع کی اور ابھی تھوڑی ہی رات اور گزری ہو گی کہ موصل کے تین معزز سوداگر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے اپنی داستان بیان کی اور ہم ان سے بات چیت کرنے لگے۔ ہم نے ان کے ساتھ ایک شرط کی تھی جو انہوں نے توڑ ڈالی اور ہم نے انہیں عہد شکنی کی سزا دی اور ان سے کہا کہ اپنی اپنی داستان بیان کرو۔ جب انہوں نے اپنی اپنی حکایتیں اور ماجرے بیان کیے تو ہم نے ان کو معاف کر دیا اور آج تک جبکہ ہم تیرے حضور میں حاضر نہ ہوئے تھے' ہم سارے واقعات سے بے خبر تھے۔ خلیفہ کو اس پر تعجب ہوا اور اس نے سارا قصہ لکھوا کر اپنے کتب خانے میں داخل کر دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## انیسویں رات

جب انیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ داستان قلمبند کر لی جائے اور شاہی کتب خانے میں داخل کر دی جائے۔ پھر اس نے پہلی لڑکی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تجھے کچھ معلوم ہے کہ وہ دیونی کہاں ہے' جس نے تیری بہنوں پر جادو کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین' اس نے مجھے اپنے کچھ بال دیئے ہیں اور کہا ہے کہ جب تو مجھے بلانا چاہے تو ان بالوں میں سے ایک بال لے کر جلائیو اور میں فوراً آ جاؤں گی' خواہ میں کوہ قاف کے پار ہی کیوں نہ ہوں۔ خلیفہ نے کہ کہ مجھے وہ بال دے۔ لڑکی نے اسے بال دیئے اور خلیفہ نے لے کر انہیں جلایا۔ جب اس کی بو پھیلی تو محل ہلنے لگا اور بجلی کی کڑک اور لوہوں کے ٹکرانے کی سی آواز سنائی دی اور دیونی آ پہنچی۔ چونکہ وہ اسلام لا چکی تھی' اس نے کہا کہ السلام علیکم اے خدا کے جانشین! اس نے کہا وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ دیونی نے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس لڑکی نے میرے ساتھ ایسی بھلائی کی ہے' جس کا بدلہ دینے سے میں قاصر ہوں کیونکہ اس نے مجھے موت کے پنجے سے چھڑایا ہے اور میرے دشمن کو مار ڈالا ہے اور جو کچھ اس کی بہنوں نے اس کے ساتھ کیا وہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔ اس لیے میری رائے ہوئی کہ میں ان سے بدلہ لوں اور میں نے جادو سے انہیں کتیاں بنا دیا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ انہیں قتل کر ڈالوں لیکن مجھے ڈر ہوا کہ یہ اس لڑکی پر گراں گزرے گا۔ اب اے امیرالمومنین' اگر تو چاہے تو میں تیری اور اس لڑکی کی خاطر ان کو چھٹکارا دے دوں کیونکہ میں مسلمان ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں' ان کو اچھا کر دے اور اس کے بعد ہم کوڑے کے نشان والی لڑکی کے ماجرے کی تحقیقات کریں گے اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ سچ کہتی ہے تو میں اس کے ظالم سے اس کا بدلہ لوں گا۔ دیونی نے کہا کہ اے امیرالمومنین'

دیکھ' میں ان کو ابھی اچھا کرتی ہوں اور تجھے اس شخص کا بھی پتہ بتاتی ہوں' جس نے لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اور اس پر ظلم کیا ہے اور اس کا مال چھین لیا ہے'

اور وہ تیرا قریب ترین رشتہ دار ہے۔

اس کے بعد دیونی نے ایک پیالہ پانی لیا اور اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور کچھ ایسے الفاظ کہے جو میری سمجھ میں نہ آئے اور وہ پانی دونوں کتیوں پر چھڑک دیا اور کہنے لگی کہ اپنی اصلی انسان صورت پر آ جاؤ اور وہ اپنی پرانی صورت پر آ گئیں۔ پھر دیونی نے کہا کہ اے امیرالمومنین' جس نے اس لڑکی کو مارا ہے' وہ تیرا بیٹا امین' مامون کا بھائی ہے۔ اس نے اس لڑکی کے حسن و جمال کی تعریف سنی تھی اور چالاکی سے بلوایا اور حلال طریقے سے اس سے نکاح کیا۔ اس لڑکی کے مارنے میں اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا کیونکہ اس نے اس سے شرط کرائی تھی اور بڑی بڑی قسمیں کھلائی تھیں کہ اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو لیکن اس نے قسم توڑ دی۔ اس پر اس نے لڑکی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن خدا سے ڈر کر چھوڑ دیا اور محض کوڑے مارنے پر اکتفا کیا اور اسے' اس کے گھر بھیج دیا۔ بس یہی داستان ہے دوسری لڑکی کی اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

جب خلیفہ نے دیونی کی باتیں سنیں اور لڑکی کی مار کا اسے علم ہو گیا تو وہ بے حد اچنبھے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ پاک ہے ذات' خدا کی جو بزرگ اور عالی شان ہے' جس نے میرے اوپر یہ احسان کیا ہے اور دونوں لڑکیوں کو جادو اور تکلیف سے نجات دی ہے اور اس لڑکی کی داستان سے مجھے مطلع کیا ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ میں ایسا کام کروں گا جو میرے بعد تواریخ میں لکھا جائے۔ پھر اس نے اپنے بیٹے امین کو اپنے پاس بلایا اور اس سے دوسری لڑکی کا ماجرا پوچھا۔ اس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ اب خلیفہ نے قاضیوں اور گواہوں کو طلب کیا اور تینوں قلندروں کو اور پہلی لڑکی اور اس کی دونوں بہنوں کو جو جادو کی ماری تھیں' بلوایا اور ان تینوں لڑکیوں کا نکاح تینوں قلندروں سے کرا دیا جو اپنے قول کے بموجب بادشاہ تھے اور ان کو حاجبوں کا عہدہ عطا کیا اور

ان کے لیے ساری ضروریات مہیا کر دیں اور ان کا مشاہرہ مقرر کر دیا اور بغداد کا محل ان کو رہنے کے لیے دیا اور مار کے نشان والی لڑکی اپنے بیٹے امین کو واپس کر دی اور اس کے عہد نامے کی تجدید کی اور اس لڑکی کو بہت سا مال عطا کیا اور حکم دیا کہ وہ بہترین سے بہترین مکان بنوائے اور خود خلیفہ نے سودا لانے والی لڑکی سے شادی کر لی اور اس رات وہ اس کے ساتھ سویا اور دوسرے دن اس کے لیے ایک علیحدہ محل مخصوص کر دیا اور خدمت کے واسطے اسے لونڈیاں دیں اور اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔ اپنے قریب اس کا مکان بنوایا۔ لوگوں کو خلیفہ کی اس سخاوت اور عالی ہمتی اور دانشمندی پر سخت تعجب ہوا۔ اب خلیفہ نے حکم دیا کہ ان سب کی کہانیاں قلمبند کر لی جائیں۔

دنیا زاد نے اپنی بہن شہر زاد سے کہا کہ بہن' واللہ یہ قصہ نہایت پیارا اور لطیف ہے اور ایسا کبھی سننے میں نہیں آیا لیکن اب کوئی اور کہانی سنا جس سے آج رات کی بیداری کٹے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ بشرطیکہ بادشاہ سلامت اجازت دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ کہانی کہہ اور جلد کہہ۔

○ تین سیبوں کی کہانی

اس نے کہا کہ اے زمانے کے بادشاہ اور دنیا جہان کے مالک' ایک رات خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر جعفر کو بلوایا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ شہر میں گشت کروں اور عام لوگوں سے حکام کے متعلق دریافت کروں اور جن کی وہ شکایت کریں' ان کو معزول کر دوں اور جس جس کا شکریہ ادا کریں' ان کو ترقی دوں۔ جعفر نے کہا بسرو چشم۔ جب خلیفہ اور جعفر اور مسرور شہر سے ہو کر گزرے اور بازاروں اور گلیوں میں پھرنے لگے تو انہوں نے ایک گلی میں ایک بڑے بوڑھے شخص کو دیکھا جو اپنے سر پر جال اور ٹوکرا رکھے اور اپنے ہاتھ میں ڈنڈا لیے آہستہ آہستہ چلا جا رہا اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

"لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے علم و فضل کی وجہ سے دنیا میں اتنا ممتاز ہے جتنی کہ چاندنی رات۔"
"تو میں ان کو جواب دیتا ہوں کہ چلو باتیں نہ بناؤ کیونکہ اگر قسمت یاوری نہ کرے تو علم ہیچ ہے۔"

"اگر وہ مجھے میرے علم اور کتابوں اور دو دواتوں سمیت گرو رکھیں اور انہیں اس کے بدلے مجھے ایک دن کا کھانا دینا پڑے تو وہ کہیں گے کہ اس گرو کو واپس کر دو اور اس کا قصہ کوتاہ کرو۔"
فقیر اور فقیر کی زندگی کیسی گندی چیزیں ہیں۔ گرمیوں میں اسے کھانے کو نہیں ملتا اور سردیوں میں وہ انگیٹھی پر پڑا رہتا ہے۔"
"گلی کے کتے اس پر حملہ کرتے ہیں اور ہر ذلیل شخص اس کو ڈانٹتا ہے۔"
"اگر وہ کسی کے آگے اپنا دکھڑا روتا ہے تو کوئی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ اگر فقیر کی زندگی یہی ہے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ مر جائے۔"
جب خلیفہ نے اسے یہ اشعار پڑھتے سنا تو جعفر سے کہا کہ اس فقیر کو دیکھ اور ان اشعار کو۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی حاجب مند ہے۔ خلیفہ اس کی طرف بڑھا اور کہنےلگا کہ بڑے میاں، تیرا کیا پیشہ ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے سردار، میں ماہی گیر ہوں اور میرے بال بچے ہیں۔ میں آج دوپہر سے اپنے گھر سے نکلا ہوں اور اس وقت تک خدا نے کوئی چیز مقسوم نہیں کی جس سے میں اپنے بال بچوں کو روٹی دے سکوں۔ اب میں اپنے آپ سے تنگ آ گیا ہوں اور موت کی آرزو کر رہا ہوں۔
خلیفہ نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو ہمارے ساتھ دریا پر چل اور دجلے کے کنارے کھڑے ہو کر میری قسمت کا جال پھینک اور جو کچھ نکلے گا اسے میں سو دینار میں خریدوں گا۔ یہ سن کر وہ بوڑھا خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ بسرو چشم، میں تم لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں۔ اب ماہی گیر ان کے ساتھ دریا پر گیا اور جال پھینکا اور تھوڑی دیر انتظار کے بعد ڈوریوں کو ملا کر جال اپنی طرف کھینچا تو کیا دیکھتا ہے کہ جال میں ایک بھاری

صندوق' جس میں قفل لگا ہوا ہے' آیا۔ خلیفہ نے اسے دیکھ کر اٹھایا تو اسے بوجھل پایا' اور ماہی گیر کو سو دینار دے کر محل کی طرف لوٹا اور مسرور صندوق کو اٹھا کر خلیفہ کے ساتھ ہو لیا اور وہ اسے لے کر محل میں داخل ہوئے اور موم بتیاں جلائیں اور صندوق خلیفہ کے سامنے رکھا۔ اب جعفر اور مسرور نے آگے بڑھ کر صندوق کو توڑا اور دیکھا کہ اس کے اندر کھجور کے پتوں کا ایک دونا ہے جو لال اون کے ڈورے سے سلا ہوا ہے۔ انہوں نے اس ڈورے کو کاٹا تو دیکھا کہ اس کے اندر ایک قالین کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ ٹکڑا انہوں نے اٹھایا تو اس کے نیچے ایک عبا کو پایا' جس کے اندر ایک نو عمر لڑکی تھی جو خالص چاندی کے ٹکڑے کی طرح تھی' مگر مقتول اور ٹکڑے ٹکڑے کی ہوئی۔ جب خلیفہ نے اس کو دیکھا تو اس کو بڑا افسوس ہوا اور اس کے رخسار پر آنسو بہنے لگے اور اس نے جعفر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے وزیروں کے کتے' میری حکومت اور لوگ قتل ہو کر دریا میں پھینک دیئے جائیں! قیامت کے دن یہ مقتول مجھ سے دامن گیر ہوں گے' خدا کی قسم کہ میں اس لڑکی کا قصاص اس کے قاتل سے لوں گا اور اسے بری موت ماروں گا اور جعفر سے کہا کہ قسم ہے مجھے بنی عباس کے خلیفہ ہونے کی اگر تو اس شخص کو میرے پاس نہ لایا جس نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے تاکہ میں اس سے اس کا بدلہ لوں تو میں تجھ کو اور تیرے چالیس چچا زاد بھائیوں کو اپنے محل کے دروازے پر لٹکا دوں گا۔ یہ کہہ کہ خلیفہ طیش میں آگیا۔ جعفر وہاں سے روانہ ہوا اور کہا کہ مجھے تین دن کی مہلت دی جائے۔ خلفیہ نے کہا کہ میں تجھے تین دن کے مہلت دیتا ہوں۔

اب جعفر شہر میں آیا اور وہ نہایت غمگین تھا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کہاں سے اس بات کا پتہ لگاؤں کہ اس لڑکی کو کس نے قتل کیا ہے تاکہ میں اس کو خلیفہ کے سامنے پیش کروں! اور اگر میں کسی اور کو اس کے سامنے پیش کروں گا تو اس کا عذاب میرے سر ہو گا کیونکہ نہ معلوم وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا!

اب جعفر تین دن تک اپنے گھر میں بیٹھا رہا اور چوتھے دن خلیفہ نے اس کے پیچھے اپنے ملازمین بھیجے اور اسے بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو خلیفہ نے پوچھا کہ لڑکی کا قاتل کہاں ہے؟ جعفر نے کہا کہ اے امیرالمومنین' میں کوئی مقتولوں کا داروغہ ہوں کہ اس کے قاتل کو پہچان لوں! خلیفہ طیش میں آ گیا اور حکم دیا کہ اسے محل کے پائیں میں لٹکا دیا جائے اور ایک ڈھنڈورا پیٹنے والے کو حکم دیا کہ بغداد کی گلیوں میں ڈھنڈورا پیٹ دے کہ جو کوئی جعفر برمکی خلیفہ کے وزیر اور دوسرے چالیس برمکیوں کو جو اس کے چچیرے بھائی ہیں' خلیفہ کے محل کے دروازے پر لٹکتا دیکھ کر خوش ہونا چاہے' وہ آئے اور دیکھ کر خوش ہو۔ لوگ ہر محلے سے جعفر اور اس کے چچیرے بھائیوں کے لٹکنے کا تماشہ دیکھنے آئے لیکن اس لٹکائے جانے کی وجہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ اب تختے لگائے گئے اور ان کو ان کے نیچے کھڑا کیا گیا تاکہ پھانسی دی جائے اور خلیفہ کے حکم کا انتظار تھا۔ لوگ جعفر اور اس کے چچیرے بھائیوں پر ماتم کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت جوان آ پہنچا' جس کی پوشاک نفیس اور چہرہ چاند سا اور آنکھیں حور کی سی اور پیشانی روشن اور رخسار سرخ اور سبزہ اگا ہوا اور مسا گویا عنبر کی ٹکیا تھی۔ لوگوں کو چیرتا پھاڑتا وہ جعفر کے سامنے آ کر ٹھہر گیا اور کہنے لگا کہ امیروں کے سردار اور فقیروں کے پشت پناہ' تو اس مصیبت سے بچ گیا ہے۔ جس شخص نے اس مقتولہ کو قتل کیا ہے' جسے تم نے صندوق میں دیکھا ہے' وہ میں ہوں۔ اس کے جرم میں مجھے پھانسی دے اور مجھ سے اس کا بدلہ لے۔ جب جعفر نے جوان کی باتیں سنیں تو اپنی رہائی پر خوش ہوا مگر جوان پر غمزدہ ہوا۔ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا بوڑھا سن رسیدہ لوگوں کو چیرتا پھاڑتا چلا آتا ہے یہاں تک کہ وہ جعفر اور اس جوان تک پہنچ گیا اور انہیں سلام کر کے کہنے لگا کہ اے وزیر اور بڑے سردار' جو کچھ یہ کہتا ہے' اسے یقین نہ کر کیونکہ لڑکی کا قاتل سوائے میرے اور کوئی نہیں' اس لیے اس کا بدلہ مجھ سے لے ورنہ خدا کے سامنے میں تجھ سے جواب طلب

کروں گا۔ جوان نے کہا کہ اے وزیر' یہ بوڑھا کھوسٹ ہے' اسے معلوم نہیں کہ یہ کیا بک رہا ہے میں نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے' مجھ سے اس کا بدلہ لے۔ اس پر بوڑھے نے کہا کہ بیٹا تو ابھی کم عمر ہے اور تجھے دنیا کی خواہش ہے اور میں بوڑھا اور دنیا سے سیر ہو چکا ہوں اور میں اپنی جان تجھ پر اور وزیر اور اس کے چچیرے بھائیوں پر فدا کرتا ہوں اور لڑکی کو میں نے ہی قتل کیا ہے۔ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے جلد پھانسی دے دے کیونکہ اس لڑکی کے بعد اب جینے میں کوئی مزہ نہیں۔

جب وزیر نے یہ دیکھا تو اسے تعجب ہوا اور جوان اور بوڑھے دونوں کو لے کر خلیفہ کے پاس گیا اور زمین کو بوسہ دیا اور کہنےلگا کہ اے امیر المومنین' لڑکی کے قاتل کو ہم لے آئے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ جوان کہتا ہے کہ میں قاتل ہوں اور یہ بوڑھا اسے جھٹلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں قاتل ہوں اور یہ دونوں حاضر ہیں۔ خلیفہ نے بوڑھے اور جوان کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم دونوں میں سے کس نے لڑکی کو قتل کیا ہے؟ جوان نے کہا کہ میں نے اور بوڑھے نے کہا کہ میرے سوا کسی نے اسے قتل نہیں کیا۔ خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ ان دونوں کو لے جا کر پھانسی پر چڑھا دے۔ جعفر نے کہا کہ اگر ان میں سے ایک قاتل ہے تو دوسرے کو پھانسی دینا ظلم ہو گا۔ جوان نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو بچھایا ہے' میں نے اس لڑکی کو قتل کیا ہے اور ان چیزوں کا ذکر کیا جو خلیفہ نے پائی تھیں۔ اب خلیفہ کو یقین آ گیا کہ جوان ہی نے لڑکی کو قتل کیا ہے۔

خلیفہ کو ان کی باتوں پر تعجب ہوا اور اس نے جوان سے پوچھا کہ تو نے کس وجہ سے بلاحق کے اس لڑکی کو قتل کیا؟ اور بغیر سزا کے قتل کا اقرار کیوں کر لیا اور خود بخود آکر تو یہ کیوں کہتا ہے کہ اس کا بدلہ مجھ سے لو؟

جوان نے جواب دیا کہ اے امیرالمومنین' یہ لڑکی میری بیوی ہے اور میری چچیری بہن

اور یہ بوڑھا اس کا باپ ہے اور میرا چچا۔ میں نے اس سے اس وقت شادی کی جب وہ باکرہ تھی اور خدا نے مجھے اس سے تین نرینہ اولادیں عطا کیں۔ وہ مجھ سے محبت کرتی اور میری خدمت کرتی تھی اور میں نے اس کی کوئی برائی نہیں دیکھی۔ میں بھی اسے بہت چاہتا تھا یہاں تک اس مہینے کی پہلی تاریخ کو وہ سخت بیمار پڑی۔ میں نے حکیموں کو بلایا اور اسے تھوڑا تھوڑا افاقہ ہونا شروع ہوا۔ اب میں نے چاہا کہ اسے حمام میں لے جاؤں لیکن اس نے مجھ سے کہا کہ حمام جانے سے پہلے میں ایک چیز چاہتی ہوں کیونکہ میرا اس کے لیے بہت جی چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ بسرو چشم' وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایک سیب سونگھوں اور اس کا ایک ٹکڑا کاٹ لوں۔ میں فوراً شہر گیا اور سیب تلاش کئے مگر کہیں بھی نہ ملے۔ اگر ایک دینار کا بھی ایک سیب ملتا تو میں خرید لیتا۔ اس سے مجھے بہت پریشانی ہوئی اور میں گھر واپس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری چچازاد' خدا کی قسم' مجھے کوئی سیب نہیں ملا۔ اس پر اسے بہت تشویش ہوئی اور کمزور تو تھی ہی' اس رات اور زیادہ کمزور ہو گئی۔ میں نے ساری رات سوچتے گزاری اور جب سویرا ہوا تو میں اپنے مکان سے نکلا اور ایک ایک باغ کا چکر لگایا لیکن وہاں بھی کوئی سیب نہ ملا۔ اتفاقاً مجھے ایک پرانا خانساماں ملا اور میں نے اس سے سیبوں کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ بیٹا' یہ چیز بہت کمیاب بلکہ ناپید ہے اور اگر کہیں ملے گی بھی تو امیرالمومنین کے باغ میں جو بصرے میں ہے وہاں کا خانساماں خلیفہ کے لیے جمع کرتا ہے۔ اب میں گھر واپس آیا اور اس کی محبت نے مجھے یہاں تک مجبور کیا کہ بالاخر میں نے سفر پر کمر باندھ لی۔ آنے جانے میں پندرہ دن اور پندرہ راتیں لگیں اور میں تین سیب لے آیا' جن کو میں نے بصرے کے خانساماں سے تین دینار میں خریدا تھا اور گھر میں گیا اور میں نے وہ سیب اس کو دیئے لیکن اس نے کوئی خوشی کا اظہار نہ کیا اور ان کو ایک طرف پڑا رہنے دیا کیونکہ کمزوری اور بخار میں زیادتی ہو گئی تھی۔ دس دن تک وہ یوں ہی کمزور پڑی رہی۔ اس

کے بعد جب وہ ذرا اچھی ہوئی تو میں گھر سے نکلا اور اپنی دوکان پر گیا اور بیٹھ کر خرید و فروخت کرنے لگا۔ اسی اثنا میں' میں نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ ایک حبشی غلام میرے پاس سے گزرا اور اس کے ہاتھ میں ان تین سیبوں میں سے ایک سیب ہے اور وہ اس سے کھیل رہا ہے۔ میں نے کہا کہ اے نیک غلام' تو یہ سب کہاں سے لایا ہے؟ میں بھی لانا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ ہنس کر کہنے لگا کہ یہ سیب میری آشنا نے مجھے دیا ہے۔ میں باہر سفر پر گیا ہوا تھا اور اب اس کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ کمزور پڑی ہے اور اس کے پاس تین سیب رکھے ہوئے ہیں اور وہ کہنے لگی کہ میرا بھولا بھالا شوہر ان کی خاطر بصرے گیا تھا اور ان کو تین دینار میں خرید لایا ہے۔ یہ سیب اسی نے مجھ کو دیا ہے۔

اے امیرالمومنین' میں نے جب غلام کی باتیں سنیں تو دنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو گئی اور میں اٹھا اور دوکان بند کر کے گھر آیا اور غصے کی وجہ سے میری عقل جاتی رہی' اور دیکھا کہ واقعی دو ہی سیب رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ تیسرا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں اور نہ مجھے اس کی خبر ہے۔ اب مجھے غلام کی بات کا یقین آ گیا اور میں اٹھا اور ایک چھری لایا اور اس کے پیچھے سے آیا اور بغیر ایک لفظ کہے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور اسے چھری سے ذبح کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر جلدی سے ٹوکری میں ڈال دیا اور اوپر سے عبا اوڑھا دی اور اس کو سی دیا اور اس پر قالین کا ایک ٹکڑا ڈال دیا اور صندوق میں رکھ کر قفل لگا دیا اور اپنے خنجر پر لاد کر اسے دجلے میں بہا دیا۔ اے امیرالمومنین' تجھے خدا کی قسم' مجھے جلد پھانسی پر چڑھا دے کیونکہ میں قیامت کے مطالبے سے ڈرتا ہوں۔ جب میں اسے دجلے میں پھینک چکا اور کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ تھی' اور گھر واپس آیا تو دیکھا میرا بیٹا رو رہا ہے مگر اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں نے اس کی ماں کے ساتھ کیا کیا۔ میں نے کہا کہ بیٹا' تو کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اماں کے سیبوں میں سے ایک سیب لے کر گلی میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ لمبا تڑنگا حبشی غلام

آیا اور اس نے وہ سیب مجھ سے چھین لیا اور کہنے لگا کہ تجھے یہ سیب کہاں سے ملا؟ میں نے کہا کہ اس سیب کی خاطر میرا باپ بصرے گیا تھا اور وہاں سے میری ماں کے لیے لے کر آیا ہے کیونکہ وہ بیمار اور کمزور ہے۔ ایسے تین سیب اس نے تین دینار میں خریدے ہیں۔ اس کے بعد اس نے سیب لے کر رکھ لیا اور میری کچھ پروا نہ کی۔ پھر میں نے دوبارہ اس سے یہی کہا اور پھر سہ بارہ لیکن اس نے کچھ توجہ نہ کی اور مجھ کو مارا اور سیب لے کر چلتا ہوا۔ میں ڈرا کہ میری ماں مجھے اس سیب کی وجہ سے مارے گی اور اس کی ڈر سے میں اپنے بھائیوں کو لے کر شہر سے باہر چلا گیا۔ اب رات زیادہ ہو گئی ہے اور مجھے ماں کا ڈر ہے۔ ابا' میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ماں سے کچھ نہ کہیو ورنہ وہ اور کمزور ہو جائے گی۔ جب میں نے لڑکے کی یہ باتیں سنیں تو مجھے یقین آ گیا کہ غلام نے میری چچا زاد پر بہتان لگایا ہے اور اسے قتل کرنا ظلم تھا۔ اب میں زار زار رونے لگا کہ اتنے میں یہ بوڑھا جو میرا چچا اور اس کا باپ ہے' آیا اور میں نے اسے سارا ماجرا بیان کیا۔ وہ بھی میرے پہلو میں بیٹھ کر رونے لگا اور آدھی رات تک ہم دونوں روتے پیٹتے رہے اور پانچ دن تک سوگ کرتے رہے جو آج ختم ہوا ہے۔ ہمیں نہایت افسوس ہے کہ وہ بے گناہ ماری گئی اور اس کا سارا گناہ غلام کے سر ہے۔ یہ ہے سبب اس کے قتل کا۔ میں تجھے تیرے آباؤ اجداد کی عزت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ مجھے جلد قتل کرا دے کیونکہ اس کے بعد اب جینے میں کوئی لطف نہیں' اور اس کا بدلہ مجھ سے لے لے۔ خلیفہ کو جوان کی یہ باتیں سن کر تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ واللہ' میں سوائے اس ملعون غلام کے کسی کو پھانسی نہ دوں گا' اور میں ایسی کاروائی کروں گا جس سے بیمار شفا پائیں گے اور خدا راضی ہو گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت دی گئی تھی۔

- ## بیسویں رات

جب بیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ وہ سوائے غلام کے اور کسی کو پھانسی نہ دے گا' کیونکہ

جوان معذور تھا۔ پھر اس نے جعفر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس ملعون غلام کو میرے سامنے حاضر کر' جس کی وجہ سے یہ معاملہ چلا ہے' اور اگر تو اسے حاضر نہ کرے گا تو پھر اس کی جگہ تو ہو گا۔ جعفر وہاں سے روانہ ہوا اور رو رو کر کہتا تھا کہ دو موتیں تو میرے سامنے آ چکی ہیں اور مثل ہے کہ گھڑا ہر بار کنوئیں سے ثابت نہیں نکلتا۔ اس میں تدبیریں نکالنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جس نے مجھے پہلی بار بچایا ہے' وہی اس بار بھی بچائے گا۔ خدا کی قسم کہ میں تین دن تک اپنے گھر سے نہ نکلوں گا اور خدا کی جو مرضی ہو گی' وہ ہو گا۔ تین دن تک وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہا اور چوتھے دن قاضیوں اور گواہوں کو بلایا اور اپنے بیٹے اور بیٹیوں سے رخصت ہو کر رونے لگا۔ اتنے میں خلیفہ کا فرستادہ اس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ خلیفہ بے حد غصے میں ہے اور مجھے تیرے لانے کے لیے بھیجا ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے شام سے پہلے پھانسی دے دے گا۔ جب جعفر نے یہ سنا تو وہ رونے لگا اور اس کے ساتھ اس کے بیٹے اور بیٹیاں اور غلام اور سارے گھر والے ماتم کرنے لگے۔ جب وہ سب سے رخصت ہو چکا تو اپنی چھوٹی بیٹی کے پاس گیا کہ اس سے رخصت ہو لے کیونکہ وہ اسے تمام اولادوں سے زیادہ چاہتا تھا' جب اسے سینے سے لگایا اور اسے بوسہ دیا اور اس کی جدائی کی وجہ سے رونے لگا تو اس کی جیب میں کوئی گول سی چیز معلوم ہوئی۔ اس نے کہا کہ تیری جیب میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ابا جان سیب ہے' جس پر ہمارے آقا خلیفہ کا نام لکھا ہوا ہے' ہمارا غلام ریحان اسے لایا ہے' وہ چار دن سے میرے پاس ہے' بغیر دو دینار لیے اس نے یہ سیب مجھے نہیں دیا۔

جب جعفر نے غلام اور سیب کا ماجرا سنا تو خوش ہو گیا اور اپنی بیٹی کی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ سیب نکال لیا اور پہچان گیا کہ وہ یہی سیب ہے اور کہنے لگا کہ خوشی قریب ہے۔ اب اس نے غلام کو بلانے کا حکم دیا اور وہ حاضر ہوا۔ جعفر نے کہا کہ حیف ہے تجھ پر اے ریحان، تجھے کہاں سے یہ سیب ملا؟ غلام نے کہا کہ اے آقا، خدا کی قسم، اگر جھوٹ بولنے سے نجات مل سکتی ہے تو سچ بولنے سے تو اور بھی زیادہ نجات مل سکتی ہے۔ میں نے یہ سیب نہ تو تیرے محل سے چرایا ہے اور نہ امیرالمومنین کے محل سے اور نہ اس کے باغ سے۔

واقعہ یہ ہے کہ پانچ دن ہوئے کہ میں شہر کی ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بچے کھیل رہے ہیں اور ان میں سے ایک کے پاس یہ سیب ہے۔ میں نے طمانچہ مار کر اس سے یہ سیب چھین لیا اور وہ رونے لگا اور اس نے کہا کہ اے جوان یہ میری ماں کا سیب ہے، وہ بیمار ہے اور اس نے میرے باپ سے ایک سیب کی خواہش ظاہر کی تھی، اور وہ بصرے جا کر اس کے لیے تین سیب تین دینار میں خرید لایا تھا۔ میں کھیلنے کے لیے ان میں سے ایک چرا لایا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگا لیکن میں نے اس کا کچھ خیال نہ کیا اور سیب کو لے کر چلا آیا اور چھوٹی بی بی نے دو سونے کے دینار دے کر اسے لے لیا۔ بس یہی میرا قصہ ہے۔ جب جعفر نے یہ قصہ سنا تو اسے اچنبھا ہو گیا کیونکہ اسے معلوم ہوا کہ اس سارے فتنے اور لڑکی کے قتل ہونے کا بانی یہی میرا غلام ہے اور اس بات سے غمزدہ ہو کر غلام اس کی طرف منسوب ہے مگر اپنے چھٹکارے سے اسے خوشی ہوئی اور وہ یہ اشعار پڑھنے لگا:

”اگر تیرے اوپر غلام کی وجہ سے کوئی مصیبت آئے تو اسے اپنے اوپر فدا کر دے کیونکہ نوکر تجھے بہت مل جائیں گے لیکن تیرا بدل نہیں ملنے کا۔“

اب اس نے غلام کا ہاتھ پکڑا اور اسے خلیفہ کے پاس لے گیا اور اس سے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ خلیفہ کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور وہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور اس نے حکم دیا کہ اس قصے کو قلمبند کر لیا جائے اور اسے لوگوں کے

درمیان شائع کیا جائے۔ جعفر نے کہا کہ اے امیر المومنین! تعجب مت کر کیونکہ یہ کہانی نور الدین علی مصری اور اس کے بھائی شمس الدین محمد کی کہانی سے عجیب تر نہیں ہے۔ خلفیہ نے کہا کہ سنا۔ دیکھیں تو سہی کہ وہ کون سے کہانی ہے جو اس سے زیادہ عجیب و غریب ہے۔ جعفر نے کہا کہ اے امیرالمومنین' میں اسے محض اس ایک شرط پر بیان کروں گا کہ تو میرے غلام کو قتل نہ کرے۔ اس نے کہا کہ اگر وہ اس ماجرے سے جس کا اتفاق ہمیں ہوا ہے' عجیب تر ہو گی تو میں تیری خاطر اس کا خون بخش دوں گا اور اگر اس سے عجیب نہ ہوئی تو تیرے غلام کو قتل کر دوں گا۔

وزیر نورالدین اور اس کے بھائی کی کہانی

جعفر نے کہا کہ اے امیرالمومنین' پرانے زمانے میں مصر میں ایک بادشاہ تھا جو انصاف پسند اور امن دوست تھا۔ فقیروں سے محبت کرتا اور عالموں سے ہم مجلس ہوتا تھا۔ اس کا ایک وزیر تھا جو بہت عاقل اور دانا اور حکمرانی اور سیاست میں یکتا تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے دو بیٹے تھے گویا وہ دو چاند تھے اور حسن و جمال میں بے نظیر تھے۔ بڑے کا نام شمس الدین محمد اور چھوٹے کا نورالدین علی تھا۔ چھوٹا خوبصورتی اور ملاحت میں بڑے سے زیادہ تھا' یہاں تک کہ دوسرے ملکوں کے لوگ اس کے حسن کا چرچا سن کر اس کے پاس آتے تھے تاکہ اس کے حسن کا نظارہ کریں۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ ان کا باپ فوت ہو گیا اور سلطان کو اس کا بڑا رنج ہوا۔ اس نے دونوں بیٹوں کو بلا کر انہیں اپنا مقرب بنایا اور انہیں خلعتیں عطا کیں اور ان سے کہا کہ تم میرے پاس بمنزلہ اپنے باپ کے ہو لہٰذا پریشان خاطر مت ہو۔ وہ خوش ہو گئے اور انھوں نے اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور پورے ایک مہینے اپنے باپ کے سوگ میں رہے۔ اس کے بعد وہ وزیر کے عہدے پر آئے اور اسی طرح حکمرانی کرنے لگے جس طرح کہ ان کا باپ کرتا تھا اور جب کبھی بادشاہ سفر پر جاتا تو ان میں سے

ایک اس کی مصاحبت میں رہتا۔ ایک رات جبکہ بڑے بھائی کی سلطان کے ساتھ سفر کرنے کی باری تھی یہ اتفاق پیش آیا کہ باتوں باتوں میں بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا کہ ہم دونوں کا بیاہ ایک ہی رات میں ہو۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ جیسا تیرا جی چاہتا ہے کر' مجھے تیرا کہنا منظور ہے۔ اس پر دونوں متفق ہو گئے اس کے بعد بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا کہ اگر خدا نے ایسا ہی کیا اور ہم دونوں نے دونوں بہنوں سے شادی کی اور ایک ہی رات ان کے ساتھ مجامعت کی اور ایک ہی دن دونوں بچے پیدا ہوئے اور خدا کو منظور ہوا کہ تیری بیوی کے لڑکا پیدا ہو اور میری بیوی کے لڑکی تو ہم ان دونوں کا بیاہ آپس میں کر دیں گے کیونکہ وہ چچیرے بھائی بہن ہوں گے۔

نورالدین نے کہا کہ بھائی یہ تو بتا تو میرے بیٹے سے اپنی بیٹی کا کتنا مہر لے گا؟ اس نے جواب دیا کہ میں تیرے بیٹے سے اپنی بیٹی کے لیے تین ہزار دینار اور تین باغ اور تین جاگیریں لوں گا اور اگر لڑکے نے اس سے کم معاہدے میں لکھا تو یہ نہ مانا جائے گا۔ جب نورالدین نے یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ یہ بھی کوئی مہر ہے' جس کی شرط تو میرے بیٹے سے کرنا چاہتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ ہم بھائی بھائی ہیں اور خدا کے فضل سے ہم دونوں وزیر ہیں اور ہم دونوں کا ایک سا رتبہ ہے؟ تجھے تو یہ لازم ہے کہ تو اپنی بیٹی میرے بیٹے کو بغیر مہر کے دے اور اگر مہر کا ہونا لابدی ہے تو تھوڑا سا مہر مقرر کر لیجئو تاکہ لوگ جان جائیں کہ مہر بندھا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ لڑکا' لڑکی سے بہتر ہوتا ہے اور میرا لڑکا ہے اور لڑکے سے ہمارا نام چلے گا نہ کہ تیری لڑکی سے۔ اس نے بھی پوچھا تو پھر اس سے کیا ہو گا؟ نورالدین نے جواب دیا کہ اس کی وجہ سے امراء میں ہمارا نام ہو گا۔ لیکن تو چاہتا ہے کہ میرے ساتھ وہ معاملہ کرے جو اس شخص کے ساتھ کیا گیا تھا جو اپنے ایک دوست کے پاس ایک حاجت لے کر آیا تھا تو اس نے جواب دیا کہ بسم اللہ۔ میں تیری حاجت پوری کر دوں گا لیکن کل۔ اس شخص نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

"اگر تجھے کوئی حاجت پیش آ جائے اور حاجت روا کرنے والا کہے کہ کل تک ٹھہر جا

تو اگر تو سمجھدار ہے تو سمجھ جا کہ اس کے معنی انکار کے ہیں۔"
شمس الدین نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تو میری ہتک کر رہا ہے اور اپنے بیٹے کو میری

بیٹی پر ترجیح دیتا ہے۔ بیشک تو ناسمجھ ہے اور اخلاق سے مبرا۔ تو وزارت میں شرکت
کا ذکر کرتا ہے مگر تجھے معلوم نہیں کہ میں نے تجھ پر مہربانی کی ہے کہ تجھے اپنے
ساتھ وزارت میں شریک کر لیا ہے تاکہ تو میری مدد کرے اور میرا معین ہو اور تیری
دل شکنی نہ ہو۔ اب چونکہ تو ایسی باتیں کرتا ہے' خدا کی قسم' میں اپنی بیٹی کی شادی
تیرے بیٹے سے ہرگز نہ کروں گا خواہ تو لڑکی کو سونے ہی میں کیوں نہ تول دے۔
جب نور الدین نے اپنی بھائی کی باتیں سنیں تو اسے غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ میں بھی
اپنے بیٹے کی شادی تیری بیٹی سے کبھی نہ کروں گا۔ اس پر شمس الدین نے کہا کہ
میں کبھی اس بات پر رضا مند نہ ہوں گا کہ تیرا بیٹا میری بیٹی کا شوہر بنے۔ اگر میں
پابرکاب نہ ہوتا تو تجھے مزہ چکھا دیتا لیکن جب میں سفر سے واپس آؤں گا تو دیکھ لیجئو
کہ میری عزت کا اقتضا کیا ہے۔ جب نورالدین نے اپنے بھائی کی باتیں سنیں تو وہ طیش
میں آگیا اور اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ لیکن اس نے ظاہر نہ کیا اور دونوں
نے الگ الگ رات گزاری۔ جب سویرا ہوا تو سلطان نے کوچ کر دیا اور جیزہ پہنچا اور
اہرام کو دیکھنے روانہ ہو گیا اور وزیر شمس الدین اس کی معیت میں تھا۔
اب اس کے بھائی نورالدین کا حال سنئے۔ اس نے وہ رات نہایت غیظ و غضب میں گزاری۔
جب تڑکا ہوا تو وہ اٹھا اور فجر کی نماز پڑھی اور انبار خانے میں جا کر ایک چھوٹی سی
خرجی لی اور اس میں سونا بھرا اور اپنے بھائی کی باتیں اور حقارت کے الفاظ یاد کر کے
یہ اشعار پڑھتا تھا:
"سفر کر اور پرانے دوستوں کے عوض نئے پیدا کر کیونکہ محنت مشقت ہی میں مزیدار زندگی
ہے' ایک جگہ رہ پڑنے میں نہ عزت حاصل ہوتی ہے اور نہ مقصد' اگر کچھ ملتا ہے تو
تکلیف سے۔ اس لیے وطن کو چھوڑ کر پردیس میں چلا جا۔ جب پانی رک جاتا ہے تو
خراب ہو جاتا ہے' اگر بہتا ہے تو اچھا رہتا ہے اور اگر نہیں بہتا تو اچھا نہیں رہتا۔

اگر چاند کبھی کبھی چھپ نہ جاتا تو لوگ ہر وقت اس کے انتظار میں نہ رہتے۔ اگر شیر اپنا غار نہ چھوڑے تو کبھی شکار نہیں مار سکتا اور اگر تیر کمان سے جدا نہ ہو تو وہ کبھی نشانے پر نہیں بیٹھ سکتا۔ سونا جب تک کان میں ہے، مٹی ہے اور عود اپنی پیدائش کی جگہ اور لکڑیوں کی طرح لکڑی ہے، جب سونا کان سے باہر نکلتا ہے تو اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور جب عود اپنا ملک چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ بیش بہا ہو جاتا ہے۔"

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکا تو اس نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ نوبی خچر پر زردوزی کی زین کسے۔ وہ خچر چتکبرا تھا اور بلند بالا مثل گنبد کے جو ستونوں کے اوپر بنایا گیا ہو۔ زین سونے کی تھی اور رکابیں فولاد کی اور اس کے اوپر ایک شاہانہ جھول پڑی ہوئی تھی اور وہ خچر مثل نئی دلہن کے معلوم ہوتا تھا۔ اس نے غلام کو حکم دیا کہ خچر پر ریشمی قالین اور مصلّٰی رکھے اور خرجی کو مصلے کے نیچے رکھ لیا اور نوکروں چاکروں سے کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ ذرا شہر کے باہر سیرو تفریح کروں اور قلیوبیہ کے گرد و نواح میں جاؤں اور تین دن وہاں گزاروں۔ کوئی میرے پیچھے نہ آئے کیونکہ میرا دل گھبراتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ فوراً خچر پر سوار ہو گیا اور اپنے ساتھ تھوڑا سا کھانے پینے کا سامان رکھ لیا اور شہر سے نکل کر جنگل کی راہ لی۔ ابھی ظہر کا وقت نہ ہوا تھا کہ وہ بلبیس شہر میں داخل ہوا۔ وہاں وہ خچر پر سے اتر پڑا اور ستایا اور خچر کو ستانے دیا اور کچھ کھانا نکال کر کھایا اور کچھ کھانا اور کچھ چارا بلبیس سے لے کر خچر پر لادا اور چل کھڑا ہوا۔ ابھی رات نہ ہونے پائی تھی کہ اس کا گزر ایک شہر میں ہوا، جس کا نام سعدیہ تھا۔ وہاں اس نے رات گزاری اور کچھ کھانا نکال کر کھایا اور قالین بچھا کر خرجی اپنے سر کے نیچے رکھ کر وہیں باہر سو گیا اور وہ غصے کے مارے بے چین تھا۔ اس نے رات اس جگہ گزاری اور جب سویرا ہوا تو وہ خچر پر سوار ہو کر چل دیا اور حلب پہنچا اور ایک کارواں سرائے میں اتر کر تین دن آرام کیا اور خچر کو آرام دیا اور ہوا کھائی۔ اس کے بعد اس نے پھر سفر کی ٹھان لی اور اپنے خچر پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا اور اسے معلوم نہ تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔ چلتے چلتے وہ بصرے

پہنچا اور جب تک وہ سرائے میں داخل نہ ہوا' اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ شہر بصرہ ہے۔ وہاں اس نے خرجی خچر پر سے اتاری اور مصلیٰ بچھایا اور خچر کو مع چار جامے کے

دربان کے حوالے کیا کہ اسے پھرا لائے۔ دربان اسے پھرانے لے گیا۔ اب یہ اتفاق پیش آیا کہ بصرے کا وزیر اپنے محل کی کھڑکی میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کی نظر خچر اور اس کے قیمتی چار جامے پر پڑی اور اسے خیال ہوا کہ یہ شاہانہ جلوس کا خچر ہے اور وزیروں بلکہ خود بادشاہوں کی سواری کا ہے۔ وہ اس سوچ میں پڑ گیا اور اس کی عقل دنگ رہ گئی۔ اس نے ایک نوکر کو حکم دیا کہ اس دربان کو لے آئے۔ نوکر گیا اور دربان کو لے کر وزیر کی خدمت میں پیش کیا۔ دربان نے آگے بڑھ کر زمین کو بوسہ دیا۔ وزیر نے جو بہت بوڑھا تھا۔ دربان سے کہا کہ اس خچر کا مالک کون ہے اور اس کا حلیہ کیا ہے؟ دربان نے جواب دیا کہ اے سردار' اس خچر کا مالک ایک کمسن جوان ہے۔ خوش سیرت اور اس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا ہے اور وہ سوداگر زادہ ہے۔

جب وزیر نے دربان کی باتیں سنیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سوار ہو کر سرائے گیا اور جوان سے ملا۔ جب نورالدین نے دیکھا کہ وزیر اس کے پاس آیا ہے تو وہ سروقد کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھ کر اس کو سلام کیا۔ وزیر نے اسے مرحبا کہا اور گھوڑے سے اتر کر اسے سینے سے لگا لیا اور اپنے پاس بٹھا کر اس سے پوچھا کہ بیٹا' تو کہاں سے آیا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ نورالدین نے جواب دیا کہ اے میرے آقا! میں مصر سے آیا ہوں اور وہاں کے وزیر کا بیٹا ہوں اور میرے باپ کا انتقال ہو چکا ہے اور پھر اس نے سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور کہنے لگا کہ میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک تمام شہروں اور ملکوں کی سیر نہ کر لوں' گھر واپس نہ جاؤں گا۔ جب وزیر نے یہ سنا تو اس نے کہا کہ بیٹا' اپنی خواہش کی پیروی مت کر ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا کیونکہ اکثر ملک غیر آباد ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تو مصیبت میں نہ پھنس جائے یہ کہہ کر اس نے اس کی خرجی کو خچر پر رکھا اور قالین اور مصلیٰ ساتھ لیا اور نورالدین کو اپنے ساتھ گھر لے گیا اور اس کو نفیس مکان میں

اتارا اور اس کے ساتھ اکرام و احسان کیا اور بے حد محبت کا اظہار کیا اور کہنے لگا کہ بیٹا' میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے کوئی بیٹا نہیں' مگر خدا نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہے جو حسن میں تجھ سے کم نہیں۔ میں نے اس کے بہت سے شادی کے پیغام رد کر دیئے ہیں مگر تیری محبت میرے دل میں جاگزین ہو گئی ہے۔ اس لیے اگر تو میری بیٹی کو اپنی خدمت کے لیے قبول کر لے اور اس کا شوہر ہونا پسند کرے تو میں بصرے کے سلطان کے پاس تجھے لے چلوں گا اور کہوں گا کہ تو میرا بھتیجا ہے اور تجھے اپنی جگہ وزیر بنوا دوں گا اور خود گھر بیٹھوں گا کیونکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔

جب نورالدین نے بصرے کے وزیر کی باتیں سنیں تو اس نے اپنا سر نیچا کر لیا اور کہا کہ بسرو چشم۔ وزیر خوش ہو گیا اور نوکروں سے کہا کہ اس کے لیے کھانا لائیں اور بیٹھک کا بڑا کمرہ جس میں بڑے لوگوں کی شادیاں رچائی جاتی ہیں' آراستہ کریں' اس کے بعد اس نے اپنے دوستوں اور حکومت کے بڑے لوگوں اور بصرے کے تاجروں کو بلایا اور وہ اس کے پاس آئے اور اس نے ان سے کہا کہ میرا ایک بھائی مصر میں وزیر تھا اور خدا نے اسے دو بیٹے عطا کئے تھے اور جیسا کہ تم جانتے ہو' خدا نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہے' میرے بھائی نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنی بیٹی کی شادی اس کے ایک بیٹے سے کر دوں اور میں نے اسے مان لیا تھا۔ جب دونوں شادی کی عمر کو پہنچے تو اس نے اپنے ایک بیٹے کو میرے پاس بھیجا ہے اور وہ یہی جوان ہے جو یہاں موجود ہے۔ اب چونکہ وہ یہاں آیا ہوا ہے' میں چاہتا ہوں کہ اس کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دوں اور وہ اس کے ساتھ عروسی کی رات میرے یہاں گزارے۔ غیر شخص سے شادی کرنے سے یہ اچھا ہے' اس کے بعد اگر وہ چاہے تو میرے یہاں ٹھہرے اور چاہے تو میں اس کا انتظام کر دوں گا کہ وہ مع اپنی بیوی کے اپنے باپ کے پاس چلا جائے۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ تیری رائے خوب ہے۔ جب انہوں نے جوان کو دیکھا تو وہ انہیں بہت پسند آیا۔ اب وزیر نے گواہوں اور قاضیوں کو بلوایا اور انہوں نے نکاح نامہ مرتب کیا۔ پھر سب کے عطر لگایا گیا اور سب نے شربت پیا' اور ان پر

گلاب چھڑکا گیا اور وہ اپنے اپنے گھر واپس گئے اور اب وزیر نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ نوالدین کو حمام میں لے جائیں اور وزیر نے اپنی خاص پوشاکوں میں سے اس کو ایک پوشاک عطا کی اور اس کے لیے تولئے اور پیالے اور خوشبو کی انگیٹھیاں وغیرہ بھیجیں۔ جب وہ باہر نکلا اور کپڑے بدلے تو وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا۔ حمام سے نکل کر وہ اپنے خچر پر سوار ہوا اور وزیر کے محل میں گیا۔ محل میں پہنچ کر وہ خچر سے اترا اور وزیر کے پاس گیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور وزیر نے اسے مرحبا کہا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- اکیسویں رات

جب اکیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- وزیر اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور مرحبا کہا اور کہنے لگا کہ اٹھ' آج رات اپنی بیوی کے

ساتھ سو۔ کل میں تیرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلوں گا اور خدا سے تیرے لیے بھلائی کی دعا کروں گا۔ نورالدین اٹھا اور اپنی بیوی کے پاس گیا جو وزیر کی بیٹی تھی۔

یہ تو نورالدین کا قصہ ہوا۔ اب اس کے بھائی کا ماجرا سنئے۔ وہ ایک مدت تک سلطان کے ساتھ سفر میں رہا اور جب لوٹا تو اپنے بھائی کو نہ پایا۔ اس نے نوکروں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جس روز تو سلطان کی ہمراہی میں روانہ ہوا ہے' اسی روز اس نے اپنے خچر پر جلوسانہ چار جامہ چڑھایا اور سوار ہو کر چلا گیا اور کہنے لگا کہ میں ایک یا دو روز کے لیے تیلوبیہ کی طرف جاتا ہوں کیونکہ میرا دل گھبرا رہا ہے اور کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔ مگر جس روز سے وہ گیا ہے' آج تک اس کی کوئی خبر نہیں آئی۔

شمس الدین اپنے بھائی کے فراق میں بہت پریشان تھا اور اسے اس کے چلے جانے کا بے حد غم ہوا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ میں نے اسے اس رات جھڑکا تھا۔ یہ اس کے دل پر گراں گزرا اور وہ چلا گیا۔ مجھے چاہیے کہ اس کی تلاش میں لوگوں کو روانہ کروں۔ اس نے سلطان کو اس واقعے سے مطلع کیا اور ہر صوبے میں خطوط روانہ کئے اور ہر جگہ نوجوانوں کے پاس ڈاک بھیجی مگر نورالدین بیس دن میں ملک سے غائب ہو کر دور دراز ممالک طے کر رہا تھا۔ انہوں نے بہت تلاش کی لیکن کہیں اس کی خبر نہ ملی اور وہ واپس آ گئے۔ اب شمس الدین اپنے بھائی کی طرف سے ناامید ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں نے بچوں کی شادی کے متعلق اپنے بھائی سے سخت کلامی کی۔ لوگ ایسی حرکت کم کرتے ہیں' اور میں نے جو کچھ کیا وہ عقل کی کمی اور ناسمجھی کی وجہ سے تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے مصر کے ایک

سوداگر کی بیٹی سے شادی کی اور نکاح نامہ لکھ کر دیا اور اس کے ساتھ ہم بستر ہوا۔
یہ اتفاق تھا کہ جس رات شمس الدین اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا' اسی رات نورالدین بھی اپنی بیوی سے جو بصرے کے وزیر کی بیٹی تھی' ہم بستر ہوا اور خدا یوں ہی چاہتا تھا کہ وہ اپنا حکم اپنے بندوں پر نافذ کرے اور جیسا کہ ان دونوں نے کہا تھا' دونوں عورتیں حاملہ ہو گئیں اور شمس الدین مصر کی وزیر کی بیوی کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی' جس کا جواب سارے مصر میں نہ تھا اور نورالدین کی بیوی کے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ساری دنیا میں یکتا تھا اور اس نے اس کا نام بدالدین حسن رکھا' اور اس کا نانا جو بصرے کا وزیر تھا' خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور لوگوں کو دعوتیں دیں اور ایسے ایسے کھانے کھلائے جو شہزادوں کو کھلائے جاتے تھے۔
اب وزیر نورالدین کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا۔ جب نورالدین بادشاہ کے سامنے پہنچا تو اس نے زمین کو بوسہ دیا اور زبان کا فصیح اور دل کا مضبوط اور حسین اور خوش اطوار تو تھا ہی۔ اس نے یہ شعر پڑھے:
"اے میرے سرتاج' خدا کی عنایتیں تیرے اوپر ہمیشہ رہیں اور جب تک روشنی اور تاریکی دنیا میں قائم رہیں' تو بھی زندہ رہیو۔ جب کبھی تیری ہمت و مردانگی کا ذکر ہوتا ہے تو زمانہ ناچنے لگتا اور عالم تالیاں بجانے لگتا ہے۔"
بادشاہ ان دونوں کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور نوالدین کے الفاظ کا شکریہ ادا کیا اور وزیر سے پوچھا کہ یہ کون جوان ہے؟ وزیر نے اس کا سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور کہا کہ یہ میرا برادر زادہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرا برادر زادہ کہاں سے آیا کیونکہ ہم نے کبھی اس کے متعلق نہیں سنا! اس نے جواب دیا کہ اے میرے سرتاج بادشاہ' میرا ایک بھائی تھا جو مصر میں وزیر تھا' اس کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا تو باپ کی بجائے وزیر ہو گیا ہے۔ اور یہ چھوٹا بیٹا میرے پاس آیا ہے۔ میں نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیٹی کی شادی سوائے

اس کے کسے کے ساتھ نہ کروں گا اور جب وہ آیا تو میں نے اس کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ وہ جوان ہے اور میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری سماعت میں کمی آ گئی ہے اور میری سیاست کمزور ہو گئی ہے۔ اب میری درخواست اپنے سرتاج بادشاہ سے یہ ہے کہ میرا عہدہ اسے دے دیا جائے کیونکہ وہ میرا برادر زادہ اور داماد ہے اور وزارت کا مستحق۔ وہ عقلمند ہے اور سیاست داں۔ بادشاہ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور وہ اسے پسند آیا اور جو عہدہ وزیر اس کے لیے چاہتا تھا وہ عطا کیا اور وزارت اس کے سپرد کر دی اور حکم دیا کہ اسے ایک عالیشان خلعت عطا کی جائے اور اپنے خاص خچروں میں سے ایک خچر دیا اور اس کے لیے روزینہ اور مشاہرہ مقرر کر دیا۔ نورالدین نے بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنے سسر کے ساتھ گھر روانہ ہو گیا اور وہ دونوں بہت خوش تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب بچے حسن کی برکت ہے۔

دوسرے روز نورالدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ وزارت کی کرسی پر بیٹھے اور وہ بیٹھ گیا اور اپنی خدمت انجام دینے لگا اور وزیروں کے دستور کے موافق لوگوں کے کاروبار اور انہیں حکم دینے میں مشغول ہوا۔ سلطان اسے دیکھتا تھا اور اس کے احکام اور عقل اور تدبیر اور دور بینی پر متعجب ہوتا تھا۔ بادشاہ کو اس سے محبت ہو گئی اور اس نے اسے اپنا مقرب بنا لیا۔ جب دربار برخاست ہوا تو نورالدین گھر گیا اور اپنے سسر سے سارا ماجرا بیان کیا اور وہ پر بہت خوش ہوا۔ نورالدین برابر وزارت کے عہدے پر مامور رہا یہاں تک کہ وہ دن رات میں کبھی سلطان سے جدا نہ ہوتا تھا اور بادشاہ نے اس کے روزینے اور مشاہرے میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ اس کی حالت بہت اچھی ہو گئی اور اس کی ملکیت میں بہت سی کشتیاں ہو گئیں جو تجارت کا مال لے کر ادھر ادھر جاتی تھیں اور بہت سے مفید اور کالے غلام اور دولاب اور باغ اور اس نے بہت سے گاؤں آباد کئے۔ جب اس کے بیٹے حسن کی عمر چار سال کی ہوئی تو بڑے وزیر کا انتقال ہو گیا جو نورالدین کا سسر تھا اور اس نے اس کی تجہیز و تکفین میں بہت کچھ خرچ کر کے اسے دفن کیا۔

اب نورالدین نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی اور جب وہ سات کا ہوا تو اسے گھر پر پڑھانے کے لیے ایک فقیہہ مقرر کیا اور اس سے کہا کہ علم و ادب اور اچھی تربیت سکھائے۔ اس نے اسے پڑھایا اور چند سال کی مدت میں اسے مختلف علوم اور قرآن حفظ کرایا' اور حسن روز بروز خوبصورتی اور قد و قامت اور اعتدال میں بڑھتا جاتا تھا۔ فقیہہ اسے اس کے باپ کے محل میں پڑھانے آتا تھا اور جب سے وہ بڑا ہوا تھا' کبھی وزارت کے محل سے باہر نہ گیا تھا۔ ایک روز وزیر نورالدین نے اسے عمدہ کپڑے پہنائے اور اپنے بہترین خچر پر سوار کر کے اسے سلطان کے پاس لے گیا۔ جب وہ داخل ہوا تو بادشاہ نے وزیر نورالدین کے بیٹے بدر الدین حسن کو دیکھا اور وہ اسے پسند آیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور رعایا کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اسے پہلی بار اس روز دیکھا جب کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ بادشاہ کے پاس گیا اور انہیں اس کے حسن کا علم ہوا اور وہ راہ میں کھڑے رہے کہ واپسی پر اسے دیکھیں اور اس کے حسن و جمال اور قد اور اعتدال کو دیکھ کر خوش ہوں۔ جب سلطان نے اسے دیکھا تو اسے انعام دیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور اس کے باپ سے کہا کہ اے وزیر تو اسے ہر وقت اپنے ساتھ لایا کیجیو۔

اس نے کہا کہ بسرو چشم اور اپنے بیٹے کو لے کر گھر گیا۔ وہ اسے ہر روز بادشاہ کے پاس لے جاتا تھا' یہاں تک کہ وہ پندرہ سال کا ہو گیا اور اس کا باپ وزیر نورالدین ضعیف ہو گیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ بیٹا' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور آخرت ہمیشگی کا گھر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے چند وصیتیں کر دوں' اس لیے جو کچھ میں کہتا ہوں' اسے سمجھ اور اپنے ذہن کو اس کی طرف مائل کر۔ اس نے یہ وصیت کی کہ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور تدبیر سے کام کرنا چاہیے۔

اب نورالدین اپنے بھائی اور وطن اور ملک کو یاد کر کے رونے لگا اور احباب کی جدائی اس پر گراں گزر رہی تھی اور وہ اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ جب رونا بند ہوا تو وہ اپنے

بیٹے کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ وصیت سے پہلے میں تجھ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تیرا ایک چچا ہے' جو مصر میں وزیر ہے۔ میں اسے چھوڑ کر اور بغیر اس کی مرضی کے چلا آیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو کاغذ لے اور جو کچھ میں کہوں' لکھتا جا۔ بدر الدین حسن نے کاغذ کا ایک ورق لیا اور جو کچھ اس کا باپ کہتا جاتا تھا' وہ لکھتا جاتا تھا۔ پہلے باپ نے سارا ماجرا شروع سے آخر تک لکھوایا اور اپنی شادی اور وزیر کی بیٹی کے ساتھ مجامعت کی تاریخ لکھوائی اور وہ تاریخ جب کہ وہ بصرے پہنچا اور وزیر سے ملا تھا۔ پھر یہ کہ اب جھگڑا ہوئے چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں اور یہ ہے میرا خط بھائی کے نام اور میں اپنے بعد اسے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اب اس نے خط کو بند کر کے مہر لگا دی اور کہنے لگا کہ بیٹا حسن' میری وصیت یاد رکھیو اور اس رقعے کے اندر تیرا شجرہ اور حسب نسب درج ہے۔ اگر تجھے کوئی مصیبت پیش آئے تو مصر جا کر اور اپنے چچا کا پتہ پوچھ کر اس کے پاس جائیو اور اس سے کہیو کہ میں پردیس میں بے اسے دیکھے مر گیا ہوں۔

بدر الدین حسن نے رقعہ لے کر لپیٹا اور قمیض اور عبا کے درمیان سی لیا اور اس کے اوپر پٹکا باندھ لیا اور اپنے باپ اور اس کی جدائی پر گریہ و زاری کرنے لگا حالانکہ وہ ابھی کمسن تھا۔ نورالدین نے کہا کہ میں تجھے پانچ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں:

اول یہ کہ کسی سے زیادہ میل جول مت رکھیو اور مخالفت اور مباشرت زیادہ نہ کیجئو تاکہ تو اس کے شر سے محفوظ رہے کیونکہ سلامتی گوشہ نشینی میں ہے۔

دوم یہ کہ کسی پر ظلم نہ کیجیو ورنہ زمانہ تیرے اوپر ظلم کرے گا کیونکہ زمانہ ایک روز تیرے موافق ہو گا اور ایک روز مخالف۔ دنیا ایک قرضہ ہے جو ادا کرنا پڑے گا۔

سوم خاموشی اختیار کیجیو اور دوسروں کے عیب چھوڑ کر اپنے عیبوں کو دیکھیو۔ مثل ہے کہ جس نے خاموشی اختیار کی' وہ آفتوں سے بچ گیا۔

چہارم اے بیٹا' شراب پینے سے دور رہیو کیونکہ شراب سارے فتنوں کی جڑ ہے اور وہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ خدا بچائے شراب پینے سے۔

پنجم اے بیٹا' اپنے مال کو بچائیو تا کہ وہ تجھے بچائے' اپنے مال کی حفاظت کیجیو تا کہ وہ تیری حفاظت کرے۔ اسراف نہ کیجیو ورنہ ذلیل لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑے گا۔ درہم کی حفاظت کیجیو کیونکہ وہ مرہم ہے۔

نورالدین یہ وصیت کر ہی رہا تھا کہ اس کی جان نکل گئی اور گھر میں رونا پیٹنا مچ گیا اور سلطان اور سارے امراء غمزدہ ہو گئے اور اس کو دفن کیا۔ بدر الدین اپنے باپ کے سوگ میں دو مہینے تک رہا حتیٰ کہ وہ نہ سوار ہوا اور نہ دفتر گیا اور نہ سلطان سے ملا۔ سلطان کو اس بات پر بڑا غصہ آیا اور ایک حاجب کو اس کی جگہ مقرر کر کے وزیر بنا دیا اور اسے حکم دیا کہ نورالدین کے مکانات اور مال اور عمارتوں اور املاک پر مہر لگا دے۔ وزیر روانہ ہوا کہ ان پر مہر لگا دے اور بدر الدین حسن کو گرفتار کر کے سلطان کے سامنے لے جائے تا کہ وہ اپنی رائے کے مطابق کارروائی کرے۔ فوج میں مرحوم وزیر کا ایک غلام تھا۔ جب اس نے یہ سنا تو وہ گھوڑا دوڑا کر بدر الدین حسن کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ سر جھکائے اور غمگین اور شکستہ دل گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ غلام نے گھوڑے سے اتر کر اس کا ہاتھ چوما اور کہا کہا اے میرے سردار اور سردار کے بیٹے بھاگ' موت آ پہنچی ہے۔ حسن کانپ اٹھا اور کہنے لگا کہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ سلطان برہم ہو گیا ہے اور اس نے تیرا محاصرہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ بلا تیرے سر پر آ پہنچی ہے' اپنی جان لے کر بھاگ۔ اس نے کہا کہ میرے پاس اتنا وقت ہے کہ میں اندر جا کر کچھ دنیوی چیزیں لے لوں' جس سے مجھے پردیس میں مدد ملے؟ غلام نے جواب دیا کہ اے میرے سرتاج' فوراً یہاں سے چل دے اور گھر کا نام نہ لے۔

جب اس نے غلام کی باتیں سنیں تو اپنا دامن سر پر ڈال کر چل دیا۔ یہاں تک کہ شہر کے باہر پہنچا۔ یہاں اس نے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ سلطان نے نئے وزیر کو مرحوم وزیر کے گھر بھیجا ہے کہ وہ اس کے مال اور مکانوں پر مہر لگا دے اور اس کے بیٹے بدر الدین حسن کو گرفتار کر کے سلطان کے پاس لے جائے تا کہ وہ اسے جان سے مار

دے۔ لوگ اس کے حسن و جمال پر افسوس کر رہے تھے۔ جب اس نے لوگوں کی باتیں سنیں تو وہ سر اٹھا کر ایک طرف چل دیا اور اسے معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

وہ برابر چلتا جا رہا تھا یہاں تک کہ قسمت اسے اس کے باپ کی قبر پر لے گئی۔ مقبرے میں داخل ہو کر قبروں میں گھستا پلتا وہ اپنے باپ کی قبر پر جا بیٹھا اور اپنی عبا کے دامن سے اپنا سر ڈھانپ لیا اور دیکھا کہ اس پر سنہرے الفاظ میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

"اے وہ شخص' جس کا ستارہ اور شبنم کی طرح چمکدار ہے' جان کہ نہ تیرے عزت و آبرو ہمیشہ رہے گی اور نہ تیری بزرگی۔"

ابھی وہ اپنے باپ کی قبر پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ ایک یہودی اس کے پاس پہنچا جو صراف معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس کے پاس ایک تھیلی میں بہت سا سونا تھا۔ یہ یہودی حسن بصری کی طرف بڑھا اور اس سے کہنے لگا کہ اے آقا' خیر تو ہے' تیرا رنگ کیوں فق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ابھی گھر میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا باپ مجھ سے کسی بات پر ناخوش ہے کہ میں اسے دیکھنے نہیں آتا۔ ڈر کے مارے میں جاگ اٹھا کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دن ختم ہو جائے اور میں اس کی زیارت نہ کر سکوں اور مجھے اس سے تکلیف پہنچے۔ یہودی نے اس سے کہا کہ اے آقا' تیرے باپ نے چند کشتیاں تجارت کے لیے روانہ کی تھیں اور بعض ان میں سے واپس آ گئی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان ایک ہزار دینار سونے کے عوض اس کشتی کا مال خریدوں جو سب سے پہلے آئی ہے۔ یہ کہہ کر یہودی نے ایک تھیلی نکالی' جس میں سونا بھرا ہوا تھا اور اس میں سے ایک ہزار دینار گن کر وزیر زادے کو دیئے اور کہا کہ مجھے ان کی رسید لکھ کر اپنی مہر لگا دے۔

وزیر زادے نے ایک ورق کاغذ لے کر یہ لکھ دیا! اس کا لکھنے والا وزیر زادہ حسن ہے اور اس نے ایک ہزار دینار کے عوض اپنے باپ کی پہلی کشتی کا کل سامان یہودی اسحٰق کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ اب اس نے جلدی سے دینار اٹھا لیے اور یہودی نے وہ ورق

لے لیا۔ حسن اپنی گزشتہ عزت یاد کر کے رونے لگا اور یہاں تک رویا کہ رات ہو گئی اور وہ اپنے باپ کی قبر کا تکیہ لگا کر لیٹ گیا اور اسے نیند آ گئی اور اس کی آنکھ اس وقت تک نہ کھلی جب تک کہ چاند نہ نکلا اور اس کا سر قبر پر سے پھسل پڑا اور وہ پیٹھ کے بل سونے لگا اور اس کا چہرہ چاندنی میں چمکنے لگا۔

اس مقبرے میں مسلمان جن رہتے تھے۔ ان میں سے ایک جنیہ نے حسن کو سوتے دیکھا اور اس کے حسن و جمال پر حیران ہوئی اور وہ کہنے لگی کہ سبحان اللہ' یہ تو جنت کے لڑکوں میں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی عادت کے موافق ہوا میں اڑ گئی اور اس نے وہاں ایک اور جن کو اڑتا ہوا دیکھا' جن نے اسے سلام کیا اور اس نے جن سے پوچھا کہ تو کہاں سے آ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہیں سے۔ جنیہ نے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو میں تجھے ایک حسین جوان دکھاؤں جو یہاں مقبرے میں سو رہا ہے۔ اس نے کہا کہ بہت خوب۔ وہ اڑ کر قبر پر اترے اور جنیہ نے کہا کہ کیا تو نے اس کی طرح کسی کو دیکھا ہے؟ جن نے اس کو دیکھ کر کہا کہ پاک ہے محض وہ ذات جس کی شبیہہ کہیں نہیں! لیکن اے بہن' اگر تو اجازت دے تو میں بیان کروں کہ میں نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ وہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس جوان کا سا حسین مصر کے ملک میں دیکھا ہے اور وہ وزیر شمس کی بیٹی ہے اور اس کی عمر تقریباً بیس سال کی ہے اور وہ حسن و جمال اور خوبی و کمال اور قد و اعتدال میں لاجواب ہے۔ جب وہ اس عمر کو پہنچی تو مصر کے سلطان نے اس کا شہرہ سنا۔ اس کے باپ کو جو وزیر ہے بلا کر کہا کہ اے وزیر' میں نے سنا ہے کہ تیری ایک بیٹی ہے' میں اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر نے کہا کہا اے میرے سرتاج سلطان' میرا عذر قبول کر اور میرے آنسوؤں کی لاج رکھ لے۔ تجھے معلوم ہے کہ میرا بھائی نورالدین جو وزارت میں میرا شریک تھا' یہاں سے چلا گیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ کہاں گیا۔ اور وہ ناراض ہو کر چلا گیا ہے کیونکہ ہم دونوں ایک روز شادی اور اولاد کا ذکر کر رہے تھے' اور اسی پر وہ ناراض ہو گیا۔ تقریباً اٹھارہ سال ہوئے

جبکہ وہ لڑکی پیدا ہوئی تھی' میں نے قسم کھائی تھی کہ سوائے اپنے برادر زادے کے اس بیٹی کی شادی کسی اور سے نہ کروں گا۔ تھوڑے دن ہوئے کہ میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی نے بصرے کے وزیر کی بیٹی سے شادی کی ہے اور اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اپنے بھائی کی خاطر میں اپنی بیٹی کی شادی اس کے سوا کسی اور سے نہ کروں گا۔ میں نے اپنی شادی اور حمل اور اس لڑکی کی پیدائش کی تاریخیں لکھ رکھی ہیں اور اسے اپنے برادر زادے سے منسوب کر رکھا ہے۔ ہمارے آقا سلطان کے لیے بہت سی لڑکیاں ہیں۔

جب سلطان نے وزیر کی باتیں سنیں تو وہ طیش میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اگر مجھ جیسا تجھ جیسے کی بیٹی سے شادی کرے تو یہ تجھ پر احسان کرتا ہے اور تو ہے کہ ست حجتیں پیش کرتا ہے۔ میں اپنے سر کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تیرا غرور توڑنے کے لیے اس کی شادی اپنے ایک کمترین نوکر سے کروں گا۔ بادشاہ کا ایک سائیس تھا جو آگے سے بھی کبڑا تھا اور پیچھے سے بھی۔ بادشاہ نے اسے بلا کر اس کا نکاح نامہ زبردستی وزیر کی بیٹی کے ساتھ لکھ دیا اور حکم دیا ہے کہ وہ آج ہی رات داخل ہو کر اس سے ہم بستری کرے۔ میں اسے اس حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ سلطان کے غلام حمام کے دروازے پر اس کے اردگرد بیٹھے موم بتیاں جلا رہے اور اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور وزیر کی لڑکی دائیوں اور سنگھار کرنے والیوں کے درمیان بیٹھی رو رہی ہے۔ وہ لڑکی اس جوان سے بے حد مشابہ ہے اور اس کے باپ کو حکم ملا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس نہ جائے۔ اے بہن میں نے اس کبڑے سے زیادہ ڈراؤنی شکل کا انسان نہیں دیکھا اور وہ لڑکی اس جوان سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- **بائیسویں رات**

جب بائیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب جن نے جنیہ سے بیان کیا کہ بادشاہ نے اس کی لڑکی کا نکاح کبڑے سائیس سے کر دیا ہے اور وہ بہت غمگین ہے اور سوائے اس جوان کے کوئی دوسرا حسن میں اس کے مشابہ نہیں تو جنیہ نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے کیونکہ یہ جوان دنیا بھر میں زیادہ خوبصورت ہے' جن نے اس کی تردید کی اور کہا کہ اے بہن' خدا کی قسم' لڑکی اس سے زیادہ خوبصورت ہے لیکن سوائے اس کے اور کوئی اس کے قابل نہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اور سگے! چچیرے بھائی بہن معلوم ہوتے ہیں۔ افسوس کہ یہ کبڑا اس کے پالے پڑا ہے۔ جنیہ نے کہا کہ بھائی' چل ہم اس کے نیچے داخل ہو جائیں اور اسے اٹھا کر لڑکی کے پاس لے چلیں' جس کا تو ذکر کرتا ہے اور دیکھیں کہ دونوں میں کون زیادہ خوبصورت ہے۔ جن نے کہا کہ بشرو چشم۔ یہ تو نے ٹھیک کہا اور تیری رائے اس وقت بہترین ہے۔ میں ابھی اسے اٹھائے لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اسے اٹھا لایا اور ہوا میں اڑنے لگا اور جنیہ اس کے ساتھ ہو لی۔ یہاں تک کہ وہ جن اسے لے کر مصر شہر میں اترا اور اسے ایک اڈے پر بٹھا کر جگا دیا۔ جب وہ نیند سے جاگا تو اس نے دیکھا کہ میں بصرے میں اپنے باپ کی قبر پر نہیں ہوں۔ اس نے دہنے بائیں دیکھا اور اپنے آپ کو بصرے کے علاوہ کسی اور جگہ پایا اور قریب تھا کہ وہ چلائے کہ اتنے میں جن نے اسے ایک مکا مارا۔ جن اس کے لیے عمدہ لباس لایا تھا جو اس نے اس کو پہنایا اور ایک موم بتی روشن کی اور اس سے کہنے لگا کہ میں تجھے لایا ہوں اور میں تیرے ساتھ فی سبیل اللہ ایک کام کرنے والا ہوں۔ اس موم بتی کو اپنے ہاتھ میں لے اور اپنے سامنے والے حمام کی طرف جا اور لوگوں میں شریک ہو جا' اور ان کا ساتھ نہ چھوڑیو جبکہ تو دلہن کے کمرے کے

پاس نہ پہنچ جائیو۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہو جائیو اور کسی سے نہ ڈریو۔ داخل ہوتے ہی کبڑے دولہے کی داہنی طرف ٹھہر جائیو اور سنگھار کرنے والیوں اور ڈومنیوں اور دائیوں میں سے جو جو تیرے پاس آتی جائیں ان کے لیے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالیو' جو سونے سے بھری ہو گی' اسے جلدی سے نکال کر ان کی طرف پھینک دیجیو اور کچھ فکر مت کیجیو کیونکہ جتنی بار تو جیب میں ہاتھ ڈالے گا' اسے سونے سے بھرا پائے گا۔ جو کوئی تیرے پاس آئے' اسے چنگل بھر بھر اشرفیاں دیجیو اور کسی چیز سے نہ ڈریو اور اپنے پیدا کرنے والے پر بھروسہ کیجیو کیونکہ یہ تیری طاقت سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے ہو گا۔

جب بدر الدین حسن نے جن کی یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر یہ لڑکی کون ہے اور اس بھلائی کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے! اب وہ آگے بڑھا اور موم بتی جلا کر حمام کے پاس آیا تو دیکھا کہ کبڑا گھوڑے پر سوار ہے۔ بدر الدین حسن لوگوں کے درمیان داخل ہو گیا۔ وہ نہایت آن بان کے ساتھ اور خوبصورت تھا اور وہ کلاہ پہنے ہوئے تھے اور اس پر پگڑی بندھی ہوئی تھی اور اس کی قبا سنہرے تاروں سے بنی ہوئی تھی اور وہ اکڑتا ہوا چلا جاتا تھا اور جب کبھی ڈومنیاں یا اور لوگ اس کے پاس آتے تو وہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالتا اور اسے اشرفیوں سے بھرا ہوا پاتا اور جلدی سے نکال کر انہیں ڈومنی کی ڈھپلی میں ڈال دیتا یہاں تک کہ اس نے ڈھپلی کو سونے سے بھر دیا۔ ڈومنیوں کی عقل دنگ رہ گئی اور لوگوں کو اس کے حسن و جمال پر اچنبھا ہوتا تھا۔ اسی طرح وہ وزیر کے گھر تک گئے۔ اب حاجیوں نے غیر لوگوں کو اندر آنے سے روکا اور ان سے کہا کہ وہ واپس چلے جائیں لیکن ڈومنیوں نے کہا کہ جب تک یہ نوجوان ہمارے ساتھ اندر نہ آئے گا' ہم بھی داخل نہیں ہونے کے' کیونکہ اس نے ہمیں انعام دے کر ہماری جھولیاں بھر دی ہیں' اور ہم دلہن کی منہ دکھائی نہ کریں گے جب تک وہ موجود نہ ہو گا۔ الغرض وہ اسے لے کر شادی کے کمرے میں گئیں اور اسے کبڑے دولہے کی آنکھوں کے سامنے بٹھایا۔ امرا اور وزرا اور حاجیوں کی بیویاں

دو رویہ صف باندھے کھڑی تھیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک بڑی موم بتی جل رہی تھی اور ہر ایک کے چہرے پر ایک ہلکی سی نقاب تھی اور وہ دلہن کے بیٹھک سے لے کر محل کے صدر تک جو دلہن کے نکلنے کی جگہ تھی' دہنے بائیں صف باندھے کھڑی تھیں۔

جب عورتوں نے بدالدین حسن اور اس کے حسن و جمال کو دیکھا' کیونکہ اس کا چہرہ نئے چاند کی طرح چمک رہا تھا' تو یہ سب اس کی طرف مائل ہو گئیں اور ڈومنیوں نے عورتوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حسین مرد نے ہمارے ساتھ سرخ سونے کی بخشش کی ہے' اس کی خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرنا اور جو کچھ وہ کہے' اسے ضرور ماننا۔ اب عورتیں موم بتیاں لیے اس کے اردگرد جمع ہو گئیں اور اس کا حسن و جمال دیکھنے اور اس کی خوبصورتی پر رشک کھانے لگیں۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ جی چاہتا تھا کہ کاش کہ وہ تھوڑی دیر اس کی گود میں بیٹھتی نہیں بلکہ سال بھر تک اور انہوں نے اپنے چہروں سے نقابیں اتار لیں کیونکہ ان کی عقلیں سلب ہو چکی تھیں اور کہنے لگیں کہ کیسی خوش قسمت ہو گی وہ عورت جو اس کی ملکیت ہو۔ پھر وہ اس کبڑے سائیس اور اس شخص کو جس کی وجہ سے اس کی شادی اس خوبصورت لڑکی سے ہوئی' بددعائیں دینے لگیں اور جب بدالدین حسن کو دعائیں دیتی تھیں اس کبڑے کو بھی ساتھ ساتھ بددعائیں دیتی تھیں۔ اب ڈومنیوں نے ڈھولکیں بجانا اور طبلوں پر گانا شروع کیا اور سنگھار کرنے والیاں نکلیں اور ان کے بیچ میں وزیر کی لڑکی تھی۔ انہوں نے اسے خوب خوشبوئیں اور عطر لگائی تھیں اور معطر کیا تھا اور اس کے بالوں کو خوبصورت بنایا تھا اور انہیں دھونی دی تھی اور اسے زیور اور شاہانہ لباس پہنایا تھا۔ مجنملہ اس کے لباس کے ایک پوشاک تھی جس پر سرخ سونے کے بیل بوٹوں اور جانوروں اور چڑیوں کی تصویریں تھیں اور وہ پوشاک قبا کی طرف لباس کے اوپر پڑی ہوئی تھی اور ان کے گلے میں کئی ہزار دینار کا یمنی ہار پڑا ہوا تھا۔ جس میں ایسے ہیرے جڑے ہوئے تھے'

جو نہ تبع اور نہ قیصر کو کبھی نصیب ہوئے ہوں گے۔ دلہن چودھویں رات کے چاند کی طرح تھی اور جب وہ سامنے آئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ جنت کی حور ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اسے اس خوبروئی کے ساتھ پیدا کیا۔ جب عورتوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ تارے ہیں اور دلہن چاند جو ابھی بادلوں میں سے نکلا ہے۔

بدر الدین حسن بیٹھا ہوا تھا اور لوگ اسے دیکھنے میں محو تھے کہ اتنے میں دلہن نازو ادا سے چلتی ہوئی آئی۔ کبڑا سائیس اٹھا کہ اسے بوسہ دے لیکن لڑکی نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور دوسری طرف چل دی یہاں تک کہ وہ اپنے چچیرے بھائی کے سامنے پہنچی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ بدر الدین حسن کی طرف مائل ہے تو وہ زور زور سے ہنسنے لگے اور ڈومنیاں چلانے لگیں۔

اس نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا اور اشرفیاں نکال کر ڈومنیوں کی ڈھولکوں میں ڈال دیں اور وہ خوش ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ تیری دلہن بنے۔ حسن مسکرایا اور سب کے سب اس کی طرف دیکھنے لگے اور کبڑا سائیس بندر کی طرح اکیلا رہ گیا اور جب لوگ اس کے لیے موم بتی جلاتے تھے تو وہ نہ جلتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ ششدر رہ گیا اور اندھیرے میں بیٹھا ہوا دل میں کڑھ رہا تھا لیکن بدر الدین حسن کے سامنے لوگ موم بتیاں لیے کھڑے تھے' اور جب اس نے دیکھا کہ ایک طرف تو دولہا اندھیرے میں اکیلا کھڑا ہے اور دوسری طرف وہ خود لوگوں کے درمیان ہے اور موم بتیاں اس کے آگے جل رہی ہیں تو وہ حیران ہو گیا اور سخت متعجب ہوا۔ جب بدر الدین حسن نے اپنی چچیری بہن پر نظر ڈالی تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور اس نے دیکھا کہ اس کا چہرہ حسن کی چمک دمک دکھا رہا ہے اور وہ سرخ اطلس کی پوشاک پہنے ہوئے ہے۔ اب سنگھار کرنے والیوں نے اسے منہ دکھائی کی پہلی خلعت پہنائی اور وہ اس کی خوبروئی پر گرویدہ ہو گیا اور جب وہ اپنے حسن کے غرور میں مٹک مٹک کر چلنے لگی تو عورتوں اور مردوں دونوں کی عقلیں زائل ہو گئیں۔

اب انہوں نے یہ پوشاک بدل کر دوسری آسمانی رنگ کی پوشاک پہنائی اور جب وہ اس لباس میں باہر نکلی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چاند نکل آیا' اس کے بال کالے کالے تھے' رخسار نرم نرم' چہرہ ہنس مکھ' سینہ ابھرا ہوا' پہلو اور کلائیاں نرم نرم اور وہ منہ دکھائی کی دوسری پوشاک پہنے ہوئی تھی' پھر انہوں نے تیسری پوشاک بدلی اور گھنے بال اس کے اوپر چھوڑ دیئے اور کالی اور لمبی لٹیں بکھیر دیں جو کالی راتوں کی طرح سیاہ اور طویل معلوم ہوتی تھیں' اور وہ اپنی جادو بھری آنکھوں سے دلوں پر تیر چلانے لگی اور تیسری پوشاک اس کے بدن پر تھی۔ اب انہوں نے چوتھی پوشاک بدلی تو وہ نکلتے ہوئے سورج کی طرف سامنے آئی اور ناز و ادا سے جھوم جھوم کر چلنے اور غزالوں کی طرح دیکھنے اور اپنی پلکوں کے تیروں سے دلوں کو پاش پاش کرنے لگی۔ پھر وہ پانچویں پوشاک میں نکلی مثل ایک پیاری لڑکی کے' گویا وہ بید کی چھڑی تھی یا پیاسا ہرن' اور اس کی لٹوں کے بچھو رینگ رہے تھے اور ان کے عجائبات ظاہر ہو رہے تھے اور اس کے کولہے مٹک رہے تھے اور گردن اٹھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک سبز پوشاک میں اس کی منہ دکھائی کی اور اس کے سیدھے قد کے آگے نیزہ شرمانے لگا اور وہ سارے جہان کے حسینوں سے بازی لے گئی اور اس کے چہرے کی چمک دمک کے آگے چودھویں رات کا چاند مدھم پڑ گیا اور اس کے حسن و جمال نے اس کی آرزوئیں پوری کر دیں اور اس کی لوچ اور لچک کے آگے نئی ٹہنیاں شرمندہ تھیں اور وہ اپنی خوبروئی سے دلوں کو چکنا چور کر رہی تھی۔ پھر انہوں نے ساتویں پوشاک میں منہ دکھائی کی جو دھانی رنگ کی تھی۔

جب دلہن نے آنکھیں کھولیں تو کہنے لگی کہ خدایا' اس شخص کو میرا شوہر بنا اور اس کبڑے سائیس سے میرا پیچھا چھڑا۔ ان لوگوں نے ساتوں کی ساتوں منہ دکھائیاں بدر الدین حسن کے سامنے کیں اور وہ کبڑا سائیس ایک طرف بیٹھا رہا۔ جب وہ اس سے فارغ ہو چکیں تو لوگوں سے کہا کہ اب جاؤ اور تمام عورتیں اور لڑکے لڑکیاں جو تماشے میں

مشغول تھے' چلے گئے اور محض بدر الدین حسن اور کبڑا سائیس باقی رہ گئے۔ اب سنگھار کرنے والیاں دلہن کے کمرے میں داخل ہوئیں تا کہ اس کے کپڑے اور زیور اتار کر اسے دولہا کے لیے تیار کریں' اس پر کبڑا سائیس بدر الدین حسن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' تیری وجہ سے آج کی رات خوب کٹی اور تو نے اپنے احسانات سے ہمیں مالا مال کر دیا۔ تو اب اٹھ کر باہر جا۔ اس نے کہا بسم اللہ اور وہ اٹھ کر دروازے کے باہر چلا گیا' جن نے اسے دیکھ کر کہا کہ اے بدر الدین ٹھہر' جب کبڑا پاخانے جائے تو فوراً اندر جا کر دالان میں بیٹھ جائیو اور جب دلہن سامنے آئے تو اس سے کہیو کہ تیرا شوہر میں ہوں۔ بادشاہ نے یہ چال اس لیے چلی تھی کہ کہیں نظر نہ لگ جائے اور جس شخص کو تو نے دیکھا ہے' وہ ہمارا ایک سائیس ہے۔ پھر تو آگے بڑھ کر اس کا چہرہ کھولیو' کیونکہ ہم اپنی غیرت مندی کے لیے یہ کام کر رہے ہیں۔

جن بدالدین سے یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ سائیس نکل کر پاخانے میں گیا اور کھڈی پر بیٹھ گیا۔ اب جن چوبچے کے پانی میں سے چوہے کی شکل میں نکل اور زیق زیق کرنے لگا کبڑے نے کہا کہ خیر تو ہے' تجھے کیا ہوا؟ اب چوہا بڑھتے بڑھتے بلی بن گیا اور میاؤں میاؤں کرنے لگا اور پھر بڑھ کر کتا ہو گیا اور عمہ عمہ کی آواز نکالنے لگا۔

جب سائیس نے یہ دیکھا تو ڈر گیا اور کہنے لگا کہ دور ہو' اے منحوس' لیکن کتا بڑھ کر گدھے کے برابر ہو گیا اور اس کے آگے رینگنے اور چلانے لگا! ہاق ہاق۔ اب وہ اور بھی ڈر گیا اور کہنے لگا کہ اے گھر والو' دوڑو۔ اب گدھا بڑھتے بڑھتے بھینس کے برابر ہو گیا اور اس کا راستہ روک لیا اور انسان کی طرح باتیں کرنے لگا اور اس سے کہا کہ لعنت ہو تجھ پر' اے کبڑے' اے گندے! سائیس کے پیٹ میں درد ہونے لگا اور وہ بغیر کپڑے اتارے کھڈی پر بیٹھ گیا اور ڈر کے مارے اس کے دانت بجنے لگے۔

اب جن نے اس سے کہا کہ دنیا تیرے اوپر اتنی اوپر اتنی تنگ ہو گئی تھی کہ تجھے میری معشوقہ کے علاوہ اور کوئی نکاح کے لیے نہ ملا۔ سائیس چپ تھا اور جن نے کہا

کہ جواب دے، ورنہ میں تجھے زمین کے اندر گاڑ دوں گا۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میرا کوئی گناہ نہیں، لوگوں نے میرے ساتھ زبردستی کی ہے اور مجھے معلوم نہ تھا کہ اس کے عاشق بھینسے ہیں۔ میں خدا کے سامنے اور پھر تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ جن نے کہا کہ میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو اس وقت یہاں سے نکلا یا سورج نکلنے سے پہلے کوئی بات کی تو میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ جب سورج نکل چکے تو، تو یہاں سے نکل کر چل دیجیو اور پھر کبھی مکان کی طرف رخ نہ کیجیو۔ اب دیو نے کبڑے سائیس کو پکڑ کر اسے سر کے بل کھڈی میں کھڑا کر دیا اور اس کے پاؤں اوپر کی طرف کر دیئے اور کہنے لگا کہ میں تجھے یہاں چھوڑتا ہوں مگر سورج نکلنے تک میں تجھ پر پہرہ داری کروں گا۔

یہاں تک تو کبڑے کا قصہ ہوا۔ اب بدر الدین حسن البصری کا ماجرا سنئیے۔ اس نے کبڑے اور جن کو جھگڑتا چھوڑا اور مکان میں داخل ہوا اور دالان کے بیچ میں آکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں دلہن آئی اور اس کے ساتھ ایک بڑھیا تھی۔ بڑھیا کمرے میں دروازے پر ٹھہر گئی اور کہنے لگی کہ اے سروقد والے، اٹھ اور خدا کی امانت لے۔ یہ کہہ کر بڑھیا الٹے پاؤں پھر گئی اور دلہن نے دالان میں قدم رکھا۔ اس کا نام ست الحسن تھا اور اس کا دل ٹوٹا ہوا تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اپنے آپ کو اس کے حوالے ہرگز نہ کروں گی، خواہ وہ مجھے قتل ہی کیوں نہ کر ڈالے۔ جب وہ دالان کے اندر پہنچی تو اس کی نظر بدر الدین حسن پر پڑی اور وہ کہنے لگی کہ اے پیارے، تو اب تک یہیں کھڑا ہے! میں اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ تیری اور کبڑے سائیس کی شرکت میں ہوں۔ بدر الدین حسن نے کہا کہ سائیس کی کیا مجال کہ وہ تیرے قریب بھی آئے! بھلا اس کی یہ قدرت ہو سکتی ہے کہ وہ تجھ میں میرا شریک ہو۔ لڑکی نے کہا کہ میرا شوہر کون ہے؟ تو یا وہ؟ بدر الدین نے کہا کہ اے ست الحسن، ہم نے اس کا مذاق اڑانے کے لیے یہ سوانگ باندھا تھا، تو نے دیکھا نہیں کہ سنگھار

کرنے والیاں اور ڈومنیاں اور تیرے گھر والیاں تیری منہ دکھائی میرے سامنے کر رہی تھیں؟ تیرے باپ نے اسے دس دینار دے کر کرائے پر بلایا تھا تاکہ ہم پر نظر نہ لگے‘

اب وہ چل دیا ہے۔

جب ست الحسن نے بدر الدین کی باتیں سنیں تو وہ مسکرائی اور خوش ہو گئی اور نہایت ناز و ادا سے ہنسنے لگی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم‘ تو نے میرا غم دور کر دیا۔ وہ تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ مجھے اپنے پہلو میں لے لے اور اپنے سینے سے لگا۔ وہ برہنہ تھی اور پاؤں سے لے کر گردن تک کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس لیے اس کا اندام نہانی اور کولہے بھی ننگے تھے۔ جب بدر الدین نے یہ دیکھا تو اس کی شہوت جوش میں آئی اور وہ بھی کھڑا ہو گیا اور اپنے کپڑے اتار ڈالے اور اس سونے کی تھیلی کو جس میں یہودی کے دیئے ہوئے ایک ہزار دینار تھے اپنے پاجامے میں لپیٹ کر بچھونے کے نیچے رکھ لیا اور اپنی پگڑی اتار کر کرسی پر لٹکا دی اور محض ایک انگی قمیض پہنے رہا اور اس قمیض میں سنہرے بیل بوٹے تھے‘ اب سب الحسن اٹھی اور اس نے اسے اپنی طرف کھینچا اور بدر الدین نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اسے لپٹا لیا اور اس کی جوانی کے مزے لوٹے اور وہ حاملہ ہو گئی۔ جب بدر الدین فارغ ہو چکا تو دونوں نے ایک دوسرے کے سر کے نیچے ہاتھ رکھا اور لپٹ کر سو گئے۔

یہ تو بدر الدین اور اس کے چچا زاد ست الحسن کا واقعہ ہوا۔ اب جن اور جنیہ کا قصہ سنئے۔ جن نے جنیہ سے کہا کہ اٹھ اور جوان کو اٹھا لا اور ہم اسے اس کے مکان میں پہنچا آئیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہو جائے‘ کیونکہ صبح قریب ہے۔ اب جنیہ بڑھی اور اسے سوتا اٹھا لائی اور لے کر اڑ گئی اور وہ محض قمیض پہنے ہوئے اسی حالت میں تھا اور کوئی کپڑا اس کے بدن پر نہ تھا۔ ابھی جنیہ اسے لیے اڑ رہی تھی کہ جن اس کے ساتھ ساتھ تھا اور وہ راہ ہی میں تھے کہ صبح ہو گئی اور موذن نے حی علی الفلاح کہنا شروع کیا۔ خدا نے اپنے فرشتوں سے کہا کہ جن پر آگ کے انگارے

پھینکیں۔ جن جل کر خاکستر ہو گیا اور جنیہ بچ گئی اور وہ بدر الدین کے ساتھ اسی جگہ پر اتر پڑی جہاں جن پر انگارے پڑے تھے کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں بدر الدین پر کوئی مصیبت نازل نہ ہو۔ ان کی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ دمشق پہنچ جائیں۔ یہاں پہنچ کر جنیہ نے اسے دمشق کے ایک دروازے پر اتار دیا اور وہ خود اڑ کر چل دی۔ جب دن نکلا اور شہر کے دروازے کھلے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک پری جمال نوجوان محض قمیض اور ٹوپی پہنے پڑا ہوا ہے اور ان کے علاوہ اور کوئی کپڑا اس کے بدن پر نہیں اور وہ رات کو جاگنے کی وجہ سے نیند میں چور ہے۔ جب لوگوں نے اسے دیکھا تو کہنے لگے کہ کیسی خوش نصیب ہے وہ عورت' جس کے ساتھ اس نے رات گزاری ہے' کاش کو وہ اتنا تو ٹھہرا ہوتا کہ کپڑے پہن لیتا! دوسرے نے کہا کہ بیچارہ بچہ بھٹی سے کسی ضرورت کے لیے نکلا ہو گا مگر نشہ چڑھ گیا اور جہاں جاتا تھا' وہاں کی راہ بھول گیا اور شہر کے دروازے پر آ پہنچا اور اسے بند پا کر وہیں سو گیا ابھی لوگ اس کے متعلق شش و پنج میں تھے کہ ہوا چلی اور بدر الدین کی قمیض پیٹ تک اٹھ گئی اور اس کا پیٹ اور گول ناف اور دنوں پنڈلیاں اور رانیں بلور کی طرف چمکنے لگیں۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کی قسم' کیسا خوبصورت ہے! اب بدر الدین کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک شہر کے دروازے پر ہے اور وہاں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ اس پر اسے تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ میں کہاں ہوں؟ اے نیک بخت لوگو' اور تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو اور تمہیں میرے ساتھ کیا ماجرا پیش آیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے فجر کی اذان کے وقت تجھے یہاں پڑا سوتا پایا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بتا تو سہی کہ آج رات تو نے کہاں بسر کی؟ بدر الدین حسن نے کہا کہ اے لوگو' واللہ' آج رات میں مصر میں سویا ہوں۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ کیا تو بھنگ کھاتا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ تو پاگل ہے' مصر میں رات گزارتا ہے اور صبح کے وقت دمشق میں سوتا نظر آتا ہے! اس نے کہا کہ اے نیک مرد' خدا کی

قسم میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ میں کل رات واقعی مصر میں تھا اور کل دن میں بصرے میں۔ ایک نے کہا کہ بہت خوب۔ دوسرے نے کہا کہ یہ جوان پاگل ہے اور سب کے سب اس پر تالیاں بجانے اور ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرنے لگے اور کہا کہ افسوس آتا ہے' اس کی جوانی پر' واللہ اس کے پاگل ہونے میں بالکل شک نہیں۔ پھر انہوں نے اس سے کہا کہ اپنے ہوش ٹھکانے کر اور سمجھ کر باتیں کر۔ بدر الدین نے کہا کہ کل میری شادی مصر میں ہوئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ شاید تو نے خواب دیکھا ہے اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے وہ خواب کی باتیں ہیں۔ حسن سوچ میں پڑ گیا اور پھر ان سے کہنے لگا کہ واللہ یہ خواب نہیں اور نہ میں نے اسے نیند میں دیکھا ہے۔ واقعی میں وہاں گیا ہوں اور انہوں نے دلہن کی منہ دکھائی میرے سامنے کی ہے اور تیسرا شخص ہمارے ساتھ کبڑا سائیس تھا۔ واللہ اے میرے بھائیو' یہ کوئی خواب نہیں ہے اور اگر خواب ہوتا تو میری سونے کی تھیلی کہاں ہے اور کہاں ہے میرے کپڑے اور لباس اور پگڑی۔

اب وہ اٹھ کر شہر میں داخل ہوا اور اس کی سڑکوں اور بازاروں میں سے ہو کر گزرا۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہوتے جاتے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے' یہاں تک کہ وہ ایک بارچی کی دوکان میں داخل ہوا۔ یہ طباخ بڑا شاطر تھا یعنی شاطر چور' لیکن اب وہ چوری سے توبہ کر چکا تھا اور اس نے باورچی کی دوکان کھول رکھی تھی۔ دمشق کے سب لوگ اسے سے خوف کھاتے تھے' کیونکہ وہ بڑا طاقتور تھا۔ اس لیے جب لوگوں نے دیکھا کہ جوان باورچی کی دوکان میں چلا گیا ہے تو وہ ڈر کے مارے وہاں سے چلتے ہوئے۔ جب باورچی کی نظر بدر الدین پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ وہ کیسا خوبرو جوان ہے تو اس کے دل میں اس کی محبت بیٹھ گئی اور وہ کہنے لگا کہ اے نوجوان' تو کہاں سے آتا ہے' اپنا ماجرا تو بیان کر کیونکہ میں تجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں' اس نے اپنا سارا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ باورچی نے اس سے کہا کہ اے میرے آقا بدر الدین' یہ عجیب و غریب واقعہ ہے لیکن بیٹا' جب تک خدا

تیری حالت درست نہ کر دے' اپنا قصہ کسی سے مت بیان کیجیو اور میرے ساتھ اس گھر میں ٹھہر۔ میرے کوئی بیٹا نہیں ہے' اس لیے میں تجھے اپنا بیٹا بناؤں گا۔ بدر الدین نے کہا کہ بہت خوب چچا! اب باورچی بازار گیا اور بدر الدین کے لیے قیمتی کپڑے خرید کر لایا اور اسے وہ کپڑے پہنا کر قاضی کے پاس لے گیا اور رسمی طور پر اسے اپنا بیٹا بنا لیا اور دمشق میں خبر مشہور ہو گئی کہ وہ باورچی کا بیٹا ہے' اور وہ دوکان میں باورچی کے ساتھ بیٹھتا اور دام اپنی تحویل میں لیتا رہا۔ اس طرح سے اس نے باورچی کے ساتھ اپنے دن کاٹے۔

یہ تو بدر الدین حسن کا ماجرا ہوا۔ اب اس کی چچا زاد ست الحسن کا حال سنئے جب سویرا ہوا اور وہ نیند سے جاگی تو اس نے بدر الدین حسن کو نہ پایا اور خیال کیا کہ وہ بیت الخلا گیا ہو گا۔ وہ بیٹھی اس کی راہ دیکھ رہی تھی کہ اس کا باپ آیا۔ وہ اس واقعے پر نہایت غم زدہ تھا جو بادشاہ کے ساتھ پیش آیا تھا اور نیز بادشاہ کی ناراضگی پر اور اس پر کہ اس نے اس کی بیٹی کی شادی زبردستی اپنے ایک غلام سے کر دی اور وہ بھی ایک کبڑے سائیس سے اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر اس لڑکی نے اس مردود کو اپنا بدن حوالے کیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ وہ چل کر دالان تک گیا اور دروازے پر ٹھہر کر ست الحسن کو آواز دی۔ اس نے کہا کہ اے میرے سرتاج میں حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر وہ باہر آئی اور وہ خوشی کے مارے جھوم رہی تھی' اس نے زمین کو بوسہ دیا اور اس معشوق کی ہم آغوشی کی وجہ سے اس کے چہرے کی چمک دمک اور بڑھ گئی۔ جب اس کے باپ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو کہنے لگا کہ اے ملعون' اس سائیس کی وجہ سے اتنی خوش ہے۔ جب ست الحسن نے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا تو مسکرائی اور کہنے لگی واللہ' میرے ساتھ کافی مذاق ہو چکا ہے جبکہ لوگ میری ہنسی اڑاتے اور سائیس کے متعلق مجھے طعنے دیتے تھے جو میرے شوہر کے کٹے ہوئے ناخن کے برابر بھی نہیں۔ خدا کی قسم' کل رات جیسی میں نے عمر بھر کوئی رات نہیں

گزاری' اس کبڑے کا ذکر کر کے میرا مذاق مت اڑا۔ جب اس کے باپ نے اسے یہ کہتے سنا تو وہ غصے میں بھر گیا اور اس کی آنکھیں نیلی پڑ گئیں اور وہ کہنے لگا کہ لعنت

ہو تجھ پر! یہ تو کیا باتیں کہہ رہی ہے؟ کبڑا سائیس تیرے ساتھ سویا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ اس کا ذکر مت کر۔ خدا اس کے باپ پر لعنت بھیجے! اور میری ہنسی مت اڑا۔ سائیس کا واقعہ تو دس دینار کے عوض ایک چال تھی اور وہ اپنی مزدوری لے کر چلتا ہوا۔ اس کے بعد میں دالان میں آئی اور میں نے دیکھا کہ میرا شوہر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے قبل ڈومنیاں اس کے آگے میری منہ دکھائی کر چکی تھیں اور اس نے اتنی اشرفیاں بانٹی تھیں کہ جو غریب وہاں موجود تھے' سب امیر ہو گئے۔ اسی جوان کالی کالی آنکھوں اور ملی ہوئی ابرو والے شوہر کےساتھ میں نے رات بسر کی۔ جب اس کے باپ نے یہ باتیں سنیں تو دنیا اس کی آنکھوں کے آگے تاریک ہو گئی اور وہ کہنے لگا کہ اے چھنال' یہ تو کیا بک رہی ہے؟ تیری عقل کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے باپ' تو میرا دل توڑ رہا ہے۔ اب بس کر اور مجھے زیادہ تنگ مت کر۔ میرا شوہر جس نے میری بکارت زائل کی ہے' بیت الخلا گیا ہے اور میں اس سے حاملہ ہو چکی ہوں۔

باپ متعجب ہو کر کھڑا ہو گیا اور بیت الخلا میں گیا تو دیکھتا ہے کہ کبڑا سائیس سر کے بل کھڈی میں کھڑا ہے اور اس کے پاؤں اوپر کی طرف ہیں۔ یہ دیکھ کر وزیر حیران ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ ہو نہ ہو یہی کبڑا ہے اسے آواز دی کہ اے کبڑے۔ کبڑے نے یہ خیال کیا کہ جن اس سے باتیں کر رہا ہے اور تغوم' تغوم کرنے لگا۔ وزیر نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ بول ورنہ میں اس تلوار سے تیرا سر اڑا دوں گا۔ یہ سن کر کبڑے نے کہا کہ اے جنوں کے سردار خدا کی قسم جب سے تو نے مجھے اس جگہ کھڑا کیا ہے۔ میں نے اپنا سر بالکل نہیں اٹھایا۔ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ پر رحم کھا۔ جب وزیر نے کبڑے کو یہ کہتے سنا تو کہنے لگا کہ تو کیا بک رہا ہے؟ میں تو دلہن کا باپ ہوں' جن نہیں۔ اس نے کہا کہ تو نے

ہی میری جان پر یہ عذاب ڈالا ہے۔ اب تو یہاں سے چلتا ہو قبل اس کے کہ جن تیرے سر پر بھی آکر سوار ہو جائے' جس نے میرے ساتھ یہ کاروائی کی ہے۔ تم نے مجھے لاکر بھینسوں اور جنوں کی معشوقہ کے ساتھ میری شادی کر دی ہے۔ لعنت ہو اس پر جس نے اس کی شادی میرے ساتھ کی اور لعنت ہو اس پر جس کی وجہ سے یہ شادی ہوئی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## تئیسویں رات

جب تئیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- کبڑا سائیس وزیر سے، جو دلہن کا باپ تھا، باتیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لعنت ہو اس پر، جس کی وجہ سے یہ ہوا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ اٹھ اور یہاں سے نکل۔ اس نے جواب دیا کہ کیا میں کوئی پاگل ہوں کہ جن کی اجازت کے بغیر تیرے ساتھ چلا جاؤں، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ سورج نکل آئے تو یہاں سے نکل کر اپنی راہ لیجیو۔ بتا کہ سورج نکلا ہے کہ نہیں، کیونکہ نکلنے سے پہلے میں اپنی جگہ سے نکل نہیں سکتا۔ اب وزیر نے کہا کہ تجھے یہاں کون لایا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں کل یہاں آیا تھا تاکہ اپنی حاجت رفع اور ضرورت زائل کروں اور میں نے دیکھا کہ پانی میں سے ایک چوہا نکلا اور چیں چیں کرنے لگا اور بڑھتے بڑھتے بھینس کے برابر ہو گیا اور مجھ سے کہا جو میرے گوش گزار ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ لعنت ہو دلہن پر اور اس پر جس نے اس کی شادی میرے ساتھ کی۔ یہ سن کر وزیر آگے بڑھا اور اس کو کھڈی میں سے نکالا۔ وہ وہاں سے نکل کر چلا مگر اسے یقین نہیں آتا تھا کہ سورج نکل چکا ہے۔ وہاں سے وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔

دلہن کے باپ وزیر کا یہ قصہ تھا کہ وہ اپنی بیٹی کے بارے میں ہوش و حواس باختہ مکان میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ بیٹی، اپنا ماجرا صاف بیان کر۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر جس کے سامنے میری منہ دکھائی ہوئی تھی، رات بھر میرے ساتھ سویا اور میری بکارت زائل کی اور میں اس سے حاملہ ہو گئی ہوں، اگر تجھے یقین نہیں آتا تو دیکھ، یہ اس کی پگڑی ہے جو اب تک لپٹی کرسی پر لٹکی ہوئی ہے، اور اس کی پوشاک بچھونے کے نیچے ہے اور اس میں کوئی چیز لپٹی ہوئی ہے، لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے۔

جب اس کے باپ نے یہ باتیں سنیں تو وہ دالان میں داخل ہوا اور اپنے برادر زادے بدر الدین حسن کی پگڑی دیکھی اور اسے فوراً اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا اور کہا کہ یہ تو وزیروں کا سا عمامہ ہے کیونکہ یہ موصل کا بنا ہوا ہے۔ اب اس کی نظر اس تعویذ پر پڑی جو اس کی ٹوپی میں سلا ہوا تھا اور اس نے ٹانکے توڑ کر اسے نکال لیا اور اس کے کپڑے اٹھائے تو اسے ایک تھیلی ملی جس میں ایک ہزار دینار تھے۔ اس نے اسے کھولا تو اس کے اندر ایک کاغذ کا ورق تھا اور وہ اسے پڑھنے لگا تو وہ اس یہودی کی رسید تھی اور اس میں بدر الدین حسن بن نورالدین علی المصری کا نام تھا اور ہزار دینار تھے۔ جب شمس الدین نے وہ کاغذ پڑھا تو اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا اور سارا قصہ اس کی سمجھ میں آ گیا تو وہ حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں جو ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اے بیٹی تجھے معلوم ہے کہ تیرا کنوارا پن کس نے لیا؟ اس نے کہا کہ نہیں' اس نے جواب دیا کہ وہ میرا برادر زادہ اور تیرا چچیرا بھائی ہے' اور یہ ہزار دینار تیرا مہر ہے' سبحان اللہ' کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ قصہ کیسے پیش آیا' اب اس نے تعویذ کھولا جو سلا ہوا تھا اور اس کے اندر ایک تحریر پائی جس میں اس کے بھائی نورالدین المصری کے خط میں تاریخیں لکھی ہوئی تھیں جو بدر الدین حسن کا باپ تھا۔ جب اس نے اپنے بھائی کا خط دیکھا تو یہ اشعار پڑھنے لگا:

"جب ان کے آثار دیکھتا ہوں تو محبت کے مارے پگھلا جاتا ہوں اور ان کے گھروں پر آنسو بہاتا ہوں اور اس شخص سے' جس نے ان کی جدائی سے مجھے دلفگار کیا ہے' دعا مانگتا ہوں کہ وہ انہیں ایک روز واپس لا کر مجھے شکر گزار کرے۔"

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکا تو اس نے تعویذ کو پڑھا "اس بصرے کے وزیر کی بیٹی سے شادی کی تاریخ تھی اور اس کی ہم بستری کی تاریخ اور بدر الدین حسن کی پیدائش کی تاریخ اور مرتے وقت تک اس کی عمر۔ یہ پڑھ کر وہ حیران ہو گیا اور مارے خوشی کے

کانپنے لگا۔ اب اس نے اپنے اور اپنے بھائی کے واقعات کا مقابلہ کیا تو دونوں کو ایک دوسرے کے موافق پایا:

اس کی اور اس بھائی کے نکاح کی تاریخ ایک تھی۔ اسی طرح سے اس کی بیٹی ست الحسن اور بدر الدین کی پیدائش کی تاریخ بھی۔ اب وہ یہ کاغذ لے کر سلطان کے پاس پہنچا اور شروع سے لے کر آخر تک سارا ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ کو تعجب ہوا اور اس نے حکم دیا کہ یہ واقعہ فوراً قلم بند کر لیا جائے۔

اب وزیر اپنے برادر زادے کا دن بھر انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آیا۔ پھر دوسرے دن اور پھر تیسرے دن۔ اسی طرح جب سات دن گزر گئے اور اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی تھی تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم' اب میں ایک ایسا کام کرنا چاہتی ہوں' جو کسی نے نہ کیا ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے قلم او ردوات نکالی اور سارے گھر کا خاکہ ایک کاغذ پر کھینچ دیا! کہ خس خانہ فلاں جگہ پر ہے اور فلاں پردہ فلاں جگہ پر۔ اسی طرح سے تمام چیزوں کا جو گھر میں تھیں۔ اب اس نے اس کاغذ کو لپیٹا اور حکم دیا کہ اس کے سارے کپڑے لائے جائیں لوگ اس کی پگڑی اور ٹوپی اور کلاہ اور تھیلی لائے اس کے سپرد کیا اور اس نے انہیں بند کر کے لوہے کا قفل ڈال دیا اور اس پر اپنی مہر لگا دی کہ جب تک اس کا برادر زادہ حسن البصریٔ نہ آئے' اسے کوئی نہ کھولے۔

اب وزیر کی بیٹی کا قصہ سنئے۔ جب اس کے حمل کی مدت پوری ہو چکی تو اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا' جو چاند سا خوبصورت تھا اور حسن اور جمال اور انتہائی خوبروئی اور آب و تاب میں باپ کی طرح تھا۔ انھوں نے اس کی ناف کاٹی اور اس کی آنکھوں میں سرمہ لگایا اور اسے دائیوں کے سپرد کیا اور اس کا نام عجیب رکھا۔ اس کا ایک دن ایک مہینے ایک سال کے برابر۔ جب وہ سات سال کا ہوا تو اس نے اسے ایک ملا کے سپرد کیا اور اسے تنبیہہ کی کہ وہ اسے پڑھائے اور اس کی اچھی طرح سے تربیت کرے۔

اسی طرح سے وہ چار سال تک مکتب میں پڑھتا رہا اور اس کی یہ حالت تھی کہ وہ مکتب کے لڑکوں سے لڑتا جھگڑتا اور سخت کلامی کرتا اور ان سے کہتا کہ تم میں سے کون میرے برابر ہے! میں مصر کے وزیر کا بیٹا ہوں! لڑکوں نے اس کی شکایت جا کر مکتب کے ناظم سے کی کہ عجیب ان سے کیسی بدسلوکی کرتا ہے۔ ناظم نے کہا کہ میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں اور کل جب وہ آئے تو تم وہ ترکیب چلنا۔ پھر وہ مکتب میں آنا چھوڑ دے گا۔

اور وہ ترکیب یہ ہے کہ جب وہ کل آئے تو تم اس کے اردگرد بیٹھ جانا اور ایک دوسرے سے کہنا کہ خدا کی قسم' یہ کھیل ہمارے ساتھ وہی کھیلے گا جو ہمیں اپنے ماں باپ کا نام بتائے گا' اور جو اپنے ماں باپ کا نام نہ جانتا ہو' وہ حرامی ہے اور ہمارے ساتھ نہیں کھیل سکتا۔ جب دوسرا دن ہوا تو سب لڑکے مکتب میں آئے اور عجیب بھی آیا۔ لڑکے اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ آج ہم ایک خاص کھیل کھیلنا چاہتے ہیں مگر اس میں وہی لڑکے شامل ہو سکتے ہیں جو اپنے ماں باپ کا نام بتا سکیں۔ سب نے کہا کہ واللہ یہ ٹھیک ہے اور ایک لڑکے نے کہا کہ میرا نام ماجد ہے اور میری ماں کا علویہ اور باپ کا عزیز الدین۔ دوسرے نے بھی اسی طرح کہا یہاں تک کہ اب عجیب کی باری آئی اور وہ کہنے لگا کہ میرا نام عجیب اور میری ماں کا ست الحسن اور باپ کا شمس الدین جو مصر کا وزیر ہے۔

لڑکوں نے کہا کہ واللہ وزیر تیرا باپ نہیں ہے۔ عجیب نے جواب دیا کہ واقعی وزیر میرا باپ ہے۔ اس پر سارے لڑکے اس کا مذاق اڑانے لگے اور تالیاں بجانے لگے اور کہا کہ اس کے باپ کا پتہ نہیں۔ یہاں سے چلا جا کیونکہ جو اپنے باپ کا نام نہ جانتا ہو' وہ ہمارے ساتھ نہیں کھیل سکتا۔ یہ کہہ کر لڑکے فوراً تتربتر ہو گئے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اس پر وہ بہت دل شکستہ ہوا اور روتے روتے اس کا دم گھٹنے لگا۔ ناظم نے اس سے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ وزیر تیرا نانا اور تیری ماں ست الحسن کا باپ

ہے لیکن تیرا باپ نہیں۔ نہ تو اپنے آپ کو جانتا ہے اور نہ ہم' کیونکہ سلطان نے تیری ماں کی شادی کبڑے سائیس سے کر دی تھی اور جن اس کے پاس آ کر سوئے تھے اور تیرے باپ کا کسی کو پتہ نہیں۔ جب تک تجھے اپنے باپ کا علم نہ ہو' اس وقت تک مکتب کے لڑکوں سے برابری کا دعویٰ مت کرو ورنہ وہ تجھے حرامی سمجھیں گے۔ تجھے معلوم نہیں کہ بنئے کا لڑکا بھی اپنے باپ کو جانتا ہے اور تو مصر کے وزیر کا ناتی ہے لیکن تیرے باپ کو ہم نہیں جانتے۔ ہماری رائے یہی ہے کہ تیرا کوئی باپ نہیں' اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر باتیں کیا کر۔ جب اس نے ناظم اور لڑکوں کی یہ باتیں سنی جو اس کے لیے توہین کا باعث تھیں تو وہ فوراً اٹھا اور اپنی ماں ست الحسن کے پاس گیا اور اس سے شکایت کرنے لگا' اور وہ اتنا رو رہا تھا کہ اس کے منہ سے بات نہ نکلتی تھی۔ جب اس کی ماں نے اس کی باتیں اور رونا سنا تو اس کا دل اس پر کڑھنے لگا اور اس نے کہا کہ بیٹا' تو کیوں رو رہا ہے؟ ذرا اپنا حال تو کہہ۔ اس پر عجیب نے وہ تمام باتیں کہہ دیں جو اس ناظم اور لڑکوں سے سنی تھیں اور کہنے لگا کہ اے میری ماں' میرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیرا باپ مصر کا وزیر ہے۔ عجیب نے کہا کہ جھوٹ مت بول کیونکہ وزیر تیرا باپ ہے نہ کہ میرا۔ بتا میرا باپ کون ہے؟ اگر تو نے سچ مچ نہ بتایا تو میں اپنے آپ کو اس خنجر سے قتل کر ڈالوں گا۔ جب اس کی ماں نے اس کے باپ کا ذکر سنا تو وہ اپنے چچا زاد بھائی کو یاد کر کے رونے لگی اور بدر الدین البصری کے سامنے اس کی منہ دکھائی اور باقی سارے ماجرے اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے' اور وہ زور زور سے رونے لگی اور اس کا بیٹا بھی۔

اتنے میں وزیر ان کے پاس آیا اور انہیں روتا دیکھ کر اس کے دل کو صدمہ پہنچا اور وہ کہنے لگا کہ تم دونوں کیوں رو رہے ہو؟ بیٹی نے سارا ماجرا بیان کر دیا جو اس کے بیٹے اور مکتب کے لڑکوں کے درمیان پیش آیا تھا۔ یہ سن کر وزیر بھی رونے لگا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا بھائی اور جو کچھ اس کے ساتھ اسے پیش آیا تھا اور

اس کی بیٹی کا سارا ماجرا پھرنے لگا اور اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ آخر اس میں کیا بھید ہے۔ اب وزیر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دفتر گیا اور بادشاہ کے روبرو حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا اور اس سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ پچھم کی طرف سفر کرے اور بصرے پہنچ کر اپنے بھتیجے کو تلاش کرے۔ پھر اس نے سلطان سے یہ درخواست کی کہ وہ اسے شاہی فرامین ہر ملک کے لیے دے دے کر جہاں کہیں وہ اپنے بھتیجے کو پائے' وہاں سے لے آئے۔ یہ کہہ کر وہ بادشاہ کے سامنے رونے لگا اور بادشاہ کو اس پر ترس آیا اور اسے ہر ملک کے لیے فرامین لکھ کر دے دیے۔ وزیر اس پر بہت خوش ہوا اور سلطان کو دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔ گھر پہنچ کر اس نے فوراً سفر کی تیاری کی اور تمام ضرورت کی چیزوں اور اپنی لڑکی اور اس کے بیٹے عجیب کو لے کر چل دیا۔ اس نے پہلے دن سفر کیا اور دوسرے دن اور تیسرے دن یہاں تک کہ دمشق پہنچا اور دیکھا کہ وہاں بہت سے باغ اور نہریں ہیں۔

وزیر میدان الحصی میں اترا اور وہاں خیمے ڈال دیئے اور غلاموں سے کہا کہ ہم یہاں دو دن آرام کریں گے۔ اب غلام اپنی اپنی ضروریات کے لیے شہر گئے' کوئی خرید و فروخت کرنے کوئی حمام جانے اور کوئی بنی امیہ کی مسجد کی سیر کرنے' جس کا جواب دنیا میں نہیں تھا۔ عجیب اپنے خادم کے ساتھ سیر کرنے کے لیے شہر میں داخل ہوا۔ خادم عجیب کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک ایسا ڈنڈا تھا کہ اگر اونٹ پر پڑ جائے تو پھر وہ چل نہ سکے۔ جب دمشق والوں نے دیکھا کہ اس کا قد و قامت اور اعتدال اور حسن و جمال کیا عجیب و غریب ہے اور کیسا حسین اور آن بان والا اور اتر کی ہوا سے زیادہ لطیف اور پیاسے کے لیے میٹھے پانی سے زیادہ شیریں اور بیمار کے لیے صحت سے زیادہ لذیذ ہے تو ایک بھیڑ کی بھیڑ اس کے پیچھے ہولی۔ بعض اس کے پیچھے چلنے لگے اور بعض آگے بڑھ کر اس کے راستے میں بیٹھ گئے تاکہ وہ وہاں سے گزرے تو اس کو دیکھیں۔ اب یہ قسمت کی بات تھی کہ غلام اس کے باپ بدر الدین حسن کی دوکان پر ٹھہر گیا۔ بارہ سال کی مدت میں اس کی داڑھی بڑھ گئی اور اس

کی عقل کامل ہو چکی تھی۔ باورچی مر چکا تھا اور بدر الدین حسن اس کے مال اور اس کا دوکان پر قابض ہو چکا تھا کیونکہ قاضیوں اور گواہوں کے آگے اس نے یہ اظہار کر دیا تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

جب اس روز اس کا بیٹا اور خادم اس کے قریب آکر ٹھہرے تو اس کی نظر اپنے بیٹے عجیب پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ وہ کیسا خوش رو ہے اور اس کا دل دھڑکنے لگا اور خون کی کشش خون کی طرف ہونے لگی اور اس کا دل اس کی طرف کھنچنے لگا۔

اس روز اس نے میٹھے انار دانے پکائے تھے اور چونکہ قدرتی محبت اس کے دل میں جوش زن تھی اس نے اپنے بیٹے عجیب کو آواز دی اور کہا کہ اے میرے آقا میرے دل کے مالک جس کی طرف میرا قلب کھنچ رہا ہے' اندر آ اور میرے دل کو جوڑ اور کھانا کھا۔ اب اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اور وہ اپنی گزشتہ اور موجودہ حالت پر سوچنے لگا۔ جب عجیب نے اپنے باپ کی باتیں سنیں تو اس کا دل بھی اس کی طرف کھنچا اور وہ خادم کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ میرا دل اس باورچی کی طرف کھنچ رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنے بیٹے سے جدا ہو گیا ہے۔ چل اس کے پاس چلتے ہیں تا کہ اسے تسکین ہو اور ہم اس کی دعوت کھائیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے اس سلوک کی وجہ سے خدا بھی ہمارے باپ سے ملا دے۔

جب خادم نے عجیب کی باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ واللہ کیا خوب! وزیر زادہ ہو کر تو باورچی کی دوکان پر کھانا کھائے گا! میں تو اس ڈنڈے سے لوگوں کو روکتا ہوں کہ وہ تجھے نہ دیکھیں' تو میں پھر کیسے مطمئن ہو سکتا ہوں کہ تو باورچی کی دوکان میں جائے۔

جب بدر الدین نے نوکر کی باتیں سنیں تو اسے تعجب ہوا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس کی رخسار پر آنسو بہہ رہے تھے' اب عجیب نے خادم سے کہا کہ میرے دل کی کشش اس کی طرف ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ایسی باتیں مت کر اور دوکان کے اندر مت جا۔ اب عجیب کا باپ نوکر کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے بزرگ' تو کیوں میرے دل پر مرہم نہیں رکھنا چاہتا اور اندر داخل نہیں ہوتا' اے وہ شخص

جو اخروٹ کی طرف باہر سیاہ اور دل میں سفید ہے' اے وہ شخص جس کی تعریف بعض شاعروں نے کی ہے! خادم ہنسا اور کہنے لگا کہ کیا تعریف کی ہے' خدا کی قسم اختصار

کے ساتھ کہہ۔ بدر الدین حسن نے فوراً یہ اشعار پڑھے:
"اگر وہ تمیزدار اور اعتبار کے قابل نہ ہوتا تو بادشاہوں کے محلوں میں اس پر بھروسہ نہ کیا جاتا اور نہ حرم میں۔ وہ کیسا اچھا ملازم ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کی خدمت کرتے ہیں۔"
ملازم اس کلام سے خوش ہو گیا اور عجیب کو لے کر باورچی کی دوکان کے اندر گیا اور نورالدین حسن نے ایک گہرا پیالہ بھر کر انار دانے نکالے جس میں بادام اور شکر پڑی ہوئی تھی اور دونوں کھانے بیٹھ گئے۔ بدر الدین حسن نے کہا کہ تم نے میرے اوپر مہربانی کی ہے' کھاؤ' خدا مبارک کرے! لیکن عجیب نے اپنے باپ سے کہا کہ تو بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھا تاکہ خدا ہمیں اس شخص سے ملا دے' جس سے ملنے کی ہمیں آرزو ہے۔ بدر الدین حسن نے کہا کہ بیٹا' تجھے اس کم سنی میں احباب کی جدائی ملی ہے؟ عجیب نے کہا کہ ہاں اے چچا' میرے دل میں احباب کی جدائی کی آگ بھڑک رہی ہے اور وہ میرا باپ ہے اور اس کے لیے میں اور میرا نانا ملک ملک پھر رہے ہیں۔ دیکھیں ہمیں خدا کب ملاتا ہے! یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگا اور اس کی جدائی اور رونے کی وجہ سے اس کا باپ بھی رونے لگا' اور اس کے بعد اپنے ماں باپ کی جدائی کا۔ ملازم کو بھی اس کے اوپر بڑا افسوس ہوا۔ اب تینوں کھانے بیٹھ گئے اور پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد دونوں اٹھے اور بدر الدین حسن کی دوکان سے باہر آئے۔ اب اسے ایسا محسوس ہوا کہ گویا اس کی روح اس کے بدن سے نکل کر ساتھ جا رہی ہو۔ وہ صبر نہ کر سکا اور دوکان بند کر کے اس کے پیچھے ہو لیا' مگر یہ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ اسی کا بیٹا ہے۔ وہ تیز تیز چلنے لگا یہاں تک کہ اس نے انہیں پکڑ لیا۔ قبل اس کے کہ وہ بڑے دروازے سے نکلیں۔ اب نوکر نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ خیر تو ہے؟ بدر الدین حسن نے جواب دیا کہ جب تم لوگ میرے پاس سے

جانے لگے تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری روح بھی تمارے ساتھ چل دی' اور دروازے کے باہر شہر میں مجھے ایک کام ہے' اس لیے میرا ارادہ ہوا کہ میں بھی تمہارے ہمراہ چلوں اور کام پورا کر کے لوٹ جاؤں۔

اس پر ملازم کو غصہ آ گیا اور وہ عجیب سے کہنے لگا کہ میں اسی بات سے تو ڈرتا تھا۔ ہم نے وہ منحوس نوالہ کھایا اور اب ہمیں اس کی بچ کرنی ہے اور وہ ہمارا جگہ جگہ پیچھا کر رہا ہے۔ عجیب نے پیچھے پھر کر دیکھا کہ باورچی ان کے ساتھ لگا ہوا ہے اور مارے غصے کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن اس نے ملازم سے کہا کہ یہ ہر مسلمان کی عام راہ ہے اگر وہ اس پر چل رہا ہے تو چلنے دے۔ لیکن جب ہم اپنے خیموں میں جائیں گے' اگر اس وقت بھی ہمارے پیچھے پیچھے آیا تو اسے نکال باہر کریں گے۔ یہ کہہ کر لڑکے نے سر نیچا کر لیا اور آگے بڑھا اور ملازم اس کے پیچھے پیچھے تھا اور بدر الدین حسن ان دونوں کے پیچھے۔ جب وہ میدان الحصی میں پہنچے اور خیمے قریب آ گئے تو ان دونوں نے الٹ کر دیکھا کہ وہ پیچھے لگا ہوا ہے۔ عجیب کو غصہ آیا اور وہ ڈرا کہ کہیں ملازم اس کے نانا کو خبر نہ کر دے۔ اس پر وہ غصب ناک ہوا کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے کہ میں باورچی کی دوکان میں گیا تھا اور باورچی میرے پیچھے آ رہا ہے۔ اب اس نے دوبارہ پھر کر دیکھا اور اسے یہ نظر آیا کہ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے ہے اور اس پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ عجیب کو یہ محسوس ہو کہ وہ کوئی دھوکے باز یا حرامی ہے' اور اس کا غصہ اور بڑھ گیا اور اس نے ایک پتھر اٹھا کر اپنے باپ پر مارا۔ بدر الدین حسن بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اس کے چہرے پر خون بہنے لگا اور عجیب اور نوکر خیمے میں چلے گئے۔

جب بدر الدین حسن کو ہوش آیا تو اس نے اپنا خون پونچھا اور اپنی پگڑی میں سے تھوڑا سا ٹکڑا پھاڑ کر اپنے سر پر پٹی باندھ لی اور اپنے آپ کو ملامت کرنے اور کہنے لگا کہ میں نے لڑکے پر ظلم کیا ہے کہ اپنی دوکان بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اسے اس بات کا موقع دیا کہ وہ مجھے دھوکے باز خیال کرے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی دوکان

کو واپس گیا اور کھانے کی چیزیں بیچنے میں مشغول ہو گیا اور اس کے دل میں اپنی ماں سے ملنے کی تمنا جوش مارنے لگی اور وہ اس کو یاد کر کے رونے لگا۔ ادھر بدر الدین حسن اپنا کھانا بیچنے میں مشغول رہا اور ادھر اس کا چچا جو وزیر تھا' دمشق میں تین دن ٹھہر کر حمص کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ گیا وہ راستے میں اور جہاں کہیں وہ سفر میں قیام کرتا تھا' تفتیش کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دیار بکر اور ماردین اور موصل پہنچا اور پھر سفر کرتے کرتے بصرے میں داخل ہوا۔ جب اس نے وہاں اپنی قیام گاہ درست کر لی تو وہاں کے سلطان کے پاس گیا اور اس سے ملا۔ سلطان نے اس کے رتبے کے موافق اس کا احترام کیا اور اس سے آنے کا سبب پوچھا۔ وزیر نے اپنا سارا قصہ بیان کر دیا اور یہ کہ نورالدین علی اس کا بھائی تھا۔ سلطان نے کہا کہ خدا اس پر رحم کرے اور وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے وزیر' وہ میرا وزیر تھا اور پندرہ سال تک میں نے اس کے ساتھ بڑی محبت کا سلوک کیا۔ اب وہ فوت ہو گیا ہے اور اس کا ایک بیٹا ہے جو محض ایک مہینہ ٹھہر کر غائب ہو گیا اور ہمیں اس کی بالکل خبر نہیں۔ مگر اس کی ماں یہاں ہے کیونکہ وہ میرے بڑے وزیر کی بیٹی ہے۔ جب وزیر شمس الدین نے بادشاہ سے سنا کہ اس کے بھتیجے کی ماں صحیح سلامت ہے تو وہ خوش ہو گیا اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ جہاں پناہ' میں اسے ملنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اسے فوراً اجازت دے دی اور اپنے بھائی نورالدین کے مکان میں اس سے ملنے گیا۔ اس نے گھر کے اندر چاروں طرف نظر دوڑائی اور اس کی دہلیزوں کو چوما اور نورالدین اور اس کے پردیس میں مرنے کو سوچ کر رونے لگا۔

اب دروازے سے آگے بڑھ کر وہ ایک بڑے آنگن اور محرابی دروازے میں داخل ہوا جو سخت مضبوط پتھر کا بنا ہوا تھا اور جس میں طرح طرح کے رنگ کے پتھروں کی پچی کاری تھی' اور وہ محل میں ادھر ادھر گھومنے لگا اور اس کو دیکھنے لگا اور اس کی نظر ایک طرف جا پڑی۔ اس کے بھائی نورالدین کا نام سونے کے پانی سے لکھا ہوا تھا۔

اس نے اس کے نام کے پاس جا کر اسے بوسہ دیا اور اس کی جدائی کو یاد کر کے رونے

لگا۔ اب وہ چلتے چلتے اپنی بھاوج بدر الدین حسن کی ماں کے کمرے تک پہنچا۔ جب سے اس کا بیٹا غائب ہوا تھا وہ دن رات گریہ و زاری کرتی رہتی تھی۔ جب کئی سال گزر گئے تو اس نے اپنے کمرے کے بیچ میں اپنے بیٹے کی ایک قبر مرمر کی بنوائی اور دن رات اس کے فراق میں روتی تھی اور سوتی بھی تھی تو اسی قبر کے پاس۔ جب وزیر اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچا تو اس نے اس کے رونے کی آواز سنی اور وہ دروازے کے آگے ٹھہر گیا۔ اس نے ابھی رونا ختم نہیں کیا تھا کہ وزیر شمس الدین اندر آیا اور اسے سلام کیا اور کہنے لگا کہ میں تیرا جیٹھ ہوں۔ پھر اس نے سارا ماجرا بیان کیا اور تمام قصہ سنایا اور کہا کہ تیرا بیٹا بدر الدین حسن ایک پوری رات میری بیٹی کے ساتھ سویا ہے' جس کو اب دس سال ہونے کو آتے ہیں مگر صبح کو وہ غائب ہو گیا اور میری بیٹی کے تیرے بیٹے کا حمل رہ گیا اور اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا' جس کو میں ساتھ لایا ہوں کیونکہ وہ تیری اولاد ہے اور میری بیٹی کے بطن سے تیرا پوتا۔ جب اس نے اپنے بیٹے کا حال سنا اور یہ کہ وہ زندہ ہے اور اس کا جیٹھ اس کے سامنے کھڑا ہے تو وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو گئی اور اس کے پاؤں پر گر پڑی اور انہیں چومنے لگی۔ اب وزیر نے عجیب کو بلوایا اور جب وہ پہنچا تو اس کی دادی کھڑی ہو گئی اور اسے گلے لگا کر رونے لگی۔ اس پر شمس الدین نے کہا کہ یہ رونے کا وقت نہیں ہے بلکہ تو سفر کی تیاری کر کے ہمارے ساتھ مصر چل۔ ممکن ہے کہ خدا ہمیں اور تجھے تیرے بیٹے' میرے بھتیجے سے ملا دے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم اور فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور ضرورت کی چیزیں اور سامان اور زیور اکٹھا کر کے تیار ہو گئی۔

وزیر شمس الدین بصرے کے بادشاہ کے پاس گیا اور اس سے رخصت چاہی۔ بادشاہ نے مصر کے سلطان کے لیے تحفے تحائف اس کے ساتھ کر دیئے اور وہ فوراً چل دیا اور چلتے چلتے دمشق پہنچا اور القانون میں اترا اور خیمے ڈال دیئے اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ ہم یہاں ایک ہفتہ ٹھہر کر سلطان کے واسطے ہدیے اور تحفے خریدیں گے۔ عجیب

خیمے سے نکلا اور خادم سے کہنے لگا کہ اے لائق' میں ذرا سیرو تفریح کرنا چاہتا ہوں۔ چل ذرا بازار چلیں اور دمشق میں گھومیں اور دیکھیں کہ اس باورچی کا کیا حال ہے جس کا ہم نے کھانا کھایا اور سر پھوڑا تھا۔ اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی تھی اور ہم نے اس کے ساتھ برائی۔

خادم نے کہا کہ بسرو چشم' اور عجیب اور اس کا خادم خیمے سے نکل کھڑے ہوئے اور پدری رشتہ اسے باپ کی طرف کھینچے لیے جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ جلد شہر میں داخل ہو گئے اور چلتے چلتے باورچی کی دوکان پر پہنچے اور دیکھا کہ وہ دوکان میں کھڑا ہوا ہے۔ عصر کا وقت قریب تھا اور یہ اتفاق تھا کہ اس نے پھر انار دانے پکائے تھے۔ جب دونوں اس کے قریب پہنچے اور عجیب کی نظر اس پر پڑی تو اس کے دل کو اس کی طرف کشش ہوئی اور اس نے اس کی پیشانی پر پتھر کی چوٹ کا نشان دیکھا اور کہا کہ السلام علیک اے فلاں۔ دیکھ کر میرا دل تجھ میں لگا ہوا ہے۔ جب بدر الدین نے اسے دیکھا تو اس کی آنتیں قل قل کرنے لگیں اور اس کا دل دھڑکنے لگا اور اس نے اپنا سر نیچا کر لیا اور چاہتا تھا کہ زبان سے کچھ کہے لیکن نہ کہہ سکا۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور اپنے بیٹے کی طرف خوشامد اور عاجزی سے دیکھنے لگا اور ان سے کہا کہ میرے دل کو تسلی دو اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ خدا کی قسم! جب میں نے تجھے پہلی بار دیکھا تو میرا دل دھڑکنے لگا تھا اور میں محض بدحواسی کی حالت میں تیرے پیچھے گیا تھا۔ عجیب نے کہا کہ واللہ تجھے ہم سے محبت ہے اور ہم نے تیری دعوت کھائی تھی مگر اس کے بعد تو ہمارے ساتھ ہو لیا تھا اور ہماری توہین کرنا چاہتا تھا۔ اب ہم محض اس شرط پر تیرا کھانا کھائیں گے کہ تو قسم کھائے کہ ہمارے پیچھے نہ آئے گا' ورنہ ہم اس کے بعد کبھی تیرے پاس نہ آئیں گے کیونکہ ہم ایک ہفتہ یہاں ٹھہریں گے اور میرا نانا بادشاہ کے لیے ہدیے خریدے گا۔ بدر الدین نے کہا کہ منظور ہے۔ اب عجیب اور نوکر دوکان کے اندر گئے اور اس نے ایک پیالہ بھر کر انار دانے ان کے سامنے پیش

کیئے۔ عجیب نے کہا کہ تو بھی ہمارے ساتھ کھا تا کہ خدا ہمیں خوشی عطا فرمائے۔ بدر الدین خوش ہو گیا اور ان کے ساتھ کھانے بیٹھ گیا' مگر اس کی آنکھیں عجیب کی طرف لگی ہوئی تھیں اور وہ دل و جان سے اس پر فدا ہو رہا تھا۔ عجیب نے کہا کہ میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ تو بڑا بھاری عاشق ہے اس لیے تو جتنا میرے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے دیکھ۔

بدر الدین کبھی عجیب کے منہ میں لقمہ دیتا تھا اور کبھی نوکر' یہاں تک کہ وہ کھا کر سیر ہو چکے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب حسن اٹھا اور ان کے ہاتھ دھلائے اور اپنی کمر سے ایک ریشمی رومال کھول کر اس کے ہاتھ پونچھے اور پھر ان پر گلاب چھڑکا جو اس کے پاس ایک بوتل میں تھا۔ اب وہ دوکان سے باہر گیا اور ایک صراحی شربت بھری لے آیا' جس میں گلاب اور مشک ملا ہوا تھا اور ان کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگا کہ میرے ساتھ پورا پورا احسان کرو۔ عجیب نے شربت لے کر پیا اور پھر نوکر کے آگے بڑھا دیا اور دونوں نے اتنا کھایا پیا کہ عادت کے خلاف ان کے پیٹ بھر گئے اور وہ سیر ہو گئے۔ اب وہ وہاں سے لوٹے اور جلد از جلد چل کر اپنے خیموں میں پہنچے اور عجیب اپنی دادی کے پاس گیا جو اس کے باپ بدر الدین حسن کی ماں تھی۔ دادی نے اسے بوسہ دیا اور اپنے بیٹے بدر الدین حسن کے دھیان غرق ہو گئی۔ پھر اس نے عجیب سے کہا کہ بیٹا' تو کہاں تھا؟ اس نے جواب دیا کہ شہر میں۔ اب وہ اٹھی اور اس نے ایک پیالہ انار دانوں کا اس کے سامنے لا رکھا جس میں مٹھاس کم تھی اور خادم سے کہا کہ اپنے آقا کے ساتھ بیٹھ جا۔ خادم نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ' ہمارا جی کھانے کو بالکل نہیں چاہتا' مگر وہ بیٹھ گیا۔ عجیب بھی جب کھانے بیٹھا تو اس کا پیٹ بھی ان چیزوں سے بھرا ہوا تھا جو ابھی کھا پی کر آیا تھا۔ بہرحال اس نے ایک لقمہ اٹھایا اور اسے انار دانوں میں ڈبو کر کھایا مگر وہ اسے پھیکا سا معلوم ہوا کیونکہ اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اُفوہ' یہ کیسا خراب کھانا ہے! اس کی دادی نے کہا کہ بیٹا' تو میرے کھانے میں عیب نکالتا ہے' میں نے خود اسے پکایا ہے اور سوائے تیرے

باپ بدر الدین حسن کے میری طرح کوئی کھانا نہیں پکا سکتا۔ عجیب نے کہا کہ اے میری آقا' واللہ یہ تیرا کھانا خراب ہے۔ ہم نے ابھی شہر میں ایک باورچی کو دیکھا ہے' جس نے انار دانے اتنے عمدہ پکائے تھے کہ اس کی خوشبو سے جی خوش ہو جاتا ہے اور ذائقہ اتنا اچھا تھا کہ جی چاہتا تھا کہ کھائے چلا جائے۔ تیرے کھانے اور اس کے کھانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جب اس کی دادی نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے خادم کی طرف دیکھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چوبیسویں رات

جب چوبیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- میں نے سنا ہے کہ جب عجیب کی دادی نے اس کی باتیں سنیں تو وہ غصے میں بھر گئی اور خادم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگی کی لعنت ہو تجھ پر! تو نے میرے بچے کو خراب کر دیا ہے کیونکہ تو اسے لے کر باورچیوں کی دوکانوں میں جاتا ہے۔ نوکر ڈرا اور کہنے لگا کہ جی نہیں' ہم دوکان میں نہیں گئے تھے۔ محض اس کے پاس سے گزرے تھے۔ عجیب نے کہا کہ واللہ' ہم گئے تھے اور کھانا کھایا تھا اور وہ کھانا تیرے کھانے سے اچھا تھا۔ یہ سن کر اس کی دادی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی خبر اپنے جیٹھ کو کی اور اسے نوکر کے خلاف ورغلایا۔ اب نوکر' وزیر کے پاس حاضر ہوا اور وزیر نے اس پوچھا کہ تو میرے بیٹے کو باورچی کی دوکان میں کیوں لے گیا تھا؟ نوکر ڈرا اور کہنے لگا کہ ہم نہیں گئے تھے' عجیب نے کہا کہ ہاں' ہم گئے تھے اور ہم نے انار دانے کھائے تھے۔ یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے اور باورچی نے ہمیں برف اور شکر کا شربت بھی پلایا تھا۔ یہ سن کر وزیر' نوکر پر اور زیادہ غضب ناک ہو گیا اور اس سے دوبارہ پوچھا لیکن اس نے دوبارہ انکار کیا۔ اس پر وزیر نے کہا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو ہمارے سامنے بیٹھ کر کھا۔ اب خادم آگے بڑھا اور کھانے کا ارادہ کیا لیکن اس سے کھایا نہ گیا اور اس نے لقمہ پھینک دیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' میں کل کے کھانے سے ابھی سیر ہوں۔ وزیر سمجھ گیا کہ باورچی کے پاس سے کھا کر آیا ہے اور اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے زمین پر پٹکیں اور انہوں نے اسے پٹکا اور وزیر نے سخت مار مارنی شروع کی تو نوکر پناہ مانگنے لگا اور کہا کہ اے میرے سردار مجھے مت مار۔ میں تجھ سے سچ سچ کہے دیتا ہوں۔ اس پر وزیر نے ہاتھ روک لیا اور کہنے لگا کہ سچ سچ کہہ۔ اس نے جواب دیا کہ سن' ہم واقعی باورچی کی دوکان میں گئے تھے جبکہ وہ انار دانے پکا رہا تھا۔ اور اس نے ہمیں اس میں سے چکھنے کے لیے دیا تھا۔ خدا کی قسم'

میں نے عمر بھر ایسا کھانا نہیں کھایا' اور نہ اس کھانے سے جو ہمارے آگے ہے' بدتر کھانا کبھی چکھا۔

بدر الدین حسن کی ماں کو غصہ آ گیا اور وہ کہنے لگی کہ تجھے ابھی اس کے پاس جا کر اس کے انار دانوں میں سے ایک پیالہ لانا اور انہیں اپنے آقا کو دیکھانا ہو گا تا کہ وہ فیصلہ کرے کہ دونوں میں سے کون سا بہتر اور زیادہ مزے دار ہے۔ نوکر نے کہا کہ بہت خوب' اور اس نے نوکر کو ایک پیالہ اور نصف دینار دیا۔ نوکر روانہ ہوا اور دوکان پر پہنچ کر باورچی سے کہا کہ ہم نے تیرے کھانے پر شرط لگائی ہے کیونکہ ہمارے آقا کے گھر بھی آج انار دانے پکے ہیں۔ اس آدھ دینار کے انار دانے ہمیں دے اور نتیجے کا انتظار کر کیونکہ ہم نے تیرے کھانے کے پیچھے سخت مار کھائی ہے۔ بدر الدین ہنسا اور کہنے لگا کہ واللہ اس کھانے کو سوائے میرے اور میری ماں کے اور کوئی اچھی طرح نہیں پکا سکتا اور وہ اس وقت یہاں سے بہت دور ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پیالہ بھر دیا اور اسے اپنے ہاتھ میں لے کر اوپر سے مشک اور گلاب کا عرق چھڑک دیا۔ نوکر اسے لے کر بھاگا اور ان کو وہ پیالہ دیا۔ حسن کی والدہ نے اسے لے کر چکھا اور دیکھا کہ کیسا اچھا مزہ ہے اور کس خوبی سے پکا ہوا ہے اور وہ سمجھ گئی کہ اس کا پکانے والا کون ہے اور وہ رونے لگی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ وزیر دم بخود ہو کر رہ گیا اور اس کے اوپر گلاب چھڑکا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے کہا کہ اگر میرا بیٹا ابھی تک زندہ ہے تو یہ انار دانے سوائے اس کے اور کسی نے نہیں پکائے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ میرا بیٹا بدر الدین حسن ہے اور دیکھ لینا یہی نکلے گا کیونکہ یہ کھانا ہم دو پکا سکتے ہیں اور میں نے ہی اسے سکھایا ہے۔

جب وزیر نے یہ سنا تو خوشی کے مارے اس کی باچھیں کھل گئیں اور وہ کہنے لگا کہ آہ میری تمنا اپنے بھتیجے کو دیکھنے کی! کیا تمہارا ابھی یہی خیال ہے کہ زمانہ ہمیں اس سے ملا کر رہے گا؟ اور ہم سوائے خدا کے اور کسی سے یہ دعا نہیں کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے ملائے۔ یہ کہتے ہی وزیر اٹھ کھڑا ہوا اور باہر جا کر اپنے آدمیوں

سے کہنے لگا کہ تم میں سے بیس آدمی ابھی باورچی کی دوکان پر جائیں اور اسے مسمار کر دیں اور اس کی پگڑی سے اس کی مشکیں باندھ کر زبردستی میرے پاس لے آئیں' لیکن اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہت خوب۔ اس کے بعد وزیر سوار ہو کر فوراً حکومت کے ایوان میں گیا اور دمشق کے حاکم سے ملاقات کی اور وہ اسے خطوط دکھائے جو وہ سلطان سے لایا تھا۔ حاکم نے انہیں الٹ پلٹ کر پڑھا اور اپنے سر پر رکھا اور کہنے لگا کہ وہ تیرا مجرم کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک باورچی۔ حاکم نے اپنے پیش کاروں کو حکم دیا کہ وہ اس کی دوکان پر جائیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دوکان مسمار پڑی ہے اور اس کی ساری چیزیں توڑ ڈالی گئی ہیں کیونکہ جب وہ حکومت کے ایوان میں گیا تھا تو اس کے نوکر اس کا حکم بجا لائے اور اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ وہ حکومت کے ایوان سے واپس آئے۔ بدر الدین حسن ان سے کہہ رہا تھا کہ بتاؤ تو سہی کہ انار دانوں میں انہوں نے کیا بات دیکھی کہ یہاں تک نوبت پہنچی۔

اب وزیر بھی دمشق کے حاکم کے پاس سے لوٹ آیا تھا اور اس سے یہ حکم لے لیا تھا کہ وہ مجرم کو لے کر روانہ ہو جائے۔ جب وزیر اپنے خیموں میں پہنچا تو اس نے باورچی کو طلب کیا اور لوگوں نے اسے اس حالت میں پیش کیا کہ اس کے عمامے سے اس کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں۔ جب بدر الدین حسن نے اپنے چچا کو دیکھا تو وہ زار و قطار رونے لگا اور اس نے کہا کہ اے میرے سردار میں نے تمہارا کیا گناہ کیا ہے؟ وزیر نے کہا کہ تو ہی نے انار دانے پکائے ہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ اس میں کون سی ایسی چیز پائی گئی ہے کہ اس کے جرم میں' میں گردن زدنی ٹھہرا؟ وزیر نے کہا کہ میں تیرے اوپر احسان کرتا ہوں اور تیری سزا کم کئے دیتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا' تو مجھے میرا گناہ کیوں نہیں بتاتا؟ وزیر نے جواب دیا کہ ابھی بتاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے غلاموں کو چلا کر آواز دی اور کہا کہ ساربان کو بلاؤ۔

لوگوں نے بدر الدین حسن کو اپنے ساتھ لیا اور اسے ایک صندوق میں بند کر کے اس میں قفل لگا دیا اور روانہ ہو گئے۔ جب چلتے چلتے رات ہو گئی تو وہ ٹھہرے اور کچھ کھانا

کھایا اور بدر الدین کو نکال کر کھانا کھلایا اور پھر اسے صندوق میں بند کر دیا۔
یہی ان کا دستور جاری رہا یہاں تک کہ وہ قمرہ پہنچے اور انہوں نے بدر الدین حسن کو صندوق سے نکالا اور وزیر نے اس سے پوچھا کہ تو ہی نے انار دانے پکائے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں' میرے آقا۔ وزیر نے حکم دیا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دو۔ انہوں نے بیڑیاں ڈال کر پھر صندوق میں بند کر دیا اور چلتے چلتے وہ مصر پہنچے اور ریدانیہ میں اترے۔ وزیر نے حکم دیا کہ بدر الدین حسن کو صندوق سے نکالیں اور ایک بڑھئی کو بلائیں۔ جب بڑھئی آیا تو وزیر نے کہا' اس کے لیے ایک لکڑی کا صلیب بنا۔ بدر الدین حسن نے کہا کہ صلیب کا تو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ تجھے اس پر چڑھا کر کیلوں سے جڑ دوں گا اور پھر تجھے سارے شہر میں پھراؤں گا۔ اس نے پوچھا کہ کس گناہ پر تو میرے ساتھ یہ حرکت کرے گا؟ وزیر نے کہا کہ اس گناہ پر کہ تو نے انار دانے خراب پکائے تھے۔ تو نے کیسا پکایا ہے کہ اس میں کالی مرچیں بالکل نہیں؟

اس نے کہا کہ محض کالی مرچوں کے نہ ہونے سے تو یہ ساری سزائیں مجھے دے رہا ہے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تو نے مجھے قید کر رکھا ہے اور ہر روز ایک بار کھانے کو دیتا ہے؟ وزیر نے کہا کہ کالی مرچیں نہیں ہیں اور اس کے بدلے تیری سزا قتل ہے۔ اس پر بدر الدین کو تعجب ہوا اور وہ اپنی زندگی پر افسوس کرنے لگا۔ وزیر نے پوچھا کہ تو کیا سوچ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ ان لوگوں کو جن کے دماغ میں تیری طرح گھن لگ گیا ہے' کیوں کہ اگر عقل درست ہوتی تو' تو میرے ساتھ یہ کروائی نہ کرتا۔ وزیر نے کہا کہ تجھے سزا دینی ضروری ہے تاکہ تو پھر ایسا کام نہ کرے۔ بدر الدین حسن نے جواب دیا کہ جو کاروائی تو نے میرے ساتھ کی ہے اس کے مقابلے میں سزا کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس نے کہا بغیر اس کے چارہ نہیں کہ تجھے پھانسی دی

جائے۔

یہ گفتگو باہم ہو رہی تھی اور بڑھئی تختے بنا رہا تھا اور بدر الدین اسے دیکھ رہا تھا۔ اس اثنا میں رات ہو گئی اور اس کے چچا نے اسے لے کر صندوق میں بند کر دیا اور کہا کہ باقی کارروائی کل کی جائے گی۔ اس کے بعد وہ انتظار میں رہا کہ بدر الدین سو جائے۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ سو گیا ہے تو وہ اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور صندوق کو اپنے آگے رکھ لیا اور شہر پہنچ کر اپنے گھر آیا اور اپنی بیٹی ست الحسن سے کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے تجھے تیرے چچا زاد سے ملایا۔ اٹھ اور گھر کو اسی طرح فرش فروش سے آراستہ کر' جس طرح تو نے منہ دکھائی کے دن کیا تھا۔ لوگ اٹھے اور انہوں نے شمعیں روشن کیں اور وزیر نے وہ کاغذ نکالا' جس میں اس نے لکھ چھوڑا تھ اکہ کون سی چیز کہاں تھی اور لوگوں نے اسی کے مطابق ہر چیز کو آراستہ کیا' یہاں تک کہ دیکھنے والے کو بالکل شک نہ ہو سکتا تھا کہ یہ بعینہ منہ دکھائی کی رات ہے' اس کے بعد وزیر نے حکم دیا کہ بدر الدین حسن کی پگڑی اسی جگہ رکھی جائے جہاں اس نے اسے خود اپنے ہاتھ سے رکھا تھا۔ اسی طرح پاجامہ اور تھیلی جو بچھونے کے نیچے تھی۔ پھر وزیر نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اپنے کپڑے اتار ڈال' جس طرح تو نے منہ دکھائی کی رات خلوت میں کیا تھا اور جب تیرا چچا زاد تیرے پاس آئے تو اس سے کہیو کہ تو نے بیت الخلا سے لوٹنے میں بہت دیر لگائی اور اسے اپنے پاس سونے دیجیو اور اس سے باتیں کیجیو یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ صبح کے وقت میں اس سے سارا ماجرا بیان کر دوں گا۔

یہ کہہ کر وزیر نے بدر الدین کو صندوق سے نکالا اور اس کے پاؤں کی بیڑیاں کاٹیں اور اس کے سارے کپڑے اتار ڈالے اور انگی سونے کی قمیض بغیر پاجامے کے پہنا دی۔ یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں اور وہ خواب میں تھا اور اسے کچھ خبر نہ تھی۔ اب خدا کو یہ منظور تھا کہ بدر الدین نے کروٹ بدلی اور جاگ پڑا اور اپنے آپ کو ایک روش دہلیز میں پایا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں پریشان خواب دیکھ رہا تھا اب اٹھ

کر دوسرے کمرے تک گیا تو دیکھا کہ یہ وہی کمرہ ہے جہاں اس کی دلہن کی منہ دکھائی اس کے سامنے کی گئی تھی اور وہی دالان اور وہی کرسی۔ جب اس کی نظر اپنے عمامے اور کپڑوں پر پڑی تو وہ حواس باختہ ہو گیا اور اس کا ایک قدم آگے اور ایک پیچھے پڑنے لگا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں خواب میں ہوں یا جاگ رہا ہوں؟ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتا جاتا اور تعجب سے کہتا جاتا تھا کہ واللہ یہ تو وہی مکان ہے' جس میں دلہن کی منہ دکھائی میرے سامنے ہوئی تھی! آخر میں ہوں کہاں! میں تو صندوق میں بند تھا۔

وہ اپنے دل میں یہی باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں ست الحسن نے دالان کا پردہ اٹھایا اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' اندر کیوں نہیں آتا' تو نے بیت الخلا میں بہت دیر لگا دی۔ جب اس نے اسے یہ کہتے سنا اور اس کا چہرہ دیکھا تو وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ میں پریشان خواب دیکھ رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اندر گیا اور ایک لمبی سی سانس کھینچی اور سارے ماجرے پر غور کرنے اور تعجب کرنے لگا اور جا اس نے اپنی پگڑی اور پاجامہ اور وہ تھیلی دیکھی جس میں ایک ہزار دینار تھے تو اسے اور بھی مشکل پڑی اور وہ کہنے لگا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں پریشان خواب دیکھ رہا تھا۔ اب ست الحسن نے اس سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ایسا حیران اور بدحواس معلوم ہوتا ہے؟ شروع رات میں تو' تو ایسا نہ تھا! وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ مجھے یہاں سے گئے کتنا وقت ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ خدا تجھے سلامت رکھے اور اس کا نام تیری حفاظت کرے تو حاجت رفع کرنے گیا تھا اور اب واپس آیا ہے کیا تیری عقل جاتی رہی؟

جب بدر الدین نے یہ سنا تو وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ تو سچ کہتی ہے لیکن جب میں تیرے پاس سے گیا تو بیت الخلا میں جا کر سو گیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دمشق میں باورچی ہوں اور وہاں دس سال قیام کیا اور یہ دیکھا تھا کہ میرے پاس ایک لڑکا آیا جو کسی بڑے آدمی کا بیٹا تھا اور اس کے ساتھ ایک نوکر تھا۔ یہ کہہ کر بدر الدین حسن نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور چوٹ کا نشان محسوس کیا اور کہنے لگا کہ

اے میری آقا' یہ تو واقعہ معلوم ہوتا ہے' کیونکہ اس نے میری پیشانی پر پتھر مارا تھا اور وہ پھٹ گئی تھی۔ یہ تو بیداری کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پھر وہ کہنے لگا کہ جب ہم دونوں آپس میں لیٹ کر سو گئے تھے تو گویا میں نے یہ سب باتیں خواب میں دیکھیں اور یہ کہ میں بغیر ٹوپی اور پاجامے کے دمشق گیا اور وہاں باورچی گیری کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ پھر تھوڑی دیر تک بدحواس رہا اور کہنے لگا کہ میں نے دیکھا کہ میں نے انار دانے پکائے ہیں' جن میں مرچیں کم تھیں۔ واللہ میں بیت الخلا گیا ضرور سو گیا ہوں گا اور یہ سب خواب دیکھا ہو گا۔

اب ست الحسن کہنے لگی کہ خدا کی قسم بتا کہ تو نے کیا دیکھا اور بدر الدین نے سارا قصہ بیان کیا اور کہنے لگا کہ واللہ اگر میں جاگ نہ پڑتا تو وہ مجھے صلیب پر چڑھا دیتے۔ اس نے پوچھا کس وجہ سے؟ اس نے جواب دیا کہ انار دانوں میں مرچوں کی کمی کی وجہ سے اور گویا انہوں نے میری دوکان ڈھا دی تھی اور میرے برتن توڑ ڈالے تھے اور مجھے صندوق میں بند کر دیا تھا اور ایک بڑھئی کو بلا لائے تھے جس نے تختے بنائے تھے کیونکہ وہ مجھے پھانسی دینا چاہتے تھے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ یہ ساری باتیں خواب میں پیش آئیں' جاگتے میں نہیں۔ اس پر ست الحسن ہنس پڑی اور دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر سو گئے۔ اب وہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا کہ واللہ یہ باتیں تو بیدار کی سی معلوم ہوتی ہیں۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ دونوں میں کون سی بات صحیح ہے۔

یہ کہہ کر وہ لیٹ گیا اور سخت حیران تھا' کبھی کہتا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور کبھی کہتا تھا کہ نہیں یہ بیداری کی باتیں ہیں۔ صبح تک وہ اسی پریشانی میں تھا کہ اس کا چچا وزیر شمس الدین اس کے پاس آیا اور سلام کیا۔ بدر الدین حسن اسے دیکھ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس نے یہ حکم دیا تھا کہ میں قید کر لیا جاؤں اور صلیب پر جڑ دیا جاؤں اور میری دوکان ڈھا دی جائے کیونکہ انار دانوں میں مرچیں کم تھیں؟ یہ سن کر وزیر نے کہا کہ بیٹا سچ ظاہر ہو گیا جو بات پوشیدہ تھی' وہ کھل

گئی۔ تو واقعی میں برادر زادہ ہے۔ یہ سارا گورکھ دھند اس لیے کیا تھا کہ مجھے تحقیق کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ تو ہی اس رات میری بیٹی کے ساتھ سویا تھا۔ یہ تحقیق مجھے اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک تو نے مکان کو اور اپنی پگڑی اور پاجامے کو اپنے دیناروں کو اور اس کاغذ کو جو تو نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور اس کاغذ کو جو تیرے باپ نے لکھا تھا جو میرا بھائی تھا، پہچان نہ لیا کیونکہ میں نے تجھے کبھی نہ دیکھا تھا اور تجھے پہچانتا نہ تھا۔ میں تیری ماں کو بصرے سے اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اس سے لپٹ گیا اور رونے لگا۔ جب بدر الدین حسن نے چچا کی باتیں سنیں تو اسے سخت تعجب ہوا اور وہ اپنے چچا کے گلے سے لپٹ گیا اور مارے خوشی کے رونے لگا۔

اب وزیر نے اس سے کہا کہ یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہوئیں جو میرے تیرے والد کے درمیان پیش آئی تھی۔ یہ کہہ کر اس نے وہ سارا ماجرا بیان کر دیا اور یہ کہ اس کا باپ کیوں بصرے گیا۔ اب وزیر نے عجیب کو بلوایا اور جب اس کے باپ نے اسے دیکھا تو کہنے لگا کہ یہی وہ لڑکا ہے، جس نے مجھے پتھر مارا تھا۔ وزیر نے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے۔ یہ سن کر وہ اس سے لپٹ گیا۔ اتنے میں اس کی ماں آئی اور اس سے لپٹ گئی اور اس کے جانے کے بعد سارا واقعہ بیان کیا اور اس نے بھی اپنی ماں سے اپنی ساری سرگزشت بیان کی، اور سب نے دوبارہ ملنے پر خدا کا شکر ادا کیا۔

جب وزیر شمس الدین کو آئے ہوئے دو روز ہو گئے تو وہ سلطان کے پاس گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور شاہانہ شان کے مطابق اسے سلام کیا۔ سلطان خوش ہو گیا اور اس کے چہرے پر بشاشت آ گئی اور اسے اپنے پاس بلایا اب وزیر نے اپنے سفر کا سارا قصہ اس سے بیان کیا۔ سلطان نے کہا کہ شکر ہے خدا کا، تجھے اپنے ارادے میں کامیابی ہوئی تو تو صحیح و سالم اپنے اہل و عیال کے پاس واپس آیا۔ میں تیرے برادر زادے حسن البصری کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کل اسے دربار میں حاضر لائیو۔ شمس الدین نے کہا کہ انشاء اللہ تیرا غلام کل ضرور حاضر ہو گا۔ یہ کہہ کر وہ آداب بجا لایا اور چلا گیا۔ گھر آ کر اس نے اپنے برادر زادے سے کہا

کہ سلطان تیری ملاقات کا مشتاق ہے۔ حسن نے کہا کہ غلام اپنے آقا کا فرمانبردار ہے۔

الغرض وہ اپنے چچا شمس الدین کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب اس کے سامنے پہنچا تو بہترین اور مکمل ترین طریقے سے سلام بجا لایا۔ سلطان نے مسکرا کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ اپنے چچا شمس الدین کے قریب بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس کا نام پوچھا' اس نے کہا کہ تیرا حقیر ترین غلام حسن البصری کہلاتا ہے اور وہ دن رات تیرے لیے دعا کرتا ہے۔ سلطان کو اس کی باتیں پسند آئیں' اس نے چاہا کہ اس کے علم و ادب کا امتحان کرے اور اس سے کہنے لگا کہ تل کی تعریف تجھے کچھ یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں' اور یہ اشعار پڑھے۔

"جب میں اپنے محبوب کو یاد کرتا ہوں تو میرے آنسوؤں کا تار بندھ جاتا ہے اور میں زور زور سے چلانے لگتا ہوں۔ اس کے ایک تل سے جو خوبصورتی اور رنگ میں آنکھ کی پتلی یا دل کے سیاہ نقطے کی طرح ہے۔"

بادشاہ کو یہ دونوں شعر بہت پسند آئے اور اس نے کہا کہ' خدا تعالٰی تیرے باپ پر رحم کرے اور تیری گویائی میں برکت دے! پھر اس نے دو شعر پڑھے:

"جو لوگ تل کو مشک کے دانے سے تشبیہہ دیتے ہیں ان کی بات پر تعجب مت کر بلکہ اس چہرے پر تعجب کر جس میں سارا حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اور ایک دانے کی بھی کمی بیشی نہیں ہے۔"

بادشاہ مارے خوشی کے جھومنے لگا اور کہا کہ اور کہہ' خدا تیری عمر زیادہ کرے! اس نے کہا:

"تیرے رخسار کا تل ایسا ہے جیسا کہ یاقوت پر مشک کا نقطہ۔ اے میرے دل کے نقطے اور اس کی خوراک مجھے اپنے وصال سے خوش کر اور سخت دل مت ہو۔"

بادشاہ نے کہا کہ اے حسن' خوب کہا اور تکمیل کو پہنچا دیا۔ اچھا یہ بتا کہ لغت میں خال کتنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا بادشاہ کو سلامت رکھے اٹھاون معنوں اور بعض کہتے ہیں کہ پچاس معنوں میں۔

بادشاہ نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا یہ بتا کہ تجھے حسن کی تفصیل معلوم ہے۔ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ چہرے کا حسن صباحت کہلاتا ہے۔ رنگ کا وضاءت' ناک کا جمال' آنکھوں کا حلاوت' منہ کا ملاحت' زبان کا ظرافت' قد کا رشاقت' عادت و اطوار کا لیاقت اور باتوں کا حسن کمال ہے۔

بادشاہ یہ سن کر خوش ہو گیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور اس سے کہا کہ اس مثل کے کیا معنی ہیں کہ شریح لومڑی سے زیادہ چالاک ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت خدا تجھے کامرانی دے! طاعون کے زمانے میں شریح نجف گیا اور جب وہ نماز پڑھنے کھڑا ہوتا تو ایک لومڑی اس کے سامنے آ کر اس کی نقل اتارتی اور اس کی توجہ نماز کی طرف سے ہٹ جاتی۔ جب اس طرح کئی دن گزرے تو اس نے ایک روز اپنی قمیض اتار کر ایک لکڑی پر ٹانگی اور اس کی دونوں آستینیں باہر نکال کر

اس پر اپنی پگڑی رکھ دی اور اس کے بیچ پٹکا باندھ لیا اور اس لکڑی کو اس جگہ کھڑا کر دیا' جہاں وہ نماز پڑھا کرتا تھا۔ اب لومڑی اپنی عادت کے موافق آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور شریح نے پیچھے سے آ کر اسے پکڑ لیا۔ یہی وجہ ہے اس مثل کی۔

جب سلطان نے حسن البصری کا بیان سنا تو اس کے چچا شمس الدین سے کہنے لگا کہ یہ تیرا برادرزادہ ادب کے فن میں کامل ہے اور میرے خیال میں اس کی نظیر مصر میں ناپید ہے۔ اس پر حسن البصری اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اپنے آقا کے سامنے غلاموں کی طرح بیٹھ گیا۔ سلطان کو حسن البصری کی زبان دانی پر بے حد خوشی ہوئی اور اس نے اسے ایک نفیس خلعت عطا کی اور اس کی حالت بہتر کرنے کے لیے ایک عہدہ اس کے سپرد کر دیا۔ حسن البصری اٹھا اور زمین کو بوسہ دیا اور دعا دی کہ خدا اس کی عزت ہمیشہ قائم رکھے' اور اپنے چچا کے ساتھ جانے کی اجازت مانگی اور بادشاہ نے اسے اجازت دے دی۔ اب چچا بھتیجے نکل کر گھر

آئے اور ان کے سامنے کھانا لایا گیا اور جو کچھ خدا نے ان کو دیا تھا' انہوں نے کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر حسن اپنی بیوی ست الحسن کے پاس گیا اور جو کچھ اسے بادشاہ

کے دربار میں پیش آیا تھا کہہ سنایا۔ اس نے کہا کہ وہ تجھے ضرور اپنا ندیم بنائے گا اور تیری تنخواہ میں اضافہ کرے گا اور تجھے اور زیادہ تحفے دے گا کیونکہ خدا کے فضل سے تو سورج کی مانند ہے اور سمندر یا خشکی میں جہاں کہیں بھی ہو گا' اپنے کمال کی روشنی پھیلائے گا۔ اس نے کہا کہ میں بادشاہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے دل میں میری محبت اور زیادہ ہو جائے۔ اس نے کہا کہ تیرا ارادہ درست ہے۔ جا اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر لکھ اور اپنے کلام میں عقل و حکمت کی باتیں بیان کر اور مجھے یقین ہے کہ سلطان کو بہت پسند آئے گا۔

جب وہ قصیدہ لکھ چکا تو اسے اپنے چچا کے ایک غلام کے ہاتھ سلطان کے پاس بھیجا۔ بادشاہ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اسے حاضرین کے سامنے پڑھا اور انہوں نے اس کی بڑی تعریف کی۔ اب بادشاہ نے اسے اپنے دربار میں طلب کیا اور جب وہ آیا تو بادشاہ نے کہا کہ تو آج سے میرا ندیم ہے۔ اور تیری پرانی تنخواہ کے علاوہ میں تیرے لیے اور ایک ہزار دینار مشاہرہ مقرر کرتا ہوں۔ حسن البصری اٹھا اور اس نے اس کے آگے تین بار زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ خدا تیری عزت ہمیشہ قائم رکھے اور تیری عمر میں برکت دے! اب حسن البصری کی قدر و منزلت بڑھتی گئی اور اس کا شہرہ دور دراز ملکوں میں پہنچا اور اس نے مرتے دم تک اپنے چچا اور اہل و عیال کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کی۔

جب ہاروں الرشید نے جعفر کے منہ سے یہ کہانی سنی تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ ان کہانیوں کو ضرور سونے کے پانی سے لکھو۔ یہ کہہ کر س نے غلام کو چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ جوان کو ہر مہینے اتنا دیا جائے کی اس کی زندگی عیش و عشرت سے گزرے اور اسے اپنے پاس سے ایک لونڈی عطا کی اور اسے اپنا ندیم بنایا۔

لیکن یہ کہانی درزی اور کبڑے اور یہودی اور خانساماں اور عیسائی کی کہانی سے زیادہ عجیب

نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا کہانی ہے:

- درزی اور کبڑے اور یہودی اور خانساماں اور عیسائی کی کہانی

شہر زاد نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ پرانے زمانے میں چین کے شہر میں ایک درزی رہتا تھا جو بڑا فضول خرچ تھا اور کھیل کود کا شائق اور وہ اور اس کی بیوی اکثر کھیل تماشے دیکھنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ صبح کے وقت گھر سے نکلے اور شام کے قریب لوٹے تو راہ میں ایک کبڑے کو دیکھا جس کی صورت دیکھ کر مصیبت زدہ ہنس پڑے اور غمگین کا رنج و الم دور ہو جائے۔ درزی اور اس کی بیوی اس کا مذاق اڑانے لگے اور پھر انہوں نے اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ چل کہ آج کی رات بیٹھ کر مئے نوشی کریں۔ اس نے اسے منظور کر لیا اور ان کے ساتھ ان کے گھر گیا۔ درزی بازار گیا' اور رات تو ہو چکی تھی' اور اس نے تلی ہوئی مچھلیاں اور روٹی اور نیبو اور میٹھا منہ کرنے کے لیے مٹھائی خریدی۔ آ کر مچھلیاں کبڑے کے آگے رکھ دیں اور سب کھانے لگے۔ اب درزی کی بیوی نے مچھلی کا ایک بڑا ٹکڑا لے کر اس کبڑے کے منہ میں دے دیا اور اپنے ہاتھ سے اس کا منہ بند کر لیا اور کہنے لگی کہ اسے ایک بار ایک ہی سانس میں نگل جا' میں تجھے چبانے نہ دوں گی۔ کبڑا اسے نگل گیا' اس میں ایک موٹا سا کانٹا تھا جو اس کے حلق میں چبھ گیا اور وہ مر گیا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پچیسویں رات

جب پچیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب درزی کی بیوی نے کبڑے کو مچھلی کا بڑا سا لقمہ دیا تو اس کی قضا آ چکی تھی اور وہ فوراً مر

گیا۔ درزی نے کہا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ اس کی موت اس طرح ہمارے ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔ درزی کی بیوی نے کہا کہ اب دیر کیسی! اس کے شوہر نے کہا کہ کیا کیا جائے؟ اس نے جواب دیا کہ اٹھ اور اسے اپنی گود میں لے اور اس کے اوپر ایک ریشمی رومال ڈال اور چل۔ میں تیرے آگے آگے چلوں گی اور تو پیچھے پیچھے آئیو۔ رات تو ہے ہی۔ اگر کوئی پوچھے تو کہیو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور یہ اس کی ماں اور ہم دونوں اسے حکیم کے پاس لے جا رہے ہیں تا کہ اس کی نبض دیکھے۔ درزی یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اور کبڑے کو گود میں اٹھا کر چل دیا۔ اس کی بیوی کہتی جاتی تھی کہ بیٹا' خدا تجھے تندرستی دے' تیرے کہاں درد ہوتا ہے؟ اور چیچک تیرے کس جگہ نکلی ہے؟ جو کوئی انہیں راہ میں ملتا تو وہ کہتے کہ ہم بیمار بچے کو لیے جا رہے ہیں۔ اسی طرح وہ حکیم کے گھر کا پتہ پوچھتے چلے جا رہے تھے اور لوگوں نے انہیں ایک یہودی حکیم کے گھر پہنچا دیا۔ انہوں نے دستک دی اور ایک کالی لونڈی نے آکر دروازہ کھولا اور دیکھا کہ ایک شخص بچے کو لیے کھڑا ہے اور اس کی بیوی ساتھ ہے۔ لونڈی نے پوچھا کہ کیا ہے؟ درزی کی بیوی نے جواب دیا کہ ہم ایک بچے کو لائے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکیم جی اسے دیکھیں۔ یہ چوتھائی دینار لے اور اپنے آقا کو دے اور اس سے کہہ کہ اتر کر میرے بیٹے کو دیکھ لے کیونکہ وہ بیمار ہے۔ لونڈی اوپر گئی اور درزی کی بیوی دروازے کے اندر جا کر اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ کبڑے کو یہاں لا کر چھوڑ دے اور ہم یہاں سے اپنی جان لے کر بھاگ چلیں۔ درزی نے کبڑے کو دیوار

سے ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا اور اپنی بیوی کو لے کر وہاں سے چلتا ہوا۔

اب لونڈی کا قصہ سنئے! وہ یہودی کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ دروازے پر ایک شخص ہے، جس کے ساتھ ایک بیمار عورت ہے۔ انہوں نے مجھے ربع دینار دیا ہے کہ تجھے دوں اور تو اتر کر اس کی نبض دیکھے اور نسخہ لکھ دے۔ جب یہودی نے وہ ربع دینار دیکھا تو خوش ہو گیا اور اٹھ کر فوراً اندھیرے میں نیچے اترا اور اترتے ہی اس کا پاؤں کبڑے پر پڑا اور وہ گر گیا کیونکہ وہ مردہ تو تھا ہی۔ یہودی کہنے لگا کہ عزیز کی دہائی۔ دہائی موسیٰ اور دس احکام کی! دہائی ہارون اور یوشع بن نون کی! میں ہی نے اس بیمار کو گرا کر مار ڈالا! اب میں اس مردے کو کس طرح باہر نکالوں! یہ کہہ کر اس نے مردے کو لادا اور گھر کے اندر گیا اور اپنی بیوی سے سارا ماجرا بیان کیا۔ بیوی نے اس سے کہا کہ یہاں ٹھہرنے سے کیا فائدہ! اگر تو صبح تک یونہی ٹھہرا رہا تو ہم دونوں کی جان جائے گی۔ چل ہم دونوں اسے چھت پر لے چلیں اور اپنے مسلمان پڑوسی کے گھر میں پھینک دیں۔

یہ پڑوسی سلطان کے باورچی خانے کا خانساماں تھا اور وہ بہت سا روغن اور چربی اپنے گھر لاتا اور بلیاں اور چوہے، اسے آکر کھاتے اور جب رات ذرا زیادہ ہو جاتی تو چھتوں پر سے کتے آتے اور اسے کھینچ کر لے جاتے۔ اس طرح سے جو چیزیں وہ گھر لاتا، جانور اسے بہت نقصان پہنچاتے۔ اب یہودی اور اس کی بیوی کبڑے کو لے کر چھت پر گئے اور اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر اسے نیچے اتار دیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا اور گھر واپس چلے گئے۔ انہوں نے ابھی کبڑے کو اتارا ہی تھا کہ خانساماں گھر آیا اور دروازہ کھولا اور ایک شمع جلا کر گھر میں داخل ہوا اور دیکھا کہ روشن دان کے نیچے ایک کونے میں کوئی کھڑا ہے۔ خانساماں نے کہا کہ واہ! واللہ کیا خوب ہے! ہماری چیزیں چرانے والا ایک انسان ہے! اب وہ اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ یہ گوشت اور چربی تو لے جاتا ہے۔ میں اب تک اس خیال میں تھا کہ بلیاں اور کتے لے جاتے ہین اور اسی وجہ سے میں نے محلے کے تمام کتے اور بلیاں مار ڈالی ہیں اور

ان کی وجہ سے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ مجھے کیا خبر تھی کہ چھتوں پر سے اترنے والا تو ہے! یہ کہہ کر اس نے ایک بڑا ہتھوڑا لیا اور اسے چھپا کر لایا اور کبڑے کے پاس جا کر اس کے سینے پر مارا۔ اب اس نے دیکھا کہ وہ مر گیا تو اسے بہت افسوس ہوا اور کہنے لگا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور ڈرا کہ کہیں مجھ پر کوئی مصیبت نہ آ جائے اور کہنے لگا کہ خدا لعنت بھیجے روغن اور چربی پر جس کی وجہ سے اس شخص کی موت میرے ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی۔ اب اس نے اس کی طرف غور سے نظر کی تو دیکھا کہ وہ کبڑا ہے اور کہنے لگا کہ کیا تیرے لیے کبڑا ہونا ہی کافی نہ تھا کہ تو چوری بھی کرتا ہے اور گوشت اور روغن چراتا ہے' اے ستار' میری پردہ پوشی کر۔

یہ کہہ کر اس نے اسے اپنے کاندھے پر لادا اور چونکہ رات آخری تھی' اس لیے اسے قریب کے بازار میں لے گیا اور نکڑ کے پاس ایک دوکان سے لگا کر کھڑا کر دیا اور اسے وہاں چھوڑ کر چلتا ہوا۔ اتنے میں وہاں ایک عیسائی پہنچا جو سلطانی سند یافتہ دلال تھا۔ وہ نشے میں چور حمام جا رہا تھا کیونکہ وہ نشے میں یہ خیال کر رہا تھا کہ صبح کی اذان کا وقت قریب ہے۔ وہ جھومتا ہوا چلا جاتا تھا کہ کبڑے کے قریب پہنچا اور اس کے آگے پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ اب اس نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ اسی شام کو کوئی شخص اس کی پگڑی لے کر بھاگا تھا۔ جب اس نے کبڑے کو وہاں کھڑا ہوا دیکھا تو اس کو یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ بھی اسی کی پگڑی نہ لے بھاگے۔ لہٰذا اس نے کبڑے کی گردن پر ایک مکا مارا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اب عیسائی نے چلا کر بازار کے چوکیدار کو آواز دی اور نشے کی زیادتی کی وجہ سے کبڑے پر چڑھ بیٹھا اور اسے گھونسے مارنے لگا اور گلا گھونٹنے لگا۔ جب چوکیدار وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ عیسائی ایک مسلمان کے سینے پر سوار ہے اور اسے مکے مار رہا ہے۔ اس پر چوکیدار نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ عیسائی نے جواب دیا کہ یہ شخص میری پگڑی لے کر بھاگنے آیا ہے۔ چوکیدار نے کہا کہ اٹھ اس کے اوپر سے' اور وہ

اٹھ کھڑا ہوا۔ چوکیدار آگے بڑھا اور دیکھا کہ وہ مردہ ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ کیا خوب! عیسائی اور مسلمان کو قتل کرے!

اب چوکیدار نے عیسائی کو پکڑ کر اس کی مشکیں باندھیں اور اسے شہر کے حاکم کے گھر لے گیا۔ عیسائی اپنے دل میں کہتا تھا کہ یا مسیح' یا باکرہ مریم' یہ میرے ہاتھ سے کس طرح مارا گیا! ایک ہی مکے میں اس کا کام تمام ہو گیا! اب اس کا نشہ ہرن ہو گیا اور اسے ہوش آ گیا اور دلال اور کبڑا اور عیسائی تینوں رات بھر حاکم کے گھر رہے۔ صبح کے وقت حاکم نکلا۔ اور حکم دیا کہ قاتل کو پھانسی دی جائے اور جلاد کو حکم دیا کہ اس بات کا ڈھنڈورا پیٹ دیا جائے۔ اس نے عیسائی کے لیے تختے لگوائے اور اسے ان کے نیچے کھڑا کیا اور جلاد آیا اور اس نے عیسائی کی گردن میں رسی ڈالی اور قریب تھا کہ وہ اسے لٹکا دے کہ اتنے میں وہی خانساماں لوگوں کو چیرتا پھاڑتا پہنچا اور دیکھا کہ عیسائی پھانسی پر چڑھایا جا رہا ہے اور لوگوں میں گھس پیٹھ کر جلاد سے کہنے لگا کہ رک جا' میں اس کا قاتل ہوں۔ حاکم نے پوچھا کہ تو نے اسے کیوں قتل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں کل رات اپنے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ روشن دان سے اتر کر میری چیزیں چرا رہا ہے۔ اس پر میں نے اس کے سینے پر ایک ہتھوڑا مارا اور وہ مر گیا' اور میں اسے لاد کر بازار لے گیا اور اسے فلاں فلاں نکڑ پر کھڑا کر آیا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ کیا میرے لیے یہ کافی نہیں کہ میں نے ایک مسلمان کو قتل کیا کہ ایک عیسائی بھی میری وجہ سے قتل ہو! میرے علاوہ کسی اور کو پھانسی پر مت چڑھا۔

جب حاکم نے خانساماں کی باتیں سنیں تو اس نے عیسائی دلال کو چھوڑ دیا اور جلاد سے کہا کہ خانساماں کو پھانسی پر چڑھا کیوں کہ وہ خود اقرار کرتا ہے۔ جلاد نے رسی عیسائی کے گلے سے نکال کر خانساماں کے گلے میں ڈال دی اور اسے تختے کے نیچے کھڑا کر دیا اور اسے لٹکانے ہی والا تھا کہ اتنے میں یہودی حکیم پہنچا اور لوگوں کو چیر پھاڑ کر

زور زور سے کہنے لگا کہ ایسا مت کر' اسے میں نے قتل کیا ہے۔ رات میں اپنے گھر میں تھا کہ ایک مرد اور ایک عورت نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ یہ بیمار کبڑا تھا۔ انہوں نے میری خادمہ کو ربع دینار دیا اور خادمہ نے مجھے آکر واقعہ بیان کیا اور دام میرے حوالے کئے۔ اتنے میں وہ مرد اور عورت کبڑے کو مکان کے اندر لا کر زینے پر بٹھا کر چل دیئے تھے۔ میں اندھیرے میں اسے دیکھنے کے لیے اترا اور اس سے ٹکر لگی اور وہ زینے سے گر کر فوراً مر گیا۔ اب میں اور میری بیوی اسے لاد کر چھت پر لائے' اور اس خانساماں کا مکان میرے مکان سے لگا ہوا ہے' ہم نے اس کبڑے کو روشندان کی راہ سے خانساماں کے گھر میں اتار دیا' مگر وہ مردہ تھا اور جب خانساماں اپنے گھر آیا تو یہ خیال کیا کہ یہ کوئی چور ہے اور اس پر ایک ہتھوڑا مارا اور زمین پر گر پڑا۔ اس لیے اسے گمان ہوا کہ اس نے اسے قتل کیا ہے۔ ایک مسلمان کا لاعلمی میں قتل کرنا میرے لیے کافی نہیں ہے کہ ایک دوسرے مسلمان کا خون جان بوجھ کر اپنی گردن پر لوں۔

جب حاکم نے یہودی کی باتیں سنیں تو اس نے جلاد سے کہا کہ خانساماں کو چھوڑ دے اور یہودی کو پھانسی پر چڑھا۔ جلاد نے اسے پکڑ کر اسے کے گلے میں رسی ڈال دی۔

اتنے میں درزی پہنچا اور لوگوں کو چیرتا پھاڑتا جلاد سے کہنے لگا کہ رک جا' اس کا قاتل میں ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کل دن میں شیر تماشے کے لیے گیا ہوا تھا اور جب رات کو گھر واپس آ رہا تھا تو دیکھا کہ یہ کبڑا نشے میں چور ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک ڈھپلی ہے اور وہ گا رہا ہےل۔ میں اس کے پاس گیا اور اسے اپنے گھر لے آیا اور میں نے مچھلیاں خریدیں اور ہم جب کھانے بیٹھے تو میری بیوی نے ایک ٹکڑا مچھلی کا لیا اور اس کا لقمہ بنا کر اس کے منہ میں ٹھوس دیا۔ اس کا کچھ حصہ اس کے گلے میں اٹک گیا اور وہ فوراً مر گیا۔ اب میں اور میری بیوی یہودی کے گھر پہنچے اور ایک خادمہ نے آکر دروازہ کھولا اور ہم نے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر کہہ کہ دروازے پر ایک مرد اور ایک عورت آئے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ایک بیمار

ہے۔ تو آکر اسے دیکھ۔ یہ کہہ کر میں نے اسے ربع دینار دیا اور وہ اپنے آقا کے پاس گئی۔ اب میں نے کبڑے کو لے کر زینے کے سرے پر ٹیک لگا کر کھڑا کر دیا اور میں اور میری بیوی چلتے ہوئے۔ جب یہ یہودی اترا تو اس کی ٹھوکر کبڑے کے لگی اور اس کو گمان ہوا کہ اسی کہ وجہ سے یہ مر گیا ہے۔ درزی نے یہودی سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ صحیح ہے ناں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اب درزی حاکم کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ یہودی کو چھوڑ دے اور مجھے پھانسی چڑھا۔

جب حاکم نے اس کی باتیں سنیں تو اسے اس کبڑے کے معاملے میں سخت تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ اس کو قلم بند کر لیا جائے۔ اب اس نے جلاد سے کہا کہ یہودی کو چھوڑ دے اور درزی کو پھانسی پر چڑھا کیونکہ وہ خود قتل کا اقرار کرتا ہے۔ جلاد نے اسے آگے بڑھایا اور کہنے لگا کہ میں تو تھک گیا ہوں' ایک کو آگے بڑھاتا اور دوسرے کو پیچھے ہٹاتا ہوں' اور پھانسی پر کوئی بھی نہیں چڑھتا۔ یہ کہہ کر اس نے درزی کے گلے میں رسی ڈال دی۔

یہ تو ان لوگوں کا قصہ ہوا۔ اب کبڑے کا حال سنئے۔ وہ سلطان کا مسخرہ تھا اور سلطان اس سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ جب کبڑا متوالا ہو گیا اور بادشاہ کی خدمت میں اس رات حاضر نہ ہوا اور دوسرے دن دوپہر تک بھی نہ آیا تو بادشاہ نے درباریوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے آقا' شہر کے حاکم کو وہ مردہ ملا ہے اور اس نے قاتل کو پھانسی پر چڑھانے کا حکم دیا ہے لیکن جب حاکم قاتل کو پھانسی دینے نیچے اترا تو ایک دوسرا شخص پہنچا اور پھر ایک تیسرا اور سب کے سب یہی کہتے ہیں کہ سوائے میرے اور کسی نے اسے قتل نہیں کیا اور سب حاکم کو قتل کا سبب بتاتے ہیں۔ جب بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو اس نے حاجب کو آواز دی اور کہا کہ حاکم کے پاس جا کر ان سب کو یہاں لے آ۔ جب حاجب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ جلاد' درزی کو پھانسی دینے جا رہا ہے۔ حاجب نے کہا کہ ٹھہر جا اور حاکم کو بادشاہ

کا پیغام پہنچایا اور کبڑے کو سواری پر لاد کر اور حاکم اور درزی اور یہودی اور عیسائی اور خانساماں کو ساتھ لے کر چل دیا۔ جب حاکم بادشاہ کے سامنے پہنچا تو اس نے زمین کو بوسہ دیا اور سارے لوگوں کو قصہ سنایا اور اسے دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ جب بادشاہ نے یہ قصہ سنا تو حیران رہ گیا اور اسے بڑی مسرت ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ اسے سونے کے پانی سے لکھا جائے۔ اب اس نے حاضرین سے پوچھا کہ تم میں سے کس نے اس کبڑے سے زیادہ عجیب و غریب قصہ سنا ہے۔ یہ سن کر عیسائی آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ' اگر تو اجازت دے تو میں ایک اپنی سرگزشت بیان کروں جو کبڑے کے قصے سے زیادہ عجیب و غریب اور مضحکہ انگیز ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بیان کر اپنی سرگزشت۔

- عیسائی دلال کی کہانی

اس نے کہا کہ جہاں پناہ' جب میں اس ملک میں آیا تو تجارت کا مال لے کر آیا تھا۔ تقدیر مجھے یہاں لے آئی ہے۔ مگر میری پیدائش کی جگہ مصر ہے اور میں وہاں کے قبطیوں میں سے ہوں اور میری تعلیم و تربیت وہیں ہوئی ہے۔ میرا باپ دلال تھا۔ جب میں بالغ ہوا تو میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور میں دلالی کرنے لگا۔ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان آیا جو نہایت اچھے کپڑے پہنے ہوئے گدھے پر سوار تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو سلام کیا اور میں اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک رومال نکالا' جس میں کچھ تل تھے اور کہنے لگا کہ ان تلوں کا فی اردب کیا بھاؤ ہے؟ میں نے کہا کہ سو درہم۔ اس نے کہا کہ حمالوں اور تولنے والوں کو لے کر خان الجوالی میں جو باب النصر میں ہے' آ اور میں تجھے وہیں ملوں گا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا اور مجھے وہ رومال دیتا گیا' جس میں تلوں کا نمونہ تھا۔ اب میں نے خریداروں کا چکر لگایا اور معلوم ہوا کہ ایک اردب کی قیمت ایک سو

بیس درہم ہے اور میں چار حمال لے کر اس کے پاس گیا اور دیکھتا ہوں کہ وہ میری راہ دیکھ رہا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو مخزن کا دروازہ کھول کر اسے بالکل خالی کر دیا۔ جب تل تولے گئے تو پچاس اردب نکلے' جن کی قیمت پانچ ہزار درہم ہوئی۔ جوان نے کہا کہ میں تجھے فی اردب دس درہم دلالی کے دوں گا۔ تو اس کی قیمت وصول کر کے میرے چار ہزار پانچ سو درہم اپنے پاس جمع کر لیجیو۔ جب میں اپنا سامان بیچ کر فارغ ہو جاؤں گا تو آکر تجھ سے اپنے دام لے جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ بہت خوب' اور اس کے ہاتھ چوم کر میں چلا گیا اور اس دن مجھے ایک ہزار پانچ سو درہم کا فائدہ ہوا۔

اب وہ ایک مہینے کے بعد پھر آیا اور کہنے لگا کہ درہم کہاں ہیں؟ میں نے اٹھ کر سلام کیا اور کہا کہ ہمارے یہاں کچھ کھانا کھالے۔ لیکن اس نے نہ مانا اور کہا کہ درہم تیار رکھ' میں اس وقت جا رہا ہوں' پھر آ کر تجھ سے لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور میں اٹھا اور اس کے درہم لایا اور اس کی راہ دیکھنے لگا۔ اب وہ ایک مہینے کے بعد لوٹا اور کہنے لگا کہ درہم کہاں ہیں؟ میں نے اٹھ کر اسے سلام کیا اور کہا کہ کچھ کھانا کھا لے۔ لیکن اس نے انکار کیا اور کہا کہ درہم تیار رکھ میں اس وقت جا رہا ہوں' پھر آکر تجھ سے لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا۔ میں اٹھا اور اس کے درہم لایا اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن ایک مہینے تک نہ لوٹا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان بڑے دل والا ہے۔ اب ایک مہینے کے بعد وہ ایک خچر پر سوار آیا اور عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھا اور اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ابھی حمام سے نکلا ہے کیونکہ اس کا چہرہ چاند کی طرح تھا اور رخسار سرخ تھے اور پیشانی چمک رہی تھی اور اس پر ایک تل عنبر کی ٹکیہ کی طرح تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس کے ہاتھ چومے اور اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور اسے دعا دی اور اس سے کہا کہ اے میرے آقا' تو اپنے درہم کیوں نہیں لے جاتا۔ اس نے کہا کہ جلدی کیا ہے! میں اپنے سامان سے فارغ

ہو لوں تو آکر تجھ سے لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چلتا ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ جب وہ اس مرتبہ آئے گا تو میں ضرور اس کی دعوت کروں گا کیونکہ میں نے اس کے درہموں سے تجارت کی اور بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

جب سال تمام ہوا تو وہ آیا اور وہ پہلے سے زیادہ قیمتی پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اسے قسم دے کر کہا کہ میرے یہاں ٹھہر اور میری دعوت کھا۔ اس نے کہا کہ اس شرط سے کہ جو کچھ تو میرے اوپر خرچ کرے وہ میرے داموں میں سے ہو جو تیرے پاس ہیں۔ میں نے کہا کہ بہت خوب' اور میں نے اسے بٹھلایا اور کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ جن کی ضرورت تھی' لا کر اس کے آگے رکھیں اور کہا کہ بسم اللہ۔ وہ دسترخوان پر بڑھا اور بایاں ہاتھ بڑھایا اور میرے ساتھ کھانے لگا۔ اس پر مجھے تعجب ہوا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے اس کا ہاتھ دھلایا اور اسے پونچھنے کے لیے تولیہ دیا اور اس کے سامنے کچھ شیرینی پیش کرنے کے بعد ہم دونوں باتیں کرنے لگے۔ اب میں نے اس سے کہا کہ اے میرے سردار' میرے دل سے ایک تکلیف دور کر اور مجھے بتا کہ تو نے بائیں ہاتھ سے کیوں کھانا کھایا؟ شاید تیرے دہنے ہاتھ میں کچھ تکلیف ہے۔ جب اس نے مجھے یہ کہتے سنا تو اس نے آستین سے اپنا ہاتھ نکالا اور میں نے دیکھا کہ وہ کٹا ہوا ہے۔ بازو ہے' مگر ہاتھ ندارد۔ اس سے مجھے تعجب ہوا۔ اس نے کہا کہ تعجب مت کر اور اپنے دل میں یہ نہ کہہ کہ میں نے تیرے ساتھ غرور کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ میرے دہنے ہاتھ کٹنے کی ایک عجیب و غریب وجہ ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیا؟

اس نے کہا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں بغداد کا رہنے والا ہوں اور میرا باپ وہاں کے سب سے بڑے آدمیوں میں سے تھا۔ جب میں بڑا ہوا تو میں نے سیاحوں اور مسافروں اور سوداگروں سے مصر کے حالات سنے اور میرے دل سے یہ باتیں نہ نکلیں۔ یہاں تک کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اب میں نے بہت سا مال متاع لیا اور بغدادی اور موصلی کپڑے تجارت کے لیے تیار کئے اور سب کو بند کیا اور بغداد سے چل

کھڑا ہوا اور خدا نے سلامتی کے ساتھ تمہارے شہر میں پہنچا دیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے اپنے کپڑے خان مسرور میں اتارے اور اپنا سازو سامان کھول کر سرائے میں داخل ہوا اور خادم کو چند درہم دیئے کہ کچھ کھانے کے لیے لے آئے۔ کھانا کھا کر میں ذرا سو گیا۔ جب نیند سے جاگا تو میں بین القصرین کی سڑک پر ٹہلنے چلا گیا۔ وہاں سے لوٹ کر میں نے رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو میں نے کپڑوں کی ایک گٹھڑی کھولی اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کسی بازار میں جا کر مول تول دریافت کروں گا۔ اس لیے میں نے کچھ کپڑے لے کر ایک غلام کے سر پر لادے اور چلتے چلتے قیصریہ جرجس پہنچا۔ یہاں مجھے دلال ملے کیونکہ انہیں میرے آنے کا علم ہو چکا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کپڑے لے کر آواز لگائی لیکن کوئی خریدار خرید کی قیمت دینے پر راضی نہ ہوا۔ اس پر مجھے سخت رنج ہوا۔ اب دلالوں کے چودھری نے مجھ سے کہا کہ اے میرے آقا، میں تجھے ایک ترکیب بتاتا ہوں جس سے تجھے فائدہ ہو گا اور وہ ترکیب یہ وہی ہے جو اور سوداگر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ تو اپنا مال میعاد پر ادھار بیچ اور بیع نامہ کاتب سے لکھوا کر اور گواہ کی گواہی لے کر صراف کے حوالے کر دے اور ہر جمعرات اور پیر کو دام وصول کر لیا کر۔ اس طرح تجھے ہر درہم پر دو درہم بلکہ زیادہ کا فائدہ ہو گا۔ باقی وقت میں مصر اور نیل کی سیر کیا کر۔

میں نے کہا کہ یہ رائے معقول ہے۔ اب میں دلالوں کو ساتھ لے کر سرائے میں گیا۔ اور وہ کپڑے لاد کر قیصریہ لائے اور میں نے انہیں بیچا اور ان سے بیع نامہ لکھوا کر صراف کے حوالے کر دیا اور اس سے رسید لے کر سرائے واپس گیا اور کئی روز تک بیٹھا رہا اور ہر روز ایک پیالے شراب کا ناشتہ کرتا تھا اور کل مہینے کے لیے چوزے کا گوشت اور مٹھائی جمع کر رکھی، یہاں تک کہ دوسرا مہینہ آپہنچا جو دام وصول کرنے کا مہینہ تھا۔ میں ہر جمعرات اور پیر کو قیصریہ جا کر سوداگروں کی دوکانوں پر بیٹھ جاتا اور عصر کے بعد تک صراف اور کاتب سوداگروں سے دام وصول کر کے لاتے جاتے۔ میں ان کو گنتا اور مہر لگا کر سرائے لے جاتا۔

ایک روز پیر کو یہ واقعہ پیش آیا کہ میں حمام کر کے سرائے میں آیا اور اپنی جگہ پہنچ کر ایک پیالے شراب کا ناشتہ کیا اور سو گیا۔ جو سو کر اٹھا تو میں نے مرغی کا گوشت کھایا اور عطر لگا کر ایک سوداگر کی دوکان پر پہنچا' جس کا نام بدر الدین البستانی تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو مرحبا کہا اور میرے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ بازار کھلا اور دوکان پر ایک عورت آئی جس کی چال میں لچک تھی اور جو مٹکتی ہوئی چلتی تھی۔ اس کے ساتھ بہت سی کنیزیں تھیں اور اس کی خوشبو اڑ رہی تھی۔ جب اس نے اپنی نقاب اٹھائی تو میری نظر اس کی کالی کالی آنکھوں پر پڑی۔ اس نے بدر الدین کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور ٹھہر کر اس سے باتیں کرنے لگا۔ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میرا دل اس پر آ گیا۔ اس نے بدر الدین سے کہا کہ تیرے پاس کوئی ٹکڑا کپڑے کا ہے' جس پر سچے کلابتوں کا کام ہو؟ اس نے ایک ٹکڑا ان ٹکڑوں میں سے نکالا جو اس نے مجھ سے خریدا تھا اور اسے اس عورت کے ہاتھ ایک ہزار دو سو درہم میں بیچا۔ اس نے سوداگر سے کہا کہ میں اس ٹکڑے کو اپنے ساتھ لیے جاتی ہوں اور گھر پہنچ کر تجھے دام بھیج دوں گی۔ سوداگر نے جواب دیا کہ اے میری آقا' یہ ممکن نہیں ہے۔ کپڑے کا مالک یہ بیٹھا ہوا ہے اور مجھے اس کی ایک قسط ادا کرنی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تف ہو تجھ پر! میں ہمیشہ تجھ سے تھان کے تھان بغیر ایک درہم دیے لے جایا کرتی ہوں اور دوسروں سے زیادہ مہنگا خریدتی ہوں اور دام بھیج دیتی ہوں۔ اس نے کہا یہ درست ہے مگر میں آج قیمت لینے پر مجبور ہوں۔ یہ سن کر اس نے کپڑا اس کے سینے پر دے پٹکا اور کہنے لگی کہ تم لوگ کسی کی قدر و قیمت نہیں جانتے۔ یہ کہہ کر وہ چل دی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ میری جان بھی اس کے ساتھ جا رہی ہے اور میں نے اٹھ کر اسے روک لیا اور کہنے لگا کہ اے میری آقا' میرے اوپر مہربانی کر اور میری طرف قدم رنجہ فرما۔ وہ لوٹ آئی اور مسکرا کر کہنے لگی کہ میں تیری خاطر لوٹی ہوں اور دوکان پر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

میں نے بدر الدین سے کہا کہ اس ٹکڑے کی قیمت تیرے ذمے کتنی ہے؟ اس نے

جواب دیا کہ ایک ہزار ایک سو درہم۔ میں نے کہا کہ اور تیرا نفع سو درہم۔ ایک ورق کاغذ مجھے دے تاکہ میں اس کی رسید تجھے دے دوں۔ یہ کہہ کر میں نے وہ ٹکڑا کپڑے کا اس سے لے لیا اور اسے اپنی دستخطی رسید دے دی۔ یہ ٹکڑا میں نے اس عورت کے حوالے کیا اور اس سے کہا کہ اسے لے جا۔ اگر تیرا جی چاہے تو آئندہ بازار کے دن اس کی قیمت لیتی آئیو اور اگر تو منظور کرے تو یہ میری طرف سے تیری دعوت ہے۔ اس نے کہا کہ خدا تجھے نیک بدلہ دے اور میرا سارا مال تجھے عطا کرے اور تجھے میرا شوہر بنائے۔ اللہ نے اس کی دعا قبول کی۔ اب میں نے اس سے کہا کہ اے میری آقا' یہ ٹکڑا تیری نذر ہے اور ایک اور ایسا ٹکڑا' مجھے ایک نظر اپنا چہرہ دکھا دے۔ جب میں نے ایک نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا تو میرے دل میں ہزاروں آرزوئیں آنے لگیں اور میں اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا اور مجھے اپنے دل پر قابو نہ رہا۔ اب اس نے اپنی نقاب گرا دی اور کپڑے کا ٹکڑا لے لیا اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' مجھے اپنے دل سے نہ بھلائیو۔

یہ کہہ کر وہ چل دی اور میں عصر کے بعد تک قیصریہ میں بیٹھا رہا اور میں دیوانہ وار تھا کیونکہ عشق کا تسلط میرے اوپر ہو چکا تھا۔ محبت نے مجھے یہاں تک مجبور کیا کہ میں اٹھا اور میں نے تاجر سے اس کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا کہ یہ بڑی امیر ہے اور ایک بڑے امیر کی بیٹی ہے' اس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور اس نے بہت مال اور دولت چھوڑی ہے۔ اب میں اس سے رخصت ہو کر سرائے میں آیا اور میرے آگے رات کا کھانا پیش کیا گیا۔ مگر میرا دھیان اسی میں لگا ہوا تھا اور میں نے بالکل کھانا نہ کھایا۔ پھر میں سونے کے لیے لیٹ گیا مگر بالکل نیند نہ آئی اور صبح تک میں جاگتا رہا۔ صبح کو اٹھ کر میں نے کپڑے بدلے اور ایک پیالہ شراب کا پیا اور تھوڑا سا ناشتہ کیا اور اسی سوداگر کی دوکان پر گیا اور اسے سلام کر کے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ کل کے وقت پر وہ عورت پھر پہنچی اور اس کا لباس کل سے بھی زیادہ نفیس تھا اور اس کے ساتھ ایک لونڈی تھی۔ اس نے بدر الدین کو چھوڑ کر مجھے سلام کیا اور ایسی پیاری

آواز سے، جس سے زیادہ میٹھی اور دل کش میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ کہنے لگی کہ کسی کو میرے ساتھ بھیج کہ وہ ایک ہزار دو سو درہم کپڑے کی قیمت لے آئے۔

میں نے کہا کہ ایسی جلدی کیا ہے! اس نے جواب دیا کہ خدا تیری جدائی نصیب نہ کرے! یہ کہہ کر اس نے مجھے دام دے دیئے اور ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ اب میں نے اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ سمجھ گئی کہ میں اس کے وصال کا خواہاں ہوں۔ اس پر وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور مجھے چھوڑ کر چل دی۔ میرا دل تو اس سے پھنسا ہوا تھا ہی، میں بھی بازار کے باہر تک اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اتنے میں ایک لونڈی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا، میری مالکہ تجھ سے باتیں کرنا چاہتی ہے۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ یہاں مجھے کوئی جاننے والا نہیں ہے۔ لونڈی نے جواب دیا کہ اے میرے آقا، تو کتنی جلدی میری مالکہ کو بھول گیا، جو آج فلاں تاجر دوکان پر تھی۔ اب میں اس کے ساتھ صراف کی دوکان پر گیا اور جونہی اس نے مجھے دیکھا، وہ مجھے ایک طرف لے جا کر کہنے لگی کہ اے میرے آقا پیارے، تو میرے دل میں سما گیا ہے اور میں تیری محبت میں گرفتار ہو چکی ہوں اور جس وقت سے میں نے تجھ کو دیکھا ہے، مجھ پر کھانا پینا اور سونا حرام ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میری حالت اس سے دگنی خراب ہے اور شکایت سے گزر چکی ہے۔

اس نے کہا کہ اے میرے پیارے، یا تو مجھے اپنے گھر لے چل ورنہ میرے گھر آ۔ میں نے کہا کہ میں پردیسی ہوں اور سوائے سرائے کے میرے اور کوئی جگہ نہیں۔ اگر تو مہربانی کرے تو تیرے گھر چلیں۔ اس نے کہا کہ بہت خوب، لیکن آج جمعرات ہے، آج کچھ نہیں ہو سکتا لیکن کل نماز کے بعد۔ نماز پڑھ کر تو اپنے گدھے پر سوار ہو جیو اور جبانیہ کا پتہ پوچھیو۔ وہاں پہنچ کر برکات النقیب کی حویلی دریافت کیجیو جو ابو اشامہ کے نام سے موسوم ہے۔ بس وہیں میں رہتی ہوں۔ دیر مت کیجیو کیونکہ میں تیرا انتظار کروں گی۔ اب میں اور بھی زیادہ خوش ہو گیا۔

ہم دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور میں سرائے واپس گیا‘ جہاں میں مقیم تھا اور رات بھر جاگتے گزاری اور جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے اس کا یقین نہ آتا تھا۔

بہرحال میں اٹھا اور کپڑے بدلے اور عطر لگایا اور ایک رومال میں پچاس دینار باندھ کر مسرور کی سرائے سے باب زویلہ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے ایک گدھا سواری کے لیے لیا اور گدھے والے سے کہا کہ مجھے حبانیہ پہنچا دے۔ وہ فوراً روانہ ہو گیا اور ذرا سی دیر میں ایک سڑک پر پہنچا۔ جس کا نام درب المنقری تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ گلی کے اندر جا کر نقیب کی حویلی دریافت کر۔ وہ جاتے ہی واپس آیا اور کہنے لگا کہ اتر۔ میں نے کہا کہ تو حویلی آگے آگے چل اور کل یہیں سے آکر مجھے لے جائیو۔ اس نے کہا بسم اللہ‘ اور میں نے اسے سونے کا ربع دینار دیا ور وہ لے کر چل دیا۔

اب میں نے دروازے پر دستک دی تو دو چھوٹی لڑکیاں باہر نکلیں‘ جن کے سینے ابھرے ہوئے تھے اور جو ابھی باکرہ تھیں اور چاند کی طرح خوب صورت۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اندر آ‘ ہماری آقا تیرا انتظار کر رہی ہے۔ تیرے آنے کی خوشی میں وہ رات بھر نہیں سوئی ہے۔

اب میں حویلی میں داخل ہوا جس میں سات محرابی دروازے اور چاروں طرف کھڑکیاں تھیں‘ جو ایک باغ کی طرف کھلتی تھیں‘ جس میں رنگ برنگ کے میوے تھے اور نہریں بہہ رہی تھیں اور چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔ کمرہ اتنا سفید تھا کہ اس میں آدمی اپنا چہرہ دیکھ سکتا تھا‘ اور چھت پر سونے کا کام تھا اور لاجورد کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ جن کی تعریف نہیں کی جا سکتی اور جن کے دیکھنے سے آنکھیں چکا چوند ہوتی تھیں۔ اس کا فرش رنگ برنگ مرمر کا تھا اور اس کے بیچ میں ایک حوض تھا اور حوض کے کنارے موتی اور جواہرات کی چڑیاں تھیں۔ اثاث البیت میں قالین اور رنگ برنگ‘ ریشم اور تخت تھے۔ جب میں وہاں داخل ہوا تو بیٹھ گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی‘ جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

- چھبیسویں رات

جب چھبیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جوان سوداگر نے عیسائی سے کہا کہ میں اندر جا کر بیٹھا ہی تھا کہ وہ لڑکی آ پہنچی اور اس کے سر

پر ایک تاج تھا' جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر غازہ ملا ہوا تھا اور مصنوعی تل جڑے ہوئے تھے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ مسکرانے لگی اور مجھ سے لپٹ گئی اور مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دیا اور میری زبان چوسنے لگی اور میں اس کی زبان چوسنے لگا۔ اس نے کہا کہ کیا یہ درست ہے کہ تو میرے پاس آیا ہے! میں نے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں۔ اس نے کہا مرحبا اهلا و سهلا خدا کی قسم جس دن سے میں نے تجھے دیکھا ہے۔ نہ نیند میں مزا آتا ہے اور نہ کھانے میں۔ میں نے کہا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ اب ہم بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور میں شرم کی وجہ سے سر نیچے کیے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دسترخوان بچھایا گیا اور اس پر بہترین سے بہترین کھانے چنے گئے مثلاً کلیجے اور تلا ہوا حلوہ' خالص شہد میں ڈوبا ہوا اور بھنی ہوئی مرغی۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا اور پھر لوگ سلیبچی اور لوٹا لائے اور میں نے اپنے ہاتھ دھوئے اور ان کو گلاب اور مشک کے پانی سے معطر کیا۔ اب ہم بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ وہ مجھ سے اپنا درد بیان کرتی تھی اور میں اس سے اپنا۔ اس کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی تھی اور مجھے اپنے مال و دولت کی بالکل پروا نہ رہی۔ اب ہم نے کھیلنا اور ہاتھا پائی اور بوسہ بازی شروع کی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور کنیزیں کھانا اور شراب لائیں اور وہ بالکل اپنے آپے سے باہر تھی۔ آدھی رات تک ہم شراب پیتے رہے اور پھر بچھونے پر جا کر لیٹ گئے اور میں نے اس کے ساتھ صبح تک ہم بستر رہا اور ایسی رات میں نے عمر بھر نہیں گزاری تھی۔

جب صبح ہوئی تو میں اٹھا اور میں نے اس کے لیے فرش کے نیچے وہ رومال ڈال دیا' جس میں دینار بندھے ہوئے تھے اور جانے کے لیے اس سے رخصت ہوا اور وہ رونے لگی اور کہتی تھی کہ اے میرے پیارے آقا' یہ پیارا چہرہ میں پھر کب دیکھوں گی؟ میں نے جواب دیا کہ آج رات میں پھر تیرے پاس آؤں گا۔ جب میں باہر نکلا تو دیکھا کہ گدھے والا جو مجھے کل لایا تھا' میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں سوار ہو کر اس کے ساتھ چل دیا اور خان مسرور پہنچ کر اتر پڑا اور گدھے والے کو آدھا دینار دے کر کہا کہ مغرب کے وقت پھر آئیو۔ اس نے کہا کہ بہت خوب۔ اب میں ناشتہ کر کے اپنے کپڑوں کے دام وصول کرنے گیا اور وہاں سے لوٹ کر میں نے اس لڑکی کے لیے ایک میمنہ تلا اور کچھ شیرینی اپنے ساتھ لی اور حمال کو بلا کر یہ چیزیں اس کی ٹوکری میں رکھ دیں اور اجرت دے کر اس لڑکی کے گھر روانہ کر دیا۔ شام تک میں کام کاج میں مشغول رہا۔ مغرب کے وقت گدھے والا آیا اور میں نے پچاس دینار اپنے رومال میں باندھے اور اس کے گھر پہنچ گیا اور دیکھا کہ انھوں نے مرمر کو مانج کر خوب صاف کیا اور پیتل کے برتنوں کو جلا دی ہے اور قندیلوں کی مرمت کر کے ان میں موم بتیاں جلائی ہیں اور کھانوں کو چن رکھا اور شراب کو چھان رکھا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اپنے دونوں ہاتھ میرے گلے میں ڈال دیئے اور کہنے لگی کہ تو نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔ اب ہمارے آگے دسترخوان لایا گیا اور ہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد کنیزوں نے دسترخوان بڑھایا اور شراب پیش کی اور ہم نے پینا شروع کیا۔ پیتے پیتے جب آدھی رات ہو گئی تو ہم اٹھ کر سونے کے کمرے میں گئے اور صبح تک ہم بستر رہے۔

جب صبح ہوئی تو میں اٹھا اور دستور کے موافق اسے پچاس دینار دیئے اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ باہر میں نے گدھے والے کو دیکھا اور سوار ہو کر سرائے پہنچا۔ تھوڑی دیر سونے کے بعد میں اٹھا اور شام کا کھانا تیار کیا۔ میں نے کالی مرچوں کے ساتھ چاول پکائے اور اس پر اخروٹ اور بادام جمائے اور قلقاس کی جڑیں تلیں اور میوے اور نقل اور عطریات لے کر لڑکی کے گھر روانہ کر دیا اور میں نے سرائے جا کر پچاس دینار

رومال میں باندھے اور اسی طرح گدھے پر سوار ہو کر حویلی پہنچا اور اندر گیا اور کھا پی کر صبح تک ہم بستر رہا۔ پھر اٹھ کر میں نے رومال ڈال دیا اور دستور کے موافق سوار ہو کر سرائے چلا گیا۔

ایک مدت تک یہ حالت رہی یہاں تک کہ ایک رات جب میں سویا اور صبح کو اٹھا تو نہ میرے پاس کوئی دینار تھا اور نہ درہم۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ سارا شیطانی کام تھا۔ اب میں سرائے سے نکل کر بین القصرین کی سڑک پر گیا اور چلتے چلتے باب زویلہ پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ لوگوں کا بڑا مجمع ہے اور اس بھیڑ کی وجہ سے دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ اتفاقاً اس بھیڑ میں، مین نے ایک سپاہی سے ٹکر کھائی اور میرا ہاتھ اس کی جیب پر جا پڑا اور میں نے ٹٹولا تو اس کی جیب میں ایک تھیلی معلوم ہوئی اور میرا ہاتھ اس کے بالکل قریب تھا۔ میں نے وہ تھیلی اس کی جیب سے نکال لی۔ اب سپاہی کو اپنی جیب ہلکی معلوم ہوئی تو اس نے اپنا ہاتھ جیب پر ڈالا اور اس کو خالی پا کر میری طرف متوجہ ہوا اور اپنا ڈنڈا اٹھا کر میرے سر پر مارا۔ میں زمین پر گر پڑا اور لوگ میرے گرد جمع ہو گئے اور سپاہی کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہنے لگے کہ تو نے اسے محض اس وجہ سے مارا ہے کہ اس کا دھکا تجھے لگا۔ سپاہی نے انہیں ڈانٹ کر کہا کہ یہ مردود چور ہے۔ اتنے میں ہوش آیا اور میں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ یہ جوان حسین ہے، اس نے کچھ نہیں چرایا، اور بعض اس کی تصدیق اور بعض تکذیب کرتے تھے۔ بہت قیل و قال کے بعد لوگوں نے مجھے کھینچا تا کہ مجھے اس سے چھڑا لیں، لیکن اتفاق سے اسی وقت شہر کا حاکم مع پیش کاروں اور پیادوں کے، دروازے میں داخل ہوا دیکھا کہ میرے اور سپاہی کے گرد لوگ جمع ہیں۔ یہ دیکھ کر حاکم نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ سپاہی نے کہا کہ اے امیر، واللہ یہ شخص چور ہے، اس نے میری جیب میں سے نیلی تھیلی نکال لی ہے، جس میں بیس دینار تھے جب کہ میں بھیڑ میں تھا۔

حاکم نے سپاہی سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔

حاکم نے پیش کار کو پکارا اور اس نے آکر مجھے گرفتار کر لیا اور میری بے عزتی تو ہو ہی چکی تھی۔ حاکم نے اس سے کہا کہ اسے ننگا کر۔ جب مجھے ننگا کیا گیا تو میرے کپڑوں میں وہ تھیلی ملی' اور حاکم نے اسے کھولا اور دینار گنے تو سپاہی کے کہنے کے مطابق بیس ہی دینار پائے گئے۔ اس پر حاکم کو طیش آ گیا اور اس نے چلا کر پیش کاروں سے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے لڑکے' سچ کہہ کہ تو نے یہ تھیلی چرائی ہے؟ میں نے سر جھکا لیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میں کہتا ہوں کہ میں نے نہیں چرائی تو انہوں نے خود اسے میرے کپڑوں میں سے نکالا ہے اور اگر میں کہتا ہوں کہ میں نے چرائی تو مصیبت میں پھنستا ہوں۔ اب میں نے سر اٹھایا اور کہا کہ ہاں' میں نے لی ہے۔

جب حاکم نے میری بات سنی تو اسے تعجب ہوا اور اس نے گواہ بلوائے اور انہوں نے میرے اقرار کی گواہی دی۔ یہ ساری باتیں باب زویلہ میں پیش آئیں۔ اب حاکم نے جلاد کو حکم دیا کہ میرا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اس نے کاٹ ڈالا۔ اس پر سپاہی کا دل پسیجا اور اس نے میری سفارش حاکم سے کی اور حاکم مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور لوگ میرے آس پاس جمع رہے اور انہوں نے مجھے ایک پیالہ شراب پینے کو دی۔ سپاہی نے وہ تھیلی میرے حوالے کر دی اور کہنے لگا کہ تو حسین جوان ہے' تو چور نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر سپاہی مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا اور تھیلی میرے پاس رہنے دی۔ اب میں وہاں سے روانہ ہوا اور اپنے ہاتھ کو اپنے کپڑے سے لپیٹ کر عبا کے اندر چھپا لیا مگر میری حالت دگرگوں ہو رہی تھی اور میرا رنگ اس واقعے سے پیلا پڑ گیا تھا۔ اب میں وہاں سے گرتا پڑتا حویلی گیا اور مجھ سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا اور آخر میں فرش کے اوپر گر پڑا۔ لڑکی نے دیکھا کہ میرا رنگ فق ہے اور پوچھا کہ تجھے کیا تکلیف ہے اور تیری حالت کیوں متغیر ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا سر دکھتا ہے اور طبیعت ذرا خراب ہے۔ اس پر اسے بڑی پریشانی اور تشویش ہوئی اور کہنے لگی کہ اے میرے

آقا' میرا دل مت دکھا' بیٹھ اور اپنا سر اونچا کر اور کہہ کہ آج تجھ پر کیا گزری؟ کیونکہ تیرے چہرے سے مصیبت ظاہر ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چپ رہنے دے۔

اس پر وہ رونے لگی اور اس نے کہا کہ ہاں' اب تیری غرض پوری ہو چکی ہے' کیوں کہ تو پہلے کی طرح آج نہیں۔ میں چپ تھا اور وہ باتیں کرتی جاتی تھی اور میں جواب نہ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور وہ میرے لیے کھانا لائی۔ میں نے کھانے سے انکار کیا کیونکہ میں ڈرتا تھا کہ کہیں وہ یہ نہ دیکھ لے کہ میں بائیں ہاتھ سے کھاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اس وقت میرا جی کھانے کو نہیں چاہتا۔ اس نے کہا کہ بیان کر کہ آج تجھ پر کیا گزری ہے اور تو کیوں مغموم اور پریشان خاطر ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ٹھہر جا' میں ابھی تجھ سے بیان کرتا ہوں۔

اب اس نے میرے آگے شراب پیش کی اور کہا کہ لے' کیونکہ اس سے تیرا غم دور ہو جائے گا۔ پی اور اپنا قصہ بیان کر۔ میں نے کہا کہ کیا مجھے بتانا ہی پڑے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں' میں نے کہا کہ اگر بے بتائے چارہ نہیں تو مجھے اپنے ہاتھ سے پلا۔ اس نے ایک پیالہ بھرا اور خود چڑھا گئی اور اسے دوبارہ بھر کر مجھے دیا اور میں نے بائیں ہاتھ سے لے لیا اور میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میں زار زار رونے لگا۔ اس پر بھی وہ زور زور سے چلانے اور مجھ سے پوچھنے لگی کہ تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے' اور اس کی کیا وجہ ہے کہ تو نے پیالہ بائیں ہاتھ سے لیا؟ میں نے کہا کہ میرے ہاتھ میں ایک پھوڑا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاتھ نکال' میں پھوڑے کو چیر کر اچھا کر دوں گی۔ میں نے کہا کہ ابھی چیرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ اس لیے مجھے پریشان مت کر۔ میں فی الحال اپنا ہاتھ نہیں نکال سکتا۔ یہ کہہ کر میں پیالہ چڑھا گیا اور وہ مجھے برابر پلاتی رہی۔ یہاں تک کہ مجھے نشہ چڑھ گیا اور میں بیٹھے بیٹھے سو گیا۔ اب اس نے دیکھا کہ میرا بازو بغیر ہاتھ کے ہے اور اس نے ادھر ادھر ٹٹولا تو دیکھا کہ میرے پاس اشرفیوں کی ایک تھیلی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ اتنی غمگین ہوئی کہ جس کی کوئی حد نہیں اور میری وجہ سے صبح تک غم زدہ رہی۔

جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس نے میرے لیے یخنی تیار کی ہے اور جب وہ یخنی میرے آگے لائی تو میں نے دیکھا کہ چار مرغی کے چوزوں کی یخنی ہے' اور وہ میرے پینے کے لیے شراب لائی۔ کھا پی کر میں نے تھیلی نیچے ڈال دی اور چاہتا تھا کہ چل دوں۔ اتنے میں وہ کہنے لگی کہ کہاں جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جہاں میں روز جاتا ہوں۔ اس نے کہا کہ مت جا' بیٹھ۔ میں بیٹھ گیا اور وہ کہنے لگی کہ تیری محبت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تو نے اپنا سارا مال صرف کر دیا اور اپنا ہاتھ کھو بیٹھا۔ میں تجھے اپنے اوپر گواہ بناتی ہوں' اور اصلی گواہ تو خدا ہے کہ میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گی' اور تو ابھی دیکھ لے گا کہ میں سچ کہتی ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے گواہ بلوائے اور جب وہ آئے تو اس نے ان سے کہا کہ میرا نکاح نامہ اس جوان کے ساتھ لکھو اور اس بات کی گواہی لکھو کہ میں مہر لے چکی ہوں۔ انہوں نے میرا نکاح نامہ اس کے ساتھ لکھ دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس بات کی بھی گواہی تحریر کرو کہ اس صندوق میں جتنا مال ہے اور میرے جتنے غلام اور باندیاں ہیں' وہ سب اس جوان کی ملکیت ہیں۔ انہوں نے یہ بھی لکھ کر گواہی ثبت کر دی اور میں نے ملکیت قبول کر لی اور وہ لوگ اپنی اجرت لے کر چل دیئے۔ اب وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کمرے میں لے گئی اور وہاں لے جا کر مجھے کھڑا کر دیا اور ایک بڑا صندوق کھول کر مجھ سے کہا کہ دیکھ اس صندوق میں کیا ہے؟ میں نے دیکھا تو اس میں رومال بھرے ہوئے تھے' اس نے کہا کہ یہ تیرا مال ہے جو میں نے تجھ سے لیا ہے۔ جب تو مجھے رومال میں پچاس دینار باندھ کر دیتا تھا تو میں اسے لپیٹ کر اس صندوق میں ڈال دیتی تھی۔ اپنا مال لے کیونکہ اب وہ تیری طرف لوٹ آیا ہے۔ آج میرے دل میں تیری عزت بہت زیادہ ہو گئی ہے کیونکہ میری وجہ سے قضا و قدر نے تیرا داہنا ہاتھ کٹوا دیا ہے اور میں اس کا بدلہ نہیں دے سکتی۔ اگر میں جان بھی دے دوں تو کم ہے اور پھر بھی تیرا قرضہ میرے اوپر رہے گا۔ اب اس نے مجھ سے کہا کہ اپنے مال پر قبضہ کر۔ میں نے اس کے صندوق کا مال اپنے صندوق میں منتقل کیا

اور اپنا مال اور اس کا مال جو میں نے اسے دیا تھا ایک کر دیا۔ اب میرے دل کو فرحت ہوئی اور میرا غم دور ہو گیا۔ میں نے اٹھ کر اسے بوسہ دیا۔ اس نے کہا کہ تو نے میری محبت میں اپنا ہاتھ نذر کر دیا' میں کس طرح اس کا بدلہ تجھے دے سکتی ہوں۔ اگر میں اپنی جان بھی قربان کر دوں تو کم ہے اور اس سے تیرا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی ساری دولت کا ہبہ نامہ میرے نام لکھ دیا حتیٰ کہ بدن کے کپڑوں اور زیوروں اور سارے سامان کا۔ اس رات وہ میرے غم کی وجہ سے بالکل نہ سوئی اور میں نے اپنا سارا ماجرا اس سے بیان کیا اور تمام رات اس کے ساتھ گزاری۔

ابھی ایک مہینہ نہ گزرا ہو گا کہ وہ کمزور ہونا شروع ہو گئی اور مرض بڑھتا گیا اور پچاسویں دن وہ آخرت کی طرف کوچ کر گئی۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے دفن کیا اور قرآن ختم کرائے اور اس کے اوپر بہت سا مال خیرات کیا۔ جب میں قبر سے لوٹا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کا بے حد مال اور املاک اور جاگیریں ہیں اور منجملہ ان کے تلوں کا ایک ذخیرہ' جس میں سے میں نے کچھ تیرے ہاتھ بیچا ہے اور ان دنوں تیرے پاس نہ آنے کی وجہ یہی تھی کہ میں باقی ذخیرے کے بیچنے میں مشغول تھا اور اب تک میں قیمت وصول کرنے سے فارغ نہیں ہوا ہوں۔ اب جو کچھ میں تجھ سے کہنے والا ہوں' اس کو رد مت کیجیو۔ میں نے تیرا نمک کھایا ہے اور جو قیمت تلوں کی تیرے ذمے باقی ہے' وہ میں تیری نذر کرتا ہوں۔ یہ ہے سبب میرے داہنے ہاتھ کے کٹنے اور بائیں ہاتھ سے کھانے کا۔ میں نے کہا کہ یہ تیرا احسان ہے اور تیری بزرگی کی دلیل ہے۔ اب اس نے مجھ سے کہا کہ کیا تو یہ منظور کرے گا کہ میرے ساتھ میرے ملک کو چلے۔ میں نے قاہرہ اور اسکندریہ کا بہت سا تجارت کا مال خریدا ہے' تو میرے ساتھ چل۔ اس نے کہا کہ اچھا اور دوسرے مہینے کے شروع کا وعدہ کیا اور میں اور وہ جوان تمہارے اس ملک میں پہنچے۔ جوان نے اپنا تجارتی مال بیچ کر اس کے داموں سے تمہارے ملک کا سامان خریدا اور مصر چلا گیا اور میری قسمت

یہ لکھا تھا کہ میں کل رات یہاں ٹھہروں اور پردیس میں مجھ پر مصیبت آئے۔
اے بادشاہ، کیا یہ قصہ کبڑے کے قصے سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے! بادشاہ نے کہا کہ نہیں، میں سب کو پھانسی دیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی، جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ستائیسویں رات

جب ستائیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب چین کے بادشاہ نے کہا کہ میں تم کو پھانسی دیئے بغیر نہ چھوڑوں گا تو خانساماں چین کے بادشاہ کے آگے آیا اور کہنے لگا کہ اگر تو اجازت دے تو میں تجھ سے اپنی ایک واردات بیان کروں جو اسی زمانے میں پیش آئی ہے۔ قبل اس کے کہ میں نے اس کبڑے کو دیکھا اور اگر وہ اس شخص کی کہانی سے زیادہ عجیب ہو تو ہم سب کی جان بخشی کیجیو۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا!

- ### خانساماں کی کہانی

اس نے کہا کہ کل رات کو میں بعض اشخاص کے ساتھ تھا' جو قرآن ختم کر رہے تھے اور فقیہ لوگ وہاں جمع تھے' جب پڑھنے والے پڑھ کر فارغ ہوئے تو دسترخوان بچھایا گیا اور منجملہ کھانوں کے زیرہ گوشت لایا گیا اور ہم نے آگے بڑھ کر زیرہ گوشت کھانا شروع کیا۔ مگر ہم میں سے ایک نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس کے کھانے سے انکار کیا۔ ہم نے اسے قسم دی کہ کھا اور اس نے قسم کھائی کہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا۔ جب ہم نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ زبردستی مت کرو۔ اس کے کھانے سے جو کچھ مجھ پر گزر چکی ہے' وہ کافی ہے۔ اب ہم نے کہا کہ تجھے خدا کی قسم' بتا کہ تو زیرہ گوشت کیوں نہیں کھاتا۔ اس نے کہا کہ اگر تم مجبور کرتے ہو کہ میں زیرہ گوشت کھاؤں تو بغیر اس کے نہیں کھا سکتا کہ اول چالیس بار اپنے ہاتھ صابن سے دھوؤں اور چالیس بار سوڈے سے اور پھر چالیس بار خوشبو سے۔ یہ تمام ایک سو بیس بار ہوئے۔ اس پر میزبان نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ پانی جو جو

چیزیں اس نے مانگی ہیں' لائیں' اب وہ جوان شادو ناشاد بیٹھ گیا اور اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ بڑھایا اور زیرہ گوشت میں لقمہ ڈبو کر کھانے لگا' مگر معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے اوپر جبر کر کے کھا رہا ہے۔ ہمیں اس پر نہایت تعجب ہوا کیونکہ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کا انگوٹھا کٹا ہوا ہے اور وہ محض چار انگلیوں سے کھا رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ خدا کے لیے یہ تو بتا کہ تیرے انگوٹھے پر کیا گزری کہ وہ ایسا ہو گیا؟ آیا وہ پیدائشی اسی طرح ہے یا اس پر کوئی حادثہ گزرا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے بھائیو' یہی ایک انگوٹھا نہیں بلکہ دوسرے ہاتھ اور دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن جب تک تم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھو گے' تمہیں یقین نہیں آئے گا۔

یہ کہہ کر اس نے دوسرا ہاتھ دکھایا اور وہ بھی داہنے ہاتھ کی طرح تھا۔ اسی طرح دونوں پاؤں بغیر انگوٹھوں کے تھے۔ سب نے اس کی یہ حالت دیکھی تو ہمیں اور بھی تعجب ہوا اور ہم نے کہا کہ اب ہم بے صبری کے ساتھ منتظر ہیں کہ تو اپنا ماجرا اور انگوٹھوں کے کٹنے کا سبب اور ایک سو بیس مرتبہ ہاتھ دھونے کی وجہ بیان کرے۔ اس نے کہا کہ اچھا' سنو۔ میرے باپ کا شمار بڑے سوداگروں میں تھا اور وہ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد کا سب سے بڑا سوداگر تھا لیکن اسے مے خوری کا اور سارنگی اور دوسرے باجے سننے کا بڑا شوق تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا۔ بہرحال میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور قرآن ختم کرائے اور کئی دن رات اس کے سوگ میں رہا۔ جب میں نے اس کی دوکان کھولی تو دیکھا کہ سامان تو بہت کم ہے مگر اس پر قرضے بہت سے ہیں۔ میں نے قرض خواہوں کو دلاسہ دیا اور ان کی خاطر جمعی کی اور میں ہفتہ وار خرید و فروخت کر کے قرض خواہوں کو دیتا تھا۔ ایک مدت تک ایسا کرنے کے بعد میں نے سارے قرضے ادا کر دیئے اور اب میری پونجی دن رات بڑھنے لگی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک ایک لڑکی پہنچی جس سے

زیادہ حسین میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ زیوروں اور پوشاک سے بنی سنوری ہوئی تھی اور خچر پر سوار تھی اور ایک غلام اس کے پیچھے تھا۔ قیصریہ پہنچ کر اس نے خچر روکا اور اندر آئی اور ایک غلام اس کے پیچھے پیچھے آیا۔ غلام نے کہا کہ اے میری سردار' یہاں سے جلد چل اور کسی کو خبر مت کر' کہیں ایسا نہ ہو کہ شورش برپا ہو جائے۔ یہ کہہ کر اس نے سامنے سے اوٹ کر لی اور وہ سوداگروں کی دوکانیں دیکھنے لگی اور دیکھا کہ سوائے میرے اور کسی نے دوکان نہیں کھولی ہے۔ اب وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور غلام اس کے پیچھے پیچھے تھا اور آکر میری دوکان پر بیٹھ گئی اور مجھے سلام کیا۔ اس سے زیادہ میٹھی اور پیاری پیاری باتیں میں نے کبھی نہیں سنی تھیں۔

اب اس نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی تو میں نے دیکھا کہ وہ چاند کی طرح خوبصورت ہے۔ میں نے ایک نظر بھر کر اسے دیکھا ہی تھا کہ ہزاروں تمنائیں میرے دل میں آنے لگیں اور میں اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا اور بار بار اس کی طرف دیکھنے لگا۔

اس نے کہا کہ اے جوان' تیرے پاس عمدہ قسم کے کپڑے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اے میری سردار' تیرا غلام غریب آدمی ہے' لیکن ذرا ٹھہر جا کہ اور سوداگر اپنی دوکانیں کھول لیں۔ اس وقت جو کچھ تجھے درکار ہو گا' میں لے آؤں گا۔ اب ہم دونوں باتیں کرنے لگے اور میں اس کی محبت میں غرق تھا یہاں تک کہ سوداگروں نے اپنی دوکانیں کھولیں اور میں اٹھا اور جو کچھ اسے درکار تھا' لے آیا۔ اس سارے سامان کی قیمت پانچ ہزار درہم تھی۔ اس نے اسے خادم کے حوالے کر دیا اور دونوں قیصریہ سے باہر چلے گئے۔ وہاں اس کا خچر آیا اور وہ سوار ہو گئی اور مجھ سے یہ بھی نہ کہا کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور مجھے پوچھتے شرم آئی۔ اب سوداگر میرے پیچھے پڑے اور میں نے پانچ ہزار درہم کی ہنڈی لکھ دی۔

جب میں گھر میں لوٹا تو اس کے عشق میں بدمست تھا۔ لوگ رات کا کھانا لائے لیکن

میں نے ایک نوالے سے زیادہ نہ کھایا کیونکہ میں اس کے حسن و جمال کو یاد کر رہا تھا۔ پھر میں نے سونے کا ارادہ کیا مگر نیند نہ آئی۔ ایک ہفتے تک میری یہ حالت رہی۔ اب سوداگروں نے اپنے داموں کا مطالبہ کیا اور میں نے ان سے دوسرے ہفتے تک صبر کرنے کی درخواست کی۔ ایک ہفتے کے بعد وہ خچر پر سوار آئی اور اس کے ساتھ ایک خادم اور دو غلام تھے۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' کپڑوں کی قیمت ادا کرنے میں دیر ہو گئی۔ صراف کو بلا اور دام لے۔ صراف آیا اور خادم نے دام نکال کر دیے۔ میں نے دام لیے اور ہم دونوں باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ بازار کھلا اور اس نے کہا کہ میرے لیے فلاں فلاں چیز لے آ۔ میں سوداگروں سے وہ چیزیں لے آیا' جو اس نے کہی تھیں۔ وہ انہیں لے کر چل دی اور قیمت کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہا۔ جب وہ چلی گئی تو میں سخت پشیمان ہوا کیونکہ جو چیزیں اس نے لی تھیں' اس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی جب وہ میری نظر سے غائب ہو گئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بھی کوئی محبت سی محبت ہے کہ اس نے مجھے پانچ ہزار درہم ادا کئے اور ایک ہزار دینار کا سامان لے گئی۔ اب میں ڈرا کہ دوسرے سوداگروں کا مال لینے کی وجہ سے میں غریب ہو جاؤں گا اور دل میں کہنے لگا کہ سوداگر تو مجھ ہی کو جانتے ہیں۔ یہ عورت چال باز معلوم ہوتی ہے اور وہ مجھے اپنے حسن و جمال کے فریب میں لے آئی ہے اور مجھے کم مایہ دیکھ کر میرا مذاق اڑاتی ہے اور میں نے اس کے مکان کا پتہ تک نہیں پوچھا۔

میں اسی شش و پنج میں مبتلا تھا اور اسے گئے ایک مہینے سے زیادہ ہو چکا تھا کہ سوداگروں نے مطالبہ شروع کر دیا اور مجھے اتنا تنگ کیا کہ میں نے مجبور ہو کر سارا گھر بار بیچنے کے لیے ان کے سامنے پیش کر دیا اور اپنی تباہی کا تہیہ کر لیا اور سوچ میں آ کر بیٹھ گیا کہ اتنے میں وہ بازار کے دروازے پر اتری اور میرے پاس پہنچی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میرا سارا تفکر جاتا رہا اور میرا غم غلط ہو گیا اور میرے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگی۔ پھر اس نے کہا کہ صراف کو بلا اور اپنے دام تول کر لے

لے۔ اس نے ان کپڑوں کے دام مجھے دیئے جو وہ لے گئی تھی اور کچھ زیادہ اور مجھ سے باتیں کرنے لگی اور میں مارے خوشی اور فرحت کے مرا جاتا تھا۔ اب اس نے مجھ سے پوچھا کہ تیری بیوی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں' بلکہ کسی عورت سے جان پہچان تک نہیں۔ یہ کہہ کر میں رونے لگا اور اس نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خیریت ہے۔ اس کے بعد میں نے چند دینار نکال کر خادم کو دیئے اور اس سے کہا کہ میری سفارش کرے۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ وہ تجھ سے بڑھ کر تجھ پر عاشق ہے۔ جو کپڑے اس نے تجھ سے خریدے ہیں' ان کی ضرورت اسے بالکل نہیں بلکہ محض تیری محبت کی وجہ سے اس نے یہ کام کیا۔ تو اپنا ارادہ اس پر ظاہر کر کیونکہ وہ تیری بات کو نہیں ٹالنے کی۔ جب میں نے خادم کو دینار دیئے تھے' تو وہ دیکھ رہی تھی۔ اب میں آکر اس کے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اپنے غلام کو صدقہ دے اور جو وہ کہتا ہے' اسے قبول کر لے۔ اب میں نے اپنا دل کھول کر اس کے آگے رکھ دیا اور اس نے منظور کر لیا اور خادم سے کہا کہ تو میرا پیغام اسے پہنچا دیجیو' اور مجھ سے کہا کہ خادم جس طرح کہے' اسی طرح کیجیو' یہ کہہ کر وہ اٹھی اور چل دی۔

اب میں نے جا کر سوداگروں کو دام دیے بلکہ کچھ زیادہ۔ لیکن پھر اس کی خبر نہ ملنے کی وجہ سے مجھے سخت پریشانی ہوئی اور میں نے رات بھر جاگتے گزاری۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا خادم میرے پاس آیا اور میں نے اس کے تعظیم کی اور اس سے لڑکی کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ بیمار ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا قصہ مجھے قفصیل کے ساتھ بتا۔ اس نے کہا کہ اس لڑکی کو خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے پالا ہے اور وہ اس کی ایک کنیز ہے۔ اس نے باہر آنے جانے کی اجازت اپنی ملکہ سے مانگی ہے اور وہ اسے مل گئی ہے اور وہ زبیدہ کی خزانچی ہے۔ اس نے اپنی مالکہ سے تیرا ذکر کیا تھا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کی شادی تیرے ساتھ کر دے۔ مگر مالکہ نے جواب دیا کہ جب تک کہ میں اس مرد کو دیکھ نہ لوں' نہ کروں گی۔

اگر وہ بھی تیری طرح خوبصورت ہو گا تو میں تیری شادی اس کے ساتھ کروں گی۔ اب ہم تجھے محل میں لے جانا چاہتے ہیں۔ اگر تجھے اندر پہنچنے میں کامیابی ہو گئی تو تیری شادی اس کے ساتھ ہو جائے گی اور اگر راز فاش ہو گیا تو تیری گردن مار دی جائے گی۔ اب بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں تیرے ساتھ چلوں گا خواہ میرا وہی حال کیوں نہ ہو جو تو نے بیان کیا ہے۔ خادم نے کہا کہ آج رات مسجد میں جا کر نماز پڑھیو اور وہیں رہیو' اس مسجد میں جو زبیدہ نے دجلے کے کنارے بنوائی ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ بسرو چشم۔ جب رات ہوئی تو اس مسجد میں گیا اور وہاں نماز پڑھ کر سو گیا۔ جب تڑکا ہوا تو میں نے دیکھا کہ دو خادم ایک بجرے میں آئے اور ان کے ساتھ خالی صندوق تھے۔ وہ ان صندوقوں کو مسجد میں رکھ کر چلے گئے۔ مگر ان میں سے ایک نے ذرا توقف کیا اور میں نے غور سے دیکھا تو یہ وہی خادم تھا جو میرے اور اس لڑکی کے درمیان میانجی بنا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی لڑکی جو میری دوست تھی' میرے پاس آئی۔ جب وہ میرے سامنے پہنچی تو میں اٹھ کھڑا ہوا اور اسے گلے سے لگا لیا' اور وہ مجھے بوسے دینے اور رونے لگی۔ تھوڑی باہم گفتگو کرنے کے بعد اس نے مجھے لے جا کر صندوق میں بٹھا دیا اور اسے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ خادم کی طرف بڑھی' جس کے ساتھ بہت سا سامان تھا۔ اس کو لے کر اس نے ان صندوقوں میں بھرا اور ان کو ایک ایک کر کے بند کر دیا۔ جب سب صندوق بھر چکے تو انہوں نے انہیں بجرے میں رکھ دیا اور زبیدہ کے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب مجھے بڑی فکر ہوئی اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میری شہوت نے مجھے تباہ کر دیا اور معلوم نہیں کہ وہ ملے گی بھی یا نہیں! یہ کہہ کر میں صندوق کے اندر رونے لگا اور خدا سے دعا مانگتا تھا کہ وہ مجھے اس مصیبت سے رہائی دے۔ اب وہ لوگ صندوقوں کے ساتھ باب الخلیفہ پر پہنچے' جن میں سے ایک صندوق میں' میں تھا اور ان نوکروں کی جماعت سے گزر کر جو حرم کی حفاظت اور اس کی پردہ داری کرتے تھے' ایک بڑے خادم تک پہنچے۔ اس نے نیند سے چونک کر زور سے کہا کہ ان صندوقوں میں کیا ہے؟

لڑکی نے کہا کہ ان میں زبیدہ بیگم کا سامان بھرا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ایک ایک کر کے کھول تا کہ میں دیکھوں کہ ان میں کیا ہے؟ لڑکی نے کہا کہ تو کیوں کھولنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تو زیادہ باتیں مت بنا۔ تجھے یہ صندوق کھولنے پڑیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور پہلا ہی صندوق جو اس نے کھولنا چاہا' اس میں' میں تھا۔ یہ دیکھ کر میرے ہوش جاتے رہے اور مارے ڈر کے میں نے پیشاب کر دیا اور پیشاب صندوق کے باہر بہنے لگا۔ اس پر لڑکی نے پہرے دار سے کہا کہ اے پہرے دار' تو مجھے بھی تباہ کرے گا اور خود بھی تباہ ہو گا کیونکہ تو نے دس ہزار دینار کا مال خراب کر دیا ہے۔ اس صندوق میں رنگین کپڑے ہیں اور چار من زمزم کا پانی اور وہ پانی بھی کھل گیا ہے۔ اور ان کپڑوں کے اوپر سے بہنے لگا ہے جو صندوق میں ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کا رنگ خراب ہو جائے گا۔ یہ سن کر پہرے دار نے کہا کہ اپنے صندوق لے کر دور ہو' خدا تجھ پر لعنت بھیجے! اب خادم میرا صندوق لے کر جلدی سے روانہ ہوئے اور دوسرے صندوقوں کے ساتھ جا کر شامل ہو گئے۔ وہ لوگ ابھی جا ہی رہے تھے کہ میں نے کسی کو کہتے سنا کہ ہائے افسوس! خلیفہ! خلیفہ! جب میں نے یہ سنا تو میری روح بدن سے نکل گئی اور میں نے وہ کلمہ پڑھا جس سے کس کو پشیمانی نہیں ہوتی: لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم یہ مصیبت میں نے خود خریدی ہے۔

اب میں نے خلیفہ کو لڑکی سے کہتے سنا کہ لعنت ہو تجھ پر! تیرے ان صندوقوں میں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے صندوقوں میں زبیدہ بیگم کے کپڑے ہیں۔ خلیفہ نے کہا کہ انہیں کھول کر مجھے دکھا۔ جب میں نے سنا کہ میرے مرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ آج کا دن میری زندگی کا آخری دن ہے لیکن اگر میں اس سے بچ گیا تو اس سے شادی کروں گا۔ اس میں کلام نہیں اور اگر میرا راز فاش ہو گیا تو میری گردن مار دی جائے گی۔ میں اشھدان لاالہ الا اللہ محمد ارسول اللہ پڑھنے لگا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○○○

- اٹھائیسویں رات

جب اٹھائیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب جوان نے اشھدان لاالہ الا اللہ پڑھا تو اس نے کہا کہ میں نے لڑکی کو کہتے سنا کہ ان صندوقوں میں کچھ پرانے کپڑے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ ان کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو۔ خلیفہ نے کہا کہ تجھے کھولنا پڑے گا تاکہ میں دیکھوں کہ ان میں کیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے نوکروں کو آواز دی اور کہا کہ یہ صندوق میرے پاس لاؤ۔ اب مجھے موت کا یقین بلا کسی شک کے آ گیا اور مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ نوکر ایک ایک کر کے صندوق لاتے اور خلیفہ دیکھتا کہ ان میں عطر اور کپڑے اور عمدہ پوشاکیں ہیں۔ وہ برابر صندوق کھولتے جاتے تھے اور خلیفہ دیکھتا جاتا تھا کہ ان میں کپڑے وغیرہ ہیں' یہاں تک کہ اب اس صندوق کی باری آئی' جس میں' میں تھا۔ لوگوں نے اسے کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ لڑکی نے جھٹ سے آگے بڑھ کر خلیفہ سے کہا کہ یہ صندوق جو اب تیرے آگے ہے' اسے زبیدہ بیگم کے آگے کھولیو' کیونکہ اس میں اس کی راز کی چیزیں ہیں۔ جب خلیفہ نے اسے یہ کہتے سنا تو صندوق کو اندر لے جانے کا حکم دے دیا اور نوکروں نے میرے صندوق کو اٹھا کر دوسرے صندوقوں کے درمیان آنگن میں رکھ دیا اور میرا لعاب خشک ہو گیا تھا۔ اب میری دوست نے مجھے نکالا اور کہا کہ اب تجھے ڈرنے اور خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ خوش اور دل شاد ہو کر زبیدہ بیگم کے آنے تک بیٹھا رہ' خدا نے چاہا تو تیری مراد میرے متعلق پوری ہو جائے گی۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا ہوں گا کہ دس کنیزیں آئیں جو باکرہ اور چاند سی خوبصورت تھیں اور آ کر پانچ پانچ آمنے سامنے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد بیس کنیزیں اور آئیں جو باکرہ تھیں اور جن کے سینے ابھرے ہوئے تھے' اور ان کے درمیان میں زبیدہ بیگم تھی جو اتنے زیور اور پوشاکوں سے لدی ہوئی تھی کہ چل نہ سکتی تھی۔

جب وہ سامنے آئی تو کنیزیں ادھر ادھر چلتی ہوئیں۔ اب میں اس کے سامنے آیا اور زمین کو بوسہ دیا۔ اس نے اشارے سے کہا کہ بیٹھ جا اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کئے اور میرا حسب نسب پوچھا۔ میں نے اس کے سارے سوالوں کا جواب دیا اور وہ خوش ہو گئی اور کہنے لگی کہ لڑکی' میری تربیت بیکار نہیں گئی۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگی کہ یہ لڑکی میری بیٹی کی جگہ ہے اور تیرے پاس خدا کی امانت ہے۔ میں نے اس کے آگے زمین چومی اور وہ رضامند ہو گئی کہ میں لڑکی سے شادی کر لوں۔

اب اس نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے یہاں دس دن تک ٹھہروں اور میں ٹھہر گیا مگر اس مدت میں لڑکی کو میں نے کبھی نہیں دیکھا اور ایک لونڈی دن اور رات کا کھانا لا کر مجھے دے جاتی تھی۔ دس دن گزرنے کے بعد زبیدہ بیگم نے اپنی لڑکی کی شادی کے متعلق خلیفہ سے مشورہ کیا۔ خلیفہ نے اجازت دے دی اور اسے دس ہزار دینار دینے کا حکم دے دیا۔ اب زبیدہ بیگم نے گواہوں اور قاضی کو بلوایا اور انہوں نے میرا نکاح نامہ اس لڑکی کے ساتھ لکھ دیا۔ پھر انہوں نے شیرینی اور عمدہ کھانے پکوا کر گھر گھر تقسیم کرائے اور یہ حال دس دن تک رہا۔ یہ کل بیس دن ہوئے اور اس کے بعد لڑکی حمام گئی اور ایک خوانچہ لایا گیا' جس میں کھانے تھے اور منجملہ ان کے پاس ایک پیالہ زیرہ گوشت کا' جس میں شکر بھری ہوئی تھی اور اوپر سے مشک آمیز گلاب پڑا ہوا تھا اور اندر مرغی کے سینے سرخ اور رنگ برنگ تھے جن سے عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ خدا کی قسم میں زیرہ گوشت کے پاس بیٹھ تو گیا اور خوب سیر ہو کر کھایا' اور اس کے بعد میں نے اپنے ہاتھ پونچھے' مگر ان کو دھونے کا خیال نہ رہا اور بیٹھا رہا' یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا اور موم بتیاں جلیں اور ڈومنیاں ڈھپلیاں لے کر پہنچیں اور دلہن کی منہ دکھائی اور اشرفیاں وصول کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ وہ سارے محل کا چکر لگا آئیں۔ اب وہ اسے میرے سامنے لائیں اور اس کے کپڑے اتارے۔ جب

اس کے ساتھ پلنگ پر اکیلا ہوا اور اسے گلے لگایا' اور مجھے اس کے وصال کا یقین نہیں آتا تھا' تو اسے میرے ہاتھوں سے زیرہ گوشت کی بو آئی اور وہ شور مچانے لگی' اب ہر طرف سے کنیزیں دوڑ پڑیں اور مجھے معلوم نہ تھا کہ کیا واقعہ ہے اور وہ کہنے لگی کہ اے بہن' تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اس پاگل کو یہاں سے نکال دو' میں تو سمجھتی تھی کہ یہ سمجھدار ہے۔ میں نے کہا کہ میرے پاگل پن کی کون سی بات ظاہر ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ اے پاگل تو نے زیرہ گوشت کھا کر ہاتھ کیوں نہیں دھوئے؟ خدا کی قسم' میں تجھے اس فعل پر سزا دوں گی۔ کیا تجھ جیسا مجھ جیسی سے مباشرت کرے گا!

یہ کہہ کر اس نے ایک طرف بٹا ہوا کوڑا نکالا اور میری پیٹھ اور چوتڑوں پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ اتنی مار اس نے مجھے ماری۔ پھر اس نے کنیزوں سے کہا کہ اسے پکڑ کر شہر کے حاکم کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے جس سے اس نے زیرہ گوشت کھایا اور دھویا نہیں۔ جب میں نے یہ سنا تو میں نے کہا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ تو میرا ہاتھ اس جرم پر کاٹتی ہے کہ میں نے زیرہ گوشت کھا کر اسے دھویا نہیں۔ اب کنیزیں اس کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ بہن اس بار اس کا جرم معاف کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کی چند انگلیاں کاٹے بغیر نہ رہوں گی۔ یہ کہہ کر وہ چل دی اور دس دن تک غائب رہی اور میرے سامنے نہ آئی۔ دس دن کے بعد وہ میرے پاس آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ اے کل مونہے' میں تجھے زیرہ گوشت کھا کر ہاتھ نہ دھونے کا مزہ چکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر اس نے کنیزوں کو آواز دی اور انہوں نے میری مشکیں کسیں اور اس نے ایک تیز استرا لا کر میرے انگوٹھے کاٹ ڈالے جیسا کہ اے حاضرین' تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا اور اس نے انگوٹھوں پر کوئی سفوف چھڑکا اور خون بند ہو گیا اور میں کہتا جاتا تھا کہ میں کبھی زیرہ گوشت نہ کھاؤں گا' اگر کھا کر چالیس بار سوڑے اور چالیس بار خوشبو اور چالیس بار صابن سے نہ دھوؤں۔ اس کے

بعد میں نے قسم کھائی کہ میں کبھی زیرہ گوشت نہ کھاؤں گا۔ اگر اس کے بعد میں اپنے ہاتھ نہ دھوؤں جیسا کہ میں نے تم سے بیان کیا ہے۔ اس لیے جب تم یہ زیرہ گوشت لائے تو میرا رنگ فق ہو گیا اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہی میرے انگوٹھوں کے کٹنے کا سبب ہے اور جب تم نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے قسم پوری کرنی چاہیے۔

حاضرین نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں نے قسم کھائی تو اس کا دل پسیج گیا اور اس کے ساتھ سویا اور اس طرح ہم ایک مدت تک رہتے رہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ شاہی محل میں ہمارا رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں سوائے تیرے اور کوئی نہیں آتا اور وہ بھی زبیدہ بیگم کی مہربانی سے۔ یہ کہہ کر اس نے پچاس ہزار دیئے اور کہا کہ یہ دام لے اور ہمارے لیے ایک کشادہ مکان خرید۔ میں نے جا کر ایک خوبصورت اور کشادہ مکان خریدا اور اس میں جتنا اس کا سامان تھا اور جو مال اور کپڑے اور تحفے تحائف اس نے جمع کیے تھے' منتقل کیے۔ یہ ہے سبب میرے انگوٹھوں کے کٹنے کا۔ اس کے بعد ہم کھانا کھا کر واپس آئے اور کبڑے کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا۔ بس یہی میری باتوں کا مقصد ہے۔ اور بس! بادشاہ نے کہا کہ یہ کہانی کبڑے کی کہانی سے زیادہ بامزہ نہیں ہے بلکہ کبڑے کی کہانی اس سے کہیں زیادہ مزیدار ہے' اور میں تم سب کو بغیر پھانسی دیئے نہ چھوڑوں گا۔ اب یہودی آگے بڑھا اور اس نے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ جہاں پناہ میں تجھ سے ایک کہانی کہتا ہوں' جو کبڑے کی سرگزشت سے زیادہ عجیب و غریب ہے۔ چین کے بادشاہ نے کہا کہ اچھا' اپنی کہانی سنا۔

○ یہودی کی کہانی

اس نے کہا کہ سب سے عجیب ماجرا میرے ساتھ گزرا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں جب دمشق میں پڑھتا تھا تو ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ دمشق کے وزیر کے گھر سے ایک غلام آیا اور کہنے لگا کہ میرا مالک تجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ میں اٹھا اور اس کے ساتھ وزیر کے گھر گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ محل کے صدر میں صنوبر کا ایک تخت پڑا ہوا ہے۔ جس پر سونے کے پتر چڑھے ہوئے ہیں اور اس پر ایک بیمار لیٹا ہوا ہے اور وہ ایک جوان ہے اور اس سے زیادہ خوبصورت جوان دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔ میں اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس کی صحت کی دعا مانگی۔ اس نے اپنی آنکھ کے اشارے سے جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اے آقا' اپنا ہاتھ مجھے دے' خدا تجھے صحت عطا کرے! اس نے اپنا بایاں ہاتھ نکال کر دیا۔ اس پر مجھے تعجب ہوا اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ خداوند' یہ عجیب بات ہے کہ یہ جوان اتنا خوبصورت اور اتنے بڑے گھرانے کا اور اسے تمیز نہیں! یہ عجیب و غریب بات ہے۔ اب میں نے اس کی نبض دیکھ کر اسے نسخہ لکھ دیا اور دس دن تک میرا آنا جانا اس کے یہاں رہا۔ یہاں تک کہ اچھا ہو گیا اور حمام گیا اور غسل کر کے نکلا۔

وزیر نے مجھے ایک خوبصورت خلعت عطا کی اور مجھے اس شفاخانے کا رئیس بنا دیا جو دمشق میں تھا۔ ایک دن جب میں اس جوان کے ساتھ حمام گیا اور اس نے کپڑے اتارے تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا دہنا ہاتھ کٹا ہوا ہے اور یہ حال کا واقعہ ہے' اور اس کی بیماری کا یہی سبب تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور اس پر میرا دل کڑھنے لگا۔ اب میری نظر اس کے بدن پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ اس پر کوڑے کے نشان ہیں اور اسی وجہ سے وہ تیل کی مالش کراتا تھا۔ اس پر میں پریشان تھا اور پریشانی کے آثار میرے چہرے سے نمایاں تھے۔ جوان نے مجھے دیکھا اور سمجھ گیا کہ مجھ پر کیا گزری ہے اور کہنے لگا کہ اے نامور حکیم' میری حالت پر تعجب مت کر۔ حمام سے نکل کر میں اپنی آپ بیتی تجھ سے بیان کروں گا۔ جب ہم حمام سے نکل کر گھر آئے اور کھانا کھا کر آرام کرنے لگے تو جوان نے کہا کہ آیا تو بالاخانے کی سیر کرنا چاہتا ہے؟

میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ فرش اوپر لے چلیں اور ایک میمنہ تل کر لائیں اور کچھ میوے۔ غلام میوے لائے اور ہم دونوں نے کھائے لیکن اس نے بائیں ہاتھ سے کھایا۔ اب میں نے اس سے کہا کہ اپنا ماجرا بیان کر۔

اس نے کہا کہ اے نامور حکیم' میں موصل کا رہنے والا ہوں۔ جب میرے دادا کا انتقال ہوا تو اس کے دس بیٹے تھے اور منجملہ ان کے میرا باپ اے حکیم' سب سے بڑا تھا۔ جب وہ جوان ہوئے تو انہوں نے شادیاں کیں اور اپنے باپ سے میں پیدا ہوا لیکن باقی نو بھائیوں کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اب میں بڑا ہوا اور میرے چچاؤں کو نہایت خوشی تھی۔ جب میں بالغ ہوا تو ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ موصل کی جامع مسجد میں آ گیا۔ جمعے کا دن تھا اور جمعے کی نماز پڑھ کر لوگ جا چکے تھے لیکن میرے والد اور چچا بیٹھ کر ملکوں اور شہروں کے عجائبات کا ذکر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ مصر کا ذکر ہونے لگا اور میرے چچاؤں نے کہا کہ مسافروں کا بیان ہے کہ مصر اور نیل سے زیادہ خوبصورت جگہ دنیا بھر میں نہیں ہے۔ جب میں نے یہ سنا تو میرے دل میں مصر کا شوق پیدا ہو گیا۔ میرے والد کہنے لگے کہ جس نے مصر نہیں دیکھا' اس نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ اس کی مٹی سونا اور نیل اعجوبہ' وہاں کی عورتیں حوریں ہیں اور مکانات محل اور آب و ہوا معتدل اور اس کی خوشبو کے آگے عود اور اگر تم کو شرم آتی ہے اور اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے کیونکہ دنیا وہی ہے۔ اگر تم اس کے باغوں کو عصر کے بعد دیکھو جب کہ سایہ بڑھ رہا ہو تو تمہیں عجیب و غریب نظارہ دکھائی دے گا اور تمہیں اس سے بڑی مسرت حاصل ہو گی یہ کہہ کر انہوں نے مصر اور نیل کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع کر دیئے۔ جب وہ فارغ ہوئے اور میں نے مصر کی یہ تعریفیں سنیں تو وہ دل میں بیٹھ گئیں وہ تو اٹھ کر گھر چلتے ہوئے لیکن مجھے رات بھر نیند نہ آئی اور کھانا پینا حرام ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد میرے چچاؤں نے مصر کی سفر کی تیاریاں کی اور میں اپنے باپ کی

خوشامد کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے لیے بھی تجارت کا مال تیار کیا اور میں ان کے ساتھ روانہ ہو گیا اور میرے باپ نے ان سے کہا کہ اس کو مصر نہ لے جانا بلکہ وہ دمشق میں رہ کر اپنا مال فروخت کرے۔ اب میں اپنے والد سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا اور موصل سے سفر کرتے کرتے ہم حلب پہنچے۔ وہاں کچھ دن ٹھہر کر ہم روانہ ہو گئے اور دمشق پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ اس شہر میں بے شمار درخت اور نہریں اور میوہ جات اور چڑیاں ہیں' گویا کہ وہ جنت ہے اور وہاں ہر قسم کے میوے موجود ہیں۔ وہاں ہم ایک سرائے میں اترے اور میرے چچاؤں نے چند روز وہاں قیام کر کے خرید و فروخت کی اور میرا سامان بھی بیچا اور مجھے ایک درہم میں پانچ کا فائدہ ہوا' جس پر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اب میرے چچا مجھے وہاں چھوڑ کر مصر روانہ ہو گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں وہاں ٹھہرا رہا اور میں نے ایک خوبصورت کوٹھی لی جس کی تعریف سے زبان قاصر ہے۔ اس کا کرایہ دو دینار ماہوار تھا۔ میں نے وہاں رہ کر کھانے پینے میں زندگی گزاری یہاں تک کہ جتنا روپیہ پیسہ میرے پاس تھا' سب ختم ہو گیا۔ ایک دن میں اپنی کوٹھی کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی آئی جو بہترین لباس پہنے ہوئے تھی' اس سے بہتر لباس میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے اس کی طرف آنکھ ماری اور وہ فوراً دروازے میں داخل ہو گئی۔ جب وہ اندر گئی تو میں بھی اندر گیا اور میں نے دروازہ بند کر لیا۔ جب اس نے اپنی نقاب الٹی اور اپنی قبا اتاری تو میں نے دیکھا کہ وہ حسن میں لاجواب ہے اور میرا دل اس پر آ گیا۔ میں اٹھا اور ایک خوانچہ لایا جس میں بہتر سے بہتر کھانے تھے اور میوہ جات اور تمام چیزیں جو اس موقعے کے لیے ضروری تھیں' میں نے اسے لا کر رکھا اور ہم دونوں نے کھانا کھایا اور پھر ہنسی مذاق کرنے لگے۔ اس کے بعد ہم نے شراب پینی شروع کی' یہاں کہ کہ مدہوش ہو گئے اور میں اٹھا اور اس کے ساتھ بچھونے پر گیا اور صبح تک ایسی رات گزاری کہ کبھی نہ گزاری تھی۔ اب میں نے اسے دس دینار

دینا چاہے اور اس نے تیوری چڑھائی اور اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور وہ خفا ہو کر کہنے لگی کہ تف ہو تم پر اے موصل والو! تو سمجھتا ہے کہ میں تیرے مال کی لالچ میں آئی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی قمیض کی جیب سے پندرہ دینار نکال کر میرے آگے ڈال دیئے اور کہنے لگی کہ خدا کی قسم' اگر تو انہیں نہ لے گا تو میں پھر کبھی تیرے پاس نہ آؤں گی۔ اس لیے میں نے وہ دینار لے لیے اور وہ کہنے لگی کہ اے میرے پیارے' تین دن کے بعد مغرب اور عشاء کے درمیان میری راہ دیکھیو اور میں آؤں گی اور ان دیناروں سے آج کی طرح دعوت مہیا کیجیو۔

یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئی اور چل دی اور میری عقل بھی اس کے ساتھ چلتی ہوئی۔ تین دن گزرنے کے بعد وہ پھر آئی اور پہلے سے زیادہ زرکش لباس اور زیور پہنے ہوئی تھی اور میں نے اس کے آنے سے پہلے اس جگہ کو آراستہ و پیراستہ کر رکھا تھا۔ اب ہم نے کھانا کھایا اور شراب پی اور پہلے کی طرح ہم بستر رہے۔ اب اس نے مجھے پھر پندرہ دینار دیئے اور تین دن کے بعد آنے کا وعدہ کر گئی۔ میں نے اس مقام کو اس کے لیے پھر آراستہ کیا اور وہ تین دن کے بعد آئی اور اس کا لباس پہلی دو مرتبہ سے بھی زیادہ عمدہ تھا اور مجھ سے کہنے لگی کہ اے میرے مالک' کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟ میں نے جواب دیا کہ واللہ تو خوبصورت ہے۔ اس نے کہا کہ اگر تیری اجازت ہو تو میں اپنے ساتھ ایک اور لڑکی لاؤں جو مجھ سے زیادہ حسین اور کمسن ہے تا کہ ہم سب باہم کھیلیں کودیں اور تو اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرے اور اس کا دل بھی خوش ہو کیونکہ وہ ایک زمانے سے غمگین ہے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میرے ساتھ آ کر رات گزارے۔ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو کہا کہ بہت خوب۔ اب ہم شراب پی کر مست ہو گئے اور صبح تک ہم بستر رہے۔ پھر اس نے مجھے پندرہ دینار نکال کر دیئے کہ دوسری لڑکی کی خاطر جو میرے ساتھ آئے گی' اس جگہ کو اور زیادہ آراستہ و پیراستہ کیجیو۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور میں نے چوتھے

دن دستور کے موافق مکان کو سجایا۔ مغرب کے بعد وہ آئی اور اس کے ساتھ ایک اور تھی جو قبا میں لپٹی ہوئی تھی۔ دنوں آئیں اور بیٹھ گئیں۔ مجھے اس پر بڑی خوشی ہوئی

اور میں نے موم بتیاں جلائیں اور کشادہ پیشانی سے ان سے ملا۔ وہ اٹھیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اتارے۔ جب نئی لڑکی نے اپنا منہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور میں نے ایسا چہرہ کبھی نہیں دیکھا ہے۔

اب میں اٹھ کر ان کے لیے کھانا اور شراب لایا اور ہم سب نے کھایا پیا اور میں نئی لڑکی کے منہ میں نوالے دیتا اور اس کے لیے پیالہ بھرتا اور اس کے ساتھ شراب پیتا تھا۔ اس لیے پہلی لڑکی دل ہی دل میں رشک کھانے لگی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم بتا کہ یہ لڑکی مجھ سے زیادہ حسین نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں' واللہ اس نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تو اس کے ساتھ سو۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب وہ اٹھی اور ہم دونوں کے لیے بچھونا بچھایا اور میں اس لڑکی کے پاس گیا اور صبح تک سویا۔ جب میں جاگا تو میں نے دیکھا کہ میں پانی میں نہایا ہوا ہوں اور مجھے خیال ہوا کہ پسینہ آیا ہو گا۔ میں بیٹھ گیا اور لڑکی کو جگانے لگا اور اس کے کاندھے ہلائے تو اس کا سر تکیے پر سے گر پڑا۔ اس سے میرے حواس جاتے رہے اور میں چلایا اور کہنے لگا کہ اے پردہ پوش' میرا پردہ رکھیو۔ کیونکہ میں نے اسے ذبح ہوا پایا۔ اب میں اٹھا اور دنیا میری آنکھوں کے آگے تاریک تھی اور میں نے اپنی پرانی دوست کو ڈھونڈا مگر اس کو نہ پایا اور مجھے معلوم ہوا کہ ہو نہ ہو اسی نے حسد کی وجہ سے اس لڑکی کی گردن کاٹ ڈالی ہے۔ میں نے کہا کہ "لا حول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم" اب میں کیا کروں۔ تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اٹھا اور کپڑے اتار کر آنگن کے بیچ میں ایک گڑھا کھودا اور لڑکی کو مع اس کے زیور کے لے کر اس میں ڈال دیا اور اوپر سے اسے مٹی اور پتھروں سے پاٹ دیا اور نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر اور باقی مال لے کر گھر سے نکلا اور اس میں قفل ڈال دیا اور کوٹھی کے مالک کے پاس ہمت کر کے

گیا اور اسے ایک سال کا کرایہ دے کر کہا کہ میں چچاؤں کے پاس مصر جا رہا ہوں۔
یہ کہہ کر میں مصر چلا گیا اور اپنے چچاؤں سے ملا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے

اور وہ تجارت کا مال بیچ چکے تھے۔ انہوں نے مجھ سے آنے کا سبب پوچھا اور میں نے
جواب دیا کہ تم لوگوں سے ملنے کو جی چاہتا تھا۔ مگر میں نے ان سے یہ نہ کہا کہ
میرے پاس اب تک کچھ دام باقی ہیں۔ میں ایک سال تک ان کے ساتھ رہا اور مصر
اور اس کے نیل کی سیر کی اور جو دام میرے پاس تھے' ان کو خرچ کیا اور خوب
کھایا پیا۔ جب میرے چچا چلنے لگے تو میں بھاگ کر چھپ گیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ
میں دمشق چلا گیا ہوں گا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نکلا اور تین سال اور مصر میں گزارے
یہاں تک کہ اب میرے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ میں ہر سال دمشق کی کوٹھی والے
کے پاس کوٹھی کا کرایہ بھیجتا تھا مگر تین سال کے بعد میری حالت اتنی نازک ہو گئی
ہ میرے پاس سوائے ایک سال کے کرائے کے اور کچھ نہ تھا۔ اس لیے میں وہاں سے
روانہ ہو کر دمشق پہنچا اور اسی کوٹھی میں اترا۔ کوٹھی کا مالک مجھے دیکھ کر بہت خوش
ہوا۔ میں نے دیکھا کہ تمام کمرے ویسے ہی بند ہیں' جیسے میں انہیں بند کر گیا تھا۔
میں نے انہیں کھول کر اپنی ضرورت کی چیزیں نکالیں۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس
فرش کے نیچے جس پر اس رات اس لڑکی کے ساتھ سویا تھا جو ذبح کر دی گئی تھی'
ایک سونے کا طوق پڑا ہوا ہے' جس میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے اٹھا
لیا اور مذبوحہ لڑکی کو خون لگا ہوا تھا' اسے پونچھا اور سوچنے اور تھوڑی دیر تک رونے
لگا۔ دو دن رہنے کے بعد تیسرے دن میں حمام گیا اور کپڑے بدلے اور چونکہ میرے
پاس بالکل دام نہ رہے تھے' میں بازار گیا اور شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ
قضا و قدر کا حکم نافذ ہو۔ میں جواہرات کا ہار لے کر بازار گیا اور دلال کے حوالے
کیا۔ وہ مجھے مکان والے کے پاس بٹھا کر چلتا ہوا اور جب بازار گرم ہوا تو بغیر میرے
جانے اس نے خفیہ آواز لگائی۔ ہار پر دو ہزار دینار دام لگے ہوئے تھے۔ دلال میرے

پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ لڑی تانبے کی ہے' جھوٹی ہے اور یورپ کی بنی ہوئی ہے اور اس کے ہزار دام سے زیادہ نہیں ملتے۔ میں نے کہا کہ ہاں' اسے ہم نے ایک عورت کا مذاق اڑانے کے لیے بنوایا تھا اور یہ میری بیوی کی میراث میں ملا ہے اور میں اسے بیچنا چاہتا ہوں۔ جا اور ایک ہزار درہم لے آ۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- انتیسو یں رات

جب انتیسو یں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب میں

نے دلال سے کہا کہ ایک ہزار درہم لے آؤ تو اسے شبہ ہوا اور وہ ہار کو لے کر بازار کے رئیس کے پاس گیا اور اسے دیا۔ وہ اسے لے کر حاکم کے پاس گیا اور کہنے لگا یہ ہار میرے یہاں سے چوری کیا گیا ہے اور چور کا پتہ ہم نے لگا لیا ہے اور وہ سوداگر کے لڑکے کے لباس میں ہے۔ مجھے اس کی خبر نہ تھی کہ سپاہیوں نے آکر مجھے گھیر لیا اور لے جا کر حاکم کے سامنے پیش کر دیا۔ حاکم نے مجھ سے اس ہار کے بارے میں دریافت کیا اور میں نے اس سے وہی کہا جو دلال سے کہا تھا۔ حاکم اس پر ہنسا اور کہنے لگا کہ یہ سچ نہیں ہے۔ ابھی مجھے اس کی خبر نہ ہونے پائی تھی کہ انہوں نے میرے کپڑے اتار کر مجھے کوڑے مارنے شروع کر دیئے۔ مار کی تکلیف کی وجہ سے میں نے کہا کہ ہاں' میں نے چرایا ہے۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ بہتر ہے کہ میں کہوں کہ میں نے چرایا ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کہوں کہ اس کی مالکہ میرے گھر مری پڑی ہے ورنہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ انہوں نے قلم بند کر لیا کہ میں نے چرایا ہے اور میرا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زیتون کے تیل سے داغ دیا۔ اس پر میں بے ہوش ہو گیا اور انہوں نے مجھے شراب پلائی یہاں تک کہ مجھے ہوش آیا اور میں اپنا ہاتھ لے کر اپنی کوٹھی گیا۔ کوٹھی والے نے مجھے دیکھ کر کہا کہ چونکہ تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے' میری کوٹھی خالی کر دے اور کسی دوسری جگہ جا کر رہ کیونکہ تجھ پر چوری کا الزام ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے آقا' دو

تین روز مجھے رہنے دو تاکہ میں کوئی جگہ تلاش کر لوں۔ اس نے جواب دیا کہ اچھا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور میں بیٹھا رو رہا اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ کٹا ہوا ہاتھ لے کر میں کس طرح اپنے خاندان کے پاس جاؤں گا اور وہ یہ کس طرح جانیں گے کہ میں بے جرم ہوں۔ کاش کہ خدا کوئی سبیل پیدا کر دے! یہ کہہ کر میں زار زار رونے لگا اور کوٹھی والے کے چلے جانے کے بعد مجھ پر سخت غم طاری ہوا اور دو دن پریشانی میں گزرے۔ تیسرے روز بغیر میرے علم کے گھر کا مالک چند سپاہیوں اور بازار کے رئیس کو لے کر میرے پاس پہنچا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ہار چرایا ہے۔ میں نے باہر آکر ان سے سارا ماجرا بیان کیا لیکن انہوں نے مجھے ذرا بھی مہلت نہ دی اور میری مشکیں باندھ دیں اور میری گردن میں زنجیر ڈال دی اور مجھ سے کہنے لگے کہ جو ہار تیرے پاس تھا وہ دمشق کے صاحب کا جو اس کا وزیر اور حاکم ہے' ثابت ہوا ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ہار مع اس کی بیٹی کے تین سال ہوئے کہ غائب ہو گیا تھا۔

جب میں نے یہ باتیں سنیں تو میرا دل بیٹھ گیا اور میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ اب میری جان گئی۔ اب میرے لیے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ میں وزیر سے اپنا سارا قصہ بیان کر دوں۔ چاہے معاف کر دے۔ جب ہم وزیر کے پاس پہنچے تو اس نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور مجھے کن اکھیوں سے دیکھنے لگا اور حاضرین سے کہا کہ تم نے اس کا ہاتھ کیوں کاٹا ہے کیونکہ وہ بے جرم ہے اور تم نے اس پر ظلم کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ جب میں نے یہ باتیں سنیں تو میرا دل مضبوط ہو گیا اور میری طبیعت بحال ہو گئی اور میں نے کہا کہ اے میرے سردار خدا کی قسم میں چور نہیں ہوں لیکن ان لوگوں نے یہ بری تہمت مجھ پر لگائی ہے اور بیچ بازار میں میرے کوڑے لگائے ہیں اور مجھے مجبور کیا ہے کہ میں اقرار کروں۔ اس لیے میں اپنے ضمیر کے خلاف جھوٹ بولا ہوں اور چوری کا اقرار کیا ہے اگرچہ میں بے جرم ہوں۔ وزیر نے

کہا کہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس بازار کے رئیس پر یہ سزا مقرر کی کہ تو اس کے ہاتھ کاٹنے کا بدلہ دے ورنہ میں تجھے پھانسی پر لٹکا دوں گا اور تیرا سارا مال ضبط کر لوں گا۔ اب اس نے اپنے پیش کاروں کو آواز دی اور وہ اسے کھینچ کر باہر لے گئے اور میں وزیر کے ساتھ تنہا رہ گیا۔ لوگوں نے اس کے حکم پر میری زنجیر گلے سے اتاری اور مشکیں کھولیں اور اس نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ بیٹا' مجھ سے سچ سچ کہہ کہ تجھے یہ ہار کیسے ملا۔ میں نے کہا کہ اے میرے سرتاج' میں تجھ سے سچ سچ کہتا ہوں' اور میں نے پہلی لڑکی کا سارا ماجرا بیان کیا یہ کہ وہ دوسری لڑکی کو کس طرح لائی اور رشک کی وجہ سے ذبح کر دیا۔

الغرض میں نے سارا کچا چٹھا اس سے کہہ دیا۔ جب اس نے میری باتیں سنیں تو اپنے سر کو جنبش دی اور دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا اور اپنے رومال کو منہ پر رکھ کر رونے لگا اور پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ بیٹا' سن۔ بڑی لڑکی میری بیٹی تھی اور میں اس پر سخت پہرہ رکھتا تھا۔ جب وہ بالغ ہوئی تو میں نے اس کی شادی مصر میں اپنے چچیرے بھائی سے کر دی۔ جب وہ فوت ہو گیا تو وہ پھر میرے پاس لوٹ آئی مگر اس مدت میں وہ مصر کی عورتوں سے تمام برائیاں سیکھ آئی تھی۔ وہ چار مرتبہ تیرے پاس گئی اور چوتھی مرتبہ اپنی چھوٹی بہن کو لے کر۔ دونوں سگی بہنیں تھیں اور ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ جب بڑی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو اس نے اپنا راز چھوٹی بہن سے کہا اور چھوٹی نے بھی اس کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ جب دونوں گئیں تو بڑی اکیلی لوٹی اور میں نے پوچھا کہ دوسری بہن کہاں ہے؟ لیکن اس کے اوپر زار زار رونے لگی مگر اس نے میرے پیچھے ماں سے کہا کہ اس نے اپنی بہن کو کس طرح ذبح کر ڈالا ہے۔ وہ برابر روتی اور کہتی تھی کہ خدا کی قسم میں مرتے دم تک اپنی بہن پر رووں گی آخر کار ایسا ہی ہوا۔ بیٹا جو کچھ ہو چکا ہے وہ تو تو جانتا ہے' اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک بات میں میرا کہنا مان لے

اور وہ یہ ہے کہ میں اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی تجھ سے کر دوں کیونکہ وہ دونوں کی سگی بہن نہیں ہے، سوتیلی ہے اور وہ باکرہ ہے۔ میں تجھ سے کچھ مہر نہ لوں گا بلکہ تم دونوں کے لیے اپنی طرف سے مشاہرہ مقرر کر دوں گا اور تو میرے یہاں میرے بیٹے کی جگہ رہیو۔ میں نے کہا کہ بہت خوب۔

قسمت تو دیکھو کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اب اس نے فوراً قاضی اور گواہ بلوائے اور میرا نکاح نامہ لکھوا دیا اور وزیر نے بازار کے رئیس سے مجھے بہت سا مال دلوایا اور اس نے مجھے بڑے احترام کے ساتھ رکھا۔ اسی سال میرے والد کا انتقال ہو گیا اور وزیر نے اپنی طرف سے ایلچی بھیج کر سارا مال منگوا لیا جو میرے والد نے چھوڑا تھا، اور آج میں بڑے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ یہ ہے سبب میرے دہنے ہاتھ کے کٹنے کا۔ مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا اور میں تین دن اس کا مہمان رہا اور اس نے مجھے بہت مال عطا کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر میں تمہارے اس شہر میں پہنچا اور میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا کہ کبڑے کے ساتھ یہ ماجرا پیش آیا۔

چین کے بادشاہ نے کہا کہ یہ سرگزشت کبڑے کی سرگزشت سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے۔ میں تم سب کو بغیر پھانسی دیئے نہ چھوڑوں گا لیکن ابھی درزی باقی ہے اور وہ سارے گناہ کی جڑ ہے۔ یہ کہہ کر وہ درزی کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ اے درزی، اگر تو کبڑے کی سرگزشت سے زیادہ عجیب کوئی سرگزشت بیان کرے تو میں تم سب کی خطا معاف کر دوں گا۔

○ درزی کی کہانی

یہ سن کر درزی آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ، سب سے زیادہ عجیب بات جو میرے ساتھ پیش آئی اور مجھ پر گزری ہے، یہ ہے کہ قبل اس کے کہ میرا ساتھ کل کبڑے سے ہو، میں صبح کے وقت اپنے ایک دوست کے یہاں دعوت میں گیا ہوا تھا اور اس

کے یہاں شہر کے تقریباً بیس آدمی جمع تھے اور منجملہ ان کے صنعت کار تھے۔ جیسے درزی اور ریشم بننے والے اور بڑھئی وغیرہ۔ جب سورج نکلا تو کھانا آیا تاکہ ہم کھائیں۔

اتنے میں ہمارا میزبان آیا اور اس کے ساتھ ایک پردیسی نوجوان لڑکا تھا' نہایت حسین' بغداد کا رہنے والا' بہترین کپڑے پہنے ہوئے اور نہایت خوبرو مگر لنگڑا۔ جب وہ ہمارے پاس آیا تو اس نے سلام کیا اور ہم اس کے احترام کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اب وہ بیٹھنے ہی والا تھا کہ اس کی نظر ایک نائی پر پڑی اور وہ تھم گیا اور چاہتا تھا کہ باہر نکل جائے مگر ہم نے اور میزبان نے اسے روکا اور اسے قسم دے کر کہا کہ اندر آنے کے بعد تیرے باہر جانے کا سبب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' مجھے روک مت کیونکہ میرے باہر جانے کا سبب یہ منحوس نائی ہے جو یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ جب میزبان نے یہ بات سنی تو اسے بے انتہا تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے! یہ جوان تو بغداد کا رہنے والا ہے' اور وہ اس نائی کو دیکھ کر پریشان خاطر ہوتا! اب ہم سب نے اس کی طرف دیکھا اور اس سے کہا کہ اس نائی پر غضبناک ہونے کی وجہ تو بیان کر۔ جوان نے کہا کہ اے حاضرین' میرے اور اس نائی کے درمیان بغداد میں' جو میرا وطن ہے' ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی ہے اور میں لنگڑا ہوں اور میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں' کبھی اس کے ساتھ ایک جگہ یا ایک شہر میں نہ رہوں گا۔ اسی وجہ سے میں نے بغداد چھوڑا اور وہاں سے چل کر اس شہر میں رہنے کے لیے آیا۔ اس لیے میں آج کی رات سفر میں گزاروں گا۔ ہم نے کہا کہ خدا کے لیے اپنی سرگزشت تو بیان کر۔

جوان نے کہنا شروع کیا' اور نائی کا چہرہ فق ہو گیا کہ اے حاضرین' میرا باپ بغداد کے بڑے سوداگروں میں سے تھا مگر میرے سوا اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ جب میں بالغ ہوا تو میرے باپ نے انتقال کیا۔ رحمتہ اللہ علیہ اور میری میراث میں بہت سا مال اور نوکر چاکر آئے۔ میں اچھے کپڑے پہنتا اور اچھا کھانا کھاتا لیکن مجھے عورتوں سے

نفرت تھی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں بغداد کی ایک گلی میں جا رہا تھا کہ چند عورتیں میرے سامنے آئیں۔ ان کے دیکھتے ہی میں بھاگ کر ایک کوچے میں چلا گیا جو عام راستہ نہ تھا اور اس کے دوسرے سرے پر جا کر ایک چبوترے پر بیٹھ گیال۔ ابھی میں بیٹھا ہی ہوں گا کہ اس مکان کا ایک جھروکا کھلا جس کے سامنے میں بیٹھا تھا اور ایک لڑکی چودھویں رات کے چاند کی طرح اس میں سے جھانکنے لگی۔ میں نے تمام عمر ایسا حسین کبھی نہ دیکھا تھا' اور وہ پھولوں کے گملوں میں جو جھروکے میں تھے' پانی دینے لگی۔ اس کے بعد اس نے دہنے بائیں دیکھا اور جھروکا بند کر کے چلی گئی۔ میرے اندر ایک آگ سی جلنے لگی اور میرا دل بے چین ہو گیا اور میری نفرت محبت میں بدل گئی۔ میں مغرب کے وقت تک بیٹھا رہا اور مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ اتنے میں شہر کا قاضی گھوڑے پر سوار وہاں پہنچا۔ اس کے آگے آگے غلام تھے اور پیچھے پیچھے خدام۔ گھوڑے سے اتر کر وہ اسی مکان میں چلا گیا' جس میں سے اس لڑکی نے جھانکا تھا اور مجھے یقین ہوا کہ وہ لڑکی کا باپ ہے۔ اب میں غمگین گھر واپس آیا اور رنج و الم کا مارا فرش پر لیٹ گیا۔ میری کنیزیں آکر میرے پاس بیٹھ گئیں اور انہیں معلوم نہ تھا کہ میں کیوں بے حال ہوں' اس لیے وہ رونے اور میرے حال پر افسوس کرنے لگیں۔ اس کے بعد ایک بڑھیا میرے پاس آئی اور مجھے دیکھ کر اس کو میری حالت کا پتہ چل گیا اور وہ میرے سرہانے بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرنے لگی اور کہا کہ بیٹا' اپنا ماجرا بیان کر تا کہ میں تیرے وصال کی تدبیر سوچوں۔ میں نے اپنا سارا قصہ اس سے بیان کر دیا اور وہ کہنے لگی بیٹا' وہ بغداد کے قاضی کی بیٹی ہے اور وہ پردے میں ہے اور جہاں تو نے اسے دیکھا ہے وہ اسی منزل پر رہتی ہے اور نیچے والی منزل پر اس کے باپ کا بڑا کمرہ ہے۔ اپنی منزل میں وہ تنہا رہتی ہے۔ میں ان کے یہاں اکثر آیا جایا کرتی ہوں اور اگر تیرے وصال کی صورت ہو سکتی ہے تو میرے ہی توسط سے ہو سکتی ہے' لہذا غمگین مت ہو۔

جب میں نے اسے یہ کہتے سنا تو میرے دل کو اطمینان ہوا اور میرے گھر والے خوش ہو گئے اور دوسرے دن میں خوش خوش صبح کو اٹھا اور اتنے میں بڑھیا جا کر واپس آ گئی تھی اور اس کا چہرہ متغیر تھا۔ وہ کہنے لگی کہ بیٹا، جب میں نے اس سے تیرا ذکر کیا تو مت پوچھ کہ میرے اوپر کیا گزری! اس نے کہا کہ اے منحوس بڑھیا، اگر تو چپ نہ ہو گی تو میں تیرے ساتھ وہ کاروائی کروں گی جس کی تو مستحق ہے۔ لیکن میں ایک بار اور ضرور اس کے پاس جاؤں گی۔ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میری بیماری دوبالا ہو گئی۔ چند روز کے بعد وہ بڑھیا پھر میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بیٹا، میں تجھ سے ایک خوشخبری کا انعام پانا چاہتی ہوں۔ جب میں نے یہ سنا تو میری جان میں جان آئی اور میں نے کہا کہ خدا تیرے ساتھ بھلائی کرے۔ اس نے کہا کہ میں کل اس لڑکی کے پاس گئی تھی اور اس نے دیکھا کہ میں دل شکستہ ہوں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ خالہ، تو کیوں پریشان خاطر ہے؟ جب اس نے یہ کہا تو میں اور رونے لگی اور میں نے کہا کہ اے میری آقا، میں تیرے پاس ایک جوان کا پیغام لے کر آئی ہوں جو تیرے عشق میں گرفتار ہے اور تیری وجہ سے مرنے کے قریب ہے۔ اب اس کا دل پسیجا اور وہ کہنے لگی کہ یہ جوان کون ہے، جس کا تو ذکر کرتی ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میرا بیٹا اور میرے دل کا ٹکڑا ہے اور اس نے تجھے ایک دن جھروکے میں دیکھا تھا جب کہ تو پھولوں کو پانی دے رہی تھی۔ تجھے دیکھتے ہی وہ تجھ پر عاشق ہو گیا۔ پہلے دن جب میں نے اسے وہ باتیں کہیں جو تو نے مجھ سے کہی تھیں تو اس کی بیماری اور بڑھ گئی اور وہ بچھونے پر پڑ گیا اور اس کے مرنے میں کوئی کسر باقی نہیں ہے۔ یہ سن کر اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور وہ کہنے لگی کہ یہ سب میری وجہ سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا گواہ ہے، اب تیرا کیا ارادہ ہے؟

اس نے کہا کہ جا کر اسے میری طرف سے سلام کہیو اور یہ پیغام دیجیو کہ میری حالت تجھ سے دونی خراب ہے۔ آئندہ جمعے کے دن وہ میرے مکان پر آئے اور جب

وہ آئے تو اتر کر دروازہ کھولیو اور اسے اپنے ساتھ لے کر اوپر' میرے پاس آئیو اور ہم دونوں ایک گھڑی ساتھ رہیں گے اور قبل اس کے کہ میرا باپ نماز سے لوٹے' وہ واپس چلا جائے۔ جب میں نے بڑھیا سے یہ سنا تو میرا رنج و غم جاتا رہا اور میرا دل خوش ہو گیا اور جو چادر میں اوڑھے ہوئے تھا وہ اتار کر بڑھیا کو دے دی اور وہ چلی گئی اور چلتے چلتے مجھ سے کہتی گئی کہ دل شاد رہ۔ میں نے کہا کہ اب مجھے بالکل غم نہیں ہے۔ میرے گھر والے اور دوست آشنا میری صحت پر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ دوسرے جمعے تک میری یہی حالت رہی کہ یک بیک بڑھیا آئی اور میرا مزاج پوچھا۔ میں نے کہا کہ خیر و عافیت سے ہوں۔ اب میں اٹھا اور کپڑے پہنے اور عطر ملا اور انتظار کرنے لگا کہ لوگ نماز کو چلے جائیں تو میں اس کے یہاں جاؤں۔ بڑھیا نے کہا کہ تیرے پاس وقت کافی ہے' اگر تو حمام ہو آئے اور بال منڈوا ڈالے بالخصوص اس وجہ سے کہ تو سخت بیمار تھا تو اس میں تیرے لیے بہتری ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے' لیکن میں پہلے سر منڈواؤں گا اور پھر حمام جاؤں گا یہ کہہ کر میں نے سر منڈوانے کے لیے نائی بلوایا مگر غلام سے کہا کہ بازار جا کر ایسے نائی کو لائیو جو سمجھدار ہو اور بک بک کم کرتا ہو تاکہ اس کی فضول گوئی سے میرے سر میں درد نہ ہو۔ غلام جا کر اس بدذات بڈھے کو لے آیا۔

جب وہ آیا تو اس نے مجھے سلام کیا اور میں نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ تو دبلا بہت معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں' میں بیمار تھا۔ اس نے کہا کہ خدا تیرا رنج و غم اور تکلیف دور کرے! میں نے کہا کہ خدا تیری دعا قبول کرے! اس نے کہا کہ اے میرے آقا' خوش ہو کہ تو تندرست ہو گیا ہے۔ تو بال کٹوانا یا فصد کھلوانا چاہتا ہے؟ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے جمعے کے دن ایک بھی بال کٹوایا' خدا اس کی ستر بیماریاں دور کر دے گا اور انہیں سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے جمعے کے دن فصد کھلوائی' وہ اندھے ہونے اور بیماریوں کی زیادتی

سے محفوظ رہا۔ میں نے اس سے کہا کہ باتیں مت کر اور فوراً میرا سر مونڈ کیونکہ میں بیمار آدمی ہوں۔ وہ اٹھا' اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک رومال نکالا اور اسے کھولا تو اس میں ایک اصطرلاب تھی' جس میں سات تختیاں تھیں جن پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر آنگن کے بیچ میں گیا اور سورج کی کرن کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور بہت دیر تک دیکھنے کے بعد مجھ سے کہنے لگا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ آج کا دن جو جمعہ تھا' گزر چکا ہے اور وہ جمعہ دسویں صفر سنہ چھ سو ترپن (۶۵۳) نبی کی ہجرت کا ہے' خدا اس ہجرت والے پر بہترین برکتیں اور سلامتیاں بھیجے! اور سکندری تاریخ کا سات ہزار تین سو بیسواں سال ہے اور حساب کی رو سے مریخ آٹھ درجے اور چھ دقیقے طلوع ہو چکا ہے اور اتفاق سے وہ ایک عطارد برج میں ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ بال منڈانا مبارک ہے اور مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی سے وصل کا طالب ہے۔ اس کے لیے یہ مبارک گھڑی ہے لیکن اس کے بعد ایک بات پیش آنے والی ہے' جس کا ذکر میں تجھ سے نہیں کرنا چاہتا۔

میں نے اس سے کہا کہ واللہ تو نے مجھے دق کر ڈالا ہے اور مجھے تنگ کر دیا ہے اور میرے لیے بری فال نکالی ہے۔ میں نے تو تجھے محض سر منڈانے کے لیے بلایا تھا۔ اٹھ اور میرا سر مونڈ اور زیادہ باتیں مت کر۔ اس نے کہا کہ واللہ اگر تجھے معلوم ہوتا کہ تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو' تو آج کچھ نہ کرتا۔ میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ جو کچھ میں ستاروں کے حساب سے بتاؤں' اس پر عمل کر۔ میں نے کہا کہ واللہ' میں نے سوائے تیرے کسی نائی کو نہیں دیکھا جس کو نجوم میں مہارت ہو لیکن مجھے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ تو بڑا بکی ہے۔ میں نے تو تجھے محض بال بنانے کے لیے بلایا تھا اور تو مجھے بے ہودہ باتیں کر رہا ہے۔ نائی نے کہا کہ اگر تو اس سے بھی زیادہ جاننا چاہتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ خدا نے تجھے ایک ایسا نائی دیا ہے جو منجم ہے اور کیمیا اور سیمیا اور صرف و نحو اور لغت و معانی و بیان اور منطق اور حساب اور ہیئت اور ہندسے اور فقہ اور حدیث اور تفسیر کا عالم ہے۔ میں نے بہت سی کتابیں

پڑھی ہیں اور ان کو یاد کیا ہے اور مختلف امور کا تجربہ کیا اور ان کو سمجھا ہے اور مختلف علوم کو یاد کیا اور سمجھا ہے اور مختلف صنعتوں کو پڑھا اور ان میں تکمیل تک پہنچا ہوں اور کوئی ایسی چیز نہیں' جس کو میں نے سوچا نہ ہو اور عمل میں لایا نہ ہوں۔

میری کم گوئی کی وجہ سے تیرے باپ کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔

اسی لیے تیری خدمت کرنی میرے اوپر فرض ہے کیونکہ میں کم گو ہوں اور جیسا تو خیال کرتا ہے' ویسا نہیں ہوں۔ اسی لیے لوگ مجھے خاموش اور شرمیلے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تیرے لیے بہتر ہے کہ تو خدا کا شکر کرے اور میرا کہنا مانے کیونکہ میں تجھے نیک مشورہ دیتا ہوں اور تجھ پر مہربان ہوں اور چاہتا ہوں کہ پورے سال تیری خدمت کروں تاکہ تجھ پر میری حقیقت کھلے اور اس کے بدلے میں تجھ سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو میں نے اس سے کہا کہ تو آج بے میری جان لیے نہ چھوڑے گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- تیسویں رات

جب ٹھیک تیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جوان نے اس سے کہا کہ تو مجھے آج زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' مجھے تو لوگ خاموش کہتے ہیں کیونکہ میں کم گو ہوں' برخلاف اپنے چھ بھائیوں کے جن میں سے بڑے کا نام البقبوق ہے اور دوسرے الہدار اور تیسرے کا فقیق اور چوتھے کا الکوز الاسوانی اور پانچویں کا النشار اور چھٹے کا شقاشق اور ساتویں کا الصامت یعنی خاموش ہے اور وہ میں ہوں۔ جب نائی نے بہت باتیں کرنی شروع کیں تو میرا پتا پھٹنے لگا اور میں نے غلام سے کہا کہ اسے ربع دینار دے دے اور اس سے کہہ خدا کے لیے جائے' مجھے سر منڈوانے کی ضرورت نہیں۔ جب اس نے مجھے غلام سے یہ کہتے سنا تو وہ کہنے لگا کہ اے میرے سردار' یہ بھی کوئی بات ہے! خدا کی قسم' جب تک میں تیری خدمت نہ کر لوں گا' تجھ سے کوئی اجرت نہ لوں گا' اور میں تیری خدمت ضرور کروں گا کیونکہ تیری خدمت کرنی میرے اوپر فرض ہے اور نیز تیری حاجت پوری کرنی۔ اور اگر میں تجھ سے درہم نہ بھی لوں تو مضائقہ نہیں کیونکہ اگرچہ تو میری قدر نہیں جانتا لیکن میں تیری قدر جانتا ہوں۔ تیرا باپ' خدا اس پر رحم کرے' میرے ساتھ بڑی بھلائی کیا کرتا تھا کیونکہ وہ بڑا سخی تھا۔ خدا کی قسم اس نے ایک دن مجھے بلوایا جو آج ہی کی طرح مبارک دن تھا اور جب میں آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاس بہت سے دوست احباب بیٹھے ہوئے ہیں' اس نے مجھ سے کہا کہ میری فصد کھول۔ میں نے اصطرلاب نکال کر سورج کا زاویہ دریافت کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ طالع نحس اور اس میں کون نکالنا راس نہ آئے گا۔ میں نے اس سے کہا تو اس نے میرے کہنے پر عمل کیا اور صبر سے کام لیا اور میں نے اس کی تعریف میں یہ شعر پڑھے:

"میں اپنے آقا کے پاس

خون نکلنے گیا لیکن
میں نے دیکھا کہ
یہ ساعت تندرستی کے لیے راس نہیں ہے
اس لیے میں بیٹھ کر
مزے مزے کی باتیں کرنے لگا

وہ میری باتیں سن کر خوش ہو گیا اور
کہنے لگا کہ اے علم کی کان
تیرا علم وہم و گمان سے باہر ہے
میں نے جواب دیا کہ اے ساری دنیا کے سردار
اگر مجھے تجھ سے فیض نہ پہنچتا تو
میری عقل میں زیادتی نہ ہوتی گویا کہ تو
فضل اور جود و عطا کا مالک ہے اور علم
اور فہم اور دانش مندی کی کان"

یہ سن کر تیرا باپ خوشی کے مارے اچھل پڑا اور غلام کو آواز دی اور اس سے کہا کہ ایک سو تین دینار دے دے اور ایک خلعت عطا کرے۔ غلام نے یہ ساری چیزیں مجھے دیں اور میں نے نیک ساعت کا انتظار کر کے اس کی فصد کھولی اور اس نے میرا کہنا مانا اور میرا شکر گزار ہوا۔ فصد کھولنے کے بعد مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ "اے میرے آقا' خدا کے لیے یہ بتا کہ تو نے غلام سے ایک سو تین دینار کے لیے کیوں کہا؟" اس نے جواب دیا کہ ایک دینار تیرے نجومی ہونے کا' ایک دینار تیری قصہ گوئی کا' ایک دینار فصد کھولنے کا اور ایک سو دینار اور خلعت میری مدح سرائی کا۔ میں نے جواب دیا کہ خدا میرے باپ پر رحم نہ کرے کیونکہ اسے تجھ جیسے شخص سے شناسائی ہوئی ہے۔ یہ نائی ہنسا اور کہنے لگا کہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پاک ہے وہ ذات جو متغیر کرتی ہے اور خود متغیر نہیں ہوتی۔ میں تو تجھے سمجھدار

آدمی جانتا تھا لیکن بیماری کی وجہ سے تو اول فول بکنے لگا ہے۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ جنت ان لوگوں کے لیے ہے جو غصے کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کے قصوروں کو معاف کرتے ہیں مگر تو معذور ہے۔ معلوم نہیں کہ تجھے اتنی جلدی کیوں ہے! حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ تیرا باپ اور دادا بغیر میرے مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ مثل ہے کہ مشورہ دینے والے کو اعتماد کے قابل ہونا چاہیے۔ مشورہ لینا کوئی بری بات نہیں۔ ایک مثل یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی کو اپنے سے بڑا نہیں سمجھتا' وہ خود بڑا نہیں ہو سکتا۔ مجھ سے زیادہ تجربہ کار تو کسی اور کو نہ پائے گا اور میں اس وقت تیری خدمت میں کھڑا ہوں اور تجھ سے ناراض نہیں ہوں' تو کیوں مجھ سے ناراض ہوتا ہے؟ میں تیرے باپ کے احسانوں کی خاطر تیری باتیں برداشت کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے گدھے کی دم' تو نے میرے ساتھ بہت بک بک کی اور میرے کان کھا لیے اور میں تجھ سے محض اتنا چاہتا ہوں کہ میرا سر مونڈ اور چلتا ہو۔

اب اس نے میرے سر میں پانی لگایا اور کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھ سے ناراض ہے لیکن میں اس کا بدلہ تجھ سے نہیں لوں گا کیونکہ تیری عقل کمزور ہے اور تو ابھی بچہ ہے۔ یہ کل کی بات ہے کہ میں تجھے کاندھے پر بٹھا کر مکتب لے جاتا تھا۔ میں نے کہا کہ بھائی میرے' میری حاجت روائی تک چپ رہ' ورنہ چلتا ہو۔ یہ کہہ کر میں اپنے کپڑے پھاڑنے لگا۔ جب اس نے مجھے یہ کاروائی کرتے دیکھا تو اس نے استرا لے کر سلی پر چڑھایا اور اتنی دیر تک چڑھاتا رہا کہ میرے حواس جاتے رہے۔ اب وہ میرے سر کی طرف بڑھا اور اس کا ایک حصہ مونڈ کر ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' جلدی کرنا شیطان کا کام ہے اور آہستگی رحمٰن کا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے میرے سردار' میرے خیال میں تو میری قدر و منزلت نہیں جانتا۔

میرا ہاتھ بادشاہوں اور امرا اور وزرا اور حکما اور فضلا کے سروں پر پڑتا ہے۔ میں نے کہا کہ بیکار باتیں جانے دے' تو نے مجھے دل تنگ اور پریشان خاطر کر رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ شاید تجھے جلدی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں' ہاں' ہاں۔ اس نے کہا

کہ آہستگی سے کام لے کیونکہ جلد بازی شیطان کا کام ہے اور اس سے پشیمانی اور ناامیدی کا سامنا ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے‘ ان پر درود اور سلام ہو جیو‘ کہا ہے کہ بہترین کام وہ ہے‘ جس میں آہستگی پائی جائے۔ میں واللہ تیرے متعلق شک میں پڑ گیا ہوں‘ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا ارادہ ظاہر کر دے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ ابھی نماز میں تین گھڑی کا وقت باقی ہے۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں وقت کے متعلق شک میں نہیں رہنا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ اس کی تحقیق کر لوں کیونکہ اگر کوئی بات انکل پچو ہوتی ہے تو اس میں خرابی پیدا ہوتی ہے‘ بالخصوص مجھ جیسے شخص کے لیے کیونکہ میں لوگوں میں مشہور و معروف ہو چکا ہوں‘ اس لیے مجھے اور منجموں کی طرح انٹ سنٹ نہ کہنا چاہیے۔

یہ کہہ کر اس نے استرا الگ رکھ دیا اور اصطرلاب لے کر دھوپ میں گیا اور بڑی دیر تک وہاں رہنے کے بعد لوٹا اور کہنے لگا کہ واقعی نماز میں پورے تین گھڑی کی دیر ہے‘ نہ کم نہ زیادہ۔ میں نے کہا کہ بس اور باتیں مت بنا کیونکہ میرا دل چکنا چور ہو چکا ہے۔ اب اس نے پھر استرا اٹھایا اور اسے سلی دی‘ جس طرح پہلے دی تھی اور کچھ حصہ سر کا مونڈ کر کہنے لگا کہ تیری جلد بازی پر مجھے افسوس ہوتا ہے۔ اگر تو اس کا سبب مجھے بتا دے تو تیرے لیے بہتر ہے کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ تیرا باپ اور تیرا دادا بغیر میرے مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ جب مجھے اس سے کوئی چھٹکارے کا راستہ نہ دکھائی دیا اور میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ نماز کا وقت آ پہنچا ہے اور مجھے وہاں تک پہنچنا ہے قبل اس کے کہ لوگ نماز سے نکلیں۔ اگر مجھے ذرا بھی دیر ہو گئی تو معلوم نہیں کہ میری رسائی اس تک کس طرح ہو گی۔ اب میں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ جلدی کر اور بے ہودہ گوئی جانے دے کیونکہ میں ایک دوست کی دعوت پر جا رہا ہوں۔ جب اس نے دعوت کا نام سنا تو کہنے لگا کہ آج کا دن میرے لیے مبارک دن ہے۔ کل میں اپنے چند دوستوں کو دعوت دے آیا تھا مگر ان کے لیے کھانا تیار کرانا میرے خیال سے اتر گیا تھا اور ابھی یاد آیا ہے۔ اب

میں کس قدر رسوا ہوں گا! میں نے کہا کہ اس کا کوئی اہتمام نہ کر کیونکہ میں خود تو آج مدعو ہوں اس لیے میرے گھر میں جتنا کھانا پینا ہے' وہ سب تیرا ہے بشرطیکہ تو میرا کام جلد نمٹا دے اور سر مونڈنے میں جلدی کرے۔ اس نے کہا کہ خدا تجھے نیک بدلہ دے! لیکن ذرا کہہ تو سہی کہ تیرے یہاں میرے مہمانوں کے لیے کیا کیا چیزیں ہیں تاکہ مجھے معلوم ہو جائے؟ میں نے جواب دیا پانچ قسم کے کھانے اور دس مرغیاں جو بھن کر سرخ ہو گئی ہیں اور ایک تلا ہوا میمنہ۔ اس نے کہا کہ ان کو منگا تاکہ میں دیکھو تو سہی۔ میں نے ان سب کو منگوایا۔ جب اس نے دیکھا تو کہا کہ ابھی شراب کی کسر ہے۔ میں نے کہا کہ وہ بھی میرے پاس ہے۔ اس نے کہا کہ منگا اور میں نے منگائی۔ اس نے کہا کہ سبحان اللہ تو کیسا سخی آدمی! لیکن ابھی خوشبو اور عطر اور باقی ہیں۔ میں نے ایک صندوقچی اگر اور عود اور عنبر اور مشک کی' اس کے سامنے لا کر رکھی جس کی قیمت پچاس دینار تھی۔ اب وقت اور بھی تنگ ہو چکا تھا اور میرا دل گھبرا رہا تھا' میں نے کہا کہ تو یہ سب لے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میرا سارا سر مونڈ دے۔ نائی نے کہا کہ میں اس وقت تک نہ لوں گا جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ اس میں ہے کیا۔ میں نے غلام کو حکم دیا کہ وہ صندوقچی کو کھولے اور اس نے کھولا۔ اب نائی نے اصطرلاب ایک طرف رکھ دی اور زمین پر بیٹھ کر عطروں اور خوشبوؤں اور عود کو جو صندوقچی میں تھیں' الٹنے پلٹنے لگا یہاں تک کہ میں پریشان ہو گیا۔ اب وہ آگے بڑھا اور استرا لے کر پھر میرا سر تھوڑا سا مونڈا اور یہ شعر پڑھنے لگا: "بچہ اپنے باپ کے ڈھرے پر بڑا ہوتا ہے' جس طرح کہ ہر درخت جڑ پر اگتا ہے" اور کہا کہ بیٹا' مجھے واللہ معلوم نہیں کہ تیرا شکر گزار ہوں یا تیرے باپ کا! میری آج کی دعوت تمام تیری نیکی اور احسان کی وجہ سے ہے۔ اگرچہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ میری دعوت میں بڑے باعزت بزرگ شامل ہوں گے مثلاً زنتوت حمامی اور صلیح بقال اور سیلت باقلہ فروش اور عکرشہ بنیا اور حمید کھادی

اور سعید ساربان اور سوید دربان اور ابو مکارش مالشی اور قسیم چوکیدار اور کریم سائیس ان میں سے کوئی بھی نہ خشک مزاج ہے نہ دھوکے باز نہ باتونی اور نہ کنجوس۔ ان میں سے ہر ایک نے کوئی نہ کوئی ناچ ایجاد کیا ہے جسے وہ خود ناچتا ہے اور اشعار جو وہ خود گاتا ہے' اور ان میں سب سے اچھی یہ بات ہے کہ وہ سب کے سب تیرے غلام کی طرح کم گو اور کم سخن ہیں۔ حمامی کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنی ڈھولک پر جادو کی طرح گاتا ہے اور اٹھ کر ناچنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ "آقا" میں جا رہا ہوں' میری تھیلی بھر دے۔ اور بقال اپنا ہنر سب سے بہتر جتاتا ہے اور ناچتا ہے اور کہتا ہے کہ "اے رونے والی' اے میری آقا' تو نے پورا حق ادا کیا" اور لوگ اس پر ہنستے ہنستے لوٹ جاتے ہیں اور جب کھادی گانے پر آتا ہے تو چڑیاں ٹھہر جاتی ہیں اور وہ ناچتا اور گاتا ہے کہ "جو باتیں میری بیوی جانتی ہے وہ صندوق میں بند ہو جاتی ہیں" اور اس میں موزونیت ہے کیونکہ وہ ظریف اور مسخرہ ہے۔

الغرض ان میں سے ہر ایک کسی نہ کسی فن میں طاق ہے جس کی ظرافت اور مسخرہ پن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن سننا دیکھنے کے برابر نہیں۔ اگر تو ہمارے جلسے میں شریک ہونا چاہے تو اس سے تجھے اور ہمیں بڑا لطف آئے گا اور تو اپنے دوستوں کے پاس جانے کا خیال چھوڑ دے جن کے پاس جانے کے لیے تو تڑپ رہا ہے کیونکہ ابھی تک تجھ پر بیماری کا اثر باقی ہے اور ممکن ہے کہ ان میں ایسے بھی لوگ ہوں جو بہت باتونی ہوں اور فضول بک بک کرتے ہوں یا ان میں کوئی بے ہودہ گو ہو جس کی باتوں سے تیرے سر میں درد ہونے لگے' تو بیماری سے یوں ہی کمزور ہو چکا ہے میں نے کہا کہ یہ کسی اور دن سہی اور میں غصہ بھرے دل سے ہنسنے لگا اور کہا کہ میرا کام پورا کر اور میں فی امان اللہ رخصت ہوتا ہوں اور تو اپنے دوستوں کے پاس جا کیوں کہ وہ تیرے آنے کے منتظر ہوں گے۔ اس نے کہا کہ میری خوشی تو اس میں تھی کہ میں تجھے ان لوگوں کے ساتھ بٹھاؤں جو سب کے سب بڑے ظریف لوگ ہیں اور ان میں کوئی بھی باتونی یا بکی نہیں۔ جب سے میں بڑا ہوا ہوں کبھی ایسے شخص کے

ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوارا نہیں کرتا جو ایسی باتیں پوچھے جس سے اسے کوئی تعلق نہ ہو اور اسی شخص کی صحبت پسند کرتا ہوں جو میری طرح کم سخن ہو۔ اگر تو ایک بار ان کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھے گا تو اپنے تمام دوستوں کو بھول جائے گا۔ میں نے کہا کہ خدا ان کے ساتھ تجھے پوری مسرت پہنچائے اور میں ضرور ایک نہ ایک دن ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اس نے کہا کہ میری خواہش تو یہی تھی کہ تو آج ہی ان سے ملتا اگر تیری خواہش ہے تو میرے ساتھ اپنے احباب کے پاس ضرور جائے تو مجھے اجازت دے کہ میں جلدی سے یہ چیزیں جو تو نے مرحمت کی ہیں' اپنے مہمانوں کے پاس پہنچا آؤں اور چونکہ تجھے اپنے دوستوں سے آج ہی ملنا ہے تو میں ان کو تیری ضیافت کی چیزیں دے کر کہوں گا کہ وہ کھائیں پئیں اور میرا انتظار نہ کریں اور یہ کہہ کر تیرے پاس واپس آ جاؤں گا اور تیرے ساتھ تیرے دوستوں کے پاس چلوں گا۔ میرے اور میرے دوستوں کے درمیان کوئی تکلف تو ہے نہیں کہ ان کو چھوڑ کر فوراً تیرے پاس نہ آ جاؤں اور تیرے ساتھ جہاں تو جائے' وہاں جاؤں۔

میں نے کہا کہ "لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم" تو اپنے دوستوں کے پاس جا اور ان کے ساتھ خوشی منا اور مجھے میرے دوستوں کے پاس جانے دے کہ آج کا دن میں ان کے ساتھ گزاروں کیونکہ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس نائی نے کہا کہ میں تجھے اکیلا نہ جانے دوں گا۔ میں نے کہا کہ جہاں میں جا رہا ہوں' وہاں سوائے میرے کسی اور کا گزر نہیں۔ اس نے کہا کہ میرے خیال میں تیرا آج کسی عورت سے ملنے کا وعدہ ہے ورنہ تو مجھے اپنے ساتھ لے کر چلتا۔ میں سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں اور مجھ سے تجھے اپنے مقصد میں مدد ملے گی کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ تو ایک اجنبی عورت کے پاس جا رہا ہے' اپنی جان کھوئے گا۔ یہ بغداد ہے' اس میں کسی شخص کی یہ طاقت نہیں کہ ایسا کام کرے بالخصوص آج جیسے دن میں اور ایسے حاکم کے زمانے میں جو بڑا ظالم ہے۔ میں نے کہا کہ لعنت ہو تجھ پر اے بدذات بڈھے! دور ہو یہاں سے! تو ایسی باتیں مجھ سے کیوں کرتا ہے! اس نے جواب دیا کہ اے نا سمجھ تو مجھ

سے ایسی باتیں کرتا ہے جس سے مجھے شرم آتی ہے اور اپنا راز مجھ سے چھپاتا ہے لیکن میں سب کچھ یقین کے ساتھ جانتا ہوں اور سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتا کہ اپنی جان لڑا کر تیری مدد کروں۔ اب مجھے ڈر لگا کہ کہیں میرے گھر والے اور پڑوسی نائی کی باتیں نہ سن لیں' اور میں دیر تک چپ رہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آ پہنچا اور خطبے کا وقت قریب تھا اور میرا سر منڈ چکا تھا۔ اب مین نے کہا کہ یہ کھانا پینا لے اور اپنے دوستوں کے پاس جا اور میں تیرا انتظار کروں گا کہ تو واپس آئے اور میرے ساتھ چلے۔ اس طرح میں اس ملعون کو دھوکا دینا چاہتا تھا تاکہ وہ میرے پاس سے چلا جائے۔ لیکن اس نے کہا کہ تو مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے اور تو تنہا جا کر ایسی مصیبت میں پھنس جائے گا جس سے کبھی چھٹکارا نہ ہو گا۔ میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک میں لوٹ نہ آؤں بے میرے ہرگز مت جائیو تاکہ مجھے تیرا حال معلوم ہوتا رہے۔ میں نے کہا کہ بہت خوب' دیر مت کیجیو۔

اب وہ تمام کھانا اور شراب وغیرہ لے کر جو میں نے اس کو دیا تھا نکلا اور اس ملعون نے انہیں حمال کے ہاتھ اپنے گھر بھیجا اور خود ایک گلی میں چھپ رہا۔ موذن اذان دے چکے تھے۔ اس لیے میں فوراً اٹھا اور کپڑے پہن کر اکیلا نکل کھڑا ہوا۔ اب میں اس کوچے میں پہنچ کر اس مکان کے دروازے پر آکھڑا ہوا جس میں وہ لڑکی رہتی تھی اور میں نے دیکھا کہ وہ بڑھیا کھڑی میرا انتظار کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ میں اس منزل پر گیا جہاں وہ لڑکی رہتی تھی۔ میں داخل ہی ہوا تھا کہ مکان کا مالک نماز سے گھر لوٹا اور مکان میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ اب میں نے کھڑکی میں سے جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہی نائی خدا اس پر لعنت بھیجے دروازے پر کھڑا ہے اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس شیطان نے میرا پتہ کیسے لگا لیا! اب اتفاقاً یہ واقعہ پیش آیا' جس سے خدا چاہتا تھا کہ میری پردہ دری کرے' کہ مکان کے مالک کی لونڈی سے کوئی جرم سرزد ہوا اور مالک نے اسے مارا اور وہ چلانے لگی۔ یہ سن کر اس کا غلام دوڑا کہ لونڈی کو بچائے اور مالک نے اسے بھی مارا اور وہ بھی چلانے لگا۔ اب اس

ملعون کو یہ خیال ہوا کہ لوگ مجھے مار رہے ہیں اور وہ چلانے اور اپنے کپڑے پھاڑنے اور سر پر خاک ڈالنے لگا وہ چلاتا جاتا اور لوگوں سے مدد مانگتا جاتا تھا اور لوگ اس کے گرد جمع تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ میرا آقا قاضی کے گھر مار ڈالا گیا۔

اب یہ نائی چلاتا ہوا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے ------ میرے گھر پہنچا اور میرے گھر والوں اور غلاموں کو خبر دی' اور وہ بغیر میرے علم کے کپڑے پھاڑے اور بال بکھیرے ہوئے اور ہائے آقا چلاتے ہوئے پہنچے اور یہ نائی ان کے آگے آگے اپنے کپڑے پھاڑ رہا تھا اور ایک بھیڑ اس کے ساتھ تھی۔ میرے گھر والے برابر شور مچا رہے تھے اور یہ ان سب کے آگے چلا رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ ہائے مقتول' ہائے مقتول' اور اس مکان کی طرف چلے آ رہے تھے' جس میں' میں تھا۔ جب مکان کے مالک نے سنا کہ اس کے دروازے پر شور اور واویلا ہو رہا ہے تو اس نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ دیکھ تو کیا بات ہے۔ غلام باہر جا کر لوٹا اور اپنے آقا سے کہنے لگا کہ اے میرے آقا' دروازے پر دس ہزار مرد عورتوں کا مجمع ہے اور وہ ہائے مقتول چلا چلا کر ہمارے مکان کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ جب قاضی نے یہ سنا تو اس پر سخت ناگوار ہوا اور غصے میں بھر گیا اور اٹھ کر دروازہ کھولا اور باہر نکلا اور اس پر بڑی بھیڑ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور کہنے لگا کہ اے لوگو' کیا بات ہے؟ میرے غلام کہنے لگے کہ اے ملعون' اے کتے' اے سور' تو نے ہمارے آقا کو قتل کر دیا ہے۔ قاضی نے کہا کہ تمہارے آقا سے کون سا جرم سرزد ہوا تھا کہ میں اس کو قتل کرتا؟

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• اکتیسویں رات

جب اکتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- قاضی نے غلاموں سے پوچھا کہ تمہارے آقا نے کون سا جرم کیا تھا کہ میں اسے قتل کی سزا دیتا؟ اور یہ میرا گھر تمہارے سامنے ہے' دیکھ لو۔ اس نائی نے کہا کہ تو نے بھی اسے کوڑے مارے ہیں اور میں نے اسے چلاتے سنا ہے۔ قاضی نے کہا کہ اس نے جرم کیا کیا تھا جس پر میں نے اسے قتل کیا اور اسے میرے گھر کون لایا اور وہ کہاں سے آیا اور کہاں گیا؟ اس نائی نے کہا کہ بڈھے کھوسٹوں کی طرح باتیں مت کر' مجھے سارا حال اور واقعہ معلوم ہے۔ تیری بیٹی اس پر عاشق ہے اور وہ تیری بیٹی پر۔ جب تجھے معلوم ہوا کہ وہ تیرے گھر میں آیا ہے تو تو نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ اسے ماریں۔ واللہ ہمارے اور تیرے درمیان سوائے خلیفہ کے اور کوئی فیصلہ نہ کرے گا ورنہ تو ہمارے آقا کو نکال کر اس کے گھر والوں کے حوالے کر دے اور اگر ایسا نہیں ہے تو میں خود اندر آکر اس کو نکال لاؤں گا اور تجھے شرمندگی ہو گی۔ قاضی کی زبان بند تھی اور وہ لوگوں کے سامنے شرمندہ تھا اور کہتا تھا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو اندر آ اور اسے نکال کر لے جا۔ یہ سن کر نائی جھپٹ کر اندر آ گیا۔

جب میں نے دیکھا کہ نائی اندر آ گیا ہے تو میں دیکھنے لگا کہ کسی طرح سے نکل کر بھاگ جاؤں مگر کوئی راستہ نظر نہ آیا اور میں نے دیکھا کہ جس منزل پر میں ہوں' وہاں ایک بڑا سا صندوق رکھا ہوا ہے۔ میں نے اس کے اندر جا کر ایک چادر اوڑھ لی اور سانس بند کر لی۔ اب وہ کمرے میں داخل ہوا اور اندر آتے ہی میری طرف پھرا اور جہاں میں تھا' وہاں جھانکا اور دہنے بائیں دیکھ کہ وہ صندوق اپنے سر پر اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر میرے حواس جاتے رہے۔ اب وہ تیز تیز چلنے لگا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑے گا تو میں سنبھل کر بیٹھا اور صندوق کھول کر نیچے کود پڑا

اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ چونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ دروازے پر ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میری آستین میں بہت سی اشرفیاں تھیں جو میں نے ایسے موقعوں اور کاموں کے لیے اٹھا رکھی تھیں۔ اب میں ان کو لوگوں کے سامنے لٹانے لگا تاکہ ان کی توجہ ان کی طرف بٹ جائے۔ واقعی وہ انہیں لوٹنے لگے اور ان کی طرف مشغول ہو گئے اور میں بغداد کی گلیوں میں دہنے بائیں بھاگ رہا تھا اور یہ مردود نائی میرے پیچھے پیچھے وہاں پہنچتا اور کہتا جاتا کہ انہوں نے میرے آقا کو قتل کرنے کی ٹھان لی تھی' لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس نے ان پر فتح عطا کی اور میرا آقا ان کے ہاتھوں سے بچ گیا۔ تو اپنی بری تدبیروں سے باز نہ آیا یہاں تک کہ تو نے یہ حرکت کی۔ اگر خدا میری بدولت تجھ پر مہربانی نہ کرتا تو اس مصیبت سے تو کبھی نہ نکلتا بلکہ وہ تجھے ایسی مصیبت میں ڈال دیتے کہ تو اس سے کبھی نہ نکل سکتا۔ مگر آخر کب تک جیوں گا کہ تجھے ہر بار چھٹکارا دے سکوں۔ خدا کی قسم' تو نے اپنی بری تدبیروں سے مجھے ہلاک کر ڈالا ہے! اور اس پر لطف یہ کہ تو اکیلا جانا چاہتا تھا لیکن میں تیری نادانی پر تجھ سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ تو ابھی ناسمجھ ہے اور جلدباز۔ میں نے کہا کہ تیری گزشتہ حرکتیں کافی نہیں ہیں کہ تو میرے پیچھے دوڑ رہا ہے اور بازار میں ایسی باتیں کہہ رہا ہے۔ غصے کی وجہ سے میری جان نکل رہی تھی لہٰذا میں بازار کے اندر ایک دوکان میں گھس گیا اور جلاہے سے' جو اس کا مالک تھا' پناہ مانگی۔ اس نے نائی کو اندر آنے سے روکا اور میں جلاہے کے ایک مخزن میں جا کر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کسی طرح سے بھی اس معلون نائی سے اپنا پیچھا چھڑا سکتا کیونکہ وہ دن رات میرے پیچھے پڑا رہے گا اور مجھے اس کی صورت دیکھنے کی تاب نہیں۔

اب میں نے گواہ طلب کر کے اپنے گھر والوں کے نام وصیت نامہ لکھا اور اپنی جائیداد کو تقسیم کر کے ان پر ایک ناظر مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ میرے گھر اور جاگیروں کو بیچ ڈالے اور چھوٹے بڑوں کی نگہبانی کرے۔ یہ انتظام کر کے میں فوراً نکل

کھڑا ہوا تاکہ اس کٹنے سے میرا پیچھا چھوٹے اور تمہارے شہر میں آکر سکونت اختیار کی اور میں یہاں ایک مدت سے ہوں۔ اب جب کہ تم نے مجھے کھانے پر بلایا ہے تو کیا دیکھتا ہوں کہ یہی ملعون تمہارے یہاں بھی موجود ہے اور صدر میں بیٹھا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں میرا دل یہاں ٹھہرنے سے کیوں کر خوش ہو سکتا ہے! کیونکہ اس نے میرے ساتھ یہ حرکتیں کی ہیں اور اسی کی وجہ سے میری ٹانگ ٹوٹی ہے۔ یہ کہہ کر نوجوان نے ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔

جب ہم نے یہ قصہ سنا تو نائی سے پوچھا کہ جوان نے جو کچھ تیرے متعلق کہا ہے سچ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ واللہ' میں نے اپنی سمجھ اور عقل اور مروت کی بنا پر اس کے ساتھ یہ کاروائی کی۔ اگر میں نہ ہوتا تو یہ مر جاتا۔ فقط میں اس کی نجات کا سبب ہوا۔ یہ بہتر تھا کہ اس کی ٹانگ گئی بہ نسبت اس کے کہ اس کی جان جاتی۔ اگر میں باتونی ہوتا تو اس کے ساتھ بھلائی نہ کرتا۔ میں تم لوگوں سے ایک ماجرا بیان کرتا ہوں جس سے تمہیں اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ میں کم سخن ہوں اور اپنے چھ بھائیوں کی طرح فضول گو نہیں۔

○ نائی کی کہانی

اور وہ یہ ہے کہ جب المستصر باللہ ابن المستضی باللہ بغداد میں خلیفہ تھا تو میں وہیں رہتا تھا۔ اسے فقیروں اور غریبوں سے بہت محبت تھی اور عالموں اور نیکوں کی صحبت بہت مرغوب۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ دس آدمیوں پر ناراض ہوا اور اس نے بغداد کے حاکم کو حکم دیا کہ وہ انہیں عید کے دن اس کے سامنے پیش کرے۔ یہ لوگ ڈاکو تھے جو شاہراہ پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔ شہر کا حاکم گیا اور اس نے انہیں گرفتار کر کے ایک کشتی میں بٹھایا۔ جب میری نظر ان پر پڑی تو میں نے خیال کیا کہ یہ لوگ غالباً دعوت کے لیے جمع ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے وہ دن بھر اسی کشتی میں کاٹیں گے

اور کھائیں پیئیں گے۔ میرا جی چاہا کہ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ حضرات' میں اپنی مروت اور دانشمندی کی وجہ سے ان کی کشتی میں اتر کر ان کے ساتھ مل گیا یہاں تک کہ وہ دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچے۔

جب ہم وہاں پہنچے تو سپاہی اور چوکیدار زنجیریں لیے وہاں کھڑے تھے اور انہوں نے ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال دیں اور ایک زنجیر میری گردن میں بھی ڈال دی' حاضرین کیا یہ میری مروت اور کم گوئی کی دلیل نہیں کہ میں چپ تھا اور کچھ کہنا نہ چاہتا تھا۔ اب وہ ہم سب کو زنجیروں میں باندھ کر لے گئے اور امیرالمومنین المستصرباللہ کے سامنے پیش کیا اور اس نے حکم دیا کہ دسوں کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ اب جلاد نے آکر ہمیں گردن زنی کے گدے پر بٹھایا اور اپنی تلوار کھینچ کر ایک ایک کی گردن اڑانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ دسوں کی گردنیں اڑا دیں۔ اب میں باقی رہ گیا اور خلیفہ نے جلاد کی طرف دیکھ کر کہا کہ تو نے محض نو کی گردنیں کیوں اڑائیں؟ اس نے کہا کہ معاذ اللہ تو دس کی گردنیں اڑانے کا حکم دے اور میں محض نو کی گردنیں اڑاؤں! خلیفہ نے کہا کہ میرے خیال میں تو نے نو ہی گردنیں اڑائی ہیں اور یہ جو تیرے سامنے بیٹھا ہوا ہے' دسواں ہے۔ جلاد نے کہا کہ تیرے احسانات کی قسم وہ پورے دس ہو چکے۔ لوگوں نے انہیں گنا تو واقعی دس تھے۔

اب خلیفہ نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ ایسی حالت میں تیری خاموشی کا کیا مطلب ہے اور تو خونیوں کے ساتھ کیسے آیا ہے؟ اس کا سبب بتا کیونکہ تو بڑا بوڑھا آدمی ہو کر اتنی کم عقلی کی باتیں کرتا ہے۔ جب میں نے امیرالمومنین کی گفتگو سنی تو اس سے کہا کہ اے امیر المومنین' میں واقعی بہت خاموش بوڑھا ہوں اور مجھے حکمت میں سے بڑا حصہ ملا ہے اور عقل کی پختگی اور فہم کی تیزی اور کم گوئی کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اور میں نائی کا پیشہ کرتا ہوں۔ کل صبح میں نے دیکھا کہ یہ دس کشتی کی طرف جا رہے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا اور انہیں کے ساتھ کشتی

سے اترا۔ اس لیے کہ میں نے خیال کیا کہ وہ دعوت میں جا رہے ہیں۔ ابھی ایک پہر بھی نہ گزرا ہو گا کہ پہرے دار آئے اور انہوں نے ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال دیں اور ایک زنجیر میری گردن میں بھی ڈال دی۔ مروت کی وجہ سے میں خاموش رہا اور ایک بات بھی نہ کی۔ یہ سب میری مروت کی دلیل ہے۔ اب وہ لوگ ہمیں لے کر آئے اور تیرے سامنے کھڑا کر دیا اور تو نے حکم دیا کہ دسوں کی گردن مار دی جائے اور محض میں جلاد کے سامنے باقی رہ گیا۔ پھر بھی میں نے نہ کہا کہ میں کون ہوں؟ یہ محض انتہا درجے کی مروت کی وجہ سے تھا کہ میں ان کے ساتھ قتل ہونے میں بھی شریک تھا۔ میں نے عمر بھر لوگوں کے ساتھ اسی طرح کی بھلائی کی ہے اور انہوں نے مجھے برے سے برا بدلہ دیا ہے۔

جب خلیفہ نے میری باتیں سنیں اور اسے معلوم ہو گیا کہ میں بڑی مروت والا اور کم سخن ہوں اور فضول باتیں نہیں بناتا جیسا کہ اس جوان کا خیال ہے جس کو میں نے تکلیفوں سے چھٹکارا دیا ہے تو وہ زور سے ہنسنے لگا یہاں تک کہ لوٹ گیا اور مجھ سے کہا کہ اے خاموش' اور تیرے چھٹوں بھائی بھی علم اور حکمت اور کم گوئی میں تیری طرح ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ نہ وہ کبھی میری طرح تھے اور نہ ہوں گے۔ اے امیر المومنین' تو مجھے برائی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تیرے لیے یہ شایان نہیں کہ تو مجھے اور انہیں برابر سمجھے۔ کیونکہ فضول گوئی اور کم مروتی کی وجہ سے ان میں کوئی نہ کوئی عیب پیدا ہو گیا ہے۔ ایک ان میں سے کانا ہے اور دوسرا مفلوج اور تیسرا بوچا اور نکٹا اور چوتھے کے ہونٹ کٹے ہوئے ہیں اور پانچوں کبڑا ہے اور چھٹا اندھا ہے۔ اے امیرالمومنین' یہ نہ خیال کر کہ میں باتونی ہوں اور میرے لیے یہ ضروری ہے کہ میں تجھ پر ثابت کر دوں کہ میں ان سے زیادہ بامروت ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے وہ عیب اس میں پیدا ہو گیا' اور میں تجھے سے ابھی بیان کرتا ہوں۔

○ نائی کے پہلے بھائی کی کہانی

اے امیرالمومنین' میرا ایک بھائی جو کہ کبڑا ہے' بغداد میں درزی کا پیشہ کرتا تھا اور ایک دوکان میں بیٹھ کر سیتا تھا جو اس نے ایک بڑے امیر آدمی سے کرائے پر لی تھی۔ یہ شخص دوکان کے اوپر والی منزل پر رہتا تھا اور اس کے مکان کے نیچے ایک چکی تھی۔ ایک دن میرا کبڑا بھائی اپنی دوکان میں بیٹھا سی رہا تھا کہ اس نے اوپر کی طرف دیکھا اور اس کی نظر ایک عورت پر پڑی جو چودھویں رات کے چاند کی طرح تھی اور کھڑکی میں کھڑی لوگوں کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ جب میرے بھائی نے اس کو دیکھا تو وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور دن بھر وہیں دیکھتا رہا اور شام تک اپنا سینا پرونا بند کر دیا۔ دوسرے روز صبح کو اس نے پھر اپنی دوکان کھولی اور سینے کے لیے بیٹھ گیا۔ وہ ایک ٹانکا لگاتا اور کھڑکی کی طرف دیکھتا اور اس کو اسی طرح پاتا۔ اب اس کی محبت اور عشق اور بھی زیادہ ہو گیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو وہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر پھر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اب عورت نے اسے دیکھا اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہے اور وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ اور وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ اب وہ وہاں سے چلتی ہوئی اور اس کے پاس اپنی ایک کنیز کو ایک بقچہ دے کر بھیجا' جس میں سرخ مشجر کا ایک ٹکڑا تھا۔ کنیز نے آکر کہا کہ میری آقا تجھے سلام بھیجتی ہے اور کہتی ہے کہ اس ٹکڑے میں سے اس کے لیے ایک قمیض عمدہ طرز سے کاٹ کر خوبصورتی کے ساتھ سی دے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ یہ کہہ کر اس نے اسی روز کاٹ کر سی دی۔ دوسرے دن صبح کو پھر وہ کنیز اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری آقا نے تجھے سلام کہا ہے اور پوچھا ہے کہ تو کل رات کس طرح سویا؟ مگر اسے تیری یاد میں بالکل نیند نہیں آئی۔ یہ کہہ کر اس نے اسے ایک ٹکڑا زرد اطلس کا دیا اور کہنے لگی کہ میری آقا نے کہا ہے کہ اس ٹکڑے میں سے دو شلواریں کاٹ کر

آج ہی سی دے۔ اس نے جواب دیا کہ بسرو چشم۔ میرا اسے بہت سلام کہیو اور کہیو کہ تیرا غلام تیرا فرمانبردار ہے' تو جو چاہے حکم دے۔ اب وہ کاٹنے لگا اور بہت محنت سے دونوں شلواریں سینے لگا۔

ایک پہر کے بعد وہ عورت جھروکے میں سے جھانکی اور اشارے سے اسے سلام کیا اور کبھی وہ آنکھیں نیچی کر لیتی اور کبھی اس کے سامنے مسکرا دیتی' اور اسے خیال ہوا کہ اب وہ اسے مل جائے گی۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئی اور کنیز میرے بھائی کے پاس آئی اور اس نے اسے دو شلواریں حوالے کر دیں اور وہ لے کر چلی گئی۔ جب رات ہوئی تو وہ اپنے بچھونے پر پڑ گیا اور کروٹیں بدلتے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ اٹھا اور اپنی دوکان میں جا بیٹھا۔ کنیز نے آکر کہا کہ میرا آقا تجھے بلاتا ہے۔ جب اس نے یہ سنا تو ڈرا۔ کنیز نے جب یہ دیکھا کہ وہ ڈر گیا ہے تو کہنے لگی کہ تجھے کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اس میں تیرے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ میری آقا نے تیرے اور میرے مالک کے درمیان تعارف کرا دیا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور کنیز کے ساتھ چل کھڑا ہوا اور جب اس کے مالک کے پاس پہنچا جو اس کی مالکہ کا شوہر تھا تو زمین کو بوسہ دیا اور اس نے سلام کا جواب دیا اور بہت سے کپڑے اسے دے کر کہا کہ ان میں سے کاٹ کر میرے لیے قمیض سی دے۔ میرے بھائی نے کہا کہ بسرو چشم اور رات تک کاٹتا رہا۔ یہاں تک کہ بیس قمیضیں کاٹ کا تیار کیں اور بالکل کھایا پیا نہیں۔

مالک نے پوچھا کہ ان کی سلائی کیا ہو گی؟ اس نے کہا کہ بیس درہم۔ لڑکی کے شوہر نے کنیز کو آواز دی اور کہا کہ بیس درہم لے آ۔ میرا بھائی چپ رہا اور لڑکی نے اس کی طرف اشارے سے کہا کہ اس سے کچھ مت لے۔ میرے بھائی نے مالک سے کہا واللہ' میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا۔ اور اپنی تلے دانی لے کر باہر چلا گیا۔

واقعہ یہ تھا کہ میرے بھائی کو داموں کی بہت ضرورت تھی اور تین دن تک اس نے بہت کم کھایا پیا کیونکہ وہ ان کی سلائی میں مشغول رہا۔ اب کنیز آئی اور اس نے

کہا کہ کہاں تک پہنچا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیار ہیں اور قمیضوں کو لے کر وہ ان کے گھر گیا اور ان کے شوہر کے حوالے کر کے الٹے پاؤں پھر آیا۔ لڑکی اپنے شوہر سے میرے بھائی کا سارا ماجرا بیان کر چکی تھی لیکن اس کو کچھ خبر نہ تھی۔ شوہر بیوی دونوں نے یہ صلاح کر لی تھی کہ اس سے بے اجرت دیے سلوائیں اور اس پر اس کا مذاق اڑائیں۔ دوسرے دن صبح کو جب وہ پھر دوکان پر آیا تو کنیز نے آکر اس سے کہا کہ میرا مالک تجھ سے باتیں کرنا چاہتا ہے اور وہ اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا۔ جب وہ مالک کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے پانچ شلوکے کاٹے۔ اس نے کاٹ کر وہ کپڑے اپنے ساتھ لیے اور چل دیا۔ ان شلوکوں کو سی کر وہ مالک کے پاس لے گیا۔ اس نے سلائی پسند کی اور آواز دی کہ درہموں کی تھیلی لا اور اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لڑکی نے پھر اپنے شوہر کے پیچھے سے اشارہ کیا کہ کچھ مت لے اور اس نے کہا کہ اے میرے آقا' جلدی کیا ہے! بہت وقت پڑا ہے' لے لوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور اس کی حالت گدھے سے بھی بدتر تھی کیونکہ پانچ چیزیں اکٹھی ہو چکی تھیں۔ عشق اور ناداری اور بھوک اور برہنگی اور مشقت' مگر وہ اپنے اوپر جبر کر کے صبر کر رہا تھا۔

جب میرا بھائی ان کے سارے کام کر چلا تو انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلی اور اس کی شادی اپنی کنیز سے کر دی۔ اور ہم بستری کی رات اس سے کہا کہ آج کی رات خراس میں جا کر صبح تک سو' اس میں تیری بہتری ہے۔ میرے بھائی نے اس کو سچ سمجھا اور خراس میں جا کر اکیلا سو گیا۔ اب لڑکی کا شوہر خراس والے کے پاس گیا اور اس سے سازش کی وہ اسے خراس میں جوتے۔ خراس والا آدھی رات کے وقت پہنچا اور کہنے لگا کہ یہ بیل آج رات بیکار کھڑا ہوا ہے اور خراس نہیں چلاتا اور ابھی غلہ بہت باقی ہے۔ یہ کہہ کر وہ خراس میں اترا اور پرات میں غلہ بھر کر میرے بھائی کے پاس گیا اور ایک رسی جو اس کے ہاتھ میں تھی' اس کی گردن میں باندھی اور کہنے لگا کہ ہیو' خراس چلا۔ کیا تو فقط کھانے اور گوبر کرنے اور موتنے کے

لیے یہاں ہے! یہ کہہ کر اس نے کوڑا لیا اور اسے مارنا شروع کیا اور میرا بھائی رو اور چلا رہا تھا اور کوئی اس کی مدد کو نہ آتا تھا۔ اس طرح وہ صبح کے وقت تک غلہ پیستا رہا۔ اب مکان کا مالک آیا اور اس نے دیکھا کہ میرے بھائی پر جوا رکھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ چلا گیا اور دن نکلے کنیز وہاں پہنچی اور کہنے لگی کہ تیرے ماجرے سے مجھے سخت تکلیف ہوئی اور ہم تیرے درد میں شامل ہیں' لیکن مار اور مشقت کی وجہ سے میرے بھائی کی زبان بند تھی۔

اب میرا بھائی گھر آیا اور فوراً وہ کاتب پہنچا جس نے اس کا نکاح نامہ لکھا تھا اور سلام کر کے کہنے لگا کہ خدا تجھے بڑی عمر دے! تیرے چہرے سے پتہ چلتا ہے کہ تو رات سے لے کر صبح تک مزے اور بوس و کنار میں مشغول رہا ہے۔ میرے بھائی نے کہا کہ خدا جھوٹ کو تباہ کرے' اے قرم ساق۔ واللہ' میں نے بیل کی جگہ صبح تک چکی چلائی ہے۔ اس نے کہا کہہ تو سہی' آخر کیا ہوا! اور میرے بھائی نے ساری سرگزشت بیان کی۔ اس نے کہا کہ تیرا ستارہ اس کے ستارے کے ساتھ موافق نہیں آیا۔ لیکن اگر تو چاہے تو میں تیرا نکاح نامہ بدل دوں۔ اس نے جواب دیا کہ دیکھ' شاید کوئی اور دغابازی ابھی میرے لیے رہ گئی ہو۔ یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے چل دیا اور دوکان میں آ کر انتظار کرنے لگا کہ شاید کوئی شخص کام لے کر اس کے پاس آئے' جس سے اس کی روزی چلے۔ اتنے میں پھر وہی کنیز پہنچی اور کہنے لگی کہ میری مالکہ تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ چل دور ہو' اے نیک بخت لڑکی' اب میرے اور تیری مالکہ کے درمیان کوئی معاملہ باقی نہیں رہا۔ لڑکی نے جا کر مالکہ کو اس کی خبر دی اور میرے بھائی کو ابھی اس کی خبر بھی نہ تھی کہ وہ پھر کھڑکی سے جھانک کر رونے اور کہنے لگی کہ پیارے' کیا ہوا کہ اب میرے اور تیرے درمیان کوئی معاملہ باقی نہیں رہا۔ لیکن میرے بھائی نے کوئی جواب نہ دیا اور لڑکی نے قسم کھا کر کہا کہ جو کچھ خراس میں پیش آیا ہے' اس میں' میں بے گناہ ہوں اور بری الذمہ۔ جب میرے بھائی کی نظر اس کے حسن پر پڑی اور اس نے اس کی میٹھی باتیں

سنیں تو جو کچھ اسے رنج پہنچا تھا' جاتا رہا اور اس نے اس کا عذر قبول کر لیا اور اس کو دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اب اس لڑکی کو سلام کیا اور اس کے ساتھ باتیں کیں اور سینے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کنیز آئی اور کہنے لگی کہ میری مالکہ نے تجھے سلام کہا اور پیغام بھیجا ہے کہ آج میرے شوہر کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شب باشی کرے۔ جب وہ چلا جائے تو' تو ہمارے ہاں آئیو اور صبح تک میری مالکہ کے ساتھ مزے کیجیو۔ اس سے قبل اس کا شوہر اسے پوچھ چکا تھا کہ کیا کرنا چاہیے جس سے تیرا پیچھا اس سے چھٹے اور اس نے جواب دیا تھا کہ میں اس کے ساتھ ایک چال چلوں گی اور اسے سارے شہر میں ہنڈواؤں گی لیکن میرے بھائی کو عورتوں کی دغابازی کا حال کچھ معلوم نہ تھا۔ جب شام ہوئی تو کنیز آئی اور میرے بھائی کو اپنے ساتھ لے گئی۔ جب لڑکی نے میرے بھائی کو دیکھا تو کہنے لگی کہ اے میرے آقا' خدا کی قسم' میں تیری بہت مشتاق تھی۔ اس نے کہا کہ خدا کہ واسطے اور کاروائی سے پہلے مجھے جلدی سے ایک بوسہ دے۔ ابھی اس کی بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قریب کے کمرے سے لڑکی کا شوہر نکلا اور میرے بھائی سے کہنے لگا کہ واللہ' میں تجھے بغیر پولیس کے حوالے کیے نہ چھوڑوں گا۔ میرے بھائی نے بہت گریہ و زاری کی لیکن اس نے ایک نہ سنی اور اسے شہر کے حاکم کے پاس لے گیا اور اس نے اسے کوڑے مارے ایک ایک اونٹ پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا۔ لوگ اسے دیکھ کر کہتے تھے کہ واقعی اس شخص کی یہی سزا ہے جو دوسروں کی بیویوں پر دست درازی کرتا ہے۔ اب وہ شہر بدر کر دیا گیا اور شہر سے نکلا' مگر اسے معلوم نہ تھا کہ کہاں جائے؟ اس پر میں خوف زدہ ہوا اور اس سے جا کر ملا اور اسے اپنے ساتھ واپس لے آیا اور اب تک وہ میرے ہی ساتھ رہتا ہے۔ خلیفہ میری بات سن کر ہنسنے لگا اور اس نے کہا کہ اے خاموش' اے کم گو' تو نے خوب کیا' اور اس نے حکم دیا کہ مجھے انعام دے کر رخصت کر دیا جائے۔ میں نے کہا کہ جب تک میں اپنے دوسرے بھائیوں کی بھی سرگزشت نہ بیان کر لوں تجھ سے کچھ نہ لوں گا' اور تو مجھے باتونی خیال مت

کرے۔

○ نائی کے دوسرے بھائی کی کہانی

اے امیرالمومنین' میرے دوسرے بھائی کا نام بقباقہ ہے جو مفلوج ہے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ کسی کام کے لیے جا رہا تھا کہ ایک بڑھیا اس کے سامنے آئی اور کہنے لگی کہ اے مردوے' ذرا ٹھہر جا تا کہ میں تیرے سامنے ایک بات پیش کروں اور اگر وہ تجھے پسند ہو تو اسے میری خاطر کر دے' خدا تیرا بھلا کرے! میرا بھائی ٹھہر گیا اور بڑھیا نے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات کہوں گی اور تجھے اس کا راستہ بھی بتاؤں گی' لیکن باتیں نہ بنائیو۔ میرے بھائی نے کہا' کہہ۔ بڑھیا نے کہا کہ اس بارے میں تیری کیا مرضی ہے کہ ایک خوبصورت مکان ہو اور دل کش باغ جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور پھل ہوں اور شراب اور ایک حسین چہرہ جس کے ساتھ تو رات سے صبح تک ہم آغوش رہے؟ اگر تو میرے کہنے پر عمل کرے گا تو اس میں تیرے لیے بھلائی ہے۔ جب میرے بھائی نے یہ باتیں سنیں تو اس سے کہا کہ اے میری آقا' ایسے کام کے لیے تو نے ساری دنیا کو چھوڑ کر میری طرف کیوں التفات کیا؟ میری کون سی بات تجھے پسند آئی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کہا نہ تھا کہ بہت باتیں مت بنائیو۔ بس خاموش رہ اور میرے ساتھ چل۔

یہ کہہ کر بڑھیا واپس ہوئی اور میرا بھائی ان چیزوں کی لالچ میں جو بڑھیا نے اس سے بیان کی تھیں' اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا' یہاں تک کہ وہ ایک مکان میں پہنچے جو بہت کشادہ تھا اور جس میں بہت سے نوکر چاکر تھے۔ اب وہ بڑھیا میرے بھائی کو لے کر زینے پر چڑھی اور اس نے دیکھا کہ یہ ایک عالی شان محل ہے۔ جب گھر والوں نے اسے دیکھا تو اس سے کہا کہ تجھے کون یہاں لایا ہے؟ بڑھیا نے انہیں جواب دیا کہ چپ رہو اور اس کی طبعیت مکدر نہ کرو۔ وہ دستکار ہے اور ہمیں اس کی ضرورت

ہے۔ یہ کہہ کر وہ ایک آراستہ کمرے میں اسے لے گئی جس سے زیادہ خوبصورت دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ جب دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو عورتیں کھڑی ہو گئیں

ور اسے مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھایا۔ ابھی وہ بیٹھا ہی تھا کہ اسے شور و غل سنائی دیا اور کئی کنیزیں آئیں جن کے وسط میں ایک لڑکی تھی جو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت تھی۔ میرے بھائی کی نظر اس پر پڑی تو وہ سروقد کھڑا ہو گیا اور آداب بجا لایا اور اس لڑکی نے مرحبا کہا اور کہا کہ بیٹھ جا اور وہ بیٹھ گیا۔ اب وہ لڑکی اس کے سامنے آئی اور کہنے لگی کہ خدا تجھے عزت دے! تو خیریت سے تو ہے؟ میرے بھائی نے جواب دیا کہ اے میری آقا' میں سرتاپا خیریت سے ہوں۔ اب اس نے کھانا منگوایا اور اس کے لیے بہت اچھا کھانا لایا گیا اور وہ کھانے بیٹھ گئی اور ہنسی کے مارے لوٹی جاتی تھی اور جب میرا بھائی اس کی طرف دیکھتا تو وہ اپنی کنیزوں کی طرف منہ پھیر لیتی گویا کہ وہ ان پر ہنس رہی ہے اور میرے بھائی سے محبت کا اظہار کرتی اور مزے مزے کی باتیں کرتی۔ میرا بھائی گدھا کچھ بھی نہ سمجھا بلکہ شوق کی زیادتی کی وجہ سے وہ سمجھتا تھا کہ لڑکی اس پر عاشق ہے اور وہ بھی اس کی آرزو پوری کرے گی۔

جب کنیزیں اسے کھانا کھلا چکیں تو شراب لائیں۔ اس کے بعد وہ تار والے باجے لائیں اور زور زور سے گانے لگیں۔ اب میرا بھائی مزے میں آگیا اور اس لڑکی کے ہاتھ سے ایک پیالہ لے کر پی گیا اور اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد لڑکی نے بھی ایک پیالہ پیا اور میرے بھائی نے اس سے کہا کہ تندرستی! اور آداب بجا لایا۔ اب لڑکی نے اسے ایک پیالہ پلایا اور وہ پی گیا اور لڑکی نے اس کی گردن پر ایک مکا مارا۔ جب میرے بھائی نے یہ حال چال دیکھا تو وہ وہاں سے نوک دم بھاگا لیکن بڑھیا اس کے پیچھے پہنچی اور اس سے اشارے سے کہنے لگی کہ لوٹ آ۔ اور وہ لوٹ آیا۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ بیٹھ جا اور وہ بیٹھ گیا۔ اور بیٹھا رہا مگر کوئی بات نہ کی۔ لڑکی نے اس کی گدی پر ایک اور تھپڑ مارا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی تمام کنیزوں سے

کہا کہ اس کے تھپڑ لگائیں اور وہ بڑھیا سے کہتا جاتا تھا کہ اس سے اچھا نظارہ میں نے عمر بھر نہیں دیکھا اور بڑھیا کہتی جاتی تھی کہ اے میری مالکہ' بس کر۔ لیکن کنیزوں نے اسے اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بعد وہ بیت الخلا جانے لگا لیکن بڑھیا پیچھے سے اس کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ اگر تو ذرا اور صبر کرے تو اپنی مراد کو پہنچ جائے گا۔ میرے بھائی نے اسے جواب دیا کہ آخر کب تک صبر کروں! مارے تھپڑوں کے میں بے ہوش تو ہو چکا ہوں۔ اس نے کہا کہ جب اسے نشہ چڑھ جائے گا تو تیری مراد حاصل ہو گی۔ یہ سن کر میرا بھائی واپس آیا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اب سب کی سب کنیزیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور لڑکی نے انہیں حکم دیا کہ اس کے خوشبو لگائیں اور اس کے منہ پر گلاب چھڑکیں اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اب لڑکی نے کہا کہ خدا تجھے عزت بخشے! تو میرے گھر آیا اور میری شرط پوری کی جو کوئی میری مخالفت کرتا ہے' اس کو میں نکال باہر کرتی ہوں اور جو کوئی صبر کرتا ہے' اپنی مراد کو پہنچتا ہے۔ میرے بھائی نے اس سے کہا کہ اے میری مالکہ' میں تیرا غلام ہوں اور تیرا فرمانبردار۔ اس نے کہا' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ خدا نے مجھے کھیل کود کا گرویدہ بنایا ہے۔ اس لیے جو کوئی میرا کہنا مانے' اس کی مراد بر آئے گی۔ اب اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ بلند آواز سے گائیں یہاں تک کہ ساری مجلس سرور میں آ جائے۔ پھر اس نے ایک کنیز سے کہا کہ اپنے آقا کو لے جا کر اس کی حاجت رفع کرا کے فوراً میرے پاس لے آ۔ کنیز میرے بھائی کو لے چلی مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ آخر وہ اس کے ساتھ کیا کرے گی۔ اب بڑھیا پھر پیچھے سے پہنچی اور اس سے کہنے لگی کہ ذرا اور صبر کر' اب تھوڑی ہی سی کسر باقی ہے۔ یہ سن کر اس کے چہرے پر رونق آ گئی اور وہ پھر لڑکی کے سامنے پہنچا' بڑھیا برابر کہتی جاتی تھی کہ ذرا صبر کر' تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہے۔ میرے بھائی نے کہا کہ وہ کیا چاہتی ہے کہ یہ کنیز میرے ساتھ کیا کرے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ میں تیرے قربان

جاؤں! سوائے بھلائی کے کچھ نہیں۔ وہ یہ چاہتی ہے کہ یہ تیری بھنویں رنگے اور تیری مونچھیں تراش دے۔ میرے بھائی نے کہا کہ بھنوؤں کا رنگ تو دھونے سے جاتا رہے

گا مگر مونچھوں کو نوچنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ اس کی مخالفت مت کر کیونکہ وہ اپنا دل تجھے دے چکی ہے۔ میرے بھائی نے اپنی بھنوئیں رنگوانے اور اپنی مونچھیں نچوانے دیں۔ اب کنیز نے جا کر اپنی مالکہ کو اس کی خبر پہنچائی مگر اس نے کہا کہ ابھی ایک چیز اور باقی ہے اور یہ ہے کہ تو اس کی داڑھی بھی مونڈ ڈال تاکہ اس کی شکل بے داڑھی مونچھ والے لڑکے کی سی نکل آئے۔

کنیز نے اس کے پاس جا کر اپنی مالکہ کے حکم سے اسے مطلع کیا۔ میرے احمق بھائی نے اس سے کہا کہ ایسی بات کیونکر کر سکتا ہوں جس سے لوگوں میں میری بدنامی ہو! بڑھیا نے کہا کہ وہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتی تو بلا داڑھی کے امرد ہو جائے تاکہ تیرے چہرے پر کوئی ایسی چیز نہ رہے جو اس کے چبھے کیونکہ اس کے دل میں تیری طرف سے بڑی محبت پیدا ہو گئی ہے۔ ذرا اور صبر کر لے اور تیری مراد حاصل ہو گی۔ میرے بھائی نے دل پر جبر کر کے کنیز کا کہنا مان لیا اور اپنی داڑھی مونڈ ڈالی۔ اب کنیز اسے لڑکی کے پاس اس ہیئت میں لائی کہ اس کی بھنویں رنگی ہوئی تھیں اور مونچھیں کٹی ہوئی اور داڑھی منڈی ہوئی اور چہرہ سرخ۔ پہلے تو وہ اسے دیکھ کر ڈر گئی لیکن پھر اتنا ہنسی کہ ہنستے ہنستے لوٹ گئی اور اس سے کہنے لگی کہ اے میرے آقا' واقعی تو نے اپنی اس نیک اطواری سے میرا دل لبھا لیا ہے۔ اب میں تجھے اپنی جان کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ اٹھ اور ناچ۔ وہ اٹھا اور ناچنے لگا اور لڑکی نے ایک ایک تکیہ اٹھا کر اسے مارا اور اسی طرح کل کنیزوں نے نارنگیوں اور نیبوؤں اور ترنجوں سے اسے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ تکیوں کی مار اور گدی کے مکوں اور پھلوں کی مار کھانے کہ وجہ سے وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ بڑھیا نے کہا کہ اب تیری مراد بر آئی اور تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اب مار کا خاتمہ ہو چکا ہے اور محض ایک چیز

باقی رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اس کی عادت میں سے ہے کہ جب وہ نشے میں ہوتی ہے تو کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی۔ جب تک کہ اپنے کپڑے اور پاجامہ اتار کر مادر زاد ننگی نہ ہو جائے۔ اس کے بعد وہ تجھ سے کہے گی کہ تو بھی اپنے کپڑے اتار ڈال اور میرے پیچھے دوڑ وہ تیرے آگے آگے دوڑے گی گویا کہ وہ تجھ سے بھاگ رہی ہے اور تو جگہ جگہ اس کا پیچھا کرے گا اور وہ تیرے ہاتھ آ جائے گی۔

اب اس بڑھیا نے اس سے کہا کہ اپنے کپڑے اتار ڈال۔ وہ اٹھا' اور اپنے آپے میں تو تھا ہی نہیں اور اپنے سارے کپڑے اتار کر ننگا ہو گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- بتیسویں رات

جب بتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بڑھیا نے نائی کے بھائی سے کہا کہ کپڑے اتار ڈال اور وہ اٹھا' اور وہ اپنے آپ میں تو تھا ہی نہیں اور اپنے کپڑے اتار ڈالے اور ننگا ہو گیا تو نائی یہ بیان کرتا ہے کہ لڑکی نے میرے بھائی سے کہا کہ آ ہم دونوں دوڑیں۔ یہ کہہ کر وہ بھی ننگی ہو گئی اور اس سے کہنے لگی کہ اگر تو کچھ چاہتا ہے تو میرا پیچھا کر۔ یہ کہہ کر وہ آگے بھاگی اور میرا بھائی پیچھے پیچھے دوڑا۔ اور وہ ایک کمرے سے دوسرے میں جاتی اور پھر نکل کر تیسرے میں اور میرا بھائی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور شوق اسے بے چین کئے ہوئے تھا' گویا کہ وہ بالکل دیوانہ تھا۔ اب وہ دوڑ کر ایک اندھیرے کمرے کے آگے پہنچ گئی اور میرا بھائی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا اس میں پہنچا اور اس کا پاؤں ایک کمزور جگہ پر پڑا اور وہ نیچے گر پڑا اور وہ یک بیک کیا دیکھتا ہے کہ وہ بیچ بازار میں ہے اور وہ بازار چمڑا فروشوں کا ہے اور چمڑوں پر آواز لگا رہے ہیں اور خرید و فروخت کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے اسے اس حالت میں دیکھا کہ وہ ننگا ہے۔ اور اس کی داڑھی اور بھویں منڈی ہوئی ہیں اور چہرہ لال رنگا ہوا ہے تو وہ اسے دیکھ کر تالیاں پیٹنے لگے اور اسے چمڑوں سے خوب مارا۔ وہ ننگا تو تھا ہی' مار سے بے ہوش ہو گیا اور وہ اسے ایک گدھے پر بٹھا کر حاکم کے حوالے کر آئے۔ حاکم نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ اسی حالت میں وزیر کے محل سے ہمارے اوپر گرا تھا۔ حاکم نے اسے سو درے لگائے اور بغداد سے شہر بدر کر دیا۔ میں اس کے پیچھے جا کر اسے پوشیدہ طور سے شہر میں لے آیا اور اس کا کھانا پینا مقرر کر دیا اور اگر مجھ میں مروت نہ ہوتی تو میں اس جیسے شخص کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔

○ نائی کے تیسرے بھائی کی کہانی

میرے تیسرے بھائی کا نام فقیق ہے اور وہ اندھا ہے۔ ایک دن وہ قسمت کا مارا ایک بڑے مکان پر پہنچا اور دستک دی تاکہ اس کا مالک اس سے سبب پوچھے اور وہ سوال کرے۔ مالک مکان نے کہا کہ کون ہے؟ لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اب میرے بھائی نے سنا کہ وہ بلند آواز سے پوچھ رہا ہے کہ کون ہے؟ لیکن میرے بھائی نے پھر بھی جواب نہ دیا اور سنا کہ کوئی آ رہا ہے' یہاں تک کہ وہ دروازے پر پہنچ گیا اور اسے کھولا اور اس سے کہا کہ کیا تو اندھا ہے؟ میرے بھائی نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ مجھے اپنا ہاتھ دے اور اس نے اسے اپنا ہاتھ دیا' اس امید پر کہ شاید وہ اسے کچھ دے گا۔ لیکن وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مکان کے اندر لے گیا اور زینے پر چڑھتے چڑھتے سب سے اوپر کی منزل پر پہنچ گیا اور میرا بھائی اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ یا تو وہ اسے کھانا کھلائے گا یا کچھ بھیک دے گا۔ جب وہ سب سے اوپر پہنچ چکا تو اس نے کہا کہ اے اندھے' کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کے لیے کچھ دے۔ اس نے کہا کہ خدا تجھے زیادہ دے! میرے بھائی نے کہا کہ اے فلاں' یہ تو نے مجھ سے نیچے ہی کیوں نہ کہا؟ اس نے جواب دیا کہ اے کمینے' جب میں نے تجھے پہلی بار آواز دی تھی تو' تو نے بھی تو جواب نہیں دیا تھا؟ میرے بھائی نے کہا کہ اس وقت تو میرے ساتھ کچھ بھلائی نہیں کرنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ اچھا' مجھے زینے سے نیچے اتار دے۔ اس نے جواب دیا کہ راستہ تیرے سامنے ہے۔ میرا بھائی اٹھ کر آگے بڑھا اور اترتے اترتے یہاں تک پہنچا کہ اس کے اور دروازے کے درمیان بیس پٹریاں باقی رہ گئیں۔ اب اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر کر دروازے کے پاس آ پڑا اور اس کا سر پھٹ گیا اور وہ باہر نکلا اور اسے معلوم نہ تھا کہ کہاں جائے۔ اتنے میں اسے اس کے چند اندھے رفیق مل گئے اور انہوں نے اس سے پوچھا کہ آج تو نے کتنی کمائی کی؟ اور اس نے ان سے ساری سرگزشت بیان کر دی اور

ان سے کہا کہ اے میرے بھائیو' میں چاہتا ہوں کہ جو درہم میرے پاس باقی رہ گئے ہیں' ان کو نکال کر اپنے اوپر خرچ کروں۔

مکان کا مالک اس کے پیچھے پیچھے لگا ہوا تھا اور اس کی باتیں سن رہا تھا' لیکن نہ میرے بھائی کو اس کی خبر تھی اور نہ ہی اس کے ساتھیوں کو۔ اب میرا بھائی اپنے گھر پہنچا اور اندر گیا اور وہ شخص بھی اندر چلا گیا اور میرے بھائی کو اس کی خبر نہ ہوئی اور میرا بھائی بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ داخل ہوئے تو اس نے کہا کہ دروازہ بند کر دو اور مکان کی تلاشی لو' کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر آدمی ہمارے پیچھے پیچھے آ گیا ہو۔ جب اس شخص نے میرے بھائی کو یہ کہتے سنا تو اٹھ کر ایک رسی سے لٹک گیا جو چھت سے بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے سارے مکان کو چھان ڈالا اور کسی کو نہ پایا اور واپس آ کر میرے بھائی کے پاس بیٹھ گئے اور اپنے اپنے درہم نکال کر گننے لگے تو بارہ ہزار درہم نکلے۔ ان کو انہوں نے مکان کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ ہر ایک نے محض اتنے درہم لے لیے جتنے کی اسے ضرورت تھی اور باقیوں کو زمین میں گاڑ دیا۔ اب انہوں نے کچھ کھانا نکالا اور بیٹھ کر کھانے لگے' لیکن میرے بھائی نے اپنے پہلو میں کسی غیر آدمی کے چبانے کی آواز سنی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمارے ساتھ کوئی غیر آدمی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا جو مکان کا مالک تھا اور سب نے مل کر اسے خوب پیٹا۔ جب وہ دیر تک اسے پیٹ چکے تو چلانے لگے کہ اے مسلمانوں' ہمارے یہاں چور گھسا ہے اور ہمارا مال چرانا چاہتا ہے۔

یہ سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ شخص آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گیا اور وہی دعویٰ کرنے لگا جو اندھے اس کے اوپر کرتے تھے اور اپنی آنکھیں نیچی کر لیں تاکہ کوئی شک نہ کرے کہ وہ بھی ان کی طرح اندھا نہیں ہے اور چلانے لگا کہ اے مسلمانو' دہائی خدا کی اور سلطان کی! دہائی خدا کی اور شہر کے حاکم کی! کیونکہ میں حاکم کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔

اتنے میں لوگوں نے میرے بھائی سمیت سب کو گھیر لیا اور ان کو حاکم کے مکان پر لے گئے۔ حاکم نے ان سب کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ٹھہر جا' بغیر سزا دیے تجھے کسی بات کا پتہ نہ چلے گا۔ سب سے پہلے مجھ سے شروع کر اور مجھے سزا دے اور پھر اس میرے سردار کو۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ سے میرے بھائی کی طرف اشارہ کیا۔ اب لوگوں نے اسے لٹا کر اس کی پیٹھ پر چار سو ڈنڈے مارے۔ جب کسی قدر مار سے اسے تکلیف ہوئی تو اس نے ایک آنکھ کھول دی۔ اور جب اور مار پڑی تو دوسری آنکھ بھی کھول دی۔ حاکم نے کہا کہ اے ملعون' یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے جان بخشی کا پروانہ مہر لگا کر دے تو میں سارا بھید کھول دوں۔ ہم چاروں اپنے آپ کو اندھا بنا کر زبردستی لوگوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور مکانوں میں داخل ہو کر عورتوں کا نظارہ کرتے ہیں اور ان کو بد راہ کرتے ہیں۔ اس طرح سے ہمارے پاس بڑی دولت جمع ہو گئی ہے جو بارہ ہزار درہم ہے۔ جب میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا حصہ تین ہزار درہم مجھے دے دو تو وہ اٹھ کر مجھے مارنے لگے اور میرا مال ضبط کر بیٹھے اور میں خدا کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھے میری بات کا یقین آ جائے۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو مجھ سے زیادہ ڈنڈے مار اور اپنی آنکھیں کھول دے گا۔ حاکم نے ان کو سزا دینے کا حکم دیا اور میرے بھائی سے شروع کیا اور اسے شہتیر سے باندھ کر کہنے لگا کہ اے گنہگارو' تم خدا کی نعمتوں کا کفران کرتے ہو اور اپنے آپ کو اندھا ظاہر کرتے ہو۔ میرے بھائی نے کہا کہ اللہ اللہ' ہم میں سے واللہ کوئی انکھیارا نہیں۔

اب اس پر اتنی مار پڑی کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ حاکم نے کہا کہ اسے ہوش میں آ جانے دو' پھر دوبارہ اسے مارنا۔ پھر اس نے اس کے ساتھیوں کو مارنے کا حکم دیا۔ ہر ایک کو تین تین سو ڈنڈے۔ اور انکھیارا ان سے کہتا جاتا تھا کہ آنکھیں کھول دو ورنہ مار پڑے گی۔ اب اس شخص نے حاکم سے کہا کہ یہ لوگ آنکھیں تو کھولتے نہیں

لہٰذا کسی کو میرے ساتھ کر دے کہ درہم لے آئے۔ یہ ڈرتے ہیں کہ کہیں لوگوں میں ندامت نہ ہو۔ حاکم نے درہم منگوا کر ان میں سے تین ہزار درہم جو اس کا حصہ تھا' اسے دے دیا اور باقی کو ضبط کر لیا اور تینوں کو شہر بدر کر دیا۔

اے امیر المومنین' اب میں جا کر اپنے بھائی سے ملا اور حال پوچھا اور اس نے وہ ماجرا بیان کیا جو میں نے ابھی تجھ سے کہا ہے اور میں اسے چھپا کر شہر میں لے آیا اور اس کے لیے پوشیدہ طور پر کھانے پینے کا انتظام کر دیا۔ خلیفہ یہ سن کر ہنسا اور کہنے لگا کہ اسے انعام دے کر رخصت کر دو۔ اس نے کہا کہ واللہ جب تک میں امیرالمومنین سے اپنے سب بھائیوں کی سرگزشت نہ بیان کر لوں' میں کچھ نہیں لینے کا کیونکہ میں بہت کم گو ہوں۔

○ نائی کے چوتھے بھائی کی کہانی

اب نائی نے کہا کہ امیرالمومنین' میرا چوتھا بھائی جو کانا ہے' بغداد میں قصاب تھا' گوشت بیچتا اور مینڈھے پالتا تھا اور بڑے بڑے اور امیر لوگ اس کے یہاں آکر گوشت خریدتے اس طرح سے اس نے بہت سا پیسہ کمایااور بہت سے مویشی اور مکانات خریدے اور ایک مدت تک اس کی یہی حالت رہی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بڈھا لمبی داڑھی والا اس کے پاس آیا اور درہم نکال کر کہنے لگا کہ مجھے ان کا گوشت دے دے۔ یہ کہہ کر اس نے اسے درہم دیے اور اس نے گوشت دیا اور بوڑھا چلا گیا۔ اب میرے بھائی نے دیکھا کہ بوڑھے کے درہم بہت سفید اور چمکدار ہیں۔ اس لیے ان کو اوروں سے علیحدہ ایک کونے میں رکھ دیا۔ بوڑھا پانچ مہینے برابر اس کے یہاں آتا رہا اور میرا بھائی اس کے درہموں کو علیحدہ ایک صندوق میں رکھتا گیا۔ ایک دن اس کو خیال ہوا کہ درہموں کو نکال کر بھیڑیں خریدے اور اس نے صندوق کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس

میں محض گول گول کٹے ہوئے سفید کاغذ پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ اپنے منہ پر طمانچے مارنے اور چلانے لگا اور بہت سے لوگ آکر جمع ہو گئے اور جب اس نے ان سے اپنی سرگزشت بیان کی تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ اب میرا بھائی اپنے دستور کے موافق اٹھا اور ایک مینڈھے کو ذبح کیا اور اسے دوکان کے اندر لٹکا دیا اور اس میں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر باہر نکال کر لٹکا دیا۔ میرا بھائی کہہ رہا تھا کہ کاش کہ وہ منحوس بڈھا آتا ہو! ابھی ایک پہر بھی نہ گزرا تھا کہ بوڑھا آیا اور اس کے پاس وہی چاندی تھی۔

میرے بھائی نے اٹھ کر اسے پکڑ لیا اور شور مچانے لگا کہ اے مسلمانو' دوڑو اور اس فاجر کی سرگزشت میرے ساتھ سنو۔ جب بوڑھے نے اسے یہ کہتے سنا تو کہنے لگا کہ دو باتوں میں سے تو کون سی بات پسند کرتا ہے' یہ کہ تو مجھے جانے دے یا یہ کہ میں لوگوں میں تیری فضیحت کراؤں۔ میرے بھائی نے جواب دیا کہ تو کس بات پر میری فضیحت کرائے گا؟ اس نے جواب دیا کہ تو آدمیوں کے گوشت کو بھیڑ کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے۔ میرے بھائی نے کہا کہ اے ملعون تو جھوٹا ہے۔ بوڑھے نے جواب دیا کہ ملعون وہ ہے جس کی دوکان میں آدمی لٹکا ہوا ہے۔ میرے بھائی نے کہا کہ اگر تیرا کہنا سچ ہے تو میرا مال اور خون تیرے لیے حلال ہیں۔

بوڑھے نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے لوگو' اگر تم میری بات کی تحقیق کرنا چاہتے ہو اور جاننا چاہتے ہو کہ میں سچ کہتا ہوں تو اس کی دوکان کے اندر جا کر دیکھ لو۔ لوگ میرے بھائی کی دوکان کے اندر دوڑ پڑے اور وہ مینڈھا واقعی انسان کی شکل میں ہو گیا تھا اور لٹک رہا تھا۔

جب انہوں نے یہ دیکھا تو میرے بھائی کو پکڑ کر شور مچانے لگے کہ اے کافر' اے فاجر اور جو اس کے عزیز ترین دوست تھے' اسے گھونسے اور تھپڑ مارنے لگے اور کہنے لگے کہ تو ہمیں انسان کا گوشت کھانے کو دیتا ہے۔ بوڑھے نے اس کی ایک آنکھ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ وہ اندھی ہو گئی۔ اب لوگ اس ذبح کئے ہوئے انسان کو لے کر شہر کے داروغہ کے پاس پہنچے اور بوڑھے نے اس سے کہا کہ اے حاکم' یہ شخص

آدمیوں کو ذبح کرتا ہے اور بھیڑ کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے۔ ہم اسے پکڑ کے تیرے پاس لائے ہیں' اٹھ اور خدا کا حق ادا کر۔ میرے بھائی نے اپنی صفائی پیش کی لیکن

اس نے ایک نہ سنی اور حکم دیا کہ اسے پانچ سو ڈنڈے مارے جائیں اور اس کا سارا مال ضبط کر لیا جائے۔ اگر مال نہ ہوتا تو وہ قتل بھی کر دیا جاتا۔

اب میرا بھائی وہاں سے سر کے بل بھاگا اور ایک بڑے شہر میں پہنچا اور اس نے یہ بہتر خیال کیا کہ موچی کی دوکان کھولے اور وہ دوکان کھول کر بیٹھ گیا اور کچھ کام کاج شروع کر دیا تاکہ کچھ کھانا پینا ملے۔ ایک دن وہ کسی ضرورت سے باہر گیا ہوا تھا کہ اس نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بادشاہ شکار کے لیے باہر جا رہا ہے۔ میرا بھائی بھی بادشاہ کی شان و شوکت دیکھنے کے لیے ٹھہر گیا۔ اب بادشاہ کی نظر میرے بھائی کی آنکھ پر پڑی اور اس نے آنکھ نیچی کر لی اور کہنے لگا کہ اللہ' مجھے آج کی برائی سے بچائیو۔ یہ کہہ کر اس نے باگ پھیر دی اور سب غلاموں کو لے کر لوٹ گیا۔ اب اس کے حکم کے مطابق غلاموں نے میرے بھائی کو آلیا اور اتنا سخت مارا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا لیکن میرے بھائی کو کچھ نہ معلوم ہوا کہ اس پر کیوں مار پڑی۔ جب وہ نیم جان گھر واپس آ رہا تھا تو اسے راستے میں بادشاہ کا ایک نوکر ملا اور اس نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ نوکر ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ بھائی' بادشاہ کو اس کی برداشت نہیں کہ اس کی نظر کانے پر پڑے' بالخصوص جب وہ دہنی آنکھ سے کانا ہو تو وہ اسے بے قتل کیے نہیں چھوڑتا۔ جب میرے بھائی نے یہ سنا تو اس شہر سے بھاگ جانے کا تہیہ کیا اور اٹھ کر وہاں سے چل کھڑا ہوا اور ایک دوسری جگہ پہنچا جہاں وہ کسی کو نہ جانتا تھا اور وہاں بہت دنوں رہا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ میرا بھائی اپنے بارے میں پریشان تھا اور دل بہلانے باہر نکلا کہ اتنے میں اس نے اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آتی ہوئی سنی اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ پھر مقدر نے مجھے آگھیرا اور وہ دیکھنے لگا کہ کہاں جا کر چھپے مگر

اسے کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ اب اس کی نظر ایک بند دروازے پر پڑی اور اس نے اسے دھکا دے کر گرا دیا اور اندر گھس گیا اور دیکھا کہ وہاں ایک لمبی غلام گردش ہے اور وہ اس کے اندر داخل ہو گیا۔ ابھی اس کو کسی بات کی خبر نہ تھی کہ دو آدمیوں نے آکر اسے پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا کہ تو ہمارے ہتھے چڑھا۔ اے خدا کے دشمن! تین راتوں سے تو نے ہمیں بالکل سونے نہ دیا' نہ چین لینے دیا اور ہمیں مرنے کے قریب پہنچا دیا۔ میرے بھائی نے کہا کہ اے لوگو' بات کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تو ہمارے اوپر چھاپا مارتا ہے اور ہماری فضیحت کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے طرح طرح کی چالیں سوچتا ہے اور مکان کے مالک کا گلا کاٹنا چاہتا ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تو نے اور تیرے ساتھیوں نے اسے قلانچ کر دیا ہے! بہرحال وہ چھری نکال کر ہمارے حوالے کر جس سے تو ہمیں ہر رات ڈراتا ہے۔ اب انہوں نے تلاشی لی تو انہیں اس کی کمر میں ایک چھری ملی۔

اس نے کہا کہ اے لوگو' میرے بارے میں خدا سے ڈرو اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میری سرگزشت کیا ہے؟ اور اس نے سارا قصہ بیان کر دیا' اس امید پر کہ وہ اسے جانے دیں گے۔ لیکن انہوں نے بھائی کی ایک نہ سنی اور اسے پکڑ کر مارنا شروع کر دیا اور اس کے کپڑے اتار ڈالے۔ اب انہوں نے دیکھا کہ اس کے بدن پر کوڑے کی مار کے نشان ہیں اور اس سے کہنے لگے کہ یہ تو مار کے نشان ہیں اور وہ اسے حاکم کے پاس لے گئے۔ میرا بھائی اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ میرے گناہوں کی سزا ہے اور سوائے خدا کے اور کوئی مجھے نجات نہیں دے سکتا۔ اب حاکم نے میرے بھائی سے کہا کہ اے فاجر' تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو قتل کے ارادے سے ان کے گھر میں گھستا ہے؟ میرے بھائی نے کہا کہ اے حاکم' میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری بات سن اور جلدی مت کر۔ حاکم نے جواب دیا کہ ہم اور ڈاکو کی باتیں سنیں' جس نے لوگوں کو غریب بنا دیا ہے اور جس کی پیٹھ پر مار کے نشان ہیں! تو نے کوئی بہت بڑا جرم کیا ہو گا جس کی وجہ سے لوگوں نے تیری یہ گت بنائی

ہے! یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ میرے بھائی کے سو درے لگائے جائیں اور اس کے سو درے لگائے گئے اور ایک اونٹ پر بٹھا کر اسے پھرایا گیا اور لوگ کہتے جاتے تھے کہ یہ اس شخص کی کم از کم سزا ہے جو لوگوں کے گھروں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اب حاکم نے اسے شہربدر کرنے کا حکم دیا اور میرے بھائی کا چہرہ فق ہو گیا۔ جب میں نے اس کا حال سنا تو میں نے اس کے پاس جا کر ماجرا پوچھا اور اس نے اپنی ساری سرگزشت بیان کی اور میں اس کے ساتھ ساتھ چکر لگا رہا تھا اور لوگ ڈھنڈورا پیٹتے جاتے تھے۔ اب انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور میں اس کے پاس گیا اور اسے لے کر چپکے سے شہر میں آیا اور اس کے کھانے پینے کا انتظام کر دیا۔

○ نائی کے پانچویں بھائی کی کہانی

میرا پانچواں بھائی دونوں کانوں سے بوچا تھا۔ اے امیرالمومنین' اور فقیر تھا' رات کو لوگوں سے بھیک مانگتا اور دن میں اس پر گزارا کرتا تھا۔ اور ہمارا باپ عمر رسیدہ بوڑھا تھا۔ وہ بیمار ہوا اور مر گیا اور سات سو دینار ہمارے لیے ترکے میں چھوڑے اور ہم میں سے ایک نے ایک ایک سو درہم لے لیے لیکن جب میرے پانچویں بھائیوں کو اس کا حصہ ملا تو وہ حیران ہو گیا اور اس کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ کیا کرنا چاہیے؟ وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ اسے خیال ہوا کہ ان داموں سے طرح طرح کے کانچ کے برتن خریدے اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ یہ سوچ کر اس نے سو درہم کے کانچ کے برتن خریدے اور انہیں ایک تشت میں رکھ کر ایک جگہ بیٹھ کر بیچنے لگا۔ اس کے پہلو میں ایک دیوار تھی' اس سے وہ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا کہ ان کانچ کے برتنوں میں میری پونجی ایک سو درہم کی ہے اور ان کو دو سو درہم میں بیچوں گا۔ پھر میں دو سو درہم کے کانچ کے برتن خریدوں گا اور ان کو چار سو درہم میں بیچوں گا۔ اسی طرح سے میں خریدتا اور بیچتا رہوں گا' یہاں تک کہ میرے پاس بہت سا مال جمع ہو جائے

گا اور میں اس سے ہر طرح کا تجارت کا مال اور جواہرات اور عطر خریدوں گا۔ ان سے بے حد فائدہ اٹھاؤں گا۔ اس کے بعد میں ایک خوبصورت محل خریدوں گا اور غلام اور گھوڑے اور سونے کی کاٹھیاں خریدوں گا۔ اور خوب کھاؤں پیوں گا اور شہر کا کوئی گویا اور ڈومنی نہ ہو گی جس کو میں اپنے یہاں نہ بلاؤں گا اور اگر خدا کو منظور ہے تو میں اپنی پونجی ایک لاکھ درہم تک پہنچا دوں گا۔

وہ اپنے دل میں یہی حساب لگا رہا تھا اور کانچ کے برتنوں کا تشت اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اب وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جب میرا مال ایک لاکھ درہم ہو جائے گا تو میں شاہزادیوں اور وزیر زادیوں سے نکاح کے لیے کٹنیاں بھیجوں گا اور وزیر کی بیٹی کے پاس شادی کا پیغام بھیجوں گا کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ حسن میں لاجواب اور جمال میں یکتا ہے اور ایک ہزار دینار اس کا مہر مقرر کروں گا۔ اگر اس پر اس کا باپ راضی ہو گیا تو خیر' ورنہ میں اس کی مرضی کے خلاف لڑکی کو جبراً لے آؤں گا اور جب وہ میرے گھر آ چکے گی تو میں اس کے لیے دس ننھے ننھے غلام خریدوں گا اور اپنے لیے بادشاہوں اور سلطانوں کی پوشاکوں میں سے ایک پوشاک خریدوں گا اور ایک سونے کی زین بنوا کر اسے قیمتی جواہرات سے آراستہ کروں گا۔ پھر میں سوار ہوں گا اور میرے اردگرد اور سامنے سفید غلام ہوں گے اور میں شہر کا چکر لگاؤں گا اور لوگ مجھے سلام کریں گے اور دعا دیں گے۔ اب میں اس وزیر کے یہاں پہنچوں گا جو لڑکی کا باپ ہے اور سفید غلام میرے آگے' پیچھے اور دہنے اور بائیں ہوں گے۔ جب وزیر مجھے دیکھے تو کھڑا ہو جائے گا اور مجھے اپنی جگہ بٹھائے گا اور خود نیچے بیٹھ جائے گا کیونکہ وہ میرا سسر ہے۔

میرے ساتھ دو غلام ہوں گے جن کے پاس ہزار دینار کی تھیلیاں ہوں گی اور میں وزیر کو ایک ہزار اس کی لڑکی کے مہر کے دوں گا اور ایک ہزار اس کو تحفہ دوں گا تا کہ اس کو معلوم ہو کہ میں کتنا بامروت اور سخی اور بڑے دل والا ہوں اور دنیا میری نظر میں کتنی حقیر ہے۔ جب وہ مجھ سے دس باتیں کرے گا تو میں دو باتوں کا جواب

دوں گا اور پھر اپنے گھر واپس آ جاؤں گا۔

جب کوئی شخص میری سسرال سے آئے گا تو میں اسے نقد اشرفیاں دوں گا اور خلعت پہناؤں گا اور اگر کوئی ہدیہ لے کر آئے گا تو میں اسے منظور نہ کروں گا اور واپس کر دوں تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں عالی دماغ ہوں اور اپنی شان نہیں چھوڑتا۔ پھر میں نئی شوکت اور دبدبے سے ان کے یہاں جاؤں گا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکے گا تو میں انہیں حکم دوں گا کہ شادی کی رات کا انتظام کیا جائے اور میں اپنے گھر کو نمایاں طور پر سجاؤں گا۔ جب منہ دکھائی کا وقت آئے گا تو میں اپنی بہترین پوشاک پہنوں گا اور ریشمی لباس میں تکیہ لگا کر بیٹھوں گا اور داہنے بائیں نہ دیکھوں گا کیونکہ یہ میری عقل کی بڑائی اور سمجھ کی پختگی کی دلیل ہو گی' اور میری بیوی میرے سامنے چاند کی طرح کھڑی ہو گی اور اپنی پوشاک اور زیور پہنے ہو گی اور میں تکبر اور غرور سے اس کی طرف نہ دیکھوں گا۔ یہاں تک کہ سارے حاضرین کہیں گے کہ اے آقا' تیری بیوی اور تیری لونڈی تیرے سامنے کھڑی ہے۔' اس پر مہربانی کر اور ایک نظر ڈال کیونکہ کھڑے کھڑے اس کو تکلیف ہوتی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ کئی بار میرے آگے زمین کو بوسہ دیں گے۔ اب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور ایک نظر اس کو دیکھوں گا اور پھر سر نیچا کر لوں گا۔ اس کے بعد وہ اسے سونے کے کمرے میں لے جائیں گے اور میں اٹھ کر اپنے کپڑے بدلوں گا اور بہترین لباس پہنوں گا۔ جب وہ دلہن کو دوسری بار لائیں گے تو جب تک وہ کئی بار میری خوشامد نہ کر لیں گے' میں اس کی طرف نہ دیکھوں گا' اور ایک بار دیکھ کر پھر آنکھیں نیچی کر لوں گا اور اس کی منہ دکھائی کے ختم ہونے تک یونہی رہوں گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی ختم کر دی' جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ تینتیسویں رات

جب تینتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- نائی کے بھائی نے کہا کہ پھر میں نظر نیچی کر لوں گا اور اس کی منہ دکھائی کے ختم ہونے تک یونہی رہوں گا۔ اب میں ایک خادم کو حکم دوں گا کہ وہ ایک تھیلی لائے' جس میں پانچ سو دینار ہوں۔ جب دینار آ جائیں تو میں انہی ڈومنیوں کو حکم دوں گا کہ مجھے دلہن کے پاس لے چلیں۔ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گی تو میں نہ اس کی طرف آنکھ اٹھاؤں گا اور نہ اس سے بات چیت کروں گا تاکہ اس میں حقارت پائی جائے اور لوگ کہیں کہ میں کیسا عالی دماغ آدمی ہوں۔ اب اس کی ماں آئے گی اور میرا سر اور دونوں ہاتھ چوم کر کہے گی کہ اے میرے آقا اپنی لونڈی کو ایک نظر دیکھ اور اس کی دل دہی کر کیونکہ اسے آرزو ہے کہ اسے تیرا قرب حاصل ہو۔ میں اس کا کوئی جواب نہ دوں گا۔ جب وہ یہ دیکھے گی تو اٹھ کر بار بار میرے پاؤں چومے گی اور کہے گی کہ اے آقا' میری بیٹی نہایت حسین لڑکی ہے اور ابھی تک کسی مرد پر اس کی نظر نہیں پڑی ہے' اگر وہ تیری یہ سرد مہری دیکھے گی تو اس کی دل شکنی ہو گی' اس کی طرف متوجہ ہو کر اس سے باتیں کر۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے گی اور میرے لیے ایک پیالہ لائے گی' جس میں شراب ہو گی اور اس کی بیٹی اس کے ہاتھ سے وہ پیالہ لے لے گی اور اسے میرے پاس لائے گی لیکن میں اسے اپنے سامنے کھڑا رہنے دوں گا اور میں ایک گول زرکش تکیے سے تکیہ لگائے ہوئے ہوں گا اور اپنی بزرگی کی وجہ سے اس کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھوں گا تاکہ وہ سمجھے کہ میں عظیم الشان سلطان ہوں۔ اب وہ مجھ سے کہے گی کہ اے میرے آقا' میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اپنی لونڈی کے ہاتھ سے پیالے کو رد نہ کر' کیونکہ میں واقعی تیری لونڈی ہوں' مگر میں اس سے بات نہ کروں گا' یہاں تک کہ وہ میری خوشامد کرے گی اور کہے گی کہ تجھے پینا پڑے گا اور پیالہ میرے منہ کی طرف بڑھائے گی اور میں اسے ایک تھپڑ لگاؤں

گا اور اسے اپنے پاؤں سے اس طرح ٹھوکر ماروں گا'
یہ کہہ کر اس نے اپنے پاؤں سے ایک ٹھوکر ماری اور تشت مع کانچ کے برتنوں کے الٹ گیا اور چونکہ وہ اونچی جگہ پر تھا' اس لیے زمین پر گر کر سارے برتن ٹوٹ گئے۔

اب میرا بھائی چلانے لگا اور کہتا جاتا تھا کہ یہ سب میرے غرور کی وجہ سے ہوا۔ اے امیرالمومنین' اب میرے بھائی نے اپنے طمانچے لگانے اورکپڑے پھاڑنے شروع کر دیئے۔
وہ روتا جاتا اور طمانچے لگاتا جاتا تھا اور لوگ جو جمعے کی نماز کو جا رہے تھے' بعض اس کو دیکھ کر اس پر ترس کھاتے تھے اور بعض کو اس کا کچھ خیال نہ تھا' اور میرے بھائی کی یہ حالت تھی کہ اس کی پونجی اور فائدہ دونوں ضائع ہو گئے۔ وہ کچھ دیر تک کھڑا رویا کیا کہ اتنے میں ایک حسین عورت وہاں سے گزری' اس کے ساتھ بہت سے خادم تھے اور وہ ایک خچر پر سوار تھی' جس پر سونے کی زین کسی ہوئی تھی اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور وہ جمعے کی نماز پڑھنے جا رہی تھی۔ جب اس نے کانچ کے برتن دیکھے اور اور میرے بھائی کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ رو رہا ہے تو اسے اس پر ترس آ گیا اور اس کا دل پسیج گیا اور اس نے حال دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے پاس کانچ کے برتنوں کا ایک تشت تھا' جس سے وہ اپنی روزی کماتا تھا' وہ ٹوٹ گیا ہے اور اس کی حالت تیرے اوپر ظاہر ہے۔ یہ سن کر اس نے ایک خادم کو بلایا اور کہا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے' اس مسکین کو دے دے اور اس نے اسے ایک توڑا حوالے کر دیا' جس میں پانچ سو دینار تھے۔ جب یہ توڑا میرے بھائی کے ہاتھ میں آیا تو وہ مارے خوشی کے مرا جاتا تھا اور اس نے آگے بڑھ کر اسے دعا دی' جب گھر پہنچا تو وہ امیر تھا۔
ابھی وہ بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کھڑی ہے جس کو وہ پہچانتا نہ تھا۔ اس نے کہا کہ' بیٹا' تو جانتا ہے کہ نماز کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں بے وضو کے ہوں اور چاہتی ہوں کہ تیرے گھر میں وضو کروں اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ میرا بھائی اندر گیا اور اس

سے کہا کہ آ جا۔

جب وہ اندر آئی تو اس نے اسے وضو کرنے کے لیے ایک لوٹا دیا اور خود الگ جا کر بیٹھ گیا اور دیناروں کے ملنے کی وجہ سے پھولے نہ سماتا تھا۔ اب اس نے وہ دینار اپنے ازار بند میں باندھ لیے۔ جب باندھ چکا اور بڑھیا وضو کر چکی تو وہ اس جگہ آئی جہاں میرا بھائی بیٹھا ہوا تھا اور دو رکعت نماز پڑھی اور میرے بھائی کے لیے دعا مانگی۔

اس نے بڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور اپنا ہاتھ دیناروں کی طرف بڑھایا اور دو دینار نکال کر اسے دیے اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ میری طرف سے صدقہ ہے۔ جب بڑھیا نے دینار دیکھے تو کہنے لگی کہ سبحان اللہ جو تجھے چاہتی ہے' اسے تو فقیر سمجھتا ہے! اپنے دینار رہنے دے' مجھے ان کی حاجت نہیں' انہیں اپنے دل سے جدا نہ کر۔ اگر تو چاہتا ہے کہ اس سے ملے' جس نے تجھے دینار دیئے ہیں تو میں تجھے اس سے ملا دوں گی کیونکہ وہ میری مالکہ ہے۔ میرے بھائی نے کہا کہ اس سے ملنے کی ترکیب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے بیٹا' اس کا میلان امیر آدمیوں کی طرف ہے۔ اس لیے اپنے سارے دینار لے کر میرے ساتھ چل تا کہ تیری مراد پوری ہو۔ جب تو اس کے ساتھ ہو جیو تو ہرگز کسی قسم کی ملاطفت اور پیاری پیاری باتوں میں کمی نہ کیجیو کیونکہ اس طرح سے اس کا سارا حسن اور مال تیرا ہو جائے گا۔

میرے بھائی نے اپنا سارا سونا لیا اور اٹھ کر بڑھیا کے ساتھ روانہ ہو گیا اور اسے یقین نہیں آتا تھا۔ جب بڑھیا آگے آگے چلی اور میرا بھائی اس کے پیچھے پیچھے' یہاں تک کہ وہ ایک بڑے دروازے پر پہنچے اور بڑھیا نے دستک دی اور ایک رومی لڑکی نے آکر دروازہ کھولا۔ بڑھیا اندر گئی اور میرے بھائی سے کہا کہ میرے ساتھ آ۔ اب وہ ایک بڑے محل میں داخل ہوئے' جس میں ایک بہت بڑی بیٹھک تھی اور فرش پر عمدہ عمدہ قالین بچھے ہوئے تھے اور پردے پڑے ہوئے تھے۔ میرا بھائی وہاں بیٹھ گیا اور اپنی اشرفیاں سامنے رکھ لیں اور اپنی پگڑی گھٹنوں پر رکھ لی کہ اتنے میں ایک لڑکی آئی جس سے زیادہ حسین کسی کی نظر سے نہ گزری ہو اور وہ زرق برق لباس پہنے ہوئی تھی۔ اسے

دیکھ کر میرا بھائی سروقد کھڑا ہو گیا۔ جب لڑکی نے اسے دیکھا تو وہ مسکرائی اور خوشی کا اظہار کیا اور اشارے سے کہا کہ بیٹھ جا۔ اب اس نے حکم دیا کہ دروازہ بند کر

دیا جائے اور میرے بھائی کے پاس آئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دونوں ایک تنہا کمرے میں پہنچے جس میں ریشمی فرش بچھے ہوئے تھے۔ وہاں میرا بھائی بیٹھ گیا اور اس کے پہلو میں وہ بھی بیٹھ گئی اور اس سے تھوڑی دیر ہنسی مذاق کرتی رہی۔ اب وہ اٹھی اور کہنے لگی کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں یہاں سے مت جائیو۔ یہ کہہ کر وہ چل دی اور میرا بھائی اکیلا رہ گیا کہ اتنے میں ایک لمبا چوڑا حبشی غلام اس کمرے میں آیا اور اس کے پاس ایک ننگی تلوار تھی اور میرے بھائی سے کہنے لگا کہ تف ہو تجھ پر! تجھے یہاں کون لایا ہے اور تو کیا کر رہا ہے؟ جب میرے بھائی نے اسے دیکھا تو اسے جواب دینے کی طاقت باقی نہ رہی اور اس کی زبان بند ہو گئی اور منہ سے کوئی بات نہ نکلی۔ اب حبشی نے میرے بھائی کو پکڑ کر اس کے کپڑے اتارے اور اسے تلوار کی سطح سے اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور منحوس غلام کو خیال ہوا کہ وہ مر گیا۔

اب میرے بھائی نے اسے کہتے سنا کہ نمک چھڑکنے والی کہاں ہے؟ یہ سن کر ایک لونڈی آئی اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سینی تھی اور اس میں بہت سا نمک تھا اور غلام، بھائی کے زخموں پر چھڑکنے لگا، مگر وہ جنبش نہ کرتا کہ کہیں غلام کو معلوم نہ ہو جائے کہ وہ زندہ ہے اور وہ اسے قتل کر کے اس کی جان نکال لے۔ اب وہ لونڈی چلی گئی اور غلام نے آواز دی کہ تہہ خانے والی کہاں ہے؟ یہ سن کو وہی بڑھیا آئی اور اسے پاؤں سے پکڑ کر کھینچا اور تہہ خانے میں لے جا کر اسے لاشوں کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ وہاں وہ دو روز تک پڑا رہا اور خدا نے نمک کو اس کی زندگی کا سبب بنا دیا کیونکہ اس سے خون رک گیا۔ اب میرے بھائی نے دیکھا کہ اس میں جنبش کرنے کی قوت آ گئی ہے اور اس نے اٹھ کر تہہ خانے کا چور دروازہ کھولا اور ڈرتے ڈرتے

باہر نکلا۔ خدا نے اس کی پردہ پوشی کی اور وہ اندھیرے میں چل نکلا اور صبح تک بیٹھک میں چھپا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ معلون بڑھیا دوسرے شکار کی تلاش میں نکلی اور میرا بھائی بھی اس کے پیچھے نکل آیا' اور بڑھیا کو اس کا پتہ نہ چلا۔ اب وہ اپنے گھر پہنچ کر علاج کرنے لگا' یہاں تک کہ اچھا ہو گیا۔ لیکن وہ ہر روز دیکھتا تھا کہ بڑھیا لوگوں کو ایک ایک کر کے لے جاتی ہے اور اس مکان میں چھوڑ آتی ہے' اور وہ کچھ نہ کہتا تھا مگر جب اس کی جان میں جان آئی اور قوت پیدا ہوئی تو اس نے ایک چیتھڑا لے کر اس کی تھیلی بنائی اور اس میں کانچ کے ٹکڑے بھر کر اسے اپنی کمر سے باندھ لیا اور بھیس بدل کر نکلا تاکہ اس کو کوئی پہچانے نہیں اور عجمی لباس پہن کر اس میں ایک تلوار چھپا لی۔ جب اسے وہ بڑھیا نظر آئی تو اس نے عجمیوں کے لہجے میں کہا کہ اے بڑھیا' میں پردیسی ہوں اور آج ہی اس شہر میں پہنچا ہوں اور یہاں کسی سے واقف نہیں ہوں۔ تیرے پاس ترازو ہو گا جس میں نو سو دینار آ جائیں؟ اس کے بدلے میں تجھے ان میں سے کچھ دینار دوں گا۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ میرا بیٹا صراف ہے اور اس کے پاس ہر قسم کے ترازو ہیں۔ میرے ساتھ چل قبل اس کے کہ وہ مکان سے چلا جائے اور اپنی اشرفیاں تول لے۔

میرے بھائی نے کہا کہ تو آگے آگے چل اور وہ چلی اور میرا بھائی اس کے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی دروازے پر پہنچی اور اسے کھٹکھٹایا اور بعینہ اور وہی لونڈی آئی اور اس نے دروازہ کھولا۔ بڑھیا اس کو دیکھ کر مسکرا دی اور کہنے لگی کہ میں آج تمہارے لیے چربی والا گوشت لائی ہوں۔ لونڈی نے میرے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اسے مکان کے اندر داخل کر لیا اور یہ وہی مکان تھا جس میں وہ پہلے گیا تھا۔ تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھنے کے بعد لڑکی اٹھی اور اس نے کہا کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں' یہاں سے اٹھیو مت۔ یہ کہہ کر وہ چل دی اور اس کے جاتے ہیں ملعون غلام ننگی تلوار لے کر آدھمکا اور میرے بھائی سے کہنے لگا کہ اے ملعون اٹھ۔ میرا بھائی اٹھا اور

غلام آگے آگے چلا اور میرا بھائی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اب اس نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا جو اس کے کپڑوں میں پوشیدہ تھے اور غلام پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا اور وہ اسے پاؤں سے کھینچ کر تہہ خانے میں لے گیا اور آواز دی کہ نمک چھڑکنے والی کہاں ہے؟ اب وہ ایک سینی لے کر پہنچی' جس میں نمک تھا اور جب اس نے دیکھا کہ میرا بھائی شمشیر بدست کھڑا ہے تو وہ الٹے پاؤں بھاگی لیکن میرے بھائی نے پیچھے سے ایک ایسی تلوار ماری اور اس کا سر اڑا دیا۔ اب اس نے آواز دی کہ بڑھیا کہاں ہے؟ اور جب وہ آئی تو اس نے کہا کہ اے منحوس بڑھیا' تو مجھے پہچانتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں میرے آقا' اس نے کہا کہ میں وہی درہم والا ہوں جس کے گھر آکر تو نے وضو کیا تھا اور نماز پڑھی تھی اور پھر مجھے یہاں مصیبت میں ڈال گئی تھی۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا سے ڈر اور مجھے معاف کر لیکن اس نے اس کی ایک نہ سنی اور تلوار سے اس کے چار ٹکڑے کر ڈالے۔

اب وہ اس لڑکی کی تلاش میں نکلا اور جوں ہی لڑکی کی نظر اس پر پڑی' وہ حواس باختہ ہو گئی اور اس نے امان مانگی اور میرے بھائی نے اسے امان دی اور اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اس حبشی کے ہتھے چڑھی؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک سوداگر کی کنیز ہوں اور یہ بڑھیا ہمارے یہاں آیا جایا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ میں اس سے مانوس ہو گئی۔ ایک روز وہ مجھ سے کہنے لگی کہ آج ہمارے یہاں ایک شادی ہے کہ آج تک کسی نے ایسی نہ دیکھی ہو گی اور میں چاہتی ہوں کہ تو اس میں شریک ہو۔ میں نے کہا بسرو چشم۔ یہ کہہ کر اٹھی اور اپنے بہترین کپڑے اور زیور پہنے اور ایک تھیلی میں سو دینار لے کر اس کے ساتھ چل کھڑی ہوئی اور اس مکان میں پہنچی یہاں پہنچتے ہی اس حبشی نے میری عصمت لی اور بڑھیا کی اس چالا کی کی وجہ سے میں تین سال سے یہاں ہوں۔ میرے بھائی نے پوچھا کہ اس کے پاس کچھ مال و دولت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بہت کچھ ہے۔ اگر تو اسے یہاں سے لے جا سکتا ہے تو

لے جا اور خدا سے بھلائی طلب کر۔ اب میرا بھائی اٹھ کر اس کے ساتھ چلا اور اس نے بہت سے صندوق کھول کر دکھائے، جن میں تھیلیاں تھیں۔ یہ دیکھ کر میرا بھائی دنگ ہو گیا اور لڑکی نے اس سے کہا کہ میں یہیں ٹھہرتی ہوں اور تو جا کر لوگوں کو لے آ اور مال کو یہاں سے لے چل۔ میرا بھائی باہر گیا اور دس آدمیوں کو ٹھہرا کر لے آیا۔ لیکن جب وہ دروازے پر پہنچا تو اسے کھلا ہوا پایا اور دیکھا کہ نہ وہاں وہ لڑکی ہے اور نہ ہی تھیلیاں۔ صرف کپڑے اور کچھ اور چھوٹی ہوئی چیزیں پڑی ہوئی ہیں۔

اب اس کی سمجھ میں آیا کہ لڑکی نے اسے دھوکا دیا اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا، وہ اس نے اپنے قبضے میں کیا اور کوٹھڑیاں کھول کر ان میں سے سب کچھ نکال لی اور گھر کے اندر کچھ نہ چھوڑا اور گھر جا کر مزے سے سو رہا۔

جب سویرا ہوا تو بیس سپاہی اس کے پاس پہنچے اور اسے گرفتار کر کے کہنے لگے کہ شہر کے حاکم نے تجھے بلایا ہے، اور اسے لے چلے۔ میرے بھائی نے ان سے اجازت مانگی کہ وہ ذرا گھر میں ہو آئے۔ لیکن انہوں نے اسے نہ چھوڑا کہ وہ گھر کے اندر داخل ہو۔ اس نے انہیں سارے درہم دینے کا وعدہ کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور اسے ایک رسی سے خوب جکڑ کر باندھا اور لے کر چلتے ہوئے۔ راستے میں میرے بھائی کا ایک دوست ملا اور اس نے اس کا دامن پکڑ کر اس سے التجا کی کہ ٹھہر جا اور مجھے ان لوگوں کے ہاتھ سے چھڑانے میں مدد کر۔ وہ شخص ٹھہر گیا اور اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حاکم کا حکم ہے کہ ہم اس شخص کو گرفتار کر کے اس کے سامنے حاضر کریں اسی لیے ہم اسے لیے جا رہے ہیں۔ میرے بھائی کے دوست نے کہا کہ میں تمہیں پانچ سو دینار دیتا ہوں، تم اسے چھوڑ دو اور حاکم کے پاس جا کر کہہ دینا کہ وہ ہمیں ملا نہیں۔ انہوں نے اس کی بات بھی نہ مانی اور اسے منہ کے بل کھینچتے لیے چلے گئے اور حاکم کے سامنے پیش کر دیا۔

جب والی نے میرے بھائی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ کپڑے اور مال تجھے کہاں سے ہاتھ لگے؟ میرے بھائی نے کہا کہ مجھے امان دے تو کہوں۔ حاکم نے امان کا رومال اسے دیا اور اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا۔ جو اسے بڑھیا کے ساتھ پیش آیا تھا اور نیز یہ کہ لڑکی کس طرح غائب ہو گئی۔ اس کے بعد وہ والی سے کہنے لگا کہ جو چیزیں میں نے لی ہیں ان میں سے جو کچھ تیرا دل چاہے لے لے اور میرے پاس محض اتنا چھوڑ دے کہ میں اس سے اپنی روزی کما سکوں۔ والی نے سارے کپڑے اور تمام مال اس سے لے لیا۔ مگر اس ڈر سے کہ کہیں سلطان کو خبر نہ ہو جائے۔ اس نے میرے بھائی کو بلا کر کہا کہ اس شہر سے نکل جاؤ ورنہ میں تجھے پھانسی پر چڑھا دوں گا۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم اور ایک دوسرے شہر کو روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور اس کے کپڑے اتار لیے اور اسے مارا اور اس کے دونوں کان کاٹ ڈالے۔ جب اس کا حال معلوم ہوا تو میں کپڑے لے کر اس کے پاس گیا اور اسے چوری سے شہر میں لے آیا اور اس کے کھانے پینے کے لیے روزینہ مقرر کر دیا۔

○ نائی کے چھٹے بھائی کی کہانی

اے امیرالمومنین' میرا چھٹا بھائی جس کے دونوں ہونٹ کٹے ہوئے تھے' فقیر تھا ایک روز وہ بھیک مانگنے کے لیے نکلا تا کہ وہ بھوک کے مارے مر نہ جائے اور اس نے ایک گلی میں ایک خوبصورت مکان دیکھا جس کی بیٹھک بہت کشادہ اور بلند تھی اور دروازے پر بہت نوکر چاکر تھے اور احکام جاری کیے جا رہے تھے۔ میرے بھائی نے ایک شخص سے پوچھا جو وہاں کھڑا ہوا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے؟ اس نے کہا کہ ایک برمکی کا۔ یہ سن کر میرا بھائی دربانوں کے پاس گیا اور ان سے سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ اندر جا' جو جو تو چاہے گا' ہمارا آقا تجھے دے گا۔ اب وہ بیٹھک میں داخل ہوا اور

تھوڑی دیر چلنے کے بعد ایک حویلی دیکھی جو انتہا درجے کی خوشنما اور خوبصورت تھی اور اس کے بیچ میں ایک باغ تھا' ایسا باغ اس نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ حویلی میں مرمر کا فرش تھا اور پردے پڑے ہوئے تھے۔ میرا بھائی یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کدھر جائے۔ آخر کار وہ مکان کے صدر کی طرف بڑھا اور وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا' جس کا چہرہ حسین تھا اور داڑھی بہت خوبصورت تھی۔ جب اس نے میرے بھائی کو دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اور مرحبا کہا اور اس کی مزاج پرسی کی۔ اس نے جواب دیا کہ میں محتاج ہوں۔ جب اس نے میرے بھائی کو یہ کہتے سنا تو اسے نہایت غم ہوا اور اس نے اپنے کپڑوں کی طرف ہاتھ بڑھائے اور ان کو پھاڑنے لگا اور کہا کہ جس شہر میں' میں ہوں' اس میں تو بھوکا رہے! یہ میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے اس سے ہر قسم کی مدد کا وعدہ کیا اور کہنے لگا کہ تجھے میرے ساتھ کھانا کھانا ہو گا۔ میرے بھائی نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' مجھ میں اب صبر کی طاقت نہیں' میں بے حد بھوکا ہوں۔

اب اس نے غلام کو آواز دی کہ تشت اور لوٹا لا اور کہنے لگا کہ اے میرے مہمان' آگے آ اور اپنے ہاتھ دھو۔ میرا بھائی ہاتھ دھونے کے لیے اٹھا لیکن نہ اسے کوئی تشت نظر آیا نہ لوٹا۔ مگر میزبان اپنے ہاتھ اس طرح ہلا رہا تھا کہ گویا وہ ہاتھ دھو رہا ہے۔ اس کے بعد اس نے آواز دی کہ دستر خوان بچھاؤ لیکن میرے بھائی نے کچھ نہ دیکھا۔ اب اس نے میرے بھائی سے کہا کہ بسم اللہ یہ کھانا کھا اور تکلف مت کر' اور اس نے اپنے ہاتھ اس طرح چلائے کہ گویا وہ کھانا کھا رہا ہے۔ وہ شخص میرے بھائی سے کہتا جاتا تھا کہ کھا اور دیکھ کہ یہ روٹی کیسی سفید اور خوبصورت ہے لیکن میرے بھائی کو کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی۔

اب میرے بھائی نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایسا شخص معلوم ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ مذاق کرنا پسند کرتا ہے اور اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے

آقا' میں نے تمام عمر نہ اس سے زیادہ خوبصورت سفید روٹی دیکھی ہے اور نہ اس سے زیادہ مزیدار کھائی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ روٹی ایک کنیز نے پکائی ہے جس کو میں نے پانچ سو دینار میں خریدا ہے۔ اب اس نے آواز دی کہ اے غلام' ہریسہ لا جو بہترین کھانا ہے' مگر اس میں بہت سا روغن ڈال لائیو' اور میرے بھائی سے کہنے لگا کہ اے میرے مہمان' خدا کی قسم سچ سچ کہہ کہ تو نے اس ہریسے سے بہتر کبھی کھایا ہے؟ تجھے میری جان کی قسم' کھا اور تکلف مت کر۔ پھر اس نے غلام سے کہا کہ سکباج لا جو موٹے بٹیروں کا بنا ہوا ہے' اور میرے بھائی سے کہا کہ آ' اے میرے مہمان اور کھا کیونکہ تو بھوکا ہے اور تجھے اس کی ضرورت ہے' اور وہ اپنے جبڑے چلا رہا اور چاب رہا تھا۔ وہ شخص اس طرح ایک کھانے کے بعد دوسرا منگاتا اور کوئی چیز نہ آتی۔ مگر وہ میرے بھائی سے کہتا کہ کھا۔

اب اس نے پھر غلام کو آواز دی کہ چوزے لا جن کے اندر پستے بھرے ہوئے ہیں اور میرے بھائی سے کہا کہ تیری جان کی قسم اے میرے مہمان' ان چوزوں کو میں نے پستے کھلا کر موٹا کیا ہے' کھا کیونکہ ایسی چیز تو نے کبھی نہیں کھائی ہو گی۔

میرے بھائی نے کہا کہ اے میرے آقا' اس کا کیا کہنا! اب وہ اپنے ہاتھ کو میرے بھائی کے منہ کی طرف اس طرح بڑھانے لگا' گویا کہ وہ اس کے منہ میں لقمہ دے رہا ہے اور وہ تمام کھانوں کا شمار اور ان کی تعریف کرتا جاتا تھا۔ لیکن میرا بھائی بھوکا تھا اور اس کی بھوک بڑھتی جاتی تھی اور اسے تمنا تھی کہ کاش جو کی روٹی ہی مل جائے۔

اب اس نے کہا کہ ان کھانوں کے مسالوں سے بہتر کبھی تو نے دیکھا ہے؟ میرے بھائی نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' کبھی نہیں۔ اس نے کہا کہ خوب کھا اور تکلف مت کر۔ میرے بھائی نے کہا کہ اب میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ اس پر اس شخص نے آواز دی کہ ان کھانوں کو بڑھاؤ اور شیرینی لاؤ۔ اور میرے بھائی سے کہا کہ یہ کھانا کھا کیونکہ یہ بہت نفیس ہے اور یہ میٹھے ٹکڑے کھا' تجھے میری جان کی قسم' لے اس

میٹھے ٹکڑے کو لے قبل اس کے کہ اس کا شیرہ بہہ جائے۔ میرے بھائی نے کہا کہ اے میرے آقا' خدا تیرا سایہ میرے اوپر رکھے! اور وہ میٹھے ٹکڑوں میں مشک کی زیادتی کے متعلق پوچھنے لگا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اسی کا عادی ہوں' میرے لیے ہر میٹھے ٹکڑے میں سے ایک مثقال مشک اور آدھا مثقال عنبر ڈالا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور میرا بھائی سر اور منہ ہلاتا جاتا اور جبڑوں سے کھیلتا جاتا تھا۔

اب اس نے میرے بھائی سے کہا کہ یہ بادام کھا اور تکلف مت کر۔ میرے بھائی نے جواب دیا کہ میں سیر ہو گیا اور اب میں زیادہ نہیں کھا سکتا۔ اس نے کہا کہ اے میرے مہمان' اگر اور کھا سکتا ہے تو کھا اور لطف اٹھا مگر خدا کے لیے بھوکا مت رہ۔ میرے بھائی نے کہا کہ اے میرے آقا' جس نے اتنے قسم قسم کے کھانے کھائے ہوں وہ کیونکر بھوکا رہ سکتا ہے! میرا بھائی سوچنے لگا' اس نے اپنے دل میں کہا کہ اب میں ایسی بات کرتا ہوں کہ وہ ایسی حرکتوں سے توبہ کر لے۔ اب اس شخص نے کہا کہ ہمارے لیے شراب لاؤ اور لوگوں نے اپنے ہاتھ ہوا میں ہلائے یہاں تک کہ گویا وہ شراب لائے اور اس نے میرے بھائی کو پیالہ دے کر کہا کہ اے میرے آقا اس کی خوشبو بہت اچھی ہے لیکن مجھے بیس (۲۰) سالہ پرانی نبیذ پینے کی عادت ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ میں تجھ سے شرط لگاتا ہوں کہ تو اس کا ایک گھونٹ بھی پی نہیں سکتا۔ میرے بھائی نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' تیرا بڑا احسان ہو گا اور اپنے ہاتھوں کو اس طرح جنبش دی کہ گویا وہ پی رہا ہے اور کہا کہ جام صحت!

اب مکان کے مالک نے بھی اپنے ہاتھوں کے اشارے سے پی اور ایک دوسرا پیالہ میرے بھائی کو دیا۔ اس نے وہ بھی پی لیا اور ظاہر کیا کہ گویا بدمست ہو گیا ہے۔ اب میرے بھائی نے اس غافل پا کر اس کا ہاتھ اوپر اٹھایا یہاں تک کہ اس کی بغل سفید سفید دکھائی دینے لگی اور اس کی گردن پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ سارا مکان گونج اٹھا اور پھر دوسرا تھپڑ لگایا۔

اس شخص نے کہا کہ اے کمینے یہ کیا؟ میرے بھائی نے جواب دیا کہ اے میرے

آقا' میں تیرا غلام ہوں۔ تو نے اس پر مہربانی کی اور اپنے گھر میں آنے دیا اور اسے کھانا کھلایا اور پرانی شراب پلائی اور وہ تیری خدمت میں گستاخ ہو گیا۔ لیکن تو اس بات سے اعلیٰ ہے کہ اس نادانی کا بدلہ لے اور اس کا گناہ معاف کر۔ جب اس نے میرے بھائی کی باتیں سنیں تو بڑے زور زور سے ہنسا اور کہنے لگا کہ میں ایک مدت سے لوگوں کے ساتھ مذاق کرتا ہوں اور اپنے دوستوں کی ہنسی اڑاتا ہوں لیکن سوائے تیرے میں نے کسی میں اتنا استقلال نہ پایا نہ اتنی سمجھ کہ وہ میری بات میں شریک ہو سکے۔ میں نے تجھے معاف کیا اور تجھے میں واقعی اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بناتا ہوں' تو میرا ساتھ کبھی نہ چھوڑیو۔ اب اس نے وہی طرح طرح کے کھانے منگوائے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے اور اس نے اور میرے بھائی نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر مئے نوشی کے کمرے میں گئے اور دیکھا کہ وہاں چاند کی طرح حسین کنیزیں ہیں جو طرح طرح کے باجوں پر طرح طرح کے گیت گا رہی ہیں۔ وہاں ان دونوں نے شراب پینی شروع کی یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ وہ شخص میرے بھائی کے ساتھ بہت مانوس ہو گیا گویا دونوں بھائی بھائی تھے اور آپس میں بے حد محبت ہو گئی اور اس نے میرے بھائی کو خلعت عطا کی۔ دوسرے روز صبح کو پھر وہی کھانا پینا شروع ہوا اور ان کی یہ حالت بیس برس تک رہی۔

اس کے بعد وہ شخص فوت ہو گیا اور سلطان نے اس کا سارا مال اور جو کچھ میرے بھائی کے پاس تھا' ضبط کر لیا اور میرے بھائی سے یہاں تک مطالبہ کیا کہ وہ بالکل فقیر ہو گیا۔ اور اس کے پلے کچھ نہ رہا۔ اب میرا بھائی وہاں سے بھاگا مگر راستے میں بدوؤں نے اس پر حملہ کیا اور پکڑ کر اپنے قبیلے میں لے گئے۔ اور جس شخص نے اسے قید کیا تھا وہ اسے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا اور کہتا تھا کہ فدیہ دے کر اپنی جان مجھ سے خرید لے ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ لیکن میرا بھائی رو کر جواب دیتا کہ خدا کی قسم میرے پاس ایک ٹکا بھی نہیں۔ مگر میں تیرا قیدی ہوں' تیرا جو جی چاہے'

میرے ساتھ کر۔ اس پر بدو نے ایک چھری نکال کر میرے بھائی کے دونوں ہونٹ کاٹ ڈالے اور زیادہ سختی سے مطالبہ کرنے لگا۔

اس بدو کی ایک حسین بیوی تھی' اور جب وہ بدو باہر ہوتا تو وہ میرے بھائی کے ساتھ راز و نیاز کرتی مگر وہ اسے روکتا۔ لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ وہ میرے بھائی سے راز و نیاز کی باتیں کر رہی تھی اور میرا بھائی اٹھا اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اتنے میں اس کا شوہر آ گیا اور اس نے میرے بھائی کو دیکھ کر کہا کہ تف ہو تجھ پر' اے مردود' اب تو میری بیوی کو بھی خراب کرنا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک چھری نکالی اور میرے بھائی کو خصی کر دیا اور اسے اونٹ پر بٹھا کر ایک پہاڑ کے اوپر چھوڑ آیا۔ اتفاقاً بعض مسافر ادھر سے گزرے اور انہوں نے اسے پہچانا اور اسے کھلایا پلایا اور مجھے اس کی خبر پہنچائی۔ میں وہاں گیا اور اسے سواری پر بٹھا کر شہر میں لے آیا اور ضرورت کے موافق اس کے کھانے پینے کا انتظام کر دیا اور اب اے امیرالمومنین' میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور مجھے ڈر تھا کہ بغیر تجھے خبر کئے کہیں میں واپس نہ چلا جاؤں کیونکہ ایسا کرنا غلطی تھا۔ اب میرے ساتھ چھ بھائی ہیں اور ان کا کھانا پینا میرے ذمے ہے۔

جب امیرالمومنین نے میرا قصہ سنا اور جو کچھ میں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا تھا' سنا تو وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اے خاموش تو سچ کہتا ہے کہ تو کم گو ہے اور فضول باتیں نہیں کرتا۔ لیکن اب تو اس شہر سے نکل جا اور کہیں اور جا کر رہ' اور اس نے میرے شہر بدر ہونے کا فرمان جاری کر دیا۔ اب میں ملک ملک اور اقلیم اقلیم پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اس کی موت اور دوسرے شخص کے خلیفہ ہونے کی خبر ملی اور میں اس شہر میں واپس آیا اور دیکھا کہ میرے سب بھائی فوت ہو چکے ہیں اور میرا اس جوان سے پالا پڑا اور میں نے اس کے ساتھ بہترین سلوک کیا' اور اگر میں بیچ میں نہ پڑتا تو وہ قتل ہو چکا ہوتا۔ وہ میرے اوپر ایسی بات کا الزام رکھتا ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔ اے لوگو' جو کچھ میری فضول گوئی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے'

جھوٹ ہے۔ اسی جوان کی بدولت میں شہر بہ شہر مارا مارا پھرا یہاں تک کہ اس خطے میں پہنچا اور اسے تمہارے پاس دیکھا۔ اے نیک مردو' کیا یہ میری مروت کی دلیل

نہیں ہے؟

اب درزی نے چین کے بادشاہ سے کہا کہ جب ہم نے نائی کا قصہ سنا اور اس کی فضول گوئی کا علم ہوا اور یہ کہ اس نے جوان کے ساتھ کیا ظلم کیا تو ہم نے اسے پکڑ کر قید کر دیا اور آرام سے بیٹھ کر کھایا پیا۔ عصر کی اذان کے وقت دعوت ختم ہوئی تو میں وہاں سے روانہ ہو کر گھر آیا اور دیکھا کہ میری بیوی ناک بھوں چڑھائے بیٹھی ہے۔ مجھے دیکھ کر اس نے کہا کہ تو اپنے دوستوں کے ساتھ مزے اڑاتا ہے اور میں گھر میں غمگین بیٹھی ہوئی ہوں۔ اگر تو میری طبیعت بہلانے باہر نہ لے چلے گا تو میں تجھے چھوڑ دوں گی اور ہماری جدائی کا یہی سبب ہو گا۔ یہ سن کر میں اسے لے کر باہر گیا اور عشاء کے وقت تک سیر تماشے میں مشغول رہا۔ جب ہم لوٹے تو ہمیں یہ کبڑا ملا اور وہ نشے میں چور تھا اور یہ دو اشعار پڑھ رہا تھا:

”جام بھی صاف ہے اور شراب بھی دونوں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ اس لیے بڑی مشکل کا سامنا ہے کیونکہ کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شراب ہی شراب ہے اور پیالہ ندارد اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیالہ ہی پیالہ ہے اور شراب ندارد۔“

میں نے اسے دعوت دی اور تلی ہوئی مچھلیاں خرید کر لایا اور ہم سب کھانے بیٹھ گئے۔ میری بیوی نے ایک نوالے میں ایک ٹکڑا مچھلی کا رکھ کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا اور اس کا منہ بند کر دیا اور وہ مر گیا۔ اب میں اسے لاد کر لے گیا اور چالاکی سے اسے اس یہودی طبیب کے گھر ڈال آیا اور یہودی چالاکی سے خانساماں کے گھر اور خانساماں چالاکی سے عیسائی دلال کے راستے میں ڈال آیا۔ یہ ہے میرا کل ماجرا اور کیا یہ کبڑے کے قصے سے زیادہ عجیب نہیں ہے؟

جب چین کے بادشاہ نے یہ قصہ سنا تو مارے خوشی کے وہ سر ہلانے لگا اور تعجب میں

آکر کہنے لگا کہ جو ماجرا اس جوان اور فضول گو نائی کے درمیان پیش آیا ہے وہ اس جھوٹے کبڑے سے زیادہ اچھا اور دل خوش کن ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنے چند حاجبوں کو حکم دیا کہ اس درزی کے ساتھ جاؤ اور نائی کو قید خانے سے نکال کر میری خدمت میں حاضر کرو‘ کیونکہ میں اس کی باتیں سننا چاہتا ہوں اور یہ تم سب کی نجات کا باعث ہو گا‘ اور ہم اس کبڑے کو دفن کرا دیں گے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ◯ ○

- ## چونتیس ویں رات

جب چونتیسو یں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ چین

کے بادشاہ نے کاہ کہ نائی کو میرے پاس لاؤ' اس کی وجہ سے تم سب کو نجات ملے گی اور ہم اس کبڑے کو دفن کرا دیں گے کیونکہ وہ کل سے مردہ پڑا ہے اور اس کی قبر بنوا دیں گے۔ حاجب اور درزی فوراً قید خانے گئے اور وہاں سے نائی کو نکال کر لے چلے اور بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے۔ جب بادشاہ نے اسے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بہت بوڑھا ہے اور نوے برس سے زیادہ اس کی عمر ہو گی' اس کا چہرہ سیاہ اور داڑھی اور بھویں سفید ہیں' کان کٹے ہوئے' ناک لمبی اور چہرے سے حماقت ٹپک رہی ہے۔ اسے دیکھ کر بادشاہ ہنس پڑا اور اس سے کہنے لگا کہ اے خاموش' میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا قصہ مجھ سے بھی بیان کرے۔ نائی نے کہا کہ جہاں پناہ' لیکن اس عیسائی اور یہودی اور اس مسلمان اور اس مردہ کبڑے کا' جو تم لوگوں کے درمیان ہے' کیا قصہ ہے؟ اور ان سب کے جمع ہونے کے کیا معنی ہیں؟ چین کے بادشاہ نے کہا کہ تو پوچھ کر کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان کا حال اس لیے پوچھتا ہوں تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں فضول گو نہیں ہوں اور جو لوگ مجھ پر باتونی ہونے کا الزام لگاتے ہیں' میں اس سے بری ہوں اور میں وہ شخص ہوں جسے لوگ خاموش کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور میں واقعی اسم باسمکی ہوں۔

بادشاہ نے کہا کہ اس کبڑے کا قصہ اس نائی سے بیان کر دو اور یہ کہ اس کے ساتھ عشاء کے وقت کیا پیش آیا اور عیسائی اور یہودی اور خانساماں اور درزی نے کیا واردات بیان کی۔ دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اب نائی نے اپنا سر ہلایا اور کہا کہ واللہ یہ ایک اعجوبہ بات ہے۔ اس کبڑے کا منہ کھولو۔ انھوں نے اس کا منہ کھولا اور نائی اس

کے سر کے پاس بیٹھ گیا اور پھر اس کے سر کو اپنی گود میں لے کر اس کا منہ دیکھنے لگا اور اتنا ہنسا کہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ یوں تو ہر موت عجیب چیز ہے لیکن اس کبڑے کی موت اس قابل نہیں کہ سونے کے پانی سے لکھی جائے۔ نائی کے اس کہنے پر لوگوں کو سخت حیرانی ہوئی اور بادشاہ اس کی بات سن کر دنگ رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے خاموش' آخر یہ کیا بات ہے' کہہ تو سہی۔ نائی نے کہا کہ جہاں پناہ' تیری نعمتوں کی قسم اس جھوٹے کبڑے میں ابھی جان باقی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کمر میں سے کسوت نکالی اور اسے کھول کر اس میں سے ایک سرمے دانی نکالی' جس میں تیل تھا اور اس تیل سے اس نے کبڑے کے گلے اور گلے کے رگ پٹھوں کی مالش کی اور ایک لوہے کی چمٹی نکال کر اس کے حلق میں ڈالی اور ایک ٹکڑا مچھلی کا کانٹے سمیت نکال لیا۔ جب وہ نکالا تو وہ خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ اب کبڑے نے چھینک لی اور کود کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد رسول اللہ۔ بادشاہ اور حاضرین یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے اور بادشاہ ہنستے ہنستے بے ہوش ہو گیا اور تمام حاضرین کا بھی یہی حال تھا۔

اب بادشاہ نے کہا کہ واللہ یہ قصہ عجیب و غریب ہے اور اس سے بڑھ کر تمام عمر میں کبھی نہ دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ اے مسلمانو! اے فوج والو! کیا تم نے اپنی زندگی میں کبھی یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص مر کر زندہ ہو جائے! اگر کبڑے کو یہ نائی نہ ملتا' اور وہی تو اس کی زندگی کا سبب ہے' تو وہ مر گیا ہوتا۔ سب نے کہا کہ یہ واقعی ایک اعجوبہ ہے۔

اب چین کے بادشاہ نے حکم دیا کہ اس قصے کو قلم بند کر لیا جائے اور انہوں نے قلمبند کر کے اسے بادشاہ کے دفتر میں رکھ دیا۔ بادشاہ نے یہودی اور عیسائی اور خانساماں الغرض ہر ایک کو ایک ایک نفیس خلعت عطا کر کے ان کو رخصت کیا اور وہ رخصت ہوئے۔

اب بادشاہ درزی کی طرف مخاطب ہوا اور اسے ایک نہایت عمدہ خلعت عطا کی اور اسے اپنے خاص درزی کا عہدہ دیا اور اس کا روزینہ مقرر کر دیا' اور اس کے اور کبڑے

کے درمیان صلح کرا دی اور کبڑے کو ایک بیش قیمت اور خوبصورت خلعت عطا کی اور اس کا بھی روزینہ مقرر کر کے اسے اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنایا اور نائی کو بھی انعام اور ایک خلعت دے کر اس کا روزینہ مقرر کر دیا اور اسے اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ اور شاہی نائی بنایا۔ اس طرح وہ سب نہایت عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ انہیں موت نے آ لیا جو تمام لذتوں کو زائل کرنے والی اور تمام صحبتوں کو درہم برہم کرنے والی ہے۔ لیکن یہ دو وزیروں اور انیس الجلیس کی کہانی سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے۔ بمن نے کہا کہ وہ کیا؟

○ دو وزیروں اور انیس الجلیس کی کہانی

اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ بصرے میں ایک بادشاہ تھا' جسے فقیروں اور غریبوں سے بڑی محبت تھی اور رعایا کہ بہت عزیز رکھتا اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا' اسے مال و دولت دیتا۔ اس کا نام محمد بن سلیمان الزینی تھا۔ اس کے دو وزیر تھے' ایک کا نام معین بن ساوئ تھا اور دوسرے کا فضل بن خاقان' فضل بن خاقان اپنے زمانے کا سب سے زیادہ سخی آدمی تھا اور اس کی سیرت بڑی اچھی تھی اور تمام لوگ اس سے محبت کرتے اور اس سے مشورہ لیتے اور سب اس کو عمر کی زیادتی کی دعا دیتے کیونکہ وہ سرتاپا نیکی تھا اور برے وقت میں آڑے آتا تھا۔ لیکن معین بن ساوئ لوگوں سے نفرت کرتا تھا اور نیکی سے دور بھاگتا تھا اور سرتاپا بدی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لوگ جتنا فضل بن خاقان کو چاہتے تھے' اتنا ہی معین بنی ساوئ سے نفرت کرتے تھے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ بادشاہ محمد بن سلیمان الزینی اپنی حکومت کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ملک کے اراکین اس کے اردگرد جمع تھے کہ اتنے میں اس نے اپنے وزیر فضل

بن خاقان کو آواز دی اور اس سے کہا کہ مجھے ایسی لڑکی کی ضرورت ہے' جس سے زیادہ حسین دنیا بھر میں نہ ہو اور جو کمال خوبصورت ہو اور اعتدال میں یکتا ہو اور عادات

و اطوار کی اچھی ہو۔

اراکین نے کہا کہ ایسی لڑکی دس ہزار دینار سے کم میں نہیں مل سکتی۔ یہ سن کر بادشاہ نے خزانچی کو بلایا اور کہا کہ دس ہزار دینار فضل بن خاقان کے گھر پہنچا دیئے جائیں۔ خزانچی نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔ سلطان کے حکم کے بموجب وزیر ہر روز بازار جاتا اور دلالوں کے تنبیہہ تھی جس کنیز کے دام ہزار دینار سے زائد ہوں وہ بغیر وزیر کے سامنے پیش کئے بیچی نہ جائے۔ اس لیے دلال ایسی کنیز کو بغیر اس کے سامنے پیش کئے نہ بیچتے۔ مگر جتنی کنیزیں ان کے ہاتھ لگیں وہ وزیر کو پسند نہ آتیں۔ ایک روز دلال وزیر فضل بن کاقان کے گھر آیا اور دیکھا کہ وہ بادشاہ کے محل کو جانے کے لیے پا برکاب ہے۔ اس نے وزیر کی رکاب کھٹکھٹائی اور کہا کہ اے میرے آقا' جس کے لیے شاہی فرمان جاری ہوا ہے کہ اس کی تلاش کی جائے۔ وہ حاضر ہے۔ وزیر نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ یہ سن کر دلال چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکی کو لے کر واپس آیا جو سروقد تھی اور جس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور آنکھیں کالی کالی تھیں اور رخسار نرم اور چکنے تھے اور کمر پتلی تھی اور کولہے بھاری تھے اور پوشاک بہترین تھی اور لعاب شربت سے زیادہ شیریں تھا اور قد جھکی ہوئی ٹہنیوں سے زیادہ معتدل تھا اور آواز صبح کی نسیم سے زیادہ نرم۔

جب وزیر نے اسے دیکھا تو اسے وہ بہت پسند آئی اور اس نے دلال سے پوچھا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی قیمت دس ہزار دینار لگ رہی ہے۔ لیکن اس کا مالک قسم کھا کر کہتا ہے کہ جو چوزے اس نے کھائے ہیں اور جو شراب اس نے پی ہے اور جو خلعتیں اس نے اپنے استادوں کو دی ہیں محض ان کی قیمت دس ہزار دینار سے زیادہ ہے کیونکہ اس نے خوشنویسی اور نحو اور لغت اور تفسیر اور

فقہ اور دینیات اور طب اور نجوم اور باجے بجانے کی تعلیم پائی ہے۔ وزیر نے کہا کہ اس کے مالک کو میرے پاس لا اور دلال نے اسے فوراً حاضر کر دیا۔ وہ ایک ایرانی تھا جس کے ساتھ زمانے نے لڑ لڑ کر اس کا بہت کم حصہ باقی چھوڑا تھا۔ وزیر نے کہا کہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ اس لڑکی کے عوض سلطان محمد بن سلیمان الزینی سے دس ہزار دینار قبول کرے؟ ایرانی نے کہا کہ میں اسے بلامعاوضہ سلطان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں' یہ میرا فرض ہے۔ اب وزیر نے دینار لانے کا حکم دیا اور جب دینار آئے تو اس نے تول کر عجمی کو دے دیے۔ اب دلال آگے بڑھا اور وزیر سے کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ وزیر نے کہا کہ کہہ۔ اس نے کہا کہ میری رائے میں اس لڑکی کو آج بادشاہ کے پاس نہ لے جا کیونکہ وہ ابھی سفر سے آئی ہے اور آب و ہوا بدلی ہے اور وہ سفر کی وجہ سے تھکی ہوئی ہے۔ دس دن تو اسے اپنے محل میں رکھ اور جب اس کی حالت درست ہو جائے تو اسے حمام بھیجیو اور بہترین پوشاک پہنا کر سلطان کے پاس لے جائیو۔ اس میں تیرے لیے بہبودی ہے۔ دلال کی بات پر وزیر نے غور کیا تو اسے مناسب معلوم ہوئی اور وہ لڑکی کو محل میں لے آیا اور اس کا ایک زنانہ حصہ اس کے لیے خالی کرایا اور اس کے لیے کھانا اور شراب وغیرہ جس جس چیز کی اسے ضرورت تھی' مہیا کی اور وہ ایک مدت تک اس حال میں رہی۔

وزیر فضل بن خاقان کا ایک بیٹا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت تھا' اس کا چہرہ حسین تھا اور رخسار سرخ اور اس پر عنبر کے نقطے کی طرح ایک تل تھا اور وہ سبزہ آغاز تھا۔ اس لڑکے کو اس لڑکی کا ماجرا معلوم نہ تھا کیونکہ اس کے باپ نے لڑکی سے کہا تھا کہ بیٹی میں نے تجھے محض بادشاہ محمد بن سلیمان الزینی کی ہم بستری کے لیے خریدا ہے لیکن میرا ایک لڑکا ہے' جس نے محلے کی کسی لڑکی کو نہیں چھوڑا۔ اس سے خبردار رہیو اور اسے اپنا چہرہ دکھانے اور اپنی آواز سنانے سے پرہیز کیجیو۔ لڑکی نے جواب دیا کہ بسرو چشم۔ یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے چلا گیا۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہ لڑکی محل کے حمام میں گئی اور کنیزوں نے اسے غسل دیا اور اس نے نفیس کپڑے پہنے' جس سے اس کا حسن و جمال دوبالا ہو گیا اور وہ وزیر کی بیوی کے پاس آئی اور اس کے ہاتھ چومے۔ نعیم نے اس سے کہا کہ اے انیس الجلیس یہ حمام کیسا خوبصورت ہے! اس نے جواب دیا کہ اے میری آقا' وہاں سوائے تیری موجودگی کے اور کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اب مالکہ نے کنیزوں سے کہا کہ ہمیں بھی حمام میں لے چلو۔ انہوں نے کہا کہ بسرو چشم' اور اس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں اور چلتے چلتے اس نے اس کمرے کے دروازے پر جہاں انیس الجلیس تھی' دو چھوٹی کنیزیں مقرر کر کے ان سے کہہ دیا تھا کہ کوئی شخص لڑکی کے پاس جانے نہ پائے اور انہوں نے جواب دیا کہ بسرو چشم۔ اسی اثنا میں انیس الجلیس کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی' نور الدین علی' جو وزیر کا بیٹا تھا' اندر آیا اور پوچھا کہ ماں اور دوسرے لوگ کہاں ہیں؟ دونوں کنیزوں نے جواب دیا کہ حمام گئی ہیں۔ اب انیس الجلیس نے کمرے کے اندر سے نور الدین علی وزیر کے بیٹے کی باتیں سنیں اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ دیکھوں تو سہی آخر یہ کس شان کا لڑکا ہے' جس کے بارے میں وزیر نے مجھ سے کہا ہے کہ محلے کی کوئی لڑکی اس سے چھوٹی نہیں۔

واللہ میرا جی چاہتا ہے کہ اسے ایک نظر دیکھوں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور ابھی تک حمام کا اثر اس پر باقی تھا' اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی اور نور الدین علی کو دیکھا کہ وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور دیکھتے ہی ہزاروں ارمان اس کے دل میں امنڈنے لگے اور اس نے دیکھا کہ لڑکے کی توجہ بھی اس کی طرف ہے۔

اب لڑکے نے اسے ایک نظر دیکھا جس سے ہزاروں حسرتوں کا پتہ چلتا تھا اور دنوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ لڑکا دونوں کنیزوں کی طرف بڑھا اور انہیں ڈانٹا اور وہ بھاگ کر دور جا کھڑی ہوئیں اور دیکھنے لگیں کہ وہ کیا کرتا ہے اور دیکھا کہ وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اور اسے کھول کر لڑکی کے پاس گیا اور

کہنے لگا کہ کیا تو ہی وہ کنیز ہے جسے میرے باپ نے میرے لیے خریدا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر لڑکا اس کی طرف بڑھا اور نشے میں تو تھا ہی۔ اس سے لپٹ گیا۔

جب دونوں کنیزوں نے یہ دیکھا کہ ان کا چھوٹا آقا انیس الجلیس کے ساتھ مشغول ہے تو وہ چیخنے چلانے لگیں۔ لیکن اتنے میں لڑکا اپنا کام کر چکا تھا اور وہ نکلا اور اپنی جان بچا کر بھاگا اور اپنے فعل کی سزا کے ڈر سے چلتا ہوا۔ جب مالکہ نے دونوں کنیزوں کو چلاتے سنا اور حمام سے نکل آئی اور پسینہ ٹپک رہا تھا اور کہنے لگی کہ گھر کے اندر یہ شور و غل کیسا؟ جب وہ ان دونوں کنیزوں کے پاس پہنچی جن کو وہ کمرے کے دروازے پر کھڑا کر کے گئی تھی تو اس نے ان سے کہا کہ مردودو' کیا ہوا؟ جب انہوں نے اسے دیکھا تو کہا کہ ہمارا آقا نور الدین ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے ہمیں مارا اور ہم وہاں سے بھاگ آئے اور اس کے بعد وہ انیس الجلیس کے پاس گیا اور اسے گلے لگایا۔ اس کے بعد اس نے کیا کیا' ہمیں نہیں معلوم۔ جب ہم نے تجھے پکارا تو وہ بھاگ گیا۔

اب مالکہ انیس الجلیس کے پاس گئی اور اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میری آقا' میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک خوبصورت لڑکا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو وہی کنیز ہے' جسے میرے باپ نے میرے لیے خریدا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ اے میری آقا' خدا کی قسم مجھے یقین تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے گلے لگایا۔ مالکہ نے پوچھا کہ علاوہ یہ بات کرنے کے' اس نے تیرے ساتھ اور بھی کچھ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں' اس نے میرے تین بوسے لیے۔ مالکہ نے کہا کہ بغیر انزال ہوئے اس نے تجھے نہیں چھوڑا ہے۔ یہ کہہ کہ وہ رونے اور منہ پیٹنے لگی اور ساری کنیزیں بھی یہی کرنے لگیں۔ اس ڈر سے کہ نور الدین کا باپ کہیں اس کی گردن نہ اڑا دے۔ اتنے میں وزیر بھی آ پہنچا اور کہنے لگا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس کی بیوی نے کہا کہ پہلے حلف اٹھاؤ کہ جو کچھ

میں کہوں گی، اسے تو ٹھنڈے دل سے سن لے گا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اب اس نے بیٹے کی ساری حرکت اس سے کہہ دی۔ یہ سن کر وہ بہت غمزدہ ہوا اور اپنے کپڑے پھاڑنے اور اپنا منہ پیٹنے اور اپنی داڑھی نوچنے لگا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اپنی جان نہ مار، میں اس کنیز کی قیمت جو دس ہزار دینار ہے، اپنے مال میں سے تجھے دوں گی۔ یہ سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ تو سمجھتی نہیں، مجھے اس کی قیمت کی ضرورت نہیں، بلکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ میری جان اور میرا مال دونوں ضائع نہ ہو جائیں۔

بیوی نے کہا کہ اے میرے آقا، یہ کس طرح؟ اس نے جواب دیا کہ تجھے معلوم نہیں کہ ہمارے پیچھے ایک دشمن لگا ہوا ہے جس کا نام معین بن ساوئی ہے؟ اگر اس کو اس بات کی خبر ہو گئی تو وہ فوراً سلطان کے پاس پہنچے گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

• پینتیس ویں رات

جب پینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ وزیر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے معلوم نہیں کہ ہمارے پیچھے ایک دشمن لگا ہوا ہے' جس کا نام معین بن ساوئی ہے' اگر اسے اس بات کی خبر ہو گئی تو وہ فوراً سلطان کے پاس پہنچے گا اور اس سے کہے گا کہ جس وزیر کے بارے میں تیرا یہ خیال ہے کہ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے اس نے تجھ سے دس ہزار دینار لے کر ایک کنیز خریدی' جس کی نظیر دنیا میں نہیں' اور جب وہ اسے پسند آئی تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو اسے لے لے کیونکہ سلطان سے زیادہ تو اس کا مستحق ہے' اور اس نے اسے لے لیا اور اس کی بکارت زائل کی اور اب وہ اس کی کنیز ہے۔ بادشاہ کہے گا کہ تو جھوٹا ہے۔ وہ جواب دے گا کہ اگر حکم ہو تو ابھی اس کے گھر پر چھاپا مار کر اسے لے آؤں۔ سلطان اس کو اس بات کی اجازت دے دے گا اور وہ ہمارے گھر پر حملہ کر کے کنیز کو لے جا کر سلطان کے سامنے پیش کر دے گا۔ اور وہ کنیز سے پوچھے گا اور اسے مکرتے بن نہ پڑے گی۔ اس پر وزیر سلطان سے کہے گا کہ اے میرے آقا' تو جانتا ہے کہ میں تجھے ٹھیک مشورہ دیتا ہوں لیکن تیرے دل میں میری قدر نہیں۔
یہ سن کر سلطان مجھے سزا دے گا اور میری جان لے لے گا اور لوگ مجھ پر خوشیاں منائیں گے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ یہ بات خفیہ طور پر ہوئی ہے' اس کی خبر کسی کو مت کر اور اس معاملے کو خدا کے سپرد کر۔ یہ سن کر وزیر کے دل کو اطمینان ہوا۔

یہ تو وزیر کا قصہ ہوا۔ اب نور الدین علی کا ماجرا سنیئے۔ وہ ڈرا کہ اسے اس کی بدکاری کی سزا ملے گی۔ اس لیے وہ دن بھر باغوں میں سٹرگشتی کرتی اور رات کو آ کر اپنی ماں کے پاس سو رہتا اور صبح کو اٹھ کر پھر باغ میں چلا جاتا۔ اس طرح ایک مہینہ گزر

گیا اور اس نے باپ کو اپنی صورت نہ دکھائی۔ ایک روز اس کی ماں اس کے باپ سے کہنے لگی کہ اے میرے آقا کیا تو چاہتا ہے کہ ہم اس لڑکی اور اپنے لڑکے دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں کیونکہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو وہ ہمارے یہاں سے چلتا ہو گا۔

اس نے کہا کہ تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ بیوی نے جواب دیا کہ آج رات جاگتا رہ اور جب وہ آئے، اسے پکڑ لے اور باہم صلح کر کے اس کو وہ لڑکی حوالے کر دے کیونکہ لڑکی کو اس سے محبت ہے اور اس کو لڑکی سے، اور اس کے دام میں تجھے دے دوں گا۔

وزیر نے رات تک انتظار کیا اور جب اس کا لڑکا آیا تو اس نے اسے پکڑ لیا اور چاہا کہ اسے ذبح کر ڈالے۔ ماں دوڑی ہوئی آئی اور پوچھا کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ بیٹے نے باپ سے کہا کہ کیا تو یہ ٹھنڈے دل سے کر سکتا ہے؟ یہ سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اس نے کہا کہ بیٹا، میرے جان و مال کا جانا تو نے کس طرح ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیا!

لڑکے نے کہا کہ ابا! شاعر کا قول سن:

"مجھے معاف کر کیونکہ عقلمند لوگ ہمیشہ مجرموں کو معاف کرتے ہیں جو تیرا دشمن پست ترین درجے میں ہے، وہ تجھ سے ضرور معافی کا خواستگار ہو گا کیونکہ تیرا درجہ بہت بلند ہے۔"

یہ سن کر وزیر اپنے بیٹے کے سینے پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ بیٹا، میں نے تجھے معاف کیا کیونکہ اس کا دل پسیج گیا تھا۔ لڑکا اٹھا اور اس نے اپنے باپ کے ہاتھ چومے۔ باپ نے کہا کہ بیٹا، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تو انیس الجلیس کے ساتھ انصاف سے پیش آئے گا تو میں اسے بھی تیرے حوالے کر دوں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ابا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس کے ساتھ انصاف نہ کروں! باپ نے کہا کہ میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ تو اس کے اوپر دوسری شادی نہ کریو اور اسے تکلیف نہ پہنچائیو اور اسے مت بیچیو۔ اس نے جواب دیا کہ ابا، میں تیرے سامنے حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نہ اس کے اوپر دوسری شادی کروں گا اور نہ اسے بیچوں گا۔ یہ

کہہ کر اس نے حلف اٹھایا اور لڑکی کے ساتھ ہم بستر ہوا اور ایک سال تک اس کے ساتھ رہا اور خدا کا کرنا یہ ہوا کہ سلطان کے دماغ سے لڑکی کا قصہ بالکل اتر گیا۔

معین بن ساوئ کا قصہ یہ ہے کہ اس کو اس واقعے کی خبر تو ہوئی لیکن اس ڈر سے کہ سلطان وزیر کی بڑی قدر کرتا ہے اس کی یہ ہمت نہ پڑی کہ سلطان کے سامنے زبان کھولے۔ ایک سال کے بعد وزیر فضل الدین بن خاقان ایک روز حمام کر کے باہر نکلا اور چونکہ وہ پسینے پسینے ہو رہا تھا' اسے ہوا لگ گئی اور وہ بستر پر لیٹ گیا۔ اب اس کی بیماری بڑھتی گئی اور کمزوری جاری رہی۔ اس حالت میں اس نے اپنے بیٹے نور الدین علی کو اپنے پاس بلایا اور جب وہ آیا تو اس نے کہا کہ بیٹا' تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ روزی قسمت سے ہے اور موت لابدی ہے اور ہر ایک کو ایک نہ ایک دن موت کا جام پینا ہی پڑتا ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ سوائے اس کے اور کوئی نصیحت میں تجھے نہیں کرتا ہوں کہ خدا سے ڈریو اور عاقبت کا خیال رکھیو اور انیس الجلیس کا خیال رکھیو لڑکے نے کہا کہ ابا' تیری نظیر موجود نہیں' سب لوگ جانتے ہیں کہ تو ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ اور وہ منبروں پر تیرے لیے دعا مانگتے ہیں۔ اس نے کہا کہ بیٹا' میں یہ چاہتا ہوں کہ خدا اسے قبول کرے۔ یہ کہہ کر اس نے دونوں شہادتیں پڑھیں اور نیک بندوں کے ساتھ جا کر مل گیا۔ اب محل میں رونا پیٹنا مچ گیا اور سلطان کو خبر پہنچی۔ جب شہر والوں کو فضل بن خاقان کی موت کا حال معلوم ہوا تو مکتب کے بچوں تک نے گریہ و زاری کی۔ اس کے بیٹے نور الدین نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اس میں تمام امرا اور وزرا اور حکام اور شہر والے شامل ہوئے اور شامل ہونے والوں میں وزیر معین بن ساوئ بھی تھا۔

جب لوگ اسے دفن کر چکے اور اہل و عیال اور دوست احباب واپس گئے تو نور الدین بھی گھر لوٹا اور روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس کے بعد وہ ایک مدت تک اپنے باپ کی یاد میں ملول و غمگین رہا۔ ایک دن جب وہ اپنے باپ کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ نور الدین نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اس

کے باپ کا ایک دوست اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہے۔ اس نے اندر آکر نور الدین کو بوسہ دیا اور کہا کہ جس شخص نے تجھ جیسا بیٹا چھوڑا ہو' اسے مردہ نہ کہنا چاہیے اور آخر کار پہلوں اور پچھلوں کے راہبر رسول اللہ کو بھی اسی راستے پر چلنا پڑا ہے۔ اے میرے آقا' اپنے دل کو سنبھال اور رنج و غم کو دور کر۔ یہ سن کر نور الدین بیٹھک کے کمرے میں گیا اور تمام ضروریات کی چیزیں وہاں منتقل کیں اور اس کے یار دوست جمع ہوئے اور اس نے اپنے ساتھ کنیز کو بھی شامل کیا اور دس سوداگر زادے اس کے پاس آئے اور ان سب نے کھانا کھایا اور شراب پی۔ اب روز دعوتیں ہونے لگیں اور اس نے بخشش و انعام و اکرام جاری کر دیا۔ یہ دیکھ کر ایک دن اس کا وکیل اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا نور الدین' کیا تو نے یہ مثل نہیں سنی کہ جو شخص خرچ کرتا چلا جاتا ہے اور حساب نہیں کرتا وہ ایک دن فقیر ہو جاتا ہے اور اس کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔ پھر اس نے کہا کہ اے میرے آقا' اسراف اور بڑی بخششوں کی وجہ سے مال ضائع ہو جاتا ہے۔ جب نور الدین نے اپنی وکیل کو یہ کہتے سنا تو اس کی طرف نظر اٹھائی اور کہنے لگا کہ جو کچھ تو نے کہا اس کا ایک لفظ بھی میں نے نہیں سنا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے وکیل' اگر تیرے پاس میرے ناشتے کے لیے دام موجود ہیں تو رات کے کھانے کے بارے میں میرے کان مت کھا۔ یہ سن کر وکیل وہاں سے چل دیا اور نور الدین علی اپنے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

اب اس کی یہ حالت ہو گئی کہ اگر اس کے ندیموں میں سے کہتا کہ یہ چیز اچھی ہے تو وہ کہتا کہ یہ تیرے نذر ہے' اور اگر دوسرا کہتا کہ فلاں مکان خوبصورت ہے تو وہ کہتا کہ یہ تیرے نذر ہے۔ نور الدین ان کے لیے صبح کو ایک دعوت کرتا اور شام کو دوسری یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا۔ سال کے بعد ایک روز بیٹھا ہوا تھا کہ کنیز انیس الجلیس آئی اور یہ اشعار پڑھنے لگی:

"اگر زمانہ تیرے ساتھ نیکی کرتا ہے تو تو سمجھتا ہے کہ وہ اچھا ہے اور اس سے بے

خبر ہو جاتا ہے کہ تیری قسمت میں برائیاں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ اگر زمانہ تجھے صحیح و سلامت رکھتا ہے تو تو اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ اس سلامتی کے پہلو بہ پہلو تباہی بھی ہے۔

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکی تو کسی نے دروازے پر دستک دی۔ نور الدین اٹھا اور بغیر اس کے کہ اس کو خبر ہو اس کا ایک دوست اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اس کا وکیل کھڑا ہوا ہے۔ نور الدین نے اس سے کہا کہ کیا خبر ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' جس چیز کا مجھے تیرے بارے میں ڈر تھا' وہ پیش آ گئی۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا؟ وکیل نے کہا کہ میری تحویل میں اب کوئی چیز باقی نہیں جس کی قیمت کم و بیش ایک درہم ہو۔ دیکھ یہ بھی کھاتے موجود ہیں' جن میں خرچ بھی درج ہے جو میں نے کیا اور اصل بھی۔ جب نور الدین نے اس کی باتیں سنیں تو اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا کہ لا حول ولا قوہ الا باللہ جب اس شخص نے' جو اس کے پیچھے پیچھے جاسوسی کرنے آیا تھا' وکیل کی باتیں سنیں تو اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ ذرا دیکھ بھال کر کام کرنا کیونکہ نور الدین علی مفلس ہو چکا ہے۔ جب علی نور الدین کے پاس واپس آیا تو اس کے چہرے سے غم کے آثار نمایاں تھے۔

اب نور الدین کا ایک ساتھی اٹھا اور اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے میرے آقا' اگر اجازت ہو تو میں رخصت ہوں۔ نور الدین نے پوچھا کہ آج رخصت کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آج میری بیوی کے بچہ ہونے والا ہے اور میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا' اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جا کر اس کی دیکھ بھال کروں۔ نور الدین نے اسے اجازت دے دی۔ پھر دوسرا اٹھا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا نور الدین' آج میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں کیونکہ اس کے بیٹے کا ختنہ ہے۔ اسی طرح ہر ایک نے کوئی نہ کوئی بہانہ نکالا اور وہاں سے چلتا ہوا اور نور الدین اکیلا رہ گیا۔ اب اس نے اپنی کنیز کو بلا کر کہا کہ اے انیس الجلیس' تجھے معلوم ہے

کہ مجھ پر کیا آ بنی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے وکیل کی باتیں دہرا دیں۔ لڑکی نے جواب دیا کہ کئی دن سے میں بھی یہی ارادہ کر رہی تھی کہ تجھ سے اس کا ذکر کروں مگر میں نے دیکھا کہ تو ہمیشہ یہ اشعار پڑھتا ہے:

"اگر زمانہ تیرے ساتھ بخشش کرے تو تو بھی لوگوں کو دل کھول کر دے قبل اس کے کہ زمانہ اپنا ہاتھ کھینچ لے کیونکہ جب امیری آتی ہے تو بخشش سے وہ فنا نہیں ہوتی اور جب وہ جانے لگتی ہے تو کنجوسی سے وہ رک نہیں جاتی۔"

جب میں یہ دیکھتی تھی کہ تو یہ اشعار پڑھا کرتا ہے تو میں چپ ہو جاتی اور تجھ سے کچھ نہ کہتی تھی۔ نور الدین نے کہا کہ اے انیس الجلیس تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنا مال محض اپنے دوستوں پر صرف کیا ہے اور وہ مجھے غریب چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ میرے ساتھ ضرور ہمدردی کریں گے۔ انیس الجلیس نے کہا کہ واللہ ان سے تجھے رتی بھر بھی فائدہ نہ پہنچے گا۔ نور الدین نے کہا کہ میں ابھی جا کر ان کے دروازے کھٹکھٹاتا ہوں تاکہ مجھے ان سے کچھ مل جائے اور میں اسے اپنی پونجی بنا کر اس سے تجارت کروں اور کھیل کود سے دست بردار ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اس گلی میں پہنچا جہاں اس کے دسوں دوست رہتے تھے۔ اتفاق سے وہ دسوں اسی گلی میں مقیم تھے۔ اب وہ ایک دروازے کی طرف بڑھا اور اسے کھٹکھٹایا ایک کنیز نے آکر پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے آقا سے جا کر کہہ کہ نور الدین علی دروازے پر کھڑا ہے۔ کنیز نے اندر جا کر اپنے آقا کو خبر دی لیکن وہ اس پر ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ جا اور کہہ کہ تیرا آقا یہاں نہیں ہے۔ کنیز نور الدین کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' میرا مالک گھر میں نہیں ہے۔

نور الدین اپنی طرف متوجہ ہو کر دل میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص حرامی ہے اور گھر میں چھپ گیا ہے تو دوسرا حرامی نہ ہو گا۔ یہ کہہ کر دوسرے دروازے کی طرف

بڑھا اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا مگر اس نے بھی کہلا بھیجا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔
اب وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ سب کا امتحان کرنا ضروری ہے' شاید ان میں سے کوئی نہ کوئی ایسا نکل آئے جو سب کی کسر نکال دے۔ یہ کہہ کر اس نے دسوں کے ہاں چکر لگایا مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جو دروازہ کھولے یا اسے اپنی صورت دکھائے یا اسے ٹکڑا روٹی کا توڑ کر دے۔
اب وہ لوٹ کر اپنی کنیز کے پاس گیا اور اس کا رنج و غم دوبالا ہو گیا تھا۔ لڑکی نے کہا تھا کہ اے میرے آقا' میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ ان سے تجھے ذرا برابر بھی فائدہ نہ پہنچے گا۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم' ان میں سے کسی نے اپنی صورت تک نہ دکھائی اور پہچانا تک نہیں۔ اس نے کہا کہ میرے آقا' گھر کا سارا سامان اور برتن بیچ ڈال۔ جب تک کہ خدا کوئی اور صورت پیدا نہ کر دے' اور تھوڑا خرچ کر۔ اس لیے اس نے گھر کی چیزیں بیچنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ ساری چیزیں بیچ ڈالیں اور اب کچھ باقی نہ رہا۔ اس نے انیس الجلیس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' اب میری رائے یہ ہے کہ تو فوراً اٹھ اور مجھے بازار لے جا کر بیچ ڈال۔ تجھے معلوم ہے کہ تیرے باپ نے مجھے دس ہزار دینار میں خریدا تھا اور خدا نے چاہا تو تجھے کم و بیش اتنی ہی قیمت مل جائے گی۔ اگر خدا کو منظور ہے کہ ہم پھر ملیں تو مل جائیں گے۔ اس نے کہا کہ اے انیس الجلیس' واللہ تیری جدائی مجھے ایک پہر بھی گوارا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اے میرے آقا' مجھے بھی نہیں ہے لیکن ضرورت کے قانون جداگانہ ہیں۔
اب وہ اٹھا اور انیس الجلیس کو اپنے ساتھ لیا اور اس کے آنسو اس کے چہرے پر بارش کی طرح جاری تھے اور چلتے چلتے بازار پہنچا اور اسے دلال کے حوالے کیا اور اس نے کہا کہ اے حاجی حسن' تجھے اس کی قیمت معلوم ہے جس پر تو بولی بولنے والا ہے؟ دلال نے جواب دیا کہ اے میرے آقا مجھے تجارت کے اصول حفظ یاد ہیں۔ پھر اس

نے کہا کہ یہ وہی انیس الجلیس ہے نا جسے تیرے باپ نے مجھ سے دس ہزار دینار میں خریدا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ ان باتوں کے بعد دلال سوداگروں کے پاس گیا مگر دیکھا کہ ابھی سب اکٹھے نہیں ہوئے ہیں۔ وہ انتظار کرنے لگا یہاں تک سوداگر اکٹھے ہوئے اور بازار قسم قسم کی کنیزوں سے گرم ہوا۔ مثلاً ترکی اور فرنگی اور چرکس اور حبشی اور نوبی اور تکروری اور رومی اور تاتاری اور جرجی وغیرہ وغیرہ۔ جب دلال نے دیکھا کہ بازار گرم ہے تو وہ آگے بڑھا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے سوداگرو' اے دولت مندو' ہر گول چیز اخروٹ نہیں ہوتی اور نہ ہر لمبی چیز کیلا۔ ہر سرخ چیز گوشت نہیں ہوتی اور نہ ہر سفید چیز چربی ہوتی ہے۔ اے سوداگرو' میرے پاس وہ بیش بہا موتی ہے جو ہر قیمت سے بالاتر ہے۔ اس پر میں کتنے کی بولی لگاؤں؟ ایک سوداگر نے جواب دیا کہ چار ہزار پانچ سو دینار کی بولی لگا اور دلال نے پہلی بولی چار ہزار پانچ سو کی لگائی اور یہ بولی لگا ہی رہا تھا کہ دیکھا کہ وزیر معین بن ساوئ بازار میں سے گزر رہا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ نور الدین بازار میں ایک طرف کھڑا ہوا ہے تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگا کہ ابن خاقان یہاں کیوں کھڑا ہے! کیا اس جونک کے پاس ابھی اتنے دام باقی ہیں کہ وہ لونڈیاں خریدے! اب اس نے نور الدین کو غور سے دیکھا اور دلال کی بولی سنی اور دیکھا کہ وہ بیچ بازار کے بولی لگا رہا ہے اور سوداگر اس کے اردگرد جمع ہیں۔ وزیر نے اپنے دل میں کہا کہ میرا ایسا خیال ہے کہ وہ مفلس ہو گیا ہے اور اپنی کنیز انیس الجلیس کو بیچنے لایا ہے۔ میرے دل کو اس سے کیسی فرحت ہوتی ہے!

اب وزیر نے بولی والے دلال کو بلایا اور اس نے آکر وزیر کے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ وزیر نے کہا کہ میں اس کنیز کو خریدنا چاہتا ہوں۔ جس پر تو بولی لگا رہا ہے۔ دلال کو اس کی مخالفت کرنے کی مجال نہ تھی اور اس نے کہا کہ اے میرے آقا بسم اللہ۔

اب لڑکی آگے آئی اور دلال نے اسے وزیر کے سامنے پیش کیا اور اسے وہ پسند آئی اور اس نے کہا کہ اے حسن' اس کنیز کے کتنے دام تجھے مل رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ چار ہزار پانچ سو سے ابتدا ہوئی ہے۔ معین نے کہا کہ یہ چار ہزار پانچ

سو دینار میرے ذمے۔ جب سوداگروں نے یہ سنا تو کسی کی ہمت نہ پڑی کہ اس پر ایک درہم بھی بڑھائے بلکہ وہ پیچھے ہٹ گئے کیونکہ انہیں وزیر کے ظلم کا حال معلوم تھا۔

معین بن ساوئی نے دلال کی طرف دیکھ کر کہا کہ تو کھڑا کیوں ہے؟ جا اور مشورہ کر کہ میرے ذمے چار ہزار دینار ہیں اور تیرا حق پانچ سو دینار ہے۔ دلال نور الدین کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' کنیز تیرے ہاتھ سے مفت جا رہی ہے۔

اس نے پوچھا کہ یہ کیسے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کی قیمت چار ہزار پانچ سو دینار سے شروع کی تھی کہ اتنے میں یہ ظالم معین بن ساوئی بازار میں پہنچا اور جب اس نے کنیز کو دیکھا تو وہ اسے پسند آئی اور اس نے مجھ سے کہا کہ مالک سے چار ہزار کا فیصلہ کر لے اور پانچ سو تیرا حق ہے۔

میرے خیال میں اسے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ کنیز تیری ہے۔ اگر وہ فوراً قیمت ادا کر دے تو اچھی بات ہے' لیکن میں اس کے ظلم کا حال جانتا ہوں کہ وہ تیرے لیے اپنے ایک عامل کے نام ہنڈی لکھ دے گا اور تیرے پیچھے وہ کسی کو روانہ کر دے گا کہ اسے کچھ مت دینا۔ جب تو ان سے مطالبہ کرنے جائے گا تو وہ کہیں گے کہ ہم ابھی دیتے ہیں اور وہ ہر روز یہی کہتے رہیں گے اور تو غیور طبیعت کا انسان ہے' او رجب وہ تیرے مطالبے سے تنگ آ جائیں گے تو تجھ سے کہیں گے کہ کاغذ دکھلا اور اسے لے کر پھاڑ ڈالیں گے۔ اس طرح سے کنیز کی قیمت سے بھی تجھے ہاتھ دھو ڈالنا پڑے گا۔

جب نور الدین علی نے دلال کی باتیں سنیں تو وہ اس کا منہ دیکھنے لگا اور کہا کہ پھر کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا کہ میں تجھے مشورہ دیتا ہوں اور اگر تو نے اسے مان لیا تو اس میں تیرا بڑا فائدہ ہے۔ نور الدین نے کہا کہ وہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں بازار میں کھڑا ہوں تو فوراً میرے پاس آئیو اور کنیز کو میرے ہاتھ سے چھین کر اسے ایک تھپڑ لگائیو اور کہیو اے میری بیسوا' جو قسم میں نے کھائی تھی وہ پوری

کی اور تجھے بازار میں لایا کیونکہ میں نے حلف اٹھایا تھا کہ تجھے بازار لے جا کر تجھ پر دلال سے بولی بلواؤں گا۔ اگر تو نے یہ کیا تو غالباً یہ چال وزیر اور تمام لوگوں پر چل جائے گی اور ان کو یقین آ جائے گا کہ تو محض اپنی قسم پوری کرنے اسے بازار میں لایا ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اب دلال اسے چھوڑ کر بیچ بازار میں آیا اور کنیز کا ہاتھ پکڑا اور وزیر معین بن ساوئی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے میرے آقا' لے اس کنیز کا مالک آ گیا ہے۔

نور الدین نے دلال کی طرف بڑھ کر کنیز کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کے طمانچے مارے اور کہا کہ اے بیسوا میں اپنی قسم پوری کرنے کے لیے تجھے بازار میں لایا تھا۔ چل یہاں سے گھر جا اور میری مخالفت کرنی چھوڑ دے۔ تف ہو تجھ پر! کیا مجھے تیری قیمت کی ضرورت ہے جو میں تجھے بیچوں۔ اگر میں محض اپنے گھر کا سامان بیچوں تو تیری قیمت سے کئی گنا مجھے مل سکتا ہے۔ جب معین بن ساوئی نے نور الدین کو دیکھا تو کہنے لگا کہ حیف ہو تجھ پر! تیرے پاس رہا کیا ہے جو تو خریدے یا بیچے! یہ کہہ کر اس نے چاہا کہ نور الدین کو پکڑے مگر سوداگر اس کی طرف دیکھنے لگے کیونکہ وہ سب اسے چاہتے تھے اور اس نے ان سے کہا کہ اس وقت میں یہاں تمہارے سامنے کھڑا ہوں اور تم نے اس کے ظلم کو دیکھ لیا۔ وزیر نے کہا کہ اگر تم لوگ اس وقت یہاں نہ ہوتے تو میں اسے قتل کر دیتا۔ سب لوگوں نے نور الدین کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا کہ اس وقت موقع ہے' اس سے سمجھ لے' اور کہنے لگے کہ ہم میں کوئی بھی تیرے اور اس کے درمیان بیچ بچاؤ نہ کرے گا۔ یہ سن کر نور الدین وزیر' ابن ساوئی کی طرف بڑھا اور وہ بہادر تو تھا ہی اس نے وزیر کو زین سے کھینچ کر زمین پر گرا دیا۔ اس جگہ گارے کا ایک گڑھا تھا۔ وزیر اس کے بیچ میں آپڑا اور نور الدین نے اسے تھپڑ اور گھونسے لگانے شروع کر دیئے ایک گھونسا وزیر کے دانتوں پر پڑا اور اس کے خون سے اس کی داڑھی رنگ گئی۔ وزیر کے ساتھ دس غلام تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے آقا کی یہ گت بن رہی ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ

اپنی تلواروں کے قبضے پر رکھے اور چاہتے تھے کہ ان کو کھینچ کر نور الدین علی پر حملہ کریں اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں لیکن لوگوں نے غلاموں سے کہا کہ یہ وزیر ہے اور یہ وزیر زادہ' اگر ان دونوں میں کسی وقت صلح ہو گئی تو تم دونوں کے برے ٹھہرو گے اور اگر اس کا ایک وار تم پر پڑ گیا تو تم سب کے سب بڑی بری موت کے گھاٹ اترو گے۔ ہمارے رائے یہ ہے کہ تم ان کے بیچ میں نہ پڑو۔

جب نور الدین وزیر کو خوب پیٹ چکا تو وہ لڑکی لے کر گھر چل دیا' وہاں سے فوراً چلتا ہوا۔ اس حالت میں کہ اس کے کپڑے تین رنگ کے تھے' کیچڑ سے کالے اور خون سے سرخ اور راکھ سے بھورے۔ جب اس نے اپنی یہ حالت دیکھی تو روئی لے کر اپنے گلے میں باندھ لی اور چیتھڑوں سے ہاتھوں میں گانٹھیں دے لیں اور سلطان کے محل کے نیچے جا کر چلانے لگا کہ جہاں پناہ' مظلوم مظلوم! لوگ اس کو بادشاہ کے سامنے لے گئے تو اس نے دیکھا کہ بڑا وزیر ہے اور کہنے لگا کہ اے وزیر' یہ حرکت تیرے ساتھ کس نے کی؟ وزیر کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور تیری خدمت کرتا ہے کیا اس کی یہی گت بنی چاہیے! سلطان نے کہا کہ جلد کہہ اور اپنا ماجرا بیان کر اور بتا کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کس نے کی؟ تیری عزت میری عزت ہے۔

وزیر نے کہا کہ اے میرے آقا' سن۔ میں آج کنیز بازار میں گیا تھا کہ ایک باورچن کنیز خریدوں۔ وہاں میں نے ایک کنیز دیکھی جس سے زیادہ حسین تمام عمر میری نظر سے نہ گزری تھی اور میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے اپنے آقا سلطان کے لیے خرید لوں۔ میں نے اس کے اور اس کے مالک کے متعلق دلال سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ یہ علی بن فضل بن خاقان کی کنیز ہے۔ ہمارے آقا سلطان نے اس کے باپ کو ایک بار دس ہزار دینار دیئے تھے کہ وہ ان داموں سے ایک حسین کنیز خریدے اور اس نے اسی کنیز کو خریدا تھا۔ جب اس کو وہ پسند آئی تو اس نے ہمارے آقا سلطان کے ساتھ بخل کیا اور وہ اپنے بیٹے کو دے دی۔ جب باپ مر گیا تو بیٹے نے تمام املاک

اور باغ اور برتن تک جو اس کے پاس تھے' بیچ ڈالے۔ یہاں تک کہ مفلس ہو گیا اور آخرکار اس کنیز کو بیچنے بازار لایا اور دلال کے سپرد کیا۔ دلال نے اس پر بولی لگائی اور سوداگروں نے بولیاں بولنی شروع کیں یہاں تک کہ اس کے دام چار ہزار دینار تک آ گئے میں نے دل میں سوچا کہ اس کنیز کو اپنے آقا سلطان کے لیے خرید لوں۔ آخر کار اس کے دام سلطان ہی نے ادا کئے تھے۔ یہ سوچ کہ میں نے نور الدین سے کہا کہ بیٹا' اس کی قیمت چار ہزار دینار مجھ سے لے لے۔ یہ سن کر اس نے میری طرف گھور کر دیکھا اور کہا کہ اے منحوس بڈھے' میں اسے یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاتھ بیچوں گا مگر تیرے ہاتھ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں اسے اپنے لیے نہیں خریدتا بلکہ اپنے سلطان کے لیے جس کے ہم دونوں نمک خوار ہیں۔ جب اس نے مجھ سے یہ سنا تو غصے میں آگیا اور مجھے کھینچ کر گھوڑے سے گرا دیا اور میں بوڑھا تو ہوں ہی' اس نے میرے تھپڑ اور مکے مارے یہاں تک کہ میری یہ درگت بنی جو تو دیکھ رہا ہے۔ اس نے یہ میری گت اس لیے بنائی کہ میں تیرے لیے اس کنیز کو خرید رہا تھا۔

یہ کہہ کر وزیر زمین پر گر پڑا اور رونے اور کانپنے لگا۔ جب سلطان نے اس کی یہ حالت دیکھی اور اس کی باتیں سنیں تو مارے غصے کے' اس کی آنکھوں کے درمیان پسینہ بہنے لگا۔ اب وہ حکام کی طرف متوجہ ہوا اور فوراً چالیس شمشیر زن اس کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ سلطان نے ان سے کہا کہ فوراً تم لوگ علی بن خاقان کے گھر جاؤ اور اس کو لوٹ لو اور ڈھا دو اس کی اور لڑکی کی مشکیں باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ بسرو چشم اور زرہ بکتر پہن کر باہر نکلے اور نور الدین علی کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ سلطان کا ایک حاجب تھا جس کا نام علم الدین سنجر تھا اور جو پہلے فضل بن خاقان کا زر خرید غلام تھا۔ مگر بڑھتے بڑھتے سلطان کا حاجب ہو گیا تھا۔ جب اس نے سلطان کا حکم سنا اور دیکھا کہ دشمن اس کے آقا کے بیٹے کے قتل کی تیاری کر رہے ہیں تو یہ اس پر گراں گزرا اور وہ سلطان کے پاس سے غائب ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور چلتے چلتے نور الدین کے مکان پر پہنچا اور

دروازے پر دستک دی۔ نور الدین باہر نکلا اور اس کو دیکھ کر پہچان گیا مگر اس نے کہا کہ اے میرے آقا' یہ وقت سلام اور کلام کا نہیں ہے۔ نور الدین نے کہا کہ اے علم الدین خیر تو ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اٹھ اور کنیز کو لے کر بھاگ کیونکہ معین بن ساوی نے تم دونوں کے لیے جال بچھایا ہے اور اگر تم اس کے ہتھے چڑھ گئے تو تمہیں بے قتل کیئے نہ چھوڑے گا۔ سلطان تمہارے پیچھے چالیس شمشیر زن روانہ کر چکا ہے اور میری رائے ہے کہ تم دونوں بھاگ جاؤ قبل اس کے کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے بٹوے میں ہاتھ ڈالا اور دیکھا کہ اس میں چالیس دینار ہیں۔ وہ نکال کر اس نے نور الدین کو دیئے اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' ان کو سفر میں اپنے ساتھ رکھ لے' اگر میرے پاس اور دینار ہوتے تو میں وہ بھی تجھے دے دیتا۔ لیکن اب زیادہ کہنے سننے کا وقت نہیں۔ یہ سن کر نور الدین لڑکی کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور وہ دونوں ہاتھ ملنے لگے اور دونوں نکل کھڑے ہوئے اور شہر کے باہر پہنچے۔ خدا نے ان کی پردہ پوشی کی اور وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے اور دیکھا کہ وہاں ایک کشتی روانہ ہونے کے لیے تیار کھڑی ہے اور ناخدا بیچ کشتی میں کھڑا کہہ رہا ہے کہ اگر کسی کو کھانے پینے کا سامان لینا یا اہل و عیال سے رخصت ہونا باقی رہ گیا ہو یا اگر کوئی شخص کوئی اور ضرورت کی چیز بھول گیا ہو تو اسے لے آئے کیونکہ ہم لنگر اٹھانے والے ہیں۔ سب نے جواب دیا کہ اے ناخدا' اب ہمارا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ ناخدا نے لوگوں سے کہا کہ چلو' رسیاں کھول دو اور لنگر اٹھالو۔ نور الدین نے پوچھا کہ اے ناخدا' کشتی کہاں جا رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دراسلام بغداد۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

- چھتیس ویں رات

جب چھتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب ناخدا نے نور الدین علی سے کہا کہ ہم دارالسلام بغداد جا رہے ہیں تو نور الدین علی اور اس کے ساتھ وہ لڑکی سوار ہو گئی۔ ملاح کشتی کو کھینچ کر گہرے پانی میں لائے اور بادبان کھول دیئے اور کشتی اس طرح چل نکلی جیسے چڑیا اپنے پروں پر۔ اب کشتی ان کو لے کر چلی اور ہوا موافق تھی۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہوا۔ اب غلاموں کا قصہ سنئے۔ وہ وزیر نور الدین کے گھر پہنچے اور اس کے دروازے توڑ کر اندر داخل ہو گئے اور کمرے کمرے ان دونوں کو ڈھونڈا لیکن کہیں ان کا پتہ نہ چلا۔ گھر کو ڈھا کر وہ واپس گئے اور سلطان کو خبر دی۔ سلطان نے کہا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں' ان کو ڈھونڈھ نکالو۔ انہوں نے کہا کہ بسرو چشم۔

اب وزیر معین بن ساوئ گھر گیا اور چونکہ سلطان نے اسے خلعت عطا کی تھی اور وہ مطمئن ہو گیا تھا اور سلطان نے اس سے کہا تھا کہ تیرا بدلہ سوائے میرے اور کوئی نہ لے گا۔ اس نے سلطان کو دعا دی کہ اس کی عمر زیادہ ہو۔ اب سلطان نے حکم دیا کہ شہر میں یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا جائے' "اے تمام لوگو' ہمارے آقا سلطان کا حکم ہے کہ جو کوئی نور الدین علی ابن خاقان کو پکڑ کر سلطان کے پاس لائے گا تو اسے سلطان خلعت عطا کرے گا اور ہزار دینار نقد انعام دے گا اور جو کوئی اس کو چھپا کر رکھے گا یا جسے اس کی خبر ہو گی اور وہ اس کی اطلاع نہ دے گا تو جو کچھ سزا دی جائے کم ہے۔" اب نور الدین علی کی تلاش شروع ہو گئی لیکن نہ وہ کسی کے ہاتھ لگا اور نہ کسی کو اس کی خبر معلوم ہوئی۔

اب نور الدین اور اس کی کنیز کا حال سنئے کہ وہ صحیح سلامت' بغداد پہنچ گئے اور ناخدا

نے پکار کر کہا کہ یہ بغداد ہے اور امن و امان کا شہر۔ وہاں سردیاں ختم ہو چکی تھیں اور بہار کے گلاب کھل رہے تھے اور درختوں میں پھول نکل آئے تھے اور نہریں جاری ہو گئی تھیں۔ اب نور الدین اور اس کی کنیز کشتی سے اترے اور ناخدا کو پانچ دینار دے کر چل کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد وہ اتفاق سے باغوں کے درمیان پہنچے اور ان کا گزر ایک جگہ ہوا جہاں جھاڑو دی ہوئی تھی اور پانی چھڑکا ہوا تھا اور لمبی چوکیاں پڑی ہوئی تھیں اور پانی بھرے مٹکے لٹکے ہوئے تھے اور گلی کی تمام لمبائی میں سرکنڈوں کا چھپر پڑا ہوا تھا اور گلی کے بیچ میں باغ کا دروازہ تھا لیکن وہ بند تھا۔ نور الدین علی نے لڑکی سے کہا کہ واللہ کیا خوب جگہ ہے! اس نے کہا کہ اے میرے آقا' ہم اس چوکی پر بیٹھ کر ذرا آرام کر لیں۔ اب وہ اوپر چڑھ کر چوکیوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے ہاتھ منہ دھویا اور ہوا چلی تو ان کو نیند آ گئی۔ بزرگ ہے وہ ذات جس کو کبھی نیند نہیں آتی! اس باغ کا نام بستان النزہت تھا اور اس میں ایک محل تھا جس کو قصر الفرجہ والتماثیل کہتے تھے اور یہ خلیفہ ہارون الرشید کی ملکیت تھی اور جب کبھی خلیفہ کی طبیعت گھبراتی تو وہ اس باغ اور محل کی سیر کے لیے آتا اور وہاں بیٹھتا۔ اس محل میں اسی (۸۰) جھروکے تھے۔ جن میں اسی (۸۰) قندیلیں لٹکی ہوئی تھیں اور ان کے بیچ میں ایک بڑا سونے کا شمعدان تھا۔ جب خلیفہ یہاں آتا تو کنیزوں کو حکم دیتا کہ جھروکے کھول دیں اور اسحٰق بن ابراہیم الندیم اور کنیزوں سے کہتا کہ گائیں۔ اس سے اس کی طبیعت بحال ہو جاتی اور غم دور ہو جاتا۔

اس باغ کا ایک باغبان تھا جو بڑا بوڑھا تھا اور جسے شیخ ابراہیم کہتے تھے۔ جب کبھی وہ کسی ضرورت سے باہر جاتا تو تماش بین رنڈیوں کو لے کر وہاں پہنچ جاتے۔ اس پر وہ سخت ناراض تھا اور خلیفہ کے آنے کا منتظر۔ ایک روز جب خلیفہ وہاں آیا تو اس نے خلیفہ سے شکایت کی۔ خلیفہ نے کہا کہ جس کسی کو باغ کے دروازے پر پائے تو جو تیرا جی چاہے اس کے ساتھ کر۔ اس روز جب شیخ ابراہیم باغبان کسی ضرورت سے

باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ یہ دنوں ایک چادر اوڑھے باغ کے دروازے پر سو رہے ہیں۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ خوب! ان دونوں کو اس بات کی خبر نہیں ہے کہ خلیفہ نے مجھے اجازت دے رکھی ہے کہ جس کسی کو یہاں پاؤں' قتل کر دوں۔ اور ان دونوں کو تو میں بری طرح سے ماروں گا تاکہ پھر اور کوئی باغ کے دروازے کے پاس نہ پھٹکے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک کھجور کا ایک ہرا ڈنڈا کاٹا اور اسے لے کر ان کے قریب پہنچا اور انہیں مارنے کے لیے اپنا ہاتھ اتنا اونچا اٹھایا کہ اس کی بغل کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔ اب وہ دل میں سوچنے لگا اور کہا کہ ابراہیم' تو بغیر ان کی حالت جانے ہوئے کس طرح مارتا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ پردیسی ہوں یا مسافر اور قسمت کے مارے وہ یہاں آ پڑے ہوں! اس لیے پہلے میں ان کی چادر اٹھا کر ان کو دیکھ تو لوں۔ یہ کہہ کر اس نے ان کے چہروں سے چادر الٹ دی اور کہنے لگا کہ یہ دنوں حسین ہیں' ان کو مارنا مناسب نہیں' اور پھر ان کے چہرے ڈھک دیئے اور نور الدین کے پاؤں کی طرف جا کر انہیں دابنے لگا۔

اب نور الدین کی آنکھ کھل گئی اور اس نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کے پاس ایک بڑا بوڑھا شخص بیٹھا ہوا ہے جس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا ہے۔ اس نے شرم کے مارے اپنے پاؤں کھینچ لیے اور اٹھ بیٹھا اور شیخ ابراہیم کے ہاتھ کو لے کر اسے بوسہ دیا۔ بوڑھے نے کہا کہ بیٹا' تو کہاں سے آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' ہم پردیسی ہیں' اور اس کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ شیخ ابراہیم نے کہا کہ بیٹا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردیسیوں کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کی ہے۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ بیٹا اگر تیرا جی چاہتا ہو تو باغ کے اندر چل کر سیر کر اور طبیعت بہلا۔ نور الدین نے کہا کہ اے میرے آقا' یہ باغ کس کا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹا' یہ باغ مجھ کو اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملا ہے۔ جواب سے شیخ ابراہیم کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ مطمئن ہو جائیں اور باغ میں چلیں۔ جب نور الدین نے اسے یہ کہتے سنا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ اور اس کی کنیز اٹھ کھڑے

ہوئے اور شیخ ابراہیم آگے آگے ہو لیا اور وہ سب باغ کے اندر پہنچے اور دیکھا کہ واہ واہ کیا باغ ہے! اس کے دروازے محراب دار ہیں گویا وہ ایک محل ہے اور اس پر انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں اور ان میں رنگ برنگ انگور لگے ہوئے ہیں' جو سرخ ہیں یاقوت معلوم ہوتے ہیں اور جو سیاہ ہیں آبنوس۔ اب وہ ایک برگ پوش میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ پھل خوشوں میں اور تنہا لگے ہیں اور چڑیاں ٹہنیوں پر بیٹھی ہوئی گا رہی ہیں اور بلبلیں طرح طرح کے گیت الاپ رہی ہیں اور قمریوں کی آواز سے سارا مکان گونج رہا ہے اور شحرور انسان کی طرح گا رہی ہیں اور فاختائیں گویا نشے میں چور ہیں اور درختوں پر تمام پھل پک چکے ہیں اور میووں کے جوڑے لگے ہوئے ہیں اور کشمش کافوری اور بادامی اور خراسانی ہیں اور آلو بخارے حسینوں کے سے رنگ والے اور ناشدانے جن سے دانتوں کی زردی دور ہو جائے اور انجیر سرخ اور سفید جدا جدا اور پھول گویا موتی اور مرجان اور گلاب جن کی سرخی کے آگے حسینوں کے رخسار شرما جائیں اور بنفشہ گویا رات کے وقت آگ پر گندھک جل رہی ہے اور مہندی اور لونگ اور ارغواں اور شقائق النعمان ساتھ ساتھ اور پتوں پر بادل کے آنسوؤں کے موتی جڑے ہوئے ہیں اور بابونہ کھل کھلا کر ہنس رہا ہے اور نرگس گلاب کی طرف حبشیوں کی آنکھ سے دیکھ رہی ہے اور چکوترے گویا جام رکھے ہوئے ہیں اور نیبو گویا سونے کی گیندیں ہیں اور زمین پر رنگ رنگ پھول بچھے ہوئے ہیں' بہار آ چکی تھی اور اس نے ہر جگہ کو اپنی خوبصورتی سے چمکا دیا تھا اور نہریں شور مچا رہی تھیں اور چڑیاں چہچہا رہی تھیں اور ہوائیں سیٹیاں بجا رہی تھیں کیونکہ زمانہ معتدل تھا۔

اس کے بعد شیخ ابراہیم ان کو لے کر ہوا محل میں گیا اور انہوں نے دیکھا کہ وہ کیسا خوبصورت ہے! اور جھروکوں میں شمعیں لٹکی ہوئی ہیں۔ اب نور الدین کو گزشتہ مقامات یاد آ گئے جو اب اس کے ہاتھ سے جا چکے تھے اور وہ کہنے لگا کہ واللہ یہ نہایت خوبصورت مقام ہے!

اب دونوں بیٹھ گئے اور شیخ ابراہیم نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور انہوں نے پیٹ

بھر کر کھایا اور پھر ہاتھ دھوئے اور نور الدین ایک کھڑکی کی طرف گیا اور اپنی کنیز کو آواز دی اور وہ آئی اور دونوں درختوں کو دیکھنے لگے جو ہر قسم کے میووں سے لدے

ہوئے تھے اور نور الدین نے شیخ ابراہیم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے شیخ ابراہیم تیرے پاس شراب نہیں ہے کیونکہ لوگ کھانے کے بعد شراب پیا کرتے ہیں۔ شیخ ابراہیم ٹھنڈا شربت لایا مگر نور الدین نے کہا کہ اے شیخ ابرہیم' یہ تو وہ پینے کی چیز نہیں ہے جو میں نے مانگی تھی۔ اس نے کہا کہ شاید تو نشے والی شراب چاہتا ہے۔ نور الدین نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ خدا اس سے بچائے! تیرہ سال سے میں نے یہ کام نہیں کیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پینے والے اور بنانے والے اور بیچنے والے اور خریدنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ نور الدین نے کہا کہ مجھ سے دو باتیں سن۔ اس نے کہا کہ کہہ۔ نور الدین نے کہا کہ اگر اس ملعون گدھے پر کوئی لعنت بھیجے تو کیا وہ لعنت تجھ پر لگ جائے گی؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ نور الدین نے کہا کہ یہ دینار اور دو درہم لے جا اور گدھے پر سوار ہو کر جا اور دور کھڑا رہ۔ جو شخص شراب خرید رہا ہو' اس کو پکار کر کہہ کہ یہ دو درہم تو تو لے اور اس دینار کی شراب خرید لا اور اس گدھے پر رکھ دے اس طرح سے نہ تو اس کا لانے والا ہوتا ہے اور نہ خریدنے والا لہٰذا اس کا کوئی ضرر تجھے نہیں پہنچے گا۔

شیخ ابراہیم اس کی باتیں سن کر ہنسا اور کہنے لگا کہ بیٹا' میں نے تجھ سے زیادہ خوش طبع آج تک نہیں دیکھا اور نہ تجھ سے زیادہ میٹھی باتیں سنیں۔ یہ کہہ کر شیخ ابراہیم نے نور الدین کا کہنا کر دیا اور اس پر وہ اس کا بہت شکر گزار ہوا اور کہنے لگا کہ ہمارا دارومدار تیرے ہی اوپر ہے' لہٰذا ہماری مدد کر اور جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے' مہیا کر۔ شیخ ابراہیم نے کہا کہ بیٹا' یہ میرا ذخیرہ تیرے آگے ہے اور یہ امیرالمومنین کے لیے اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس کے اندر جا اور جس چیز کی تجھے ضرورت ہو لے آ' کیونکہ اس میں تیری ضرورت سے زیادہ چیزیں موجود ہیں۔ نور الدین مخزن کے اندر گیا اور دیکھا کہ اس میں سونے چاندی اور بلور کے برتن ہیں جن میں جواہرات جڑے ہوئے

ہیں۔ اس نے ان کو نکال کر آراستہ کیا اور صراحیوں اور کوزوں میں شراب انڈیلی اور ان کو دیکھ کر اسے خوشی اور تعجب ہوا۔ اب شیخ ابراہیم ان کے لیے میوے اور عطریات لایا اور خود جا کر ان سے دور بیٹھ گیا۔ دونوں نے خوب پی اور مزے میں آگئے اور شراب پڑھی اور ان کے رخسار سرخ ہو گئے اور آنکھیں چڑھ گئیں اور بال بکھر گئے اور رنگ بدل گیا۔ شیخ ابراہیم اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر میں ان سے دور کیوں بیٹھا ہوں؟ اور ان کے پاس بیٹھنے میں کیا حرج ہے؟ مجھے پھر کب ایسا موقع ہاتھ آئے گا کہ میرے یہاں ایسے دو شخص آئیں جو چاند کی طرح خوبصورت ہوں! یہ کہہ کر شیخ ابراہیم آگے بڑھا اور ان کے قریب ایوان کے کنارے آکر بیٹھ گیا۔ نور الدین نے کہا کہ اے میرے آقا' تجھے میری جان کی قسم کہ ہمارے پاس آکر بیٹھ۔ شیخ ابراہیم ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور نور الدین نے ایک پیالہ بھرا اور اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ پی تاکہ تجھے اس کا ذائقہ معلوم ہو۔ اس نے جواب دیا کہ خدا پناہ میں رکھے! تیرہ سال ہونے کو آئے ہیں کہ مجھ سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا۔ نور الدین نے اس سے تغافل کر کے پیالہ پی لیا اور زمین پر گر پڑا گویا کہ وہ مدہوش ہو گیا ہے۔ اب انیس الجلیس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے شیخ ابراہیم' دیکھ کہ یہ شخص ہمیشہ میرے ساتھ یوں ہی کرتا ہے' تھوڑی دیر پی کر سو جاتا ہے اور میں اکیلی رہ جاتی ہوں اور مجھے کوئی ہم پیالہ نہیں ملتا جو میرے ساتھ پئے اور نہ ایسا کہ وہ پیتا جائے اور میں گاتی جاؤں۔

شیخ ابراہیم کا دل پگھل گیا اور اس کی باتوں کی وجہ سے اس کا دل اس کی طرف کھنچا اور وہ کہنے لگا کہ واللہ یہ بڑی بری بات ہے۔ اب لڑکی نے ایک پیالہ بھرا اور اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگی کہ میری جان کی قسم اسے لے اور پی اور رد مت کر اور میرے دل کو تسکین دے۔ یہ سن کر شیخ ابراہیم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پیالہ لے کر چڑھا گیا۔ اب اس کے لیے دوسرا پیالہ بھرا اور اسے شمع کے مقابلے میں لے جا

کر کہا کہ اے میرے آقا' یہ تیرا حصہ اور باقی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ واللہ' اس کو میں نہیں پی سکتا۔ جتنا میں نے پیا وہ میرے لیے کافی ہے۔ لڑکی نے کہا کہ اسے ضرور پینا ہو گا۔ اس نے وہ پیالہ بھی لے کر پی لیا۔ پھر اس نے تیسرا پیالہ دیا اور شیخ نے اسے لے لیا اور پینا چاہتا ہی تھا کہ نور الدین اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- سینتیسویں رات

جب سینتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- نور الدین علی اٹھ کر بیٹھ گیا اور شیخ ابراہیم سے کہنے لگا کہ یہ کیا؟ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ میں نے تجھے قسم دی تھی لیکن تو نے انکار کیا اور کہا کہ تیرہ سال سے تو نے یہ کام نہیں کیا ہے۔ شیخ ابراہیم نے شرمندہ ہو کر کہا کہ میری خطا نہیں ہے بلکہ اس لڑکی نے مجھ سے کہا تھا۔ نور الدین ہنسا اور اب تینوں میں شراب کا دور چلنے لگا۔ اب لڑکی نے اپنے آقا کی طرف مخاطب ہو کر چپکے سے کہا کہ سوائے ان دونوں کے اور کوئی نہ سن سکتا تھا کہ اے میرے آقا' پی اور شیخ ابراہیم کو مجبور مت کر تا کہ میں اس کا مذاق تجھے دکھاؤں۔ اب لڑکی پیالہ بھر بھر کر اپنے آقا کو پلانے لگی اور اس کا آقا پیالہ بھر بھر کر اسے پلانے لگا۔ وہ بار بار یہی کر رہے تھے کہ شیخ ابراہیم نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ خوب صحبت ہے! خدا پیٹو پر لعنت بھیجے! بھائی' تو مجھے کیوں نہیں پلاتا؟ یہ بھی کوئی بات ہے' اے مبارک شخص! یہ سن کر وہ دونوں ہنستے ہنستے لوٹ گئے اور اب خود بھی پی اور اسے بھی پلائی' یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی۔

اب لڑکی نے کہا کہ اے شیخ ابراہیم' اگر تو اجازت دے تو میں ان شمعوں میں سے جو ایک قطار میں لگی ہوئی ہیں' ایک کو روشن کر دوں۔ اس نے جواب دیا کہ ایک سے زیادہ روشن نہ کیجیو۔ اس نے اٹھ کر پہلی شمع سے شروع کیا اور اسی کی اسی جلاتی ہوئی چلی گئی اور پھر آکر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد نور الدین نے کہا کہ اے شیخ ابراہیم' اور میری قسم کا کیا حشر ہو گا؟ مجھے بھی اجازت دے کہ میں ان قندیلوں میں سے ایک کو جلا دوں۔ شیخ ابراہیم نے اس سے کہا کہ اٹھ اور ایک قندیل جلا دے مگر دوسری کو ہاتھ مت لگائیو۔ وہ اٹھا اور ایک ایک کو جلاتا ہوا تمام . اسی کی اسی قندیلوں

کو جلا دیا۔ اب ایسا معلوم ہونے لگا کہ سارا محل رقص کر رہا ہے۔ شیخ نشے میں چور تو تھا ہی' وہ ان سے کہنے لگا کہ تم دونوں مجھ سے زیادہ نشے میں ہو اس نے اٹھ کر سارے کے سارے جھروکے کھول دیئے اور تینوں بیٹھ کر شراب پینے اور اشعار پڑھنے لگے یہاں تک کہ سارا مکان گونج اٹھا۔

اب خدا کو جو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات کے لیے ایک سبب پیدا کر دیتا ہے' یہ منظور ہوا کہ خلیفہ کا اسی وقت دل گھبرایا اور چاندنی رات میں اس کی نظر ان جھروکوں پر پڑی جو دجلے کی طرف تھے اور اس نے دیکھا کہ قندیلوں اور شمعوں کی روشنی کا عکس دریا پر پڑ رہا ہے۔ اب اس نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے باغ کا محل شمعوں اور قندیلوں سے چراغاں ہو رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ جعفر برمکی کو میرے پاس بلاؤ۔ اس کے کہنے کی دیر تھی کہ وہ امیرالمومنین کے سامنے آخر حاضر ہو گیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اے وزیروں کے کتے' تو نے بغداد پر اپنا قبضہ جما لیا ہے اور مجھے اس کی خبر تک نہیں کی! جعفر نے کہا کہ یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر بغداد کو تو نے اپنے قبضے میں نہ کر لیا ہوتا تو قصر التماثیل قندیلوں اور شمعوں سے نہ جگمگا رہا ہوتا۔ اور جھروکے کھلے ہوئے نہ ہوتے۔ حیف ہو تجھ پر! اگر تو نے میری خلافت نہ چھین لی ہوتی تو کس کی مجال تھی کہ ایسا کام کرتا۔ یہ سن کر جعفر کانپنے لگا اور کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ قصر التماثیل روشن ہے اور اس کے جھروکے کھلے ہوئے ہیں؟ خلیفہ نے جواب دیا کہ ادھر آکر دیکھ۔ جعفر خلیفہ کے پاس آیا اور باغ کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ محل واقعی تاریکی کے بیچ میں چراغاں ہے۔ اور اس نے چاہا کہ باغبان شیخ ابراہیم کی طرف سے معذرت پیش کرے کیونکہ ایسا کرنے میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہو گی۔ وہ کہنے لگا کہ اے امیر المومنین گزشتہ ہفتے میں شیخ ابراہیم نے مجھ سے کہا تھا کہ اے میرے آقا' جعفر' میں چاہتا ہوں کہ میں امیرالمومنین کی اور تیری زندگی میں اپنی اولاد کو خوش کروں۔ میں نے پوچھا کہ اس کے لیے تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خلیفہ سے اس بات کی اجازت

لے دے کہ میں اپنے لڑکوں کا ختنہ محل میں کروں۔ میں نے کہا کہ جا اور ان کا ختنہ کر اور خلیفہ سے مل کر اس کو خبر کر دوں گا۔ وہ چلا گیا اور میں تجھ سے کہنا بھول گیا۔

خلیفہ نے کہا کہ اے جعفر' پہلے تو ایک گناہ کا مرتکب تھا' اب دو ہو گئے کیونکہ تو نے دہرا جرم کیا۔ ایک یہ کہ تو نے مجھے خبر نہ دی اور دوسرا یہ کہ تو نے شیخ ابراہیم کا مدعا پورا نہ کیا' کیونکہ اس کے تیرے پاس آنے اور تجھ سے کہنے کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ تجھ سے کچھ دام چاہتا تھا جس سے اس کا کام چلے۔ تو نے نہ تو اس کو کچھ دیا اور نہ مجھ کو خبر دی۔ جعفر نے کہا کہ اے امیرالمومنین' میں بھول گیا۔ خلیفہ نے کہا کہ مجھے اپنے باپ دادا کی قسم میں باقی رات اس کے ساتھ گزاروں گا کیونکہ وہ نیک مرد ہے اور مشائخ اور فقرا کی صحبت میں رہتا ہے اور ان کی ضیافت کرتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس کے پاس ہوں گے۔ ممکن ہے کہ ان کی ایک دعا سے ہمیں دنیا اور آخرت بھی بھلائی ملے۔ مصلحت کا متقضا یہی ہے کہ میں بھی اس کے پاس موجود ہوں۔ علاوہ بریں شیخ ابراہیم کو اس سے خوشی بھی ہو گی۔ جعفر نے کہا کہ امیرالمومین رات زیادہ ہو چکی ہے اور وہ اٹھ رہے ہوں گے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ ان کے پاس ضرور چلنا چاہیے۔ جعفر چپ ہو گیا اور اس کو حیرانی ہوئی اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔

خلیفہ اٹھ کھڑا ہوا اور جعفر اس کے ساتھ تھا اور دونوں کے ہمراہ مسرور خادم تھا۔ تینوں کے تینوں بھیس بدل کر چل دیئے اور خلیفہ کے محل سے نکل کر وہ گلی کوچوں کو سوداگروں کے لباس میں طے کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس باغ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اب خلیفہ آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ باغ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس پر اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ اے جعفر' دیکھ شیخ ابراہیم نے اس وقت تک دروازہ کیوں کھول رکھا ہے؟ وہ تو ایسا کبھی نہیں کرتا تھا۔ اب وہ اندر گئے اور باغ کے آخر تک پہنچ کر محل کے نیچے ٹھہر گئے۔ خلیفہ نے کہا کہ اے' جعفر میں چاہتا ہوں کہ اندر

جانے سے پہلے میں ان کو چھپ کر دیکھ لوں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور مشائخ کا بھی نظارہ کر لوں کیونکہ اب تک میں ان کی کوئی آہٹ نہیں پاتا اور نہ کسی فقیر کو خدا کا ذکر کرتے ہوئے سنتا ہوں۔ اب خلیفہ نے ادھر ادھر دیکھا تو اس کی نظر ایک اخروٹ کے اونچے درخت پر پڑی اور وہ کہنے لگا کہ اے جعفر' میں چاہتا ہوں کہ اس درخت پر چڑھ جاؤں کیونکہ اس کی ٹہنیاں جھروکوں کے قریب ہیں اور ان کو دیکھوں۔
یہ کہہ کر خلیفہ درخت پر چڑھ گیا اور ایک شاخ سے دوسری پر گزرتا ہوا اس شاخ پر جا پہنچا جو جھروکے کے سامنے تھی اور اس پر جا کر بیٹھ گیا اور محل کے جھروکے میں سے دیکھنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے گویا دو چاند' پاک ہے ذات جس نے انہیں پیدا کیا اور ان کی شکل و صورت بنائی! اور اس نے دیکھا کہ شیخ ابراہیم بیٹھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں پیالہ ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ اے حسینوں کی آقا' شراب بغیر گانے کے بے کار ہے کیونکہ میں نے ایک شاعر کو یہ کہتے سنا ہے:
"شراب کا دور بوڑھوں اور جوانوں دونوں میں چلا اور اسے اس شخص کے ہاتھ سے لے جو روشن چاند کی طرح حسین ہو اور بغیر گانے کے مت پی کیونکہ گھوڑے بھی سیٹی کے ساتھ پیتے ہیں۔"
جب خلیفہ نے شیخ ابراہیم کو یہ حرکت کرتے دیکھا تو اس کے غصے کی رگ دونوں آنکھوں کے درمیان پھول گئی اور وہ درخت پر سے اتر کر کہنے لگا کہ اے جعفر' میں نے نیک بندوں کو کبھی اس حالت میں نہیں دیکھا۔ اب تو بھی اس درخت پر چڑھ کر نظارہ کر تاکہ تو بھی نیک بندوں کی برکتوں سے مستفید ہو۔
جب جعفر نے امیرالمومنین کو یہ کہتے سنا تو حیران ہو گیا اور درخت پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ نور الدین اور شیخ ابراہیم اور لڑکی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور شیخ کے ہاتھ میں پیالہ ہے۔ جب جعفر نے یہ دیکھا تو اسے یقین آ گیا کہ اب میری جان کی خیر نہیں۔
وہاں سے وہ نیچے اترا اور امیرالمومنین کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ نے اس سے کہا

کہ اے جعفر' خدا کا شکر ہے کہ ہم ظاہری شریعت کے پیرو ہیں! جعفر کے منہ سے مارے شرمندگی کے کوئی بات نہ نکلی۔ خلیفہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ آخر ان کو اس جگہ کون لایا اور کس نے انہیں میرے محل میں داخل کیا! لیکن اس لڑکے اور لڑکی کا سا حسن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ جعفر نے اس کی رضا جوئی کے لیے کہا کہ اے میرے آقا سلطان' تو بالکل سچ کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اے جعفر' چل ہمارے ساتھ اس شاخ پر چڑھ جو ان کے سامنے ہے تاکہ ہم لطف اٹھائیں۔

اب دونوں کے دونوں درخت پر چڑھ کر ان کو دیکھنے لگے اور شیخ ابراہیم کو یہ کہتے سنا کہ اے میری مالکہ' میں نے شراب پی کر اپنا سارا وقار کھو دیا مگر بغیر باجے گاجے کے اس میں مزہ نہیں۔ انیس الجلیس نے جواب دیا کہ اے شیخ ابراہیم' واللہ اگر ہمارے پاس کوئی باجا ہوتا تو ہم پوری طرح لطف اٹھا سکتے۔ جب شیخ نے یہ سنا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ دیکھیں یہ کیا کرنے جا رہا ہے! جعفر نے کہا کہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ اب شیخ ابراہیم غائب ہو گیا اور ایک سارنگی لے کر لوٹا۔ خلیفہ نے غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ ابو اسحٰق الندیم کی سارنگی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر یہ لڑکی برا گائے گی تو میں تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا اور اگر یہ اچھا گائے گی تو میں ان کو معاف کر دوں گا اور محض تجھ کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

جعفر نے کہا کہ خدایا وہ برا گائے! خلیفہ نے پوچھا کہ یہ کیوں؟ اس نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ تو ہم سب کو سولی پر چڑھا دے اور ایک دوسرے کی ہمدردی کرے۔ خلیفہ یہ سن کر ہنس پڑا۔ اب لڑکی نے سارنگی کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا کہ اس کے تار اترے ہوئے ہیں اور ان کو ٹھیک کر کے اس طرح بجانا شروع کیا کہ سب کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے اور وہ یہ اشعار گانے لگی:

"اے ہم مسکین عاشقوں کے مددگار' محبت اور آرزوؤں کی آگ ہم کو جلا رہی ہے۔ اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم اس کے مستحق ہیں۔ ہم نے تمہارے یہاں آکر پناہ لی ہے لہٰذا

ہمیں برا مت کہو۔ ہم ذلیل اور غریب ہیں اس لیے تمہارا جو جی آئے ہمارے ساتھ کرو۔ اگر تم ہمیں اپنے گھر میں قتل کر ڈالو تو یہ بات تمہارے لیے فخر کا باعث نہ ہو گی' مگر ہمیں ڈر ہے تو یہ کہ کہیں تم گناہ میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔"

خلیفہ نے کہا کہ اے جعفر' واللہ کیا خوب گائی! میں نے عمر بھر اس کی طرح خوش کن آواز نہیں سنی۔ جعفر نے کہا کہ شاید اب خلیفہ کا غصہ جاتا رہا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں جاتا رہا۔ اب وہ دونوں درخت پر سے اترے اور خلیفہ جعفر سے کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کے پاس جا کر بیٹھوں اور لڑکی میرے سامنے گا کر سنائے۔ اس نے کہا کہ اگر تو ان کے پاس جائے گا تو ان کی خوشی مکدر ہو جائے گی اور شیخ ابراہیم تو مارے ڈر کے مر جائے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ اے جعفر تو کوئی نہ کوئی ترکیب نکال کہ ہم ان کے پاس جائیں اور انہیں معلوم نہ ہو۔

اب خلیفہ اور جعفر دجلے کے کنارے پہنچے اور اسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ماہی گیر محل کے جھروکوں کے نیچے کھڑا مچھلیاں پکڑ رہا ہے۔ اس سے پہلے خلیفہ نے ایک بار شیخ ابراہیم کو بلا کر پوچھا تھا کہ محل کے جھروکوں کے نیچے سے یہ کیا آواز آ رہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ماہی گیروں کی آواز ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ جا انہیں اس جگہ سے مچھلیاں پکڑنے سے منع کر اور ماہی گیروں کو ممانعت کر دی گئی کہ وہاں مچھلیاں نہ پکڑا کریں۔ اس رات پھر ایک ماہی گیر وہاں پہنچا' جس کا نام کریم تھا اور دروازہ کھلا دیکھ کر دل میں کہنے لگا کہ لوگ اس وقت بے خبر ہیں' اس کو مچھلیاں پکڑنے کے لیے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ یہ کہہ کر اس نے جال لیا اور دریا میں پھینکا۔ اتنے میں خلیفہ اکیلا اس کے سر پر آ پہنچا اور اسے پہچان لیا اور کہنے لگا کہ اے کریم! جب اس نے کسی کو اپنا نام لیتے سنا تو وہ اس طرف متوجہ ہوا اور جب دیکھا کہ خلیفہ ہے تو اس کا بدن کانپنے لگا اور اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین' خدا کی قسم' میں نے تیرے حکم کا مذاق اڑانے کے لیے یہ نہیں کیا بلکہ

فاقے اور اہل و عیال کی مجبوری کی وجہ سے۔ خلیفہ نے کہا کہ میرے نام سے مچھلیاں پکڑ۔ ماہی گیر خوش ہو کر آگے بڑھا اور جال پھینکا اور تھوڑی دیر انتظار کیا یہاں تک کہ وہ تھاہ میں پہنچ گیا۔ اب اس نے جال کھینچا تو طرح طرح کی مچھلیاں آئیں۔ خلیفہ خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے کریم' اپنے کپڑے اتار۔ جب اس نے اپنے کپڑے اتارے تو اس کے جبے میں سخت اونی کپڑوں کے سینکڑوں پیوند لگے ہوئے تھے اور اس میں دم دار جوئیں تھیں اور اس نے اپنے سر سے پگڑی اتاری جس کو اس نے تین سال سے نہیں کھولا تھا۔ اور جو چیتھڑا اسے ملتا' وہ اس کے اوپر ہی سی لیتا۔ جب اس نے اپنا جبہ اور عمامہ اتار دیا تو خلیفہ نے اپنے بدن پر سے دو لباس اتارے جو اسکندریہ اور بعلبک کے ریشم کے تھے' ایک قمیض تھی اور ایک قبا۔ اب اس نے صیاد سے کہا کہ ان کو لے کر پہن لے اور خلیفہ نے ماہی گیر کا جبہ اور عمامہ پہن لیا اور اس کے پلو سے اپنا منہ لپیٹ لیا اور اس سے کہا کہ جا اپنا کام کر۔

اس شخص نے خلیفہ کے پاؤں چومے اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ اتنے میں خلیفہ کے بدن پر جوئیں رینگنے لگیں اور وہ انہیں دہنے اور بائیں ہاتھ سے اپنی گردن پر سے پکڑ پکڑ کر پھینکتا جاتا تھا۔ اس نے ماہی گیر سے کہا کہ تف ہو تجھ پر! تیرے جبے میں کتنی جوئیں ہیں! اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا' ابھی تو تجھے معلوم ہو گا کہ وہ کاٹتی ہیں لیکن ایک ہفتے کے بعد بالکل محسوس نہ ہوں گی بلکہ تجھے ان کا خیال بھی نہ آئے گا۔ خلیفہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ تف ہو تجھ پر! کیا میں اس جبے کو ہمیشہ پہنے رہوں گا! ماہی گیر نے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین' میرے دل میں ابھی یہ خیال گزرا ہے کہ چونکہ تو مچھلیاں پکڑنا سیکھنا چاہتا ہے تاکہ ایک فائدہ مند پیشہ تجھے آ جائے' یہ جبہ تیرے لیے بہت مناسب ہے۔ خلیفہ ماہی گیر کی باتوں پر ہنسنے لگا اور ماہی گیر چلتا ہوا۔ اب خلیفہ نے مچھلیوں کا ٹوکرا لیا اور اس کے اوپر گھاس ڈال کر جعفر کے پاس آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جعفر نے خیال کیا کہ وہ کریم

ماہی گیر ہے اور ڈرا کہ کہیں اسے نقصان نہ پہنچے اور اس سے کہنے لگا کہ اے کریم! تو یہاں کیوں آیا ہے' بھاگ اپنی جان بچا کیونکہ آج رات خلیفہ باغ میں ہے' اگر اس نے تجھے دیکھ پایا تو تیرا سر اڑا دے گا۔ خلیفہ جعفر کی باتیں سن کر ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی سے جعفر نے اسے پہچان لیا اور کہنے لگا کہ غالباً تو ہمارا آقا سلطان ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ ہاں' اے جعفر' اور تو میرا وزیر ہے اور ہم تم یہاں ساتھ آئے ہیں مگر تو نے مجھے پہچانا نہیں تو شیخ ابراہیم جو نشے میں ہے' مجھے کس طرح پہچان سکتا ہے! تو یہاں ٹھہرا رہ۔ جب تک کہ میں واپس نہ آؤں۔ جعفر نے کہا کہ بسرو چشم۔

اب خلیفہ محل کے دروازے پر گیا اور آہستہ سے دستک دی۔ نور الدین نے کہا کہ اے شیخ ابراہیم' کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ دروازے پر کون ہے؟ جواب آیا کہ اے شیخ ابراہیم' میں ہوں۔ شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں کریم ماہی گیر ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تیرے یہاں مہمان آئے ہیں۔ اس لیے میں تیرے لیے کچھ مچھلیاں لایا ہوں کیونکہ وہ بہت اچھی ہیں۔ جب نور الدین اور لڑکی نے مچھلیوں کا نام سنا تو وہ خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے میرے آقا' دروازہ کھول کر اس کو مع مچھلیوں کے اندر لے آ۔ شیخ ابراہیم نے دروازہ کھولا اور خلیفہ ماہی گیر کے بھیس میں اندر آیا اور سب سے پہلے سلام کیا۔

شیخ ابراہیم نے اس سے کہا کہ مرحبا' اے ڈاکو' چور اور جواری' آ اور اپنی مچھلیاں ہمیں دکھا۔ جب انہوں نے دیکھا تو مچھلیاں زندہ تھیں اور حرکت کر رہی تھیں۔ لڑکی نے کہا کہ اے میرے آقا' یہ مچھلیاں بہت اچھی ہیں' کاش کہ وہ تلی ہوئی ہوتیں! شیخ ابراہیم نے کہا کہ واللہ اے میری آقا' تو سچ کہتی ہے اور اس نے خلیفہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے ماہی گیر تو ان مچھلیوں کو تل کر کیوں نہیں لایا؟ فوراً اٹھ اور انہیں تل کر لا۔ خلیفہ نے کہا کہ میں انہیں ابھی تل کر حاضر کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جلدی کر۔ خلیفہ اٹھ کر چل دیا اور جعفر کے پاس پہنچا اور اس سے کہنے لگا کہ

اے جعفر! اس نے جواب دیا کہ ہاں اے امیرالمومنین' خیر تو ہے! اس نے کہا کہ وہ مجھ سے تلی ہوئی مچھلیاں مانگتے ہیں۔ جعفر نے کہا کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کی قسم'

میں انہیں خود اپنے ہاتھ سے تلوں گا۔ یہ کہہ کر خلیفہ باغبان کے جھونپڑے میں گیا اور تلاش کر کے ہر چیز نکالی حتیٰ کہ نمک اور زعفران اور پودینہ وغیرہ وغیرہ اور چولہے کے پاس جا کر اس پر کڑاہی چڑھائی اور مچھلیوں کو نہایت خوبی سے تلا۔ جب تل چکا تو اس نے انہیں کیلے کے پتے پر رکھا اور باغ میں سے گرے ہوئے پھل اور نیبو لیے اور جا کر مچھلیوں کو ان کے سامنے رکھ دیا۔ لڑکا اور لڑکی اور شیخ ابراہیم آگے بڑھے اور انہوں نے کھایا۔ جب کھا چکے تو ہاتھ دھوئے۔

نور الدین نے کہا کہ اے ماہی گیر' آج رات تو نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ان دیناروں میں سے جو اسے سنجر نے چلتے وقت دیئے تھے' تین دینار نکالے اور صیاد سے کہا کہ معاف کر! خدا کی قسم اگر میری اس حالت سے پہلے میری ملاقات تجھ سے ہوتی تو میں تیری غربت کی تکلیف دور کر دیتا۔ لیکن انہیں تبرک لے لے۔ یہ کہہ کر اس نے دینار خلیفہ کی طرف پھینکے اور خلیفہ نے انہیں اٹھا کر بوسہ دیا۔ اس سے خلیفہ کا مقصد محض یہ تھا کہ لڑکی کا گانا سنے اور اس نے کہا کہ تو نے میرے ساتھ احسان کیا اور بھلائی کی' مگر میں تجھ سے اس بھلائی کا خواہش مند ہوں کہ یہ لڑکی مجھے ایک راگ سنا دے اور میں اسے سن لوں۔ نور الدین علی نے کہا کہ اے انیس الجلیس! میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ نور الدین نے کہا کہ تجھے میری جان کی قسم' اس ماہی گیر کی خاطر کچھ گا کر سنا کیونکہ وہ تیرا گانا سننا چاہتا ہے۔ جب لڑکی نے اپنے آقا سے یہ سنا تو اس نے سارنگی اٹھائی اور تار درست کر کے اسے بجانے اور گانے لگی اور اتنا اچھا بجایا کہ حاضرین دنگ رہ گئے۔ خلیفہ کو وجد آ گیا اور وہ جھومنے لگا اور مارے خوشی کے آپے سے باہر ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم' کیا خوب! خدا کی قسم کیا خوب! خدا کی قسم کیا خوب! نور الدین نے ماہی

گیر سے پوچھا کہ تجھے یہ لڑکی پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہاں۔ نور الدین نے کہا کہ وہ میری طرف سے تیری نذر ہے' ایسے سخی کی نذر جو دے کر واپس نہیں لیتا اور بخشش کر کے لوٹاتا نہیں۔ اب نور الدین اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی چادر لے کر ماہی گیر کی طرف پھینک دی اور کہا کہ لڑکی کو لے کر چلتا ہو۔ لڑکی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے میرے آقا' تو بغیر رخصت ہوئے چلا جا رہا ہے۔ اگر جانا ہی ہے تو ذرا ٹھہر جا تاکہ تجھ سے رخصت ہو لوں اور اپنا حال تجھے سنا دوں۔ یہ کہہ کر وہ یہ اشعار پڑھنے لگی۔

"جب میرے دل میں عشق کی آگ اور تمنا اور افسوس کی آگ بھڑک رہی ہو تو جسم میں کمزوری کے آثار کیوں نہ نمایاں ہوں۔ اے میرے دوستو' یہ مت کہو کہ ہم تمہیں تسلی دیں گے کیونکہ میری حالت ابتر ہے اور میرا درد لا دوا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ کوئی شخص اپنے آنسوؤں میں تیرے تو سب سے پہلے میں اپنے آنسوؤں میں تیرتی۔ تیری محبت میرے دل میں اس طرح مل جل گئی ہے جیسے پیالے میں پانی اور شراب۔ آج وہی جدائی کا دن آ گیا۔ جس سے میں ڈرتی تھی' تیری محبت سے میرے دل و جگر کمزور ہو گئے ہیں۔ اے ابن خاقان' تو میرا مقصد اور تو ہی میری آرزو ہے اور تیری محبت میرے دل میں ہمیشہ کے لیے جاگزیں ہو گئی ہے۔ تو نے میرے متعلق ہمارے آقا اور سردار کی نافرمانی کی ہے اور وطن کو چھوڑ کر یہاں آ پڑا ہے۔ خدا کرے کہ میرا آقا مجھے چھوڑ کر پریشان نہ ہو! تو نے مجھے ایک سخی اور ممدوح کے حوالے کیا ہے۔"

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکی تو نور الدین نے ان اشعار میں اس کا جواب دیا:

"وہ مجھ سے جدائی کے روز رخصت ہوئی اور مارے اشتیاق کے رو رو کر یہ کہتی تھی کہ میری جدائی کے بعد تو کیا کرے گا؟ میں نے اس سے کہا کہ یہ تو اس سے پوچھ جو تیرے بعد زندہ رہے۔"

جب خلیفہ نے اس کے یہ الفاظ سنے کہ تو نے مجھے ایک سخی کے حوالے کیا ہے تو

اس کے دل میں اس کی محبت بڑھ گئی اور اس کے دل پر یہ گراں گزرا کہ دونوں میں جدائی ہو اور وہ لڑکے سے کہنے لگا کہ اے میرے آقا' اس لڑکی نے اپنے اشعار میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ تو نے اس کے آقا کی نافرمانی کی ہے اور اس کے مالک کی۔ بیان کر کہ تو نے کس کی نافرمانی کی اور کون تیرے پیچھے لگا ہوا ہے؟ نور الدین نے کہا کہ اے ماہی گیر' میرا اور اس لڑکی کا عجیب و غریب ماجرا ہے' اگر اسے سوئیوں سے آنکھوں کے گوشے پر لکھا جائے تو اس سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کریں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہم سے اپنا ماجرا بیان کر اور ہمیں اپنا قصہ سنا' تعجب نہیں کہ یہ تیری خوشی کا باعث ہو! کیونکہ خدا کی طرف سے خوشی جلد آنے والی ہے۔ اور پر نور الدین نے اپنا سر نیچا کر کے سارا قصہ بیان کر دیا اور دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ جب وہ اپنا قصہ سنا چکا تو خلیفہ نے کہا کہ اے میرے آقا' نور الدین' اپنی حالت اور زیادہ تفصیلی کے ساتھ سنا۔ جب خلیفہ کو اس کا سارا حال شروع سے آخر تک معلوم ہو گیا تو س نے پوچھا کہ اب تیرا قصد یہاں سے کہاں جانے کا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ میں تجھے سلطان محمد بن سلیمان الزینی کے نام ایک خط دیتا ہوں' جب وہ اسے پڑھے گا تو پھر وہ تجھے تکلیف اور اذیت نہ پہنچائے گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- اڑتیسویں رات

جب اڑتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب خلیفہ نے نور الدین سے کہا کہ میں سلطان محمد بن سلیمان الزینی کے نام ایک خط دیتا ہوں' جو وہ اسے پڑھے گا تو پھر وہ تجھے تکلیف اور اذیت نہ پہنچائے گا تو نور الدین نے کہا کہ دنیا میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ماہی گیر بادشاہوں سے خط و کتابت کریں' یہ ناممکن بات ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے لیکن اس کا ایک خاص سبب ہے۔ ہم دونوں نے ایک ہی مکتب میں اور ایک ہی ملا سے پڑھا ہے اور میں مکتب کا ناظم تھا۔ اس کے بعد قسمت نے اس کی یاوری کی اور وہ والی ہو گیا اور خدا نے مجھے گرا کر ماہی گیر بنا دیا۔ مگر جب کبھی میں نے اس سے کوئی درخواست کی ہے تو اس نے وہ پوری کی ہے اور اگر میں اس سے ہر روز ہزار درخواستیں بھی کروں تو وہ پوری کرے گا۔ جب نور الدین نے یہ سنا تو کہا کہ بہت خوب' لکھ۔ میں دیکھوں تو سہی۔ اس نے قلم دوات لی اور بسم اللہ کے بعد لکھا: یہ خط ہاروں الرشید بن المہدی کی طرف سے محمد بن سلیمان الزینی کے نام ہے جس پر میں نے یہ احسان کیا ہے کہ اس کو ایک پورے صوبے کا والی بنایا۔ یہ خط میں تیرے پاس نور الدین علی ابن خاقان الوزیر کے ہاتھ بھیجتا ہوں۔ اس خط کے پہنچتے ہی تو حکومت سے دست بردار ہو جائیو اور اس کو والی بنا دیجیو اور میرے حکم کی نافرمانی مت کیجیو۔ واالسلام" یہ خط لکھ کر اس نے نور الدین کو دے دیا۔ نور الدین نے اسے لے کر بوسہ دیا اور اپنی پگڑی میں رکھ کر فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یہ نور الدین کا قصہ ہوا۔ اب خلیفہ کا حال سنئے۔ وہ ماہی گیروں کے بھیس میں تو تھا ہی۔ شیخ ابراہیم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے ذلیل ترین ماہی گیر' تو ہمارے لیے دو مچھلیاں لایا جن کی قیمت دس درہم ہوتی ہے اور اس کے عوض میں تجھے تین

دینار ملے‘ اب تو چاہتا ہے کہ لڑکی کو بھی لے جائے۔ جب خلیفہ نے اس کی باتیں سنیں تو اسے ڈانٹا اور مسرور کی طرف اشارہ کیا۔ مسرور پردے سے نکل کر اس کی طرف دوڑا۔ اس اثنا میں جعفر نے باغ کے پیادوں میں سے ایک شخص کو شاہی محل کے دربان کے پاس بھیجا تھا کہ وہ جا کر اس سے بادشاہ کی پوشاک لے آئے۔ وہ شخص جا کر پوشاک لے آیا اور آکر خلیفہ کے آگے زمین پر بوسہ دیا۔ خلیفہ نے وہ کپڑے جو وہ پہنے ہوئے تھا‘ اتار کر اس کے ہاتھ میں تھما دیئے اور پوشاک پہن لی۔ شیخ ابراہیم کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور خلیفہ اس کے سامنے کھڑا دیکھ رہا تھا کہ اب کیا ہوتا ہے‘ اور اس نے دیکھا کہ شیخ گھبرا گیا اور اس کے حواس جاتے رہے۔ اور وہ دانتوں سے اپنی انگلیاں کاٹنے لگا اور اس نے کہا کہ یا اللہ‘ میں سو رہا ہوں یا بیدار ہوں! خلیفہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے شیخ ابراہیم‘ اس وقت تیری کیا حالت ہو رہی ہے؟ یہ سن کر اس کا نشہ ہرن ہو گیا اور وہ زمین پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا۔
خلیفہ نے اسے معاف کر دیا اور حکم دیا کہ لڑکی کو محل میں پہنچا دیا جائے۔ جو وہ محل میں پہنچی تو خلیفہ نے اس کے لیے محل کا ایک حصہ خالی کرا دیا اور اس کی خدمت کے لیے نوکر چاکر مقرر کر دیئے اور اس سے کہا کہ میں نے تیرے آقا کو والی بنا کر بصرے بھیج دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک خلعت روانہ کروں گا اور تجھے اس کے پاس بھیج دوں گا۔

یہ تو ان لوگوں کا ماجرا ہوا۔ اب نور الدین علی ابن خاقان کا قصہ سنئے۔ وہ وہاں سے چل کر بصرے گیا اور سلطان کے محل میں پہنچا اور بلند آواز سے پکارا۔ بادشاہ نے اس کی آواز سنی اور اسے بلا لیا۔ جب وہ اس کے سامنے حاضر ہوا تو اس نے زمین کو بوسہ دیا اور خط نکال کر اس کے سامنے پیش کیا۔ جوں ہی اس نے دیکھا کہ سرنامہ امیرالمومنین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو وہ سروقد کھڑا ہو گیا اور خط کو تین بار بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ بسرو چشم‘ میں پہلے خدا کا اور پھر امیرالمومنین کا فرمانبردار ہوں۔ اس کے بعد اس نے چار قاضیوں اور امراء کو بلایا اور چاہتا تھا کہ حکومت سے دست بردار

ہو جائے کہ اتنے میں اس کا وزیر معین بن ساوئ پہنچا اور سلطان نے اسے وہ خط دے دیا۔ اس نے پڑھا ور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے منہ پر ڈال لیا اور چبا کر تھوک دیا۔ سلطان نے غصے میں آکر اس سے کہا کہ تف ہو تجھ پر! تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے جواب دیا کہ اے ہمارے آقا سلطان' تیری جان کی قسم' یہ شخص نہ خلیفہ سے ملا ہے اور نہ اس کے وزیر سے بلکہ محض دھوکے باز ہے' شیطان ہے' مکار ہے۔ اس کے ہاتھ خلیفہ کا ایک جعلی خط لگ گیا ہے اور وہ اس سے اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے۔ خلیفہ نے اسے ہرگز نہیں بھیجا ہے اور نہ وہ تجھ کو حکومت سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اور نہ اس شخص کے پاس شاہی خط ہے اور نہ فرمان' بلکہ وہ ہرگز ہرگز خلیفہ کے پاس سے نہیں آیا ہے۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو وہ اس کے ساتھ کوئی حاجب یا وزیر ضرور بھیجتا۔ لیکن وہ تنہا آیا ہے۔ حاکم نے پوچھا تو پھر کیا کرنا چاہتا؟ وزیر نے کہا کہ اس جوان کو میرے ساتھ کر دے اور میں اسے تیرے پاس سے لے جا کر ایک حاجب کے ہمراہ بغداد بھیجتا ہوں۔ اگر وہ سچا ہے تو ہمارے پاس بادشاہی خط اور پروانہ لے آئے گا اور اگر نہ لایا تو میں اس سے بدلہ لوں گا کیونکہ یہ میرا مجرم ہے۔

جب حاکم نے وزیر معین بن ساوئ کی باتیں سنیں تو کہا کہ اچھا اسے لے جا۔ وزیر اسے لے کر اپنے گھر گیا اور غلاموں کو بلایا اور انہوں نے اسے زمین پر لٹا کر یہاں تک مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر وہ اس کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال کر قید خانے لے گئے۔ وزیر نے قید خانے کے داروغہ کو بلایا۔ اس نے آکر اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اس داروغہ کا نام قطیط تھا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ "قطیط' میں چاہتا ہوں کہ تو اسے لے جا کر قید خانے کی ایک کالی کوٹھری میں بند کر دے اور دن رات اسے سزا دیا کرے۔" داروغہ نے کہا کہ بسرو چشم اور اسے قید خانے لے گیا اور اندر سے قفل ڈال دیا اور ایک چوکی صاف کرا کے جو دروازے کے پیچھے تھی اس پر ایک گدا اور قالین بچھوایا اور نور الدین کو بٹھا کر اس کی بیڑیاں کھول دیں اور

اسے اچھی طرح سے رکھا۔ وزیر ہر روز داروغہ کے پاس حکم بھیجتا کہ وہ اسے مارے مگر وہ مارنے سے باز رہتا۔ سلطان نے اسے دیکھا تو وہ اسے بہت پسند آیا اور اس نے اس کے بارے میں وزیروں سے مشورہ کیا۔ بعضوں نے کہا کہ ہو نہ ہو' یہ ہدیہ نئے سلطان کے لیے ہے۔ وزیر معین بن ساوئی نے کہا کہ بہتر تھا اگر وہ آتے ہی قتل کر دیا گیا ہوتا! سلطان نے کہا کہ تو نے خوب یاد دلایا! اس کو یہاں لا کر اس کی گردن اڑا دے۔ وزیر نے جواب دیا کہ بسرو چشم' اور اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دوں کہ جو کوئی نور الدین علی بن خاقان کی گردن زدنی کا تماشا دیکھنا چاہتا ہو' وہ محل کے پاس آئے۔ یہ سن کر چھوٹے بڑے تماشہ دیکھنے آئیں گے اور میرا دل ٹھنڈا ہو گا اور میرے دشمن منہ کی کھائیں گے۔ سلطان نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے کر۔ وزیر خوش وہاں سے روانہ ہوا اور شہر کے حاکم کے پاس جا کر کہا کہ ڈھنڈورا پٹوا دے۔

جب لوگوں نے ڈھنڈورا سنا تو سب کے سب غمزدہ ہو گئے اور رونے پیٹنے لگے۔ حتیٰ کہ مکتب کے بچے اور دوکانوں کے دوکاندار تک' اور لوگوں نے آ آ کر بہت پہلے سے جگہیں گھیر لیں تاکہ وہاں سے تماشا دیکھیں اور بعض تو قید خانے پہنچے تاکہ اس کے ساتھ ساتھ آئیں' اور وزیر بھی دس غلاموں کو لیکر قید خانے پہنچا۔ قطیط نے پوچھا کہ اے ہمارے آقا' وزیر کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس حرامزادے کو حاضر کر۔ داروغہ نے کہا کہ میں نے مارتے مارتے اس کا برا حال کر دیا ہے۔ اب داروغہ نے اندر جا کر اس کے عمدہ کپڑے اتار ڈالے اور اسے ایک جوڑا میلے کپڑے پہنا کر وزیر کے پاس لے گیا۔ نور الدین نے دیکھا کہ اب وہ اپنے دشمن کے پاس ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو رونے لگا اور وزیر سے کہا کہ کیا تو زمانے کے ہاتھ سے بچ جائے گا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے علی' کیا یہ باتیں تو میرے ڈرانے کے لیے کرتا ہے؟ آج میں بصرے والوں کی مرضی کے خلاف تیری گردن مار ڈالوں گا اور مجھے اس کی بالکل پروا نہیں کہ زمانہ میرے

ساتھ کیا کرے اور تیرے مشورے کو میں بالکل دھیان میں نہیں لانے کا۔ اب وزیر نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے خچر پر بٹھائیں۔ غلاموں پر یہ بات سخت گزری اور انہوں نے نور الدین سے کہا کہ ہمیں اجازت دے کہ ہم اسے زمین پر پٹک کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ نور الدین نے کہا کہ ایسا ہرگز مت کرنا۔

اب نور الدین پر ڈھنڈورا پٹنے لگا کہ یہ کم سے کم سزا اس شخص کی ہے جو بادشاہوں پر بہتان لگاتا ہے اور لوگ اسے بصرے میں پھرانے لگے اور پھرا کر محل کے جھروکے کے نیچے لے آئے اور اسے خونی چمڑے سے لٹکا دیا اور جلاد آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ اے میرے آقا' میں محض غلام ہوں اور اس کام پر مامور کیا گیا ہوں۔ اگر کوئی تیری خواہش ہو تو کہہ تاکہ میں پورا کر دوں کیونکہ اب تیری زندگی اسی وقت تک ہے جب تک سلطان جھروکے سے منہ نہ نکالے۔ یہ سن کر نور الدین دہنے اور بائیں اور آگے اور پیچھے دیکھنے لگا اور دیکھا کہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور جلاد جا کر اس کے لیے ایک گھونٹ پانی لایا اور اس کے سامنے پیش کیا۔ یہ دیکھ کر وزیر اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک ہاتھ مار کر پانی کے کوزے کو توڑ ڈالا اور جلاد سے ڈانٹ کر کہا کہ اس کی گردن اڑا دے۔ اب جلاد نے نور الدین کی دونوں آنکھوں پر پٹی باندھی اور لوگوں نے وزیر پر شور مچانا شروع کر دیا اور مجمع میں رونا پیٹنا مچ گیا اور ایک دوسرے سے سوال پر سوال ہونے لگے۔

اب وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گرد اٹھی چلی آ رہی ہے اور غبار سے ہوا بھر گئی ہے۔ جب سلطان نے اپنے محل میں سے یہ دیکھا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ دیکھو' کیا بات ہے۔ وزیر نے کہا کہ پہلے ہم اس کی گردن اڑا دیں۔ سلطان نے کہا کہ خبر آنے تک ٹھہر جا۔ یہ غبار خلیفہ کے وزیر جعفر برمکی اور اس کے ساتھیوں کا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ تیس دن تک خلیفہ کو نور الدین کی کچھ خبر نہ ملی تھی اور کسی سے بھی اس کا حال معلوم نہ ہوا تھا یہاں تک کہ ایک دن وہ انیس الجلیس کے کمرے کے پاس سے گزرا اور دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ خلیفہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا

اور انیس الجلیس کو روتے ہوئے پایا۔ جب اس نے خلیفہ کو دیکھا تو وہ زمین پر گر پڑی اور تین بار اس کے پاؤں چومے۔ خلیفہ نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی کنیز ہوں جسے علی ابن خاقان نے تجھ کو ہدیے میں دیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تو اپنا وعدہ پورا کرے جو تو نے مجھ سے کیا تھا کہ تو مجھے خلعت کے ساتھ اس کے پاس بھیج دے گا۔ آج تیس دن ہوتے ہیں کہ میں نے نیند کا مزہ بالکل نہیں چکھا۔

یہ سن کر خلیفہ نے جعفر برمکی کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ اے جعفر تیس دن سے علی بن خاقان کی کوئی خبر نہیں آئی ہے اور میرا خیال ہے کہ سلطان نے اسے قتل کر دیا ہے لیکن مجھے اپنے سر کی اور اپنے آباؤ اجداد کی مٹی کی قسم' اگر اس کے ساتھ کوئی بری بات پیش آئی تو میں اس کے مرتکب کو بے تباہ کئے نہ چھوڑوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو ابھی بصرے جا کر خبر لا کہ ملک محمد بن سلیمان الزینی نے علی ابن خاقان کے ساتھ کیا کیا اور اس سے کہا کہ اگر آنے جانے سے زیادہ تو نے دیر لگائی تو تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو میرے بھائی سے نور الدین علی بن خاقان کا قصہ بیان کیجیو اور یہ کہ میں نے اسے اپنا خط دے کر بھیجا تھا اور اے میرے بھائی' اگر تو دیکھے کہ سلطان نے میرے حکم کے خلاف کوئی حرکت اس کے ساتھ کی ہے تو اسے وزیر معین بن ساوئ کو جس طرح وہ بیٹھے ہوں' لے آئیو اور راہ کے سفر سے زیادہ دیر نہ لگائیو۔ جعفر نے کہا کہ بسرو چشم اور فوراً سفر کی تیاری کر کے چل دیا یہاں تک کہ بصرے پہنچا۔ مگر اس کے بصرے پہنچنے سے پہلے محمد بن سلیمان الزینی کو اس کے آنے کی خبر معلوم ہو چکی تھی۔ جب جعفر وہاں پہنچا اور شور و غل اور بھیڑ دیکھی تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ بھیڑ کیسی ہے؟ انہوں نے نور الدین علی بن خاقان کا سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر جعفر بہت تیزی سے سلطان کے پاس پہنچا اور اسے سلام کر کے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور یہ کہ اگر علی بن خاقان کا ذرا بھی بال بیکا ہوا تو خلیفہ اس کے مرتکب کو تباہ کر ڈالے گا۔

یہ کہہ کر اس نے سلطان اور وزیر معین بن ساوئ دونوں کو گرفتار کر لیا اور حکم دیا کہ نور الدین کو رہا کر دیا جائے اور اسے سلطان محمد بن سلیمان الزینی کی جگہ سلطان بنا کر بٹھا دیا اور تین دن تک جو ضیافت کی مدت ہے' بصرے میں ٹھہرا رہا۔ جب چوتھا دن ہوا تو علی ابن خاقان نے جعفر سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں امیرالمومنین کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ جعفر نے محمد بن سلیمان الزینی سے کہا کہ سفر کی تیاری کر کیونکہ ہم نماز پڑھ کر بغداد کے لیے سوار ہو جائیں گے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ اب وہ نماز پڑھ کر سب کے سب چل دیئے اور وزیر معین بن ساوئ ان کے ساتھ تھا اور اپنے کئے پر سخت پشیمان تھا۔

نور الدین علی ابن خاقان جعفر کے پہلو بہ پہلو گھوڑے پر سوار تھا۔ چلتے چلتے وہ دارالسلام بغداد پہنچے اور خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے اس سے نور الدین کا قصہ بیان کیا اور یہ کہ انہوں نے اس کو مرنے کے قریب دیکھا۔

یہ سن کر خلیفہ نے علی بن خاقان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ تلوار لے اور اس سے دشمن کی گردن اڑا دے۔ وہ تلوار لے کر معین بن ساوئ کی طرف بڑھا۔ معین نے کہا کہ میں نے اپنی فطرت کے موافق عمل کیا ہے' تو اپنی فطرت کے موافق عمل کر۔ نور الدین نے تلوار اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور خلیفہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین' اس نے اپنی باتوں سے مجھے فریفتہ کر لیا ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ اچھا تو اسے مت مار' اور مسرور سے کہا کہ اے مسرور' تو اٹھ اور اس کی گردن اڑا دے۔ مسرور اٹھا اور اس نے اس کی گردن اڑا دی۔

اب خلیفہ نے علی ابن خاقان سے کہا کہ جو تو چاہے مجھ سے مانگ۔ اس نے جواب دیا کہ اے میرے سردار' مجھے بصرے کی حکومت کی ضرورت نہیں بلکہ میری تمنا ہے کہ میں تیری خدمت سے ممتاز ہوں اور تجھے دیکھا کروں۔ خلیفہ نے کہا کہ بسرو چشم' اب خلیفہ نے لڑکی کو بلایا اور جب وہ آئی تو اس نے ان کے ساتھ انعام و اکرام کیا اور بغداد کے محلوں میں سے ایک محل ان کے رہنے کے لیے دیا اور ان کے لیے

روزینہ مقرر کیا اور نور الدین کو اپنا ہم پیالہ بنایا' اور مرتے دم تک انہوں نے عیش و عشرت سے زندگی گزاری لیکن یہ کہانی سوداگر اور اس کی اولاد کی کہانی سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا ہے؟

○ غانم بن ایوب کی کہانی

اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- پرانے زمانے میں ایک سوداگر تھا۔ اس کے پاس بہت دولت تھی اور اس کا ایک لڑکا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبرو تھا اور اس کی گفتگو بہت پیاری تھی۔ اس کا نام غانم بن ایوب اور لقب سودائی اور عشق کا قتیل تھا۔ اس کی ایک بہن تھی' جس کا نام فتنہ تھا اور جو حسن و جمال میں یکتا تھی۔ جب ان کے باپ کا انتقال ہوا تو اس نے ان کے لیے بہت دولت ترکے میں چھوڑی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- انتالیسویں رات

جب انتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ اس سوداگر نے ان کے لیے بے حد مال چھوڑا۔ منجملہ اس کے سو گٹھے ریشم اور دیباج کے اور بہت سے

نافے مشک کے اور گٹھوں کے اوپر لکھا تھا کہ یہ بغداد کے لیے مخصوص ہیں اور یہی اس کا ارادہ تھا کہ بغداد کا سفر کرے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو اس کے بیٹے نے گٹھے لے کر بغداد کا سفر کیا اور یہ زمانہ خلیفہ ہارون الرشید کا تھا۔ روانگی سے پیشتر وہ اپنی ماں اور عزیز و اقارب اور شہر والوں سے رخصت ہوا اور خدا پر بھروسہ کر کے چل پڑا۔ خدا نے اس کی تقدیر میں سلامتی لکھی تھی اور وہ بغداد پہنچ گیا اور راہ میں اس کے ساتھ کئی اور سوداگر تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک خوبصورت مکان کرائے پر لیا اور اس میں قالین بچھائے اور تکئے لگائے اور پردے لٹکائے اور ان گٹھوں اور خچروں اور اونٹوں کو وہاں اتارا اور کچھ روز وہاں رہ کر آرام کیا اور سوداگر اور بغداد کے دوسرے بڑے بڑے لوگ اس کے سلام کو آئے۔

اب اس نے ایک بقچہ لیا جس میں دس تھان نفیس کپڑوں کے تھے اور جن پر دام پڑے ہوئے تھے اور انہیں لے کر سوداگروں کے بازار میں پہنچا۔ انہوں نے اس کی آؤ بھگت کی اور آداب بجا لائے اور اس کا احترام کیا اور اسے اتار کر بازار کے چودھری کی دوکان پر بٹھایا۔ اس نے چودھری کو وہ بقچہ دیا اور اس نے اس میں سے تھان نکال کر بیچے اور ہر دینار پر دو دینار کا فائدہ ہوا۔ اس پر غانم بہت خوش ہوا اور کپڑوں اور تھانوں کو ایک ایک کر کے بیچنے لگا۔ یہ دستور پورے ایک سال تک رہا۔ دوسرے سال کے شروع میں جب وہ قیصریہ آیا جو بازار کے اندر ہے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ بند ہے۔ سبب پوچھنے پر لوگوں نے کہا کہ ایک سوداگر کا انتقال ہو گیا ہے اور تمام دوسرے سوداگر اس کے جنازے میں گئے ہوئے ہیں' تو بھی ان کے ساتھ جا کر ثواب حاصل کر۔ اس

نے جواب دیا کہ بہت خوب' اور پوچھا کہ جنازہ کہاں ہے؟ لوگ اسے جنازے کی جگہ لے گئے اور وضو کر کے سوداگروں کے ساتھ ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ وہ مسجد پہنچے اور جنازے کی نماز پڑھی۔ اب تمام سوداگر جنازے کے آگے آگے قبرستان چلے اور شرم کی وجہ سے غانم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ اب وہ جنازے کو لے کر بغداد سے باہر چلے اور قبروں کے بیچ میں سے وہتے ہوئے دفن کی جگہ پہنچے۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ میت والوں نے قبر کے اوپر خیمہ لگا رکھا ہے اور موم بتیاں اور قندیلیں لا کر رکھی ہیں۔ انہوں نے میت کو دفن کیا اور قاری قرآن پڑھنے قبر پر بیٹھ گئے اور تمام سوداگر بھی بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ غانم بن ایوب بھی' کیونکہ شرم و حیا اس پر غالب تھی اور وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ میں ان کو چھوڑ کر جا نہیں سکتا' انہیں کے ساتھ جاؤں گا۔ وہ لوگ عشاء کے وقت تک بیٹھے قرآن سنا کئے اور اس کے بعد ان کے سامنے رات کا کھانا اور شرینی پیش کی گئی اور انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور ہاتھ دھو کر پھر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

غانم کا دل اپنے مکان اور مال میں لگا ہوا تھا اور اسے چوروں کا ڈر تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا میں پردیسی ہوں اور لوگ جانتے ہیں کہ میرے پاس مال ہے۔ اگر میں آج رات گھر سے دور رہا تو چور گھر میں سے مال اور گٹھے چرا کر لے جائیں گے۔

اس ڈر سے وہ اٹھا اور لوگوں سے علیحدہ ہو کر ان سے اجازت مانگی کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور راہ کی ٹوہ لگاتے لگاتے شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ یہ آدھی رات کا وقت تھا اور اس نے دیکھا کہ شہر کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور نہ کوئی آ رہا ہے نہ جا رہا ہے اور سوائے کتوں کے بھونکنے اور بھیڑوں کے چلانے کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ وہ لوٹ پڑا اور کہنے لگا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ! میں اپنے مال کے ڈر کے مارے وہاں سے چلا آیا لیکن یہاں دروازہ بند نکلا اور اب مجھے اپنی جان کا بھی ڈر لگ رہا ہے۔ وہ پیچھے لوٹ کر دیکھنے لگا کہ شاید اسے کوئی جگہ ایسی مل جائے' جہاں وہ رات کاٹ سکے اور اسے ایک مقبرہ دکھائی دیا جس کے گرد چار دیواری تھی

اور اندر ایک کھجور کا درخت تھا ور اس کا دروازہ جو پتھر کا تھا' کھلا ہوا تھا۔ وہ اس کے اندر گیا اور ارادہ کیا کہ سو جائے لیکن اسے نیند نہ آئی بلکہ اسے وہاں ڈر لگتا تھا ور وحشت ہوتی تھی کیونکہ چاروں طرف قبریں ہی قبریں تھیں۔ اب وہ اٹھ کھڑا ہوا اور دروازہ کھول کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو اسے دور سے ایک روشنی دکھائی دی جو کہ شہر کے دروازے کی طرف سے آ رہی تھی۔ وہ ذرا آگے بڑھا تو دیکھا کہ روشنی اسی راستے پر ہے جو اس مقبرے کو آتا ہے جس میں کہ وہ ہے۔ اب غانم کو اپنی جان کا ڈر لگا اور فوراً دروازہ بند کر کے کھجور کے درخت پر چڑھ گیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا اور دیکھا کہ روشنی آہستہ آہستہ مقبرے کے قریب آ رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس تک پہنچ گئی۔ اس نے روشنی کی طرف غور کیا تو تین حبشیوں کو دیکھا جن میں دو کے سر پر ایک صندوق تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں چراغ اور بیلچہ۔ جب وہ مقبرے کے پاس پہنچے تو ان دونوں حبشیوں میں سے جن کے سر کے اوپر صندوق تھا ایک نے کہا کہ اے صواب' یہ کیا بات ہے! دوسرے حبشی نے کہا کہ اے کافور' یہ کیا بات ہے! کیا عشاء کے وقت جب ہم یہاں تھے تو ہم نے دروازہ کھلا ہوا نہیں چھوڑا تھا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ تو سچ کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اب وہ بند ہے اور دونوں پاٹ ملے ہوئے ہیں۔ تیسرے نے جو بیلچہ اور روشنی لیے ہوئے تھا اور جس کا نام نجیت تھا کہا کہ تم کیسے کم عقل ہو! تمہیں معلوم نہیں کہ بغداد کی نرم جگہ کے رہنے والے یہاں سیر کرنے آتے ہیں اور جب رات ہو جاتی ہے تو یہاں اندر آکر دروازہ بند کر لیتے ہیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری طرح حبشی ان کو پکڑ لیں اور تل کر کھا جائیں ل۔ انھوں نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے لیکن ہم میں سے کوئی تجھ سے زیادہ کم عقل نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ تم اس وقت مجھے سچا جانو گے جب ہم مقبرے میں جائیں اور دیکھیں کہ واقعی وہاں کوئی شخص موجود ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جب اس نے ہمارے ساتھ روشنی دیکھی تو ہمارے ڈر کے مارے کھجور کے درخت پر چڑھ

گیا۔
جب غانم نے غلام کی باتیں سنیں تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے ملعون ترین غلام' خدا تجھے اور تیری عقل و معرفت کو رسوا کرے!

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم! میرے پاس ہے کیا جس کی وجہ سے ان حبشیوں سے چھٹکارا ملے۔ اب صندوق لادنے والوں نے اس سے کہا جس کے پاس بیلچہ تھا کہ اے نجیت' دیوار پر چڑھ کر اندر سے دروازہ کھول کیونکہ ہم صندوق کو گردن پر لادے لادے تھک گئے ہیں۔ اگر تو ہمارے لیے دروازہ کھول دے گا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جن کو ہم اندر پکڑیں گے' ان میں سے ایک کو تیرے لیے اس خوبی سے تلوں گا کہ اس کی چربی میں سے ایک قطرہ بھی ضائع نہ ہونے پائے گا۔ نجیب نے کہا کہ میں ایک بات سے ڈرتا ہوں جو میری کم عقلی کی وجہ سے میرے خیال میں آئی ہے' اس لیے ہمیں چاہیے کہ صندوق کو دروازے کے پیچھے پھینک دیں کیونکہ اس میں ذخیرہ ہے۔ دونوں نے جواب دیا کہ اگر ہم اسے پھینکیں گے تو وہ ٹوٹ جائے گا۔ اس نے ان دونوں سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ مقبرے کے اندر کہیں چور نہ ہوں جو لوگوں کو قتل کر کے ان کا مال اڑا لاتے ہیں کیونکہ رات کے وقت وہ لوگ ایسی ہی جگھوں پر آکر اپنا مال تقسیم کرتے ہیں۔ دونوں صندوق اٹھانے والوں نے کہا کہ اے کم عقل' ان کی مجال ہے کہ وہ اس مقبرے میں داخل ہو سکیں! یہ کہہ کر ان دونوں نے صندوق اٹھایا اور دیوار پر چڑھ کر اندر اتر گئے اور دروازہ کھول دیا' اور تیسرا حبشی جو نجیت تھا' وہ ان کے پاس چراغ اور بیلچہ اور ایک ٹوکری لیے کھڑا تھا' جس میں کچھ چونا تھا۔ اب وہ دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے اور ایک ان میں سے کہنے لگا کہ بھائیو' ہم چلنے اور صندوق کو اٹھانے بٹھانے اور دروازہ کو کھولنے بند کرنے کی وجہ سے تھک گئے ہیں اور اب آدھی رات ہو چکی ہے اور ہم میں اتنی جان نہیں کہ مقبرے کو کھود کر صندوق کو گاڑیں۔ اس لیے آؤ' ذرا تین گھنٹے آرام کر لیں' اس کے بعد اٹھ کر

اپنا کام کر لیں گے' اب ہم میں سے کوئی ایک اپنی سرگزشت بیان کرے۔

○ کافور اور اس کے خصی ہونے کی کہانی

کافور غلام نے کہا کہ اے بھائیو' بچپن میں جبکہ میری عمر آٹھ سال کی تھی۔ میں بردہ

فروشوں سے ہر سال ایک جھوٹ بولتا تھا مگر ایسا کہ وہ ایک دوسرے سے لڑ پڑتے تھے۔ اس پر میرا بردہ فروش مجھ سے بہت ناراض ہوا اور مجھے دلال کے سپرد کر کے اس سے کہا کہ بولی لگا کہ اس غلام کو باوجود اس کے عیب کے کون خریدنا چاہتا ہے؟ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا عیب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہر سال ایک جھوٹ بولتا ہے۔ یہ سن کر ایک سوداگر دلال کی طرف بڑھا اور کہا کہ اس عیب کی بنا پر اس کے کیا دام لگتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ چھ سو درہم۔ سوداگر نے کہا کہ اور تیرا حق بیس درہم۔ جب اس کے اور بردہ فروش کے درمیان فیصلہ ہو گیا اور بردہ فروش نے اس سے درہم لے لیے تو دلال نے مجھے اس سوداگر کے گھر پہنچایا اور اپنی دلالی لے کر واپس چلا گیا۔ سوداگر نے مجھے مناسب کپڑے پہنائے اور سال بھر تک میں اس کی خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دوسرے سال کا چاند بخیر و خوبی نکلا۔ یہ سال مبارک سال تھا اور کھیتی کی افراط تھی۔ اس لیے سوداگر ہر روز دعوت کرتے اور ہر روز ایک ایک کی باری ہوتی یہاں تک کہ میرے مالک کی باری آئی اور دعوت کے لیے شہر سے باہر ایک باغ مقرر کیا گیا۔ میرے مالک نے کھانے پینے کا سامان لیا اور سوداگروں کو ساتھ لے کر باغ کو روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھانا پینا اور شراب نوشی کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ اب میرے مالک کو گھر سے کسی چیز کے لانے کی ضرورت پڑی اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے غلام' خچر پر سوار ہو جا اور اپنی مالکہ سے فلاں چیز لے کر فوراً آ۔

میں اس کا حکم بجا لایا اور گھر گیا۔ جب میں مکان کے قریب پہنچا تو میں چلانے لگا۔

یہ دیکھ کر محلے کے سارے چھوٹے بڑے جمع ہو گئے۔ جب میرے مالک کی بیوی اور اس کی بیٹیوں نے میرا رونا پیٹنا سنا تو انہوں نے دروازہ کھول کر مجھ سے ماجرا پوچھا۔ میں نے کہا کہ میرا آقا اور اس کے ساتھی ایک پرانی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ دیوار ان پر آ پڑی۔ جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تو میں خچر پر سوار ہو کر فوراً تمہیں خبر دینے آیا ہوں۔ جب مالک کی بیٹیوں اور بیوی نے یہ سنا تو وہ چلانے اور اپنے کپڑے پھاڑنے اور سر پیٹنے لگیں اور محلے والے ان کے پاس آ پہنچے۔ میرے مالک کی بیوی نے مکان کا سارا سامان ایک دوسرے کے اوپر لوٹ دیا اور الماریاں خراب کر دیں اور طاق اور جھروکے توڑ ڈالے اور دیواروں کو مٹی اور نیل سے لیپ دیا اور مجھ سے کہنے لگی کہ اے کافور' تف ہو تجھ پر' آ کر میری مدد کر اور ان الماریوں کو خراب کر اور ان برتنوں اور چینی کے سامان وغیرہ کو توڑ ڈال۔ میں اس کے پاس گیا اور اس کے ساتھ مل کر الماریاں اور جو کچھ الماریوں میں تھا' توڑ ڈالا۔ اب میں چھتوں پر اور تمام کمروں میں گیا اور وہاں جتنے چینی کے برتن وغیرہ پائے' توڑ ڈالے۔ یہاں تک کہ کوئی چیز باقی نہ چھوڑی اور میں چلاتا جاتا کہ ہائے میرے آقا!

اب میری مالکہ منہ کھولے ہوئے اور بالوں پر محض رومال باندھے ہوئے باہر آئی اور اس کے ساتھ اس کے لڑکے' لڑکیاں آئیں اور کہنے لگے کہ ہمارے آگے آگے چل اور ہمیں وہ جگہ دکھا جہاں تیرا آقا دیوار کے نیچے مردہ پڑا ہے تا کہ ہم اسے ملبے کے نیچے سے نکال کر تابوت میں رکھیں اور گھر لے آئیں اور خوبصورتی کے ساتھ اس کا جنازہ نکالیں۔ میں ان کے آگے آگے' "ہائے میرے آقا" چلاتا ہوا جاتا تھا اور وہ میرے پیچھے پیچھے منہ کھولے ہوئے اور سر برہنہ آ رہے تھے اور مردے پر ہائے ہائے کر رہے تھے۔ محلے کے سارے مرد اور عورتیں اور بچے اور بوڑھے ہمارے ساتھ تھے اور منہ پیٹ رہے تھے اور روتے جاتے تھے۔ اس حالت میں' میں اس کے ساتھ شہر سے گزر رہا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اور انہوں نے جو کچھ مجھ سے سنا تھا' بیان کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ایک شخص نے کہا کہ وہ بڑا شخص

تھا، ہمیں چاہیے کہ جا کر حاکم کو خبر کریں۔ جب وہ حاکم کے پاس پہنچے اور اس کو خبر دی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی، جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چالیسویں رات

جب پوری چالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ۔ جو وہ لوگ والی کے پاس پہنچے اور اسے خبر کی تو وہ فوراً اٹھ کر سوار ہو گیا اور اپنے ساتھ مزدوروں کو لیا جن کے پاس بیلچے اور ٹوکرے تھے اور وہ سب کے سب میرے پیچھے ہو لیے۔

اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے اور میں ان کے آگے آگے منہ پر طمانچے مارتا ہوا واویلا کر رہا تھا اور میری مالکہ اور اس کے بال بچے میرے پیچھے رو پیٹ رہے تھے۔ اب میں ان کے آگے آگے دوڑ کر ان سے بہت آگے بڑھتا گیا اور میں چلا جاتا اور سر پر خاک ڈالتا جاتا اور منہ پر طمانچے مارتا جاتا تھا۔ جب میں باغ میں پہنچا اور میرے مالک نے دیکھا کہ میں طمانچے مار مار کر یہ کہہ رہا ہوں کہ ہائے میری مالکہ! ہائے! ہائے! میری مالکہ کے بعد اب کون میرے ساتھ ہمدردی کرے گا! کاش اس کے بجائے میں مر جاتا۔ جب میرے آقا نے مجھے دیکھا تو وہ پریشان ہو گیا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور کہنے لگا کہ اے کافور' تجھے کیا ہوا؟ آخر کیا خبر ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے اپنے گھر بھیجا اور میں اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کمرے کی دیوار گری پڑی ہے اور میری مالکہ اور اس کے بچے سب اس کے نیچے دب گئے ہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تیری مالکہ بچی نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کی قسم' اے میرے آقا' ایک بھی نہیں بچا اور سب سے پہلے میری بڑی آقا مری۔ اس نے کہا کہ میری چھوٹی بیٹی بچ گئی؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اور میرے خچر کا کیا حال ہے' جس پر میں سوار ہوتا ہوں؟ وہ تو بچ گیا ہے ناں؟ میں نے کہا کہ اے میرے آقا' خدا کی قسم' وہ بھی نہیں بچا کیونکہ گھر اور اصطبل کی دیواروں نے گر کر مکان کی ہر چیز کو تباہ کر دیا حتیٰ کہ بھیڑوں اور مرغیوں تک کو' اور وہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گئیں اور کتے انہیں کھا گئے اور ایک کا بھی نشان

باقی نہیں رہا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تیرا بڑا آقا تو صحیح سالم ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! ان میں سے ایک بھی نہیں بچا اور اس وقت نہ مکان کا پتہ ہے

اور نہ مکین کا۔ حتیٰ کہ ان کا نشان تک باقی نہیں اور بھیڑوں اور بطخوں اور مرغیوں کو تو بلیوں اور کتوں نے کھا کر ختم کر دیا۔

جب میرے آقا نے میری باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اس کے ہوش و حواس جاتے رہے اور پاؤں تھرانے لگے اور اعضاء شل ہو گئے اور کمر ٹوٹ گئی اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور داڑھی نوچ ڈالی اور سر پر سے پگڑی اتار کر پھینک دی اور اپنے منہ پر اتنے طمانچے مارے کہ خون بہنے لگا اور وہ چلانے لگا کہ ہائے میری اولاد! ہائے میری بیوی! ہائے میری مصیبت! جو مصیبت مجھ پر آئی وہ کسی پر نہ آئی ہو گی! اس کے رونے پیٹنے کی وجہ سے اس کے دوسرے رفیق سوداگر بھی رونے پیٹنے لگے اور اس کی حالت پر ان کا دل کڑھنے لگا اور انہوں نے بھی اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اب میرا آقا اس باغ سے نکلا اور وہ اپنی مصیبت کی وجہ سے طمانچے مار رہا تھا اور طمانچوں کی وجہ سے وہ متوالا سا ہو رہا تھا۔

جوں ہی وہ سوداگروں کے ساتھ باغ کے دروازے سے نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ سخت گرد و غبار اٹھ رہا ہے اور لوگ واویلا کر رہے ہیں۔ اب اس نے ان آنے والوں کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ والی اور اس کے ساتھ چلے آ رہے ہیں اور ایک عالم تماشائی ہے اور ان کے پیچھے پیچھے اس کے بال بچے چلا رہے اور واویلا کر رہے ہیں اور رو پیٹ رہے ہیں۔ سب سے پہلے میرے آقا کی نظر اپنی بیوی بچوں پر پڑی۔ ان کو دیکھ کر وہ گھبرا گیا اور ہنسنے لگا اور ٹھہر گیا اور کہنے لگا کہ تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور تم پر گھر میں کیا گزری؟ اور تمہاری سرگزشت کیا ہے؟ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ شکر ہے خدا کا تو صحیح و سالم ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس سے لپٹ گئے اور اس کے بچوں نے اسے گلے لگا لیا اور چلانے لگے کہ ہائے ابا جان! خدا کا شکر ہے

کہ تو سلامت ہے' اے ہمارے باپ! اور اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ تو خیریت سے تو ہے! شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں تیرا دیدار سلامتی کے ساتھ کرا دیا اور اسے دیکھ کر وہ سہم گئی اور اس کی عقل جاتی رہی اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا تو اور تیرے رفیق سوداگر کس طرح بچ گئے؟ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں تمہارے اوپر کیا گزری؟ اس نے جواب دیا کہ ہم سب بخیر و عافیت ہیں اور ہمارے گھر پر بھی کوئی حادثہ نہیں گزرا' سوائے اس کے کہ تیرا غلام کافور بال کھلے اور کپڑے پھٹے ہمارے پاس آیا اور وہ ہائے آقا! ہائے آقا! چلا رہا تھا۔ ہم نے کہا کہ اے کافور کیا بات ہے! اس نے جواب دیا کہ باغ کی دیوار میرے آقا اور دوسرے سوداگروں پر جو اس کے ساتھ تھے' آ پڑی اور وہ سب کے سب مر گئے۔ اس نے کہا کہ اور ابھی وہ میرے پاس آیا اور چلا چلا کر کہنے لگا کہ ہائے میری آقا اور میری آقا کی اولاد! اور کہنے لگا کہ میری آقا اور اس کی اولاد سب کے سب مر گئے۔

اب اس نے ایک طرف دیکھا تو اس کی نظر میرے اوپر پڑی اور میرے سر پر پگڑی پھٹی ہوئی تھی اور میں چلا رہا تھا اور زار زار رو رہا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈالتا جاتا تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگا کہ اے منحوس غلام' اے حرام زادے' اے ملعون جنس' یہ تو نے کیا جھوٹ گھڑے ہیں؟ واللہ میں تیری کھال اتاروں گا اور تیرے تکے بوٹیاں کر ڈالوں گا۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم' تو میرا کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ تو نے اس شرط سے مجھے خریدا ہے کہ مجھ میں ایک عیب ہے اور جب تو نے میرے عیب کے ساتھ مجھے خریدا تھا تو اس پر گواہوں کی گواہیاں بھی موجود ہیں اور تجھے اس کا علم ہے' اور وہ عیب یہ ہے کہ ہر سال ایک جھوٹ بولتا ہوں۔ یہ تو آدھا جھوٹ تھا' جب سال پورا ہو جائے گا تو میں دوسرا آدھا جھوٹ بولوں گا تاکہ پورا ایک جھوٹ ہو جائے۔ اب اس نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ اے کتے کے پلے' اے منحوس ترین غلام' یہ سارا آدھا جھوٹ ہے جو اتنی بڑی مصیبت لایا! دور ہو میرے سامنے سے! میں تجھے فی سبیل اللہ آزاد کرتا ہوں۔

میں نے جواب دیا کہ تیرے آزاد کرنے سے کیا ہوتا ہے! میں تجھے اس وقت تک آزاد نہ کروں گا جب تک کہ سال پورا نہ ہو جائے اور میں باقی آدھا جھوٹ نہ بول لوں۔ جب میں جھوٹ کو پورا کر لوں تو تو مجھے بازار لے جا کر اسی میرے عیب کی شرط سے بیچ ڈالیو' جس شرط سے تو نے مجھے خریدا ہے۔ مگر مجھے آزاد مت کر کیونکہ میں کوئی دست کاری نہیں جانتا جس سے میں اپنی روزی کما سکوں۔ یہ مسئلہ جو میں تجھ سے بیان کر رہا ہوں شرعی مسئلہ ہے جس کا بیان فقیہوں نے باب العتق میں کیا ہے۔
ہم میں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ سب لوگ بھیڑ کے بھیڑ اور محلے کے مرد اور عورتیں سب کے سب عزاداری کے لیے پہنچ گئے اور والی مع اپنے ساتھیوں کے بھی آ پہنچا اور میرا آقا اور دوسرے سوداگر اس کے پاس گئے اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور یہ کہ ابھی آدھا جھوٹ ہوا ہے۔ جب انھوں نے اس کی زبانی سنا تو انھوں نے کہا کہ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے اور انہیں اس پر سخت تعجب ہوا اور وہ مجھ پر لعنت بھیجنے اور مجھے برا بھلا کہنے لگا اور میں وہاں کھڑا ہنس رہا اور کہہ رہا تھا کہ میرا آقا کس بنا پر مجھے قتل کرے گا کیونکہ یہ عیب جانتے ہوئے اس نے مجھے خریدا ہے۔
جب میرا آقا گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سب چیزیں ٹوٹی پھوٹی پڑی ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ چیزیں میں نے ہی توڑی تھیں اور ایسی ایسی چیزیں توڑ ڈالی تھیں جو بے حد قیمتی تھیں اور اس کی بیوی نے بھی یہی کیا تھا۔ اب اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ اسی کافور نے برتن اور چینی کا سامان توڑا ہے۔ یہ سن کر مالک اور طیش میں آگیا اور اس نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور کہا کہ واللہ' میں نے ایسا حرامی زندگی بھر کبھی نہیں دیکھا جیسا کہ یہ غلام ہے اور اس پر اس کا دعوئ ہے کہ یہ ابھی آدھا جھوٹ ہوا۔ اگر پورا جھوٹ ہوتا تو دو ایک شہر تباہ ہو جاتے۔ اب مارے طیش کے وہ والی کے پاس گیا اور اس نے مجھے ناشتے میں کوئی ایسی چیز صفائی سے کھلا دی کہ میں بے ہوش ہو گیا اور مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ مجھے اس غشی کی حالت میں چھوڑ کر وہ ایک نائی کو بلا لایا جس نے مجھے خصی کر کے داغ دیا۔ جب میری

آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو طواشی پایا اور میرا آقا مجھ سے کہنے لگا کہ جس طرح تو نے میری عزیز ترین چیزوں پر میرا دل جلایا ہے اسی طرح تیرے عزیز ترین عضو پر میں نے تیرا دل جلایا ہے۔ اب اس نے مجھے لے کر زیادہ قیمت پر بیچ ڈالا کیونکہ میں طواشی ہو چکا تھا اور میں جہاں کہیں بک کر جاتا' وہاں فتنہ برپا کرتا۔ اسی طرح میں ایک امیر سے دوسرے امیر کے پاس اور ایک بڑے آدمی سے دوسرے بڑے آدمی کے پاس پہنچا یہاں تک کہ امیرالمومنین کے محل میں آیا۔ لیکن اب میرا دل ٹوٹ چکا ہے اور میں ترکیبیں بھول چکا ہوں۔ جو دونوں غلاموں نے اس کی باتیں سنیں تو ہنسنے لگے اور کہا کہ تو پیدائشی گندہ اور پلید ہے اور برے سے برا جھوٹ بول سکتا ہے۔

اب انہوں نے تیسرے غلام سے کہا کہ تو اپنا قصہ بیان کر۔ اس نے جواب دیا کہ اے میرے بھائیو' جو کچھ کافور نے بیان کیا ہے فضول ہے۔ میرا قصہ بڑا لمبا چوڑا ہے اور اس وقت وہ بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اے میرے بھائیو' صبح قریب ہے اور اگر صبح ہونے تک یہ صندوق ہمارے پاس رہا تو ہماری رسوائی ہو گی بلکہ ہماری جان جائے گی لٰہذا دروازہ کھول دیا' دوسرے دونوں بھی اندر آ گئے اور انہوں نے چار قبروں کے درمیان صندوق کی لمبائی اور چوڑائی کے برابر ایک گڑھا کھودا۔ کافور کھودتا جاتا اور صواب ٹوکری سے مٹی ہٹاتا جاتا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے آدھے قد کے برابر کھودا اور صندوق کو اس کے اندر رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی اور مقبرے سے نکل کر دروازہ بند کیا اور چلتے ہوئے اور غانم بن ایوب کی نظر سے غائب ہو گئے

جب سناٹا ہو گیا اور غانم کو میدان صاف نظر آیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ وہ اکیلا ہے تو وہ یہ سوچنے لگا کہ آخر صندوق میں کیا ہو گا؟ اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ معلوم تو کرنا چاہیے کہ اس صندوق میں کیا ہے۔ تھوڑی دیر وہ ٹھہرا رہا لیکن جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلنے لگی تو وہ کھجور کے درخت سے پر سے اترا اور ہاتھوں سے مٹی ہٹانے لگا' یہاں تک کہ مٹی ہٹ گئی اور صندوق نکل آیا۔ اب اس نے ایک بڑا سا پتھر لے کر قفل کو مار مار کر توڑ دیا اور اس کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو اس میں ایک

لڑکی کو پایا جو بھنگ کے اثر سے بے ہوش سو رہی تھی لیکن سانس آتی جاتی تھی اور وہ بے ہوش تھی اور اس کے سونے کے زیور اور جواہرات کے ہار اتنے قیمتی تھے' جتنے کہ کسی سلطان کی ساری بادشاہت اور جن کی قیمت داموں میں ادا نہیں کی جا سکتی۔ جب غانم بن ایوب نے اس کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اسے دھوکا دے کر بھنگ پلا دی گئی ہے جوں ہی اس کو اس بات کا یقین آ گیا تو اسے اس کے علاج کی فکر ہوئی اور اس نے اسے صندوق میں سے نکال کر اس کی پیٹھ پر لٹا دیا۔ جب وہ کھلی ہوا میں آئی اور صاف ہوا اس کے نتھنوں میں داخل ہوئی تو اس نے چھینک لی۔ اس کے بعد وہ اٹھ بیٹھی اور اسے کھانسی آنے لگی اور اس کے حلق میں اقربطشی بھنگ کی اتنی بڑی ٹکیہ نکل پڑی کہ اگر وہ ہاتھ کو بھی سونگھائی جاتی تو وہ ایک رات سے لے کر دوسری رات تک بے ہوش رہتا۔ اب اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور ادھر ادھر نظر دوڑا کر بیٹھی اور فصیح زبان سے کہنے لگی کہ تف ہو تجھ پر اے ہوا! نہ تو تجھ سے پیاسوں کی پیاس بجھ سکتی ہے اور نہ سیروں کی دل جمعی ہو سکتی ہے۔ کہاں ہے زہرا بستان؟ اس پر اسے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیرا اور کہنے لگی کہ اے صبیحہ! اے شجرہ الدرا! اے نور الہدیٰ' اے نجمتہ الصبح تو تو پاک میٹھی اور خوبصورت دنیا میں ہے۔ آخر بولو تو سہی۔ پھر بھی اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اب اس نے اپنی نظر چاروں طرف دوڑائی اور کہا کہ افسوس میری حالت پر! کیا تو نے مجھے قبروں کے درمیان دفن کر دیا؟ اے دلوں کے بھید جاننے والے اور قیامت کے دن جزا و سزا دینے والے کس نے مجھے پردوں اور خیموں سے لا کر یہاں چار قبروں کے بیچ میں رکھ دیا ہے۔

وہ یہ باتیں کر رہی تھی اور غانم چپ چاپ کھڑا ہوا تھا لیکن اب اس نے کہا کہ اے میری آقا' پردوں اور محلوں اور قبروں کا کیا ذکر! یہاں تو سوائے تیرے غلام غانم بن ایوب کے جو تیرا دیوانہ ہے اور کوئی نہیں اور خدا اسے تیری نجات کے لیے یہاں لے

آیا ہے اور اب تیرا انتہائی مقصد حاصل ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔ جب سارا معاملہ لڑکی کی سمجھ میں آ گیا تو اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ' اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیا اور غانم کی طرف متوجہ ہو کر میٹھی میٹھی زبان سے کہنے لگی کہ اے مبارک جوان' مجھے یہاں کون لایا ہے؟ دیکھ' اب میں ہوش میں آ گئی ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری آقا' تین خصی غلام اس صندوق میں رکھ کر تجھے یہاں لائے تھے۔ یہ کہہ کر اس نے لڑکی سے اپنا سارا ماجرا بیان کر دیا اور یہ کہ اس نے رات کس طرح یہاں گزاری۔ یہاں تک کہ اس کی وجہ سے وہ بچ گئی ورنہ اس کا دم وہیں گھٹ گیا ہوتا۔

اب غانم نے کہا کہ تو اپنا قصہ سنا۔ اس نے کہا کہ اے نوجوان' شکر ہے خدا کا جو مجھے تجھ جیسے کے پاس لے آیا۔ اب فوراً اٹھ کر مجھے پھر اس صندوق میں بند کر دے اور باہر سڑک پر جا اور اگر تجھے کوئی کرائے کے گدھے یا خچر والا ملے تو اسے کرائے پر لے آنا کہ وہ اس صندوق کو لاد کر تیرے گھر پہنچا دے۔ اگر میں تیرے گھر رہی تو اس میں بھلائی ہے اور پھر میں تجھ سے اپنا قصہ بیان کروں گی اور میری وجہ سے تیرا بھلا ہو گا۔ غانم خوش ہو کر مقبرے سے باہر گیا اور دیکھا کہ دن نکل آیا ہے۔ اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی ہے اور لوگ نکل کر چلنے پھرنے لگے ہیں۔

وہ ایک خچر والے کو کرائے پر ٹھہر کر مقبرے میں لایا اور صندوق کو اٹھا کر اس پر رکھا اور لڑکی اس صندوق کے اندر تھی اور اس کی محبت غانم کے دل میں گھر کر چکی تھی اور وہ اسے لے کر وہاں سے خوش خوش روانہ ہو گیا' کیونکہ لڑکی دس ہزار دینار سے کم کی نہ تھی اور اس کے کپڑے اور زیور تو اور بھی قیمتی تھے۔ اسے یقین نہیں آتا تھا کہ وہ گھر پہنچ کر صندوق اتارے گا اور اسے کھول کر لڑکی کو نکالے گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• اکتالیسویں رات

جب اکتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب غانم بن ایوب صندوق لے کر اپنے گھر پہنچا تو اس نے اسے کھول کر لڑکی کو اس میں سے نکالا۔ اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور دیکھا کہ وہ مکان ایک خوبصورت محل ہے اور اس میں طرح طرح کے دل خوش کن رنگ کے قالین بچھے ہوئے ہیں اور کپڑوں کے ڈھیر اور گٹھے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اسے معلوم ہو گیا کہ وہ بڑا سوداگر اور مالدار آدمی ہے۔ اب اس نے اپنا چہرہ کھولا اور اس کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ خوبرو جوان ہے۔ اسے دیکھتے ہی وہ اس پر عاشق ہو گئی اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' کھانے کے لیے کوئی چیز لا۔ غانم نے کہا کہ بسرو چشم اور بازار جا کر اس نے ایک تلا ہوا میمنہ اور ایک سینی بھر مٹھائی خریدی اور نقل موم بتیاں اور نبیذ اور دوسری پینے کی چیزیں اور عطریات غرضکیہ جن جن کی ضرورت تھی' انہیں لے کر وہ گھر آیا۔ جب لڑکی نے یہ دیکھا تو وہ مسکرائی اور اس نے اسے بوسے دیئے اور گلے لگایا اور پیاری پیاری باتیں کرنے لگی جس کی وجہ سے غانم کی محبت اس کے ساتھ اور زیادہ ہو گئی اور وہ دل و جان سے اس پر فدا ہو گیا۔ اب دونوں کھانے اور شراب پینے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور دونوں ایک دوسرے پر فریفتہ تھے کیونکہ دونوں کا سن ایک تھا اور دونوں ایک دوسرے کی طرح حسین تھے۔ جب رات ہوئی تو غانم بن ایوب اٹھا اور اس نے موم بتیاں اور قندیلیں روشن کر کے مکان کو چراغاں کر دیا۔ اب وہ مئے نوشی کے سامان لایا اور میز لگائی اور دونوں بیٹھ گئے۔ وہ شراب بھر کر اسے پلاتا تھا اور وہ بھر کر اسے پلاتی تھی اور دونوں ہنسی مذاق کرتے اور اشعار پڑھتے تھے۔ ان کی خوشی بڑھتی جاتی اور ایک دوسرے کا عشق زیادہ ہوتا جاتا تھا' پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو ملاتی ہے! یہ ان کی حالت صبح کے قریب تک رہی۔ اب ان پر نیند کا غلبہ

ہوا اور دونوں اپنی اپنی جگہ جا کر سو گئے۔
جب سویرا ہوا تو غانم بن ایوب اٹھ کر بازار گیا اور کھانا پینا اور سبزی اور گوشت اور شراب وغیرہ وغیرہ جن جن چیزوں کی ضرورت تھی' خرید کر گھر لایا اور دونوں کھانے پینے بیٹھ گئے اور اتنا کھایا کہ سیر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ شراب لائے اور مئے نوشی اور ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سیاہ اور رخسار سرخ ہو گئے۔ لڑکی کی آنکھ میں نیند بھری ہوئی تھی اور غانم بن ایوب کا جی چاہتا تھا کہ وہ اسے بوسہ دے۔ اس نے کہا کہ اے میری آقا' مجھے اجازت دے کہ میں تیرے منہ کو بوسہ دوں' شاید اس سے میرا دل ٹھنڈا ہو جائے۔ اس نے جواب دیا کہ اے غانم' صبر کر' یہاں تک کہ میں نشے میں بے ہوش ہو جاؤں' اس وقت تو میرا بوسہ چپکے سے لیجیو تاکہ مجھے معلوم نہ ہو کہ تو نے میرا بوسہ لیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو گئی اور اپنے کچھ کپڑے اتار ڈالے اور ایک چھوٹی قمیص اور ریشمی سربند پہنے رہی۔ یہ دیکھ کر غانم بے چین ہونے لگا اور اس نے کہا کہ اے میری آقا' جو بات میں نے تجھ سے کہی تھی اس کی مجھے اجازت دے دے۔ اس نے جواب دیا کہ واللہ' یہ بات تجھے نہیں حاصل ہونے کی کیونکہ میرے ازار بند پر ایک سخت جملہ لکھا ہوا ہے۔ یہ سن کر غانم بن ایوب کا دل ٹوٹ گیا اور محبت بڑھ گئی کیونکہ مقصد تک پہنچنے میں اسے دشواری نظر آئی اور اس کے دل کی آگ بھڑک اٹھی۔ ادھر اس کا یہ حال تھا اور ادھر وہ اس کو منع کرتی جاتی اور کہتی تھی کہ تیرے لیے میرا وصال ناممکن ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے عشق میں مبتلا تھے اور ساتھ بیٹھ کر شراب پی رہے تھے اور غانم بن ایوب' محبت کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا لیکن لڑکی کی سخت دلی اور ضد بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ رات کا اندھیرا چھا گیا اور دونوں پر نیند کا پردہ پڑ گیا۔ غانم نے اٹھ کر قندیلیں جلائیں اور موم بتیاں روشن کیں اور اس جگہ کو مع میز کے جھاڑ پونچھ کر صاف کیا۔ اب اس نے لڑکی کی دونوں ٹانگوں کو لے کر بوسہ دیا اور دیکھا کہ وہ تازے مکھن کی طرح ہیں اور اپنا منہ رگڑنے لگا اور اس نے

کہا کہ اے میری آقا' اپنی محبت کے گرفتار اور اپنی آنکھوں کے مارے پر رحم کر کیونکہ اگر میں تجھے نہ دیکھتا تو میرا دل قابو سے باہر نہ ہوتا۔

یہ کہہ کر وہ تھوڑی دیر روتا رہا اور لڑکی نے کہا کہ اے میرے آقا' میری آنکھوں کے نور' خدا کی قسم' میں تجھ پر عاشق ہوں اور تیرا یقین کرتی ہوں لیکن میں جانتی ہوں کہ تجھے میرا وصال حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نے پوچھا کہ آخر کون سی چیز مانع ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں آج رات تجھ سے اپنا قصہ بیان کروں گی اور تو میری معذرت قبول کر لے گا۔ یہ کہہ کر وہ اس سے لپٹ گئی اور اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈال دیں اور اسے بوسے دینے لگی اور اسے بالکل اپنا گرویدہ بنا لیا اور اس سے وصال کا وعدہ کیا اور دونوں ہنستے کھیلتے رہے یہاں تک کہ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت نے گھر کر لیا۔ ہر روز ان کی یہی حالت رہتی اور ہر رات وہ ایک ہی فرش پر سوتے لیکن جب وہ وصال کا طالب ہوتا تو وہ اسے ٹال دیتی۔ اس پر ایک مہینہ گزر گیا اور دونوں ایک دوسرے کی محبت سے بے چین ہو گئے اور دونوں میں سے کسی کے دل میں صبر و قرار باقی نہ رہا۔ ایک رات جبکہ دونوں نشے میں سو رہے تھے۔ غانم نے اپنا ہاتھ لڑکی کے جسم کی طرف بڑھایا اور اس پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ ہاتھ پھیرتے پھیرتے وہ اپنا ہاتھ اس کے پیٹ پر لے گیا اور پھر پیٹ سے اتر کر ناف تک۔

اب اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اپنے کپڑے ٹٹولنے لگی اور دیکھا کہ وہ بندھے ہوئے ہیں اور پھر سو گئی۔ اب غانم پھر اس پر ہاتھ پھیرنے لگا اور ہاتھ پھیرتے پھیرتے اس کے ازاربند تک پہنچ گیا اور اس کا ازاربند پکڑ کر کھینچا۔ لڑکی کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھ بیٹھی اور غانم اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ لڑکی نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ غانم نے جواب دیا کہ میں تیرے ساتھ ہم بستری چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اب میں اپنی حالت تجھ پر ظاہر کر دینا چاہتی ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں کون ہوں اور میرا راز تجھ پر مکمل کھل جائے اور میری معذرت تجھ پر ظاہر

ہو جائے۔ اس نے کہا کہ بہت خوب۔ اب اس نے اپنی قمیص کا دامن پھاڑ کر اپنا ہاتھ اپنے ازرابند کی طرف بڑھایا اور اس سے کہا کہ اے میرے آقا' جو اس ازرابند پر لکھا ہوا ہے' اسے پڑھ۔ غانم نے ازرابند اپنے ہاتھ میں لیا اور دیکھا کہ اس پر سونے کے پانی سے لکھا ہوا ہے۔

"اے نبی کے چچیرے بھائی میں تیری ہوں اور تو میرا۔"

جب غانم نے یہ الفاظ پڑھے تو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے کہا کہ اپنا ماجرا سنا۔ اس نے جواب دیا کہ بہت خوب' سن۔ میں امیرالمومنین کی کنیز ہوں اور میرا نام قوت القلوب ہے اور امیرالمومنین نے اپنے محل میں مجھے تربیت دی ہے۔ جب میں بڑی ہوئی اور خلیفہ نے میری خوبیوں اور میرے حسن و جمال کو جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے' دیکھا تو اسے مجھ سے محبت ہو گئی اور اس نے مجھے اپنے لیے مخصوص کر لیا اور میرے رہنے کے لیے حرم سرا دی' اور میری خدمت کے لیے دس کنیزیں مقرر کر دیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے یہ زیور دیئے جو تو دیکھ رہا ہے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ خلیفہ کہیں باہر گیا ہوا تھا اور زبیدہ خانم میری ایک کنیز کے پاس آکر کہنے لگی کہ مجھے تجھ سے ایک ضرورت ہے۔ اس نے پوچھا کہ اے میری آقا' وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا تو جب تیری آقا قوت القلوب سو جائے تو یہ ٹکڑا بھنگ کا اس کے نتھنوں میں ڈال دیجیو اور یا اس کی شراب میں ڈال کر پلا دیجیو۔ اس کے بدلے میں تجھے اتنا مال دوں گی کہ تیری عمر بھر کے لیے کافی ہو گا۔ کنیز نے کہا کہ بسرو

چشم۔ یہ کہہ کر اس نے بھنگ لے لی اور وہ مال ملنے کی امید میں بڑی خوش تھی اور وہ پہلے زبیدہ ہی کی کنیز تھی۔ کنیز نے آکر میری شراب میں بھنگ ڈال دی اور جب رات ہوئی تو میں نے وہ شراب پی۔ بھنگ میرے پیٹ میں پہنچی ہی ہو گی کہ میں زمین پر گر پڑی اور میرا سر پاؤں سے لگ گیا اور مجھے بالکل اپنی خبر نہ رہی کیونکہ میں دوسری دنیا میں پہنچ چکی تھی۔ جب زبیدہ کی چال چل گئی تو اس نے مجھے اس صندوق میں بند کیا اور غلاموں کو چپکے سے بلا کر انہیں رشوت دی اور اسی طرح دربانوں کو بھی رشوت دے کر مجھے غلاموں کے ہاتھ اسی رات بھیجا جبکہ تو کھجور کے درخت پر تھا اور انہوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا وہ تو نے خود دیکھا ہے۔ میری نجات تیرے ہاتھوں سے ہوئی اور تو ہی نے مجھے اس مکان میں لا کر مجھ پر بڑا احسان کیا۔ پس یہ ہے میرا قصہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے پیچھے خلیفہ پر کیا گزری۔ لہٰذا میری حالت پر رحم کھا اور میری تشہیر مت کر۔

جب خانم بن ایوب نے قوت القلوب کی باتیں سنیں اور اسے یقین آ گیا کہ وہ خلیفہ کی خواص ہے تو وہ پیچھے کی ہٹ گیا اور اسے خلیفہ کا ڈر لگا اور وہ مکان کے ایک کونے میں تنہا بیٹھ کر اپنے اوپر لعنت و ملامت کرنے لگا۔ وہ اپنی حالت میں متفکر تھا اور اپنے دل کو سمجھا رہا تھا اور اس بات پر حیران تھا کہ اس عشق میں وصال کی کوئی صورت نہیں یہاں تک کہ وہ محبت کی زیادتی کی وجہ سے رونے اور زمانے کے مظالم کی شکایت کرنے لگا اور اس نے دیکھا کہ کسی کی طرف مفر نہیں۔

پاک ہے وہ ذات جو دلوں میں محبت اور محبوب کو جگہ دیتی ہے! اب قوت القلوب نے اٹھ کر اس کو گلے سے لگا لیا اور اس کے بوسے لینے لگی اور اس کی محبت میں دیوانی ہو گئی اور اپنے دل کا راز اس سے کہہ دیا اور یہ کہ وہ اسے کتنا چاہتی ہے اور اس کی گردن میں دونوں بانہیں ڈال کر اس کے بوسے لینے لگی' مگر وہ خلیفہ کے ڈر سے اسے روکتا تھا۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتے رہے اور دونوں ایک

دوسرے کے پیچھے مر رہے تھے یہاں تک کہ سویرا ہو گیا۔ غانم اٹھا اور کپڑے پہن کر دستور کے موافق بازار گیا اور وہاں سے تمام ضریات کی چیزیں لے کر گھر آیا اور دیکھا کہ قوت القلوب رو رہی ہے۔ جب اس نے غانم کو دیکھا اور رونا بند کر دیا اور مسکرا کر کہنے لگی کہ اے میرے دلی محبوب' تو نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔ یہ ایک گھڑی جو میں نے تیرے فراق میں گزاری' میرے لیے ایک سال کے برابر تھی۔ تیری محبت کی زیادتی کی وجہ سے میں نے اپنا سارا کچا چٹھا تجھ سے بیان کر دیا ہے۔ اب اٹھ اور پرانی باتوں کو چھوڑ اور مجھ سے اپنا ارمان نکال۔ اس نے کہا کہ اعوذ باللہ' ایسی بات نہیں ہو سکتی۔ کتا شیر کی جگہ نہیں بیٹھ سکتا۔ مالک کا مالک غلام کے لیے حرام ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس سے الگ ہو گیا اور فرش کے ایک کونے پر بیٹھ گیا اور اس کی بے اعتنائی کی وجہ سے لڑکی کو اس سے اور زیادہ عشق ہو گیا۔ اب وہ آکر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے ساتھ مئے نوشی اور ہنسی مذاق کرنے لگی۔

اب دونوں نشے میں چور ہو گئے اور وہ اس بات پر مر رہی تھی کہ غانم اس کے ساتھ ہم بستر ہو۔ غانم رونے لگا اور وہ بھی اس کے ساتھ رونے لگی اور رات تک دونوں شراب نوشی کرتے رہے۔ اب غانم اٹھا اور اس نے دو فرش علیحدہ علیحدہ بچھائے۔ قوت القلوب نے کہا کہ یہ دوسرا فرش کس کے لیے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میرے لیے اور وہ تیرے لیے ہے اور آج سے ہم دونوں اس طرح سوئیں گے کیونکہ جو چیزیں آقا کی ہیں' وہ غلام کے لے حرام ہیں۔ لڑکی نے کہا کہ اے میرے آقا' ان باتوں کو جانے دے جو چیز ہوتی ہے وہ تقدیر سے ہوتی ہے۔ لیکن اس نے نہ مانا اور لڑکی کے دل میں آگ اور بھڑک اٹھی اور اس کا عشق بڑھ گیا اور وہ اس سے لپٹ گئی اور کہنے لگی کہ خدا کی قسم' ہم ساتھ ساتھ سوئیں گے' مگر اس نے جواب دیا کہ معاذ اللہ' اور وہ اس پر غالب آ گیا اور صبح تک اکیلا سویا۔

اس سے لڑکی کی محبت اور زیادہ ہو گئی اور اس کا عشق اور بڑھ گیا۔ اس طرح سے

تین مہینے گزر گئے اور جب کبھی وہ پیش دستی کرتی تو وہ اسے روک دیتا اور کہتا کہ جو چیز مالک کی ہے' وہ غلام کے لیے حرام ہے۔ یہ ماجرا اس کے اور غانم کے درمیان ایک مدت تک رہا اور لڑکی کا اندوہ و الم بڑھتا گیا مگر غانم مارے ڈر کے اسے ہاتھ نہ لگاتا۔

یہ تو غانم بن ایوب کا قصہ ہوا۔ اب زبیدہ بیگم کا حال سنئے۔ جب اس نے خلیفہ کی غیر موجودگی میں قوت القلوب کے ساتھ یہ حرکت کی تو وہ حیران تھی اور اپنے دل میں کہتی تھی کہ جب خلیفہ آکر اس کا حال مجھ سے پوچھے گا تو میں کیا کہوں گی اور کیا جواب دوں گی۔ یہ سوچ کر اس نے ایک بڑھیا کو بلایا جو اس کے یہاں نوکر تھی اور اس سے اپنا بھید بیان کر کے کہا کہ قوت القلوب پر یہ معاملہ گزرنے کے بعد اب میں کیا کروں؟ جب بڑھیا سارا واقعہ سمجھ چکی تو اس نے کہا کہ اے میری آقا' خلیفہ جلد آنے والا ہے۔ ایک بڑھئی کو بلا کر حکم دے کہ ایک لکڑی لے کر مردے کی شکل بنائے اور ہم محل کے بیچ مین ایک قبر کھود کر اس کو اس میں دفن کر دیں گے اور تو اس قبر کے اوپر ایک کمرہ بنوائیو اور ہم اس میں موم بتیاں اور قندیلیں جلائیں گے اور تو سارے محل والوں کو حکم دے دیجیو کہ کالے کپڑے پہنیں اور اپنے غلاموں اور کنیزوں کو حکم دے کہ خلیفہ سفر سے واپس آئے تو دہلیزوں میں پیال بچھا دیں۔ جب خلیفہ داخل ہو گا تو پوچھے گا کہ کیا خبر ہے؟ وہ جواب دیں کہ قوت القلوب کا انتقال ہو گیا' خدا اس کے بدلے تجھے زیادہ ثواب دے اور چونکہ ہماری آقا اس کی بڑی عزت کرتی تھی اس لیے اس نے اسے اپنے محل میں دفن کیا ہے۔ خلیفہ کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہو گا اور وہ رونے لگے گا اور اس کے قرآن ختم کرائے گا اور اس کی قبر پر راتوں کو جاگے گا۔ اگر اس نے اپنے دل میں کہا کہ میری چچا زاد زبیدہ نے رشک کی وجہ سے مروا ڈالا ہے یا اس پر محبت کا غلبہ ہوا تو اس نے قوت القلوب کو قبر سے نکلوایا تو اس سے مت ڈریو۔ کیونکہ جب لوگ قبر کھود کر اس

تک پہنچیں گے اور خلیفہ اسے انسانی صورت میں دیکھے گا اور وہ قیمتی کفنوں میں لپٹی ہو گی اگر اس وقت خلیفہ اس کی صورت دیکھنے کے لیے کفن اٹھائے تو تو اسے منع کیجیو اور کوئی دوسری عورت بھی اسے منع کرے اور کہے کہ اس کے بدن کا پوشیدہ حصہ دیکھنا حرام ہے۔ پھر اسے یقین آ جائے گا کہ وہ مر چکی ہے اور وہ اسے قبر میں واپس کر دے گا اور تیرا شکر گزار ہو گا اور انشاء اللہ تو اس بھنور سے نکل جائے گا۔

جب زبیدہ خانم نے اس کی باتیں سنیں تو اسے ٹھیک معلوم ہوئیں اور اس نے اسے خلعت عطا کی اور اسے بہت سا مال دے کر اس سے کہا کہ ایسا ہی کرے۔ بڑھیا نے فوراً کام شروع کر دیا اور بڑھئی سے کہا کہ وہ ایک پتلا بنائے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جب وہ پتلا بن چکا تو وہ اسے زبیدہ خانم کے پاس لائی اور اس نے اسے کفن پہنا کر دفن کیا اور شمعیں اور قندیلیں جلائیں اور قبر کے پاس قالین بچھائے اور خود بھی کالا لباس پہنا اور اپنی کنیزوں کو بھی حکم دیا کہ کالا لباس پہنیں اب محل میں یہ مشہور ہو گیا کہ قوت القلوب کا انتقال ہو گیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد خلیفہ سفر سے لوٹا اور محل میں داخل ہوا لیکن اس کے دل میں قوت القلوب ہی قوت القلوب تھی اور اس نے دیکھا کہ غلام اور نوکر اور کنیزیں سب کے سب کالے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اس پر وہ سہم گیا اور جب وہ محل میں داخل ہوا تو دیکھا کہ زبیدہ خانم بھی سیاہ پوش ہے۔ اس نے اس کی وجہ پوچھی تو اس سے کہا گیا کہ قوت القلوب کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ بے ہوش ہو گیا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے پوچھا کہ اس کی قبر کہاں ہے؟ زبیدہ خانم نے کہا کہ امیر المومنین' چونکہ میرے دل میں اس کی بڑی عزت تھی اس لیے میں نے اس کو اپنے محل میں دفن کیا ہے۔ خلیفہ سفر کے کپڑے پہنے قوت القلوب کی قبر کی زیارت کے لیے پہنچا اور دیکھا کہ قالین بچھا ہوا ہے اور شمعیں اور قندیلیں روشن ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے زبیدہ کا شکریہ ادا کیا مگر وہ اس بارے میں حیران تھا کہ اس کا ایک دل اس کی تصدیق اور ایک دل تکذیب کرتا تھا اور جب شبہ اس پر غالب ہوا تو اس نے قبر کھدوا کر اسے نکالا۔

لیکن جوں ہی اس نے کفن دیکھا اور اسے ہٹانا چاہا تا کہ اسے دیکھے' خدا سے ڈرو اور بڑھیا نے لوگوں سے کہا کہ اسے قبر میں رکھ دو۔ خلیفہ نے فوراً فقیہوں اور قرآن خوانوں کو بلوایا اور اس کی قبر پر قرآن ختم کرائے اور اس کی قبر پر بیٹھا روتا رہا یہاں تک کہ بے ہوش ہو گیا۔ یہ دستور اس نے ایک مہینے تک جاری رکھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- **بیالیسویں رات**

جب بیالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہنا شروع کیا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- خلیفہ ایک مہینے تک اس کی قبر پر آتا جاتا رہا۔ ایک روز کا ماجرا ہے کہ جب امراء اور وزرا اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو خلیفہ خواب گاہ میں جا کر تھوڑی دیر سو گیا۔ ایک کنیز اس کے سرہانے بیٹھی پنکھا جھل رہی تھی اور دوسری اس کے پاؤں کے پاس بیٹھی پاؤں دبا رہی تھی۔ جب وہ سو کر بیدار ہوا اور اپنی آنکھیں کھول کر پھر بند کر لیں تو اس نے سنا کہ وہ کنیز جو اس کے سر کے پاس ہے اس کنیز سے کہہ رہی ہے جو اس کے پاؤں کے پاس ہے کہ اے خیزران' تو سنتی ہے' اس نے کہا کہ ہاں اے قضیب البان۔ قضیب البان نے کہا کہ ہمارے آقا کو واقعے کی خبر ہی نہیں۔ اور وہ رات رات بھر ایک قبر پر جاگتا ہے' جس کے اندر محض ایک لکڑی کا ٹکڑا ہے جسے بڑھئی نے تراشا ہے۔ دوسری کنیز نے کہا کہ اور قوت القلوب پر کیا حادثہ گزرا؟ پہلی کنیز نے جواب دیا کہ زبیدہ خانم نے ایک کنیز کے ہاتھ ایک ٹکیہ بھنگ کی بھیجی اور اس نے قوت القلوب کو بھنگ دے دی۔ جب اس پر بھنگ کا اثر ہو گیا تو زبیدہ نے اسے ایک صندوق میں بند کر کے صواب اور کافور کو حکم دیا کہ وہ اسے مقبرے میں پھینک آئیں۔ اس پر خیزراں نے کہا کہ اے قضیب البان' سچ بتا کہ قوت القلوب واقعی مری نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں' خدا کی قسم' اس کی جوانی موت سے بچی ہوئی ہے۔ لیکن میں نے زبیدہ خانم کو یہ کہتے سنا ہے کہ قوت القلوب ایک دمشقی جوان سوداگر کے گھر ہے' جس کا نام غانم بن ایوب ہے۔ آج چار مہینے سے وہ اس کے یہاں ہے اور یہ ہمارا آقا روتا ہے اور ایک ایسی قبر پر رات بھر جاگا کرتا ہے' جس کے اندر کوئی مردہ نہیں۔ دونوں یہ باتیں کر رہی تھیں اور خلیفہ ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ جب دونوں کنیزیں باتیں کر چکیں اور خلیفہ کو سارا حال معلوم ہو چکا اور

یہ کہ قبر محض دھوکے کی ٹٹی اور سوانگ ہے اور قوت القلوب چار مہینے سے غانم بن ایوب کے مکان میں ہے تو خلیفہ سخت طیش میں آ گیا اور اٹھ کر اپنی حکومت کے امراء کے پاس پہنچا۔ اس وقت وزیر جعفر برمکی حاضر ہوا اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ خلیفہ نے غصہ بھری آواز میں کہا کہ اے جعفر فوج کا ایک دستہ لے کر جا اور غانم بن ایوب کا مکان دریافت کر کے اس کو ڈھا کر میری کنیز قوت القلوب کو لے آ اور میں اس کو بغیر سزا دیئے نہ چھوڑوں گا۔ جعفر نے کہا کہ بسرو چشم۔

یہ کہہ کر جعفر چل دیا اور والی اور لوگوں کا مجمع اس کے ساتھ ہو لیا۔ چلتے چلتے وہ لوگ غانم کے مکان پر پہنچے۔ غانم اس وقت ایک دیگچی بھر گوشت لے کر آیا تھا اور وہ اور قوت القلوب کھانے کے لیے ہاتھ بڑھانے ہی والے تھے کہ لڑکی کی توجہ دوسری طرف مبذول ہو گئی اور اس نے دیکھا کہ چاروں طرف گھر پر مصیبت آ رہی ہے اور وزیر اور والی اور سپاہی اور غلام ننگی تلواریں لیے مکان کے گرد اس طرح جمع ہیں جس طرح کہ آنکھ کی سفیدی اس کی سیاہی کے گرد۔

اب اسے یقین آ گیا کہ اس کی خبر اس کے آقا خلیفہ کو پہنچ گئی اور اسے اپنے مارے جانے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس کا حسین چہرہ متغیر ہو گیا۔ اب اس نے غانم کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے میرے پیارے' اپنی جان لے کر بھاگ۔ اس نے جواب دیا کہ کیسے بھاگوں اور کہاں جاؤں' میری ساری دولت اور میرا سارا رزق تو اس مکان میں ہے! لڑکی نے کہا کہ اب دیر مت کر' ورنہ تو بھی مارا جائے گا اور تیرا مال بھی ضائع ہو گا۔ غانم نے کہا کہ اے میری دلربا اور میری آنکھوں کی روشنی' میں کدھر نکل کر بھاگوں! لوگ تو چاروں طرف سے مکان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ لڑکی نے کہا کہ ڈر مت۔ یہ کہہ کر اس نے غانم کے کپڑے اتارے اور اسے پرانے کپڑے پہنائے اور گوشت کی ہانڈی لا کر اس کے سر پر رکھی اور اسے ایک ٹوکری میں رکھ کر اس کے اردگرد روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کے پیالے

رکھ دیئے اور اس سے کہا کہ اس بھیس میں تو نکل جا اور میرا غم نہ کر کیونکہ میں جانتی ہوں کہ خلیفہ کی کونسی کل میرے ہاتھ میں ہے۔ جب غانم نے قوت القلوب کی گفتگو سنی تو وہ ٹوکری سر پر رکھ کر لوگوں کے درمیان سے نکلتا ہوا چلا گیا اور اس کی نیک نیتی کی برکت کی وجہ سے پردہ پوش خدا نے اس کی پردہ پوشی کی اور وہ لوگوں کے فریب اور آزار سے بچ گیا۔

جب وزیر جعفر مکان کے قریب پہنچا تو وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور مکان کے اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ قوت القلوب بنی سنوری بیٹھی ہے اور ایک صندوق میں سونا اور زیور اور جواہرات اور نایاب چیزیں جو ہلکی اور قیمتی تھیں' بھر رکھی ہیں۔ جب جعفر اس کے پاس پہنچا اور اس کی نظر اس پر پڑی تو وہ سروقد کھڑی ہو گئی اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ اے میرے آقا' خدا کے حکم کو قلم پہلے ہی سے لکھ چکا ہے۔ جب جعفر نے یہ ماجرا دیکھا تو اس نے کہا کہ اے میری آقا' خلیفہ نے محض غانم بن ایوب کے پکڑنے کا مجھے حکم دیا ہے۔ لڑکی نے کہا کہ اے میرے آقا' وہ تو تجارت کا مال لے کر دمشق چلا گیا اور اس سے زیادہ مجھے اس کی خبر نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تو اس صندوق کو حفاظت سے رکھ اور اسے لے جا کر امیرالمومنین کے محل میں تو میرے حوالے کر دیجیو۔ جعفر نے کہا کہ بسرو چشم' اور صندوق لے کر لوگوں سے کہا کہ اسے قوت القلوب کے ساتھ خلیفہ کے محل میں لے چلیں اور اس کے ساتھ عزت و احترام کا برتاؤ کریں۔ اس سے پہلے وہ غانم کا مکان لوٹ چکے تھے اور س کے بعد وہ خلیفہ کے پاس پہنچے اور جعفر نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس پر خلیفہ نے قوت القلوب کے لیے ایک کالی کوٹھڑی مقرر کی کہ وہ اس میں رہے اور اس کا کام کاج کرنے کے لیے ایک بڑھیا مقرر کی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ غانم اس کے ساتھ ہم بستر ہوا ہے۔

اب اس نے اپنے نائب محمد بن سلیمان الزینی کے نام دمشق ایک فرمان بھیجا' جس کا مضمون

یہ تھا کہ اس خط کے پہنچتے ہی غانم بن ایوب کو گرفتار کرکے میرے پاس بھیج دیجیو۔
جب یہ فرمان اس کے پاس پہنچا تو اس نے اسے بوسہ دیا اور اپنے سر پر رکھا اور بازاروں میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو شخص لوٹنا چاہے وہ غانم بن ایوب کے مکان پر پہنچے۔ جب لوگ اس کے مکان پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ غانم کی ماں اور بہن نے بیچ مکان میں اس کے لیے ایک قبر بنا رکھی ہے اور وہاں بیٹھی ہوئی اس پر ماتم کر رہی ہیں۔ اب انہوں نے مکان کو لوٹ لیا' ان دونوں کو گرفتار کر لیا' اور ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب وہ سلطان کے سامنے پیش کی گئیں تو اس نے پوچھا کہ غانم کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک سال سے زیادہ ہونے کو آیا کہ ہمیں اس کی بالکل خبر نہیں۔ یہ سن کر نائب نے انہیں ان کے مکان پر واپس بھیج دیا۔
یہ تو ان دونوں کا قصہ ہوا۔ اب غانم بن ایوب کا ماجرا سنئے۔ جب اس کا گھر بار لٹ چکا تو وہ اپنی حالت پر رونے لگا یہاں تک کہ اس کا دل پاش پاش ہو گیا اور اس کے چہرے سے پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور شام تک پیدل چلتا رہا یہاں تک کہ بھوک نے زور پکڑا اور وہ چلتے چلتے تھک گیا۔ جب وہ ایک قصبے میں داخل ہوا تو ایک مسجد میں جا کر ایک چٹائی پر بیٹھ گیا اور مسجد کی دیوار سے تکیہ لگا لیا۔ مگر بھوک اور تکان کی زیادتی کی وجہ سے وہ گر پڑا۔ یہاں وہ صبح تک پڑا رہا اور مارے بھوک کے پریشان تھا اور پسینے کی وجہ سے اس کے بدن میں جوئیں پڑ گئی تھیں اور اس کی سانس پھول گئی تھی اور اس کی حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ جب قصبے والے صبح کی نماز پڑھنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے وہ دبلا اور کمزور پڑ گیا ہے مگر ناز و نعم کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہیں۔ جب وہ لوگ نماز پڑھ کر اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ ٹھٹھرا اور بھوکا پڑا ہے۔ انہوں نے اسے ایک پرانی قبا لا کر دی' جس کی آستینیں پھٹی ہوئی تھیں اور اس سے کہا کہ اے پردیسی' تو

کہاں سے آیا ہے اور تیری بیماری کا کیا سبب ہے؟ اس پر اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور ان کو دیکھ کر رونے لگا لیکن کچھ جواب نہ دیا۔ ان میں سے ایک شخص سمجھ گیا

کہ وہ بھوکا ہے اور وہ جا کر ایک پیالہ شہد اور دو روٹیاں لے آیا۔ غانم نے تھوڑا سا کھایا اور وہ لوگ سورج نکلتے تک اس کے پاس بیٹھے رہے اور پھر اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے۔ اس طرح سے وہ ایک مہینے تک ان کے ساتھ رہا اور اس کی کمزوری اور بیماری آئے دن زیادہ ہوتی جاتی تھی اور وہ اس کی حالت پر روتے اور اس سے ہمدردی کرتے تھے۔ بالاخر انہوں نے آپس میں اس کے متعلق مشورہ کیا اور یہ فیصلہ ٹھہرا کہ وہ اسے بغداد کے شفاخانے میں بھیج دیں گے۔

اسی اثناء میں دو فقیر عورتیں اس کے پاس مسجد میں پہنچیں اور یہ اس کی ماں اور بہن تھیں۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو اس نے اپنے سرہانے سے روٹی نکال کر انہیں دے دی اور وہ رات انہوں نے اس کے ساتھ گزاری لیکن اس نے ان کو پہچانا نہیں۔ دوسرے روز گاؤں والے اس کے پاس آئے اور ایک ساربان کو اس کے پاس لائے اور اس سے کہا کہ اس بیمار کو اونٹ پر بٹھا کر لے جا اور بغداد پہنچ کر اسے شفاخانے کے دروازے پر اتار دیجیو تاکہ اس کا علاج ہو اور وہ اچھا ہو جائے اور تجھے اس کا ثواب ملے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ اس کے بعد انہوں نے غانم بن ایوب کو مسجد سے نکالا اور اسے چٹائی سمیت' جس پر وہ سو رہا تھا اونٹ پر لاد دیا۔ منجملہ اور لوگوں کے اس کی ماں اور بہن بھی تماشہ دیکھنے نکلیں لیکن انہوں نے اسے پہچانا نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہنے لگیں کہ یہ تو ہمارے غانم کا ہم شکل ہے کہیں یہ بیمار وہی تو نہیں۔

اب غانم کا حال سنئے۔ جب تک اسے اونٹ پر لاد کر کرسی سے نہ باندھا اس وقت تک اس کی آنکھ نہ کھلی۔ جب وہ جاگا تو رونے اور فریاد کرنے لگال۔ گاؤں والے دیکھ رہے تھے اس کی ماں اور بہن اس پر رو رہی ہیں لیکن اسے پہچانتی نہیں۔ اب وہ دونوں

بھی وہاں سے روانہ ہو کر بغداد پہنچیں اور ساربان نے بھی غانم کو لے جا کر شفا خانے کے دروازے پر اتار دیا اور اپنا اونٹ لے کر چلتا ہوا۔ یہاں غانم سویرے تک پڑا رہا۔

جب لوگ اس راستے سے گزرنے لگے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ سینک کی طرح دبلا ہو گیا ہے اور اس کا تماشا دیکھنے لگے۔ اتنے میں بازار کا مکھیا وہاں سے گزرا اور لوگوں کو چیرتا پھاڑتا غانم تک پہنچا اور کہنے لگا کہ میں اس بیچارے کے عوض جنت حاصل کروں گا کیونکہ اگر لوگ اسے شفاخانے لے گئے' وہاں ایک ہی دن میں اس کا کام تمام ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ اسے گھر لے چلیں۔

گھر پہنچ کر اس نے اس کے لیے ایک نیا بستر بچھایا اور نیا تکیہ رکھا اور اپنی بیوی سے کہا کہ خبرداری کے ساتھ اس کی خدمت کر۔ بیوی نے کہا کہ بہت خوب' بسرو چشم۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی آستینیں چڑھا لیں اور پانی گرم کر کے اس کے ہاتھ پاؤں

اور جسم کو خوب دھلایا اور اپنی ایک کنیز کی قبا اسے پہننے کو دی اور ایک پیالہ شراب پلائی اور اس پر گلاب چھڑکا۔ جب اسے افاقہ ہوا تو وہ رونے لگا اور اس کی معشوقہ قوت القلوب کی یاد اسے اور زیادہ ستانے لگی۔

یہ تو غانم کی سرگذشت ہوئی اور قوت القلوب پر یہ گزری کہ جب خلیفہ اس پر ناراض ہوا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• تینتالیسویں رات

جب تینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب خلیفہ قوت القلوب پر ناراض ہوا اور اسے کالی کوٹھڑی میں بند کر دیا اور اس پر اسی (۸۰) روز گزر گئے تو خلیفہ اتفاقاً ادھر سے گزرا اور اس نے قوت القلوب کو اشعار پڑھتے سنا۔ جب وہ اشعار پڑھ چکی تو کہنے لگی کہ اے میرے پیارے' اے غانم تو کیسا نیک کردار ہے تیری ذات کیسی پاکباز ہے! تو نے اس شخص کے ساتھ نیکی کی جو تیرے ساتھ برائی کر رہا ہے اور اس شخص کی حرمت کی حفاظت کی جو تیری حرمت تباہ کر رہا ہے اور اس شخص کی بیوی کو پناہ دی جو تجھے اور تیرے خاندان کو قید کرنے کے درپے ہے مگر ایک وہ دن ضرور آنے والا ہے جبکہ تو اور امیرالمومنین دونوں ایک عادل حاکم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اس کے مقابلے میں تیرے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور وہ اس روز ہو گا جبکہ خدا قاضی ہو گا اور فرشتے گواہ۔ جب خلیفہ نے اس کی باتیں سنیں تو اس کی فریاد پر غور کیا تو اس کو یقین آ گیا کہ وہ مظلوم ہے۔ اب وہ اپنے محل میں گیا اور اپنے خادم مسرور کو اس کے پاس بھیجا۔ جب وہ خلیفہ کے سامنے آئی تو سر نیچا کئے ہوئے تھی کیونکہ وہ رو رہی تھی اور اس کا دل غمناک تھا۔ خلیفہ نے کہا کہ اے قوت القلوب میں دیکھتا ہوں کہ تو مجھے ظالم ٹھہراتی ہے اور میرے ظلم کی شکایت کرتی ہے اور تیرا گمان ہے کہ میں نے اس شخص کے ساتھ برائی کی جس نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے آخر وہ کون شخص ہے جس نے میری حرمت کی حفاظت کی اور میں نے اس کی بے حرمتی کی اور جس نے میرے خاندان کی ستر پوشی کی اور میں نے اس کے خاندان کو گرفتار کروایا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ وہ غانم بن ایوب ہے کیونکہ اس نے کبھی بری نظر سے مجھے نہیں دیکھا۔ اس پر اے امیرالمومنین'

میں تیری بخششوں کی قسم کھاتی ہوں۔ یہ سن کر خلیفہ نے کہا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ! اے قوت القلوب مانگ اور جو کچھ تو مانگے گی' تجھے ملے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں تجھ سے اپنے محبوب غانم بن ایوب کو مانگتی ہوں۔ خلیفہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اس نے کہا کہ اے امیرالمومنین' اگر میں اس کو یہاں لے آؤں تو کیا تو مجھے اس کے حوالے کر دے گا؟ خلیفہ نے کہا کہ اگر وہ یہاں آئے تو میں تجھے اس کی نذر کر دوں گا مثل اس سخی کے' جو دے کر واپس نہیں لیتا۔ لڑکی نے کہا کے اے امیرالمومنین' مجھے اجازت دے کہ میں جا کر اسے تلاش کروں' ممکن ہے کہ اللہ مجھے اس سے ملا دے' خلیفہ نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے' کر۔

یہ سن کر وہ خوش ہو گئی اور ایک ہزار سونے کے دینار لے کر نکل کھڑی ہوئی اور اللہ والوں کی زیارت کی اور انہیں غانم کے نام پر خیرات دی۔ دوسرے روز وہ سوداگروں کے بازار میں گئی اور بازار کے مکھیا سے سارا ماجرا بیان کیا اور اسے درہم دے کر کہا کہ ان کر پردیسیوں پر خیرات کر دے۔ یہ کہہ کر وہ چلتی ہوئی اور پھر آئندہ جمعے کو ایک ہزار دینار لے کر بازار آئی اور سناروں اور جوہریوں کے بازار میں داخل ہوئی اور چودھری کو بلوایا۔ جب وہ آیا تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دے کر کہا کہ انہیں پردیسیوں پر خیرات کر دے۔ چودھری نے جو بازار کا مکھیا تھا' اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے میری آقا' اگر تجھے تکلیف نہ ہو تو میرے گھر چل کر ایک پردیسی جوان کو دیکھ کہ وہ کیسا حسین و جمیل ہے۔ یہ جوان غانم بن ایوب تھا لیکن چودھری کو اس کی خبر نہ تھی بلکہ اس کا یہ گمان تھا کہ وہ کوئی غریب قرضدار ہے' جس کا مال ضبط ہو چکا ہے یا کوئی عاشق ہے جو اپنے محبوب سے جدا ہو گیا ہے۔ جب لڑکی نے اس کی باتیں سنیں تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور آنتیں پیچ و تاب کھانے لگیں اور اس نے کہا کہ کسی کو میرے ساتھ کر دے جو مجھے تیرے گھر لے چلے۔ اس نے ایک چھوٹے لڑکے کو اس کے ساتھ کر دیا اور وہ لڑکا اسے چودھری کے گھر پہنچا آیا' جہاں وہ پردیسی تھا۔ اور اس نے لڑکے کا شکریہ ادا کیا۔ یہاں پہنچ کر وہ مکان کے اندر داخل ہوئی اور

چودھرانی کو سلام کیا۔ چودھرانی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا کیونکہ وہ اس سے واقف تھی۔

قوت القلوب نے کہا کہ بیمار جو تیرا مہمان ہے' کہاں ہے؟ اس پر وہ رونے لگی اور کہا کہ اے میری آقا' وہ کیا ہے واللہ وہ شریف زادہ معلوم ہوتا ہے اور نازو نعمت کے آثار اس سے ظاہر ہیں۔ دیکھ وہ فرش پر لیٹا ہے۔ یہ سن کر لڑکی اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ گویا وہ بعینہ غانم ہے لیکن اس کے دبلے پن کی وجہ سے وہ اسے پہچان نہ سکی کیونکہ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ راز اس پر نہ کھل سکا اور اسے اس بات کی تحقیق نہ ہو سکی کہ وہ غانم ہے لیکن اس کا دل اس پر کڑھنے لگا اور وہ رونے لگی اور اس نے کہا کہ انسان اپنے ملکوں میں کتنے ہی امیر کیوں نہ ہوں لیکن پردیس میں آ کر وہ مفلس ہو جاتے ہیں۔

یہ واقعہ اس پر سخت گراں گزرا اور اگرچہ اس نے غانم کو پہچانا نہیں لیکن اس کا دل اس پر کڑھنے لگا اور اس نے اس کے لیے شراب اور دوائیں تیار کیں اور تھوڑی دیر تک اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ اس کے بعد وہ سوار ہو کر اپنے محل چلی گئی۔ مگر وہ ہر روز غانم کی تلاش میں بازار بازار پھرتی۔ ایک روز چودھری اس کی ماں اور اس کی بہن فتنہ کو لے کر قوت القلوب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے نیکی کرنے والوں کی سرتاج' آج ہمارے شہر میں ایک عورت مع اپنی بیٹی کے داخل ہوئی ہے اور ان دونوں کے چہرے خوبصورت ہیں اور ان پر نازپروردگی کے آثار نمایاں ہیں اور ان سے شرافت ٹپک رہی ہے لیکن وہ اونی کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور ہر ایک کی گردن میں تونبی لٹکی ہوئی اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور دل غمزدہ ہیں۔ میں ان دونوں کو لے کر تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تو انہیں پناہ دے اور انہیں گداگری سے بچائے کیونکہ ان کی شان گداگری کی نہیں معلوم ہوتی' اور اگر خدا نے چاہا تو ہم بھی ان کے طفیل جنت میں داخل ہوں گے۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا' تو نے مجھے

ان کا مشتاق بنا دیا ہے۔ بتا وہ کہاں ہے؟ انہیں میرے پاس لا۔ یہ سن کر اس نے خادم کو حکم دیا کہ وہ ان دونوں عورتوں کو قوت القلوب کے پاس لائے اور فتنہ اور اس کی ماں اس کے پاس آئیں۔ جب قوت القلوب نے دیکھا کہ وہ دونوں خوبصورت ہیں تو وہ ان کی حالت پر رونے لگی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم' یہ نازو نعم کی پالی ہوئی ہیں اور امارت کے آثار ان کے چہرے سے نمودار ہیں۔ چودھرانی نے کہا کہ اے میری آقا' ہمیں محض ثواب کی خاطر فقیروں اور مسکینوں سے محبت ہے اور ان پر تو ظالموں نے ظلم کیا ہے اور ان کا مال متاع چھین لیا ہے اور ان کے مکانوں کو لوٹ لیا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں زار زار رونے لگیں اور اس عیش و عشرت کو سوچنے لگیں' جس میں وہ کبھی زندگی بسر کر رہی تھیں اور اس افاقے اور تکلیف کو جس میں وہ اب آ پڑی تھیں اور غانم بن ایوب کی یاد انہیں ستانے لگی۔ جب وہ روتی تھیں تو قوت القلوب بھی ان کو روتا دیکھ کر رونے لگتی تھی اور وہ کہتی تھی کہ ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے محبوب سے ملائے جو ہمارا بیٹا غانم بن ایوب ہے' جب قوت القلوب نے یہ باتیں سنیں تو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ عورت اس کے مشعوق کی ماں ہے اور دوسری اس کی بہن۔ اس پر وہ اتنی روئی کہ بے ہوش ہو گئی۔

جب اسے افاقہ ہوا تو وہ ان کے سامنے آئی اور ان سے کہا کہ تم ڈرو مت۔ آج کا دن تمہاری خوشی بختی کا پہلا اور بدبختی کا آخری دن ہے' غمگین مت ہو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چوالیسویں رات

جب چوالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب قوت القلوب نے ان سے کہا کہ غمگین مت ہو تو ساتھ ہی ساتھ اس نے چودھری سے کہا

کہ وہ انہیں اپنے گھر لے جائے اور اپنی بیوی سے کہے کہ وہ انہیں حمام کرا کے انہیں اچھے کپڑے پہنائے اور ان کی خبر گیری کرے اور ان کا نہایت احترام کرے۔ یہ کہہ کر اس نے سارا مال چودھری کو دے دیا۔ دوسرے روز قوت القلوب سوار ہو کر چودھری کے مکان پر پہنچی اور اس کی بیوی کے پاس گئی۔ بیوی سروقد کھڑی ہو گئی اور س نے اس کے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا۔ اب لڑکی نے دیکھا کہ چودھری کی بیوی نے غانم کی ماں اور بہن کو حمام کرا کے انہیں دوسرے کپڑے پہنائے ہیں اور اب ان سے ناز پروردگی کے آثار نمودار ہیں تو وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر ان سے باتیں کرتی رہی۔ اس کے بعد اس نے چودھری کی بیوی سے بیمار کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اسی طرح ہے۔ اس پر قوت القلوب نے کہا کہ چلو ہم چل کر اس کی عیادت کریں۔ اب وہ اور چودھری کی بیوی اور غانم کی ماں اور اس کی بہن اٹھ کھڑی ہوئیں اور غانم کے پاس جا کر بیٹھیں۔ جب غانم نے ان کی زبان سے قوت القلوب کا نام سنا تو اگرچہ اس کا جسم گھل گیا تھا اور ہڈی پسلیاں نکل آئی تھیں تاہم اس کی جان میں جان آ گئی اور اس نے تکیے کے اوپر سے اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ اے قوت القلوب! اب اس نے غانم کی طرف دیکھا اور غور کیا اور اسے پہچان لیا اور زور سے جواب دیا کہ ہاں میرے پیارے۔ غانم نے کہا کہ میرے قریب آ۔ اس نے کہا کہ یقیناً تو غانم بن ایوب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، میں ہی غانم ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب اس کی بہن فتنہ اور اس کی ماں نے ان دونوں کی گفتگو سنی تو مارے خوشی کے چلا اٹھیں اور بے

ہوش ہو کر گر پڑیں۔ جب انہیں ہوش آیا تو قوت القلوب نے غانم سے کہا کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہمیں تجھ سے اور تیری ماں بہن سے ملایا۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا جو اس کے اور خلیفہ کے درمیان پیش آیا تھا اور کہا کہ میں نے امیرالمومنین سے سچ سچ کہہ دیا ہے اور اس نے میری بات کا یقین کر لیا ہے اور تجھ سے بہت خوش ہے۔ حتیٰ کہ وہ تجھ سے ملنے کا مشتاق ہے پھر اس نے یہ بھی بیان کیا کہ خلیفہ نے مجھے تیرے حوالے کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ بے حد خوش ہوا۔ قوت القلوب نے ان سے کہا کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں تم لوگ یہاں سے نہ نکلنا یہ کہہ کر وہ فوراً اٹھی اور اپنے محل میں گئی اور وہ صندوق نکالا جو غانم کے گھر سے لائی تھی اور اس میں سے دینار نکال کر چودھری کو دیئے اور اس سے کہا کہ یہ دام لے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے بہترین کپڑے کے چار چار جوڑے کپڑے اور بیس بیس رومال اور ان کے علاوہ جن جن چیزوں کی انہیں ضرورت ہو' خرید۔ یہ کہہ کر وہ دونوں عورتوں اور غانم کو حمام لے گئی اور ان کو نہلوایا اور جب وہ حمام سے نکلے اور انہوں نے کپڑے پہنے تو اس نے ان کے لیے یخنیاں اور خولنجان اور سیب کا عرق تیار کیا اور تین دن تک ان کے ساتھ رہی اور ان کو مرغی کا گوشت اور یخنیاں کھلائیں اور مصری کا شربت پلایا۔ تین دن کے بعد ان کے جان میں جان آئی اور وہ انہیں دوبار حمام لے گئی اور ان کے کپڑے بدلے اور انہیں چودھری کے گھر چھوڑ کر محل میں گئی اور خلیفہ سے ملنے کی اجازت مانگی۔

جب وہ اندر گئی تو اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میرا آقا غانم بن ایوب حاضر ہے اور اس کی ماں اور بہن بھی حاضر ہیں۔

جب خلیفہ نے قوت القلوب کی باتیں سنیں تو خادموں سے کہا کہ غانم کو میرے پاس لاؤ۔ یہ سن کر جعفر اس کی طرف روانہ ہوا مگر قوت القلوب اس سے پہلے وہاں پہنچ گئی اور غانم کے پاس جا کر اس سے کہا کہ خلیفہ نے تجھے اپنے پاس بلایا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے غانم کو صلاح دی کہ شیریں زبانی سے کام لیجیو اور دل کو مضبوط رکھیو

اور میٹھی میٹھی باتیں کیجیو۔ اب اس نے غانم کو نفیس کپڑے پہنائے اور اسے بہت سے دینار دیئے اور کہا کہ جاتے وقت خلیفہ کے نوکروں کو خوب انعام دیجیو۔ اتنے میں جعفر اپنے خچر پر سوار آ پہنچا اور غانم اٹھ کر اس کے سامنے آیا اور اسے سلام کیا اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ اب اس کی خوش وقتی کا ستارہ نکل آیا تھا اور چمک رہا تھا اور جعفر اس کو لے کر چل دیا۔ یہاں تک کہ دونوں چلتے چلتے خلیفہ کے پاس پہنچے۔ جب غانم دربار میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ وزرا اور امرا اور حجاب اور حکام اور رؤسا اور سپہ سالار وہاں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے خلیفہ کی طرف نظر اٹھائی اور پھر نیچی کر کے فصاحت اور شیریں بیانی سے اس کی مدح کرنے لگا' جب غانم مدح گوئی سے فارغ ہو چکا تو خلیفہ خوش ہو گیا اور اس کی فصاحت اور شیریں بیانی اسے بہت پسند آئی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پینتالیسویں رات

جب پینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب خلیفہ کو غانم کی فصاحت اور نظم اور شیریں زبانی بہت پسند آئی تو اس نے غانم سے کہا کہ

میرے پاس آ۔ جب وہ پاس آیا تو اس نے کہا کہ اپنا قصہ مجھ سے بیان کر اور اپنی سرگزشت سے مطلع کر۔ یہ سن کر غانم بیٹھ گیا اور خلیفہ سے سارا ماجرا بیان کیا جو اسے بغداد میں پیش آیا تھا اور نیز اپنا مقبرے میں سونا اور غلاموں کے چلے جانے کے بعد صندوق کو نکالنا غرضیکہ اس نے ساری سرگزشت شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دی اور دہرانے میں کوئی لطف نہیں۔

جب خلیفہ کو اس کی راست گوئی کا یقین آ گیا تو اس نے اسے خلعت عطا کیا اور اسے اپنا مقرب بنایا اور اس سے کہا کہ میری تقصیر معاف کر۔ غانم نے کہا کہ اے ہمارے آقا سلطان' غلام اور اس کی ساری ملکیت اس کے آقا کی ہے۔ خلیفہ اس بات پر بہت خوش ہوا اور اسے ایک علیحدہ محل رہنے کو دیا اور اس کا روزینہ اور مشاہرہ مقرر کر دیا اور بے حد انعام و اکرام کیا اور اس کو اور اس کی بہن کو اور ماں کو محل میں منتقل کر دیا۔ اب خلیفہ کو یہ خبر ملی کہ اس کی بہن فتنہ حسن میں واقعی فتنہ ہے تو اس نے غانم سے فتنہ کو نکاح میں طلب کیا۔ غانم نے کہا کہ وہ تیری لونڈی ہے اور میں تیرا غلام۔

خلیفہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے ایک لاکھ دینار انعام میں دیئے اور قاضی اور گواہوں کو طلب کیا اور انہوں نے ایک ہی دن میں دو نکاح نامے لکھے۔ ایک خلیفہ کا فتنہ کے ساتھ اور دوسرا غانم بن ایوب کا قوت القلوب کے ساتھ اور خلیفہ اور غانم ایک ہی رات اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو خلیفہ نے حکم دیا کہ غانم کا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک قلمبند کر لیا جائے تا کہ وہ خزانے میں ہر وقت موجود رہے

اور آئندہ آنے والے لوگ اسے پڑھیں اور قدرت کے ہیر پھیر سے تعجب کریں اور اپنے سارے کام اس ذات کے سپرد کریں جس نے دن اور رات پیدا کئے ہیں۔
لیکن یہ کہانی بادشاہ عمر بن النعمان اور اس کے دو بیٹوں شرکان اور ضوء المکان اور ان عجیب و غریب باتوں سے جو اس کے ساتھ پیش آئیں' زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔
بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا کہانی ہے؟

- بادشاہ عمر بن النعمان اور اس کے بیٹوں شرکان اور ضوء المکان کی کہانی

اس نے جواب دیا کہ اے نیک بخت بادشاہ عبدالملک بن مروان کی خلافت سے پہلے مدینہ السلام بغداد میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام عمر بن النعمان تھا۔ اس کا شمار بڑے زبردست بادشاہوں میں تھا اور اس نے کسریٰ اور قیصر دونوں کو زیر کر رکھا تھا۔ اس کی آگ میں کسی شخص کو تاپنے کی مجال نہ تھی اور جنگ میں کسی کو اس کی برابری کا دعویٰ نہ تھا اور جب وہ غصے میں آتا تھا تو اس کی نتھنوں سے چنگاریاں نکلتی تھیں۔
ہر چہار جہت پر اس کی حکومت تھی اور خدا نے اپنے تمام بندوں کو اس کا فرمانبردار کیا تھا اور س کے احکام تمام شہروں پر جاری کئے تھے اور اس کی فوجوں کا گزر دور دراز ملکوں تک ہو چکا تھا' مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان کے تمام ممالک مثلاً ہند اور سندھ اور چین اور حجاز اور یمن اور جزائر اور ہند چین اور بلاد شمال اور دیار بکر اور ارض سوڈان اور جزائر البحار اور دنیا کے بڑے بڑے مشہور دریا مثلاً سیحون اور جیجون اور نیل اور فرات اس کے مطیع تھے اور اس کے ایلچی دور دور کے شہروں میں جا کر یہ خبر لاتے کہ لوگوں کے ساتھ انصاف کیا جا رہا ہے اور وہ فرمانبردار ہیں اور امن و امان سے ہیں اور سلطان عمر بن النعمان کے لیے دعا مانگتے ہیں اور اے جہاں پناہ' عمر بن النعمان بڑے دبدبے والا بادشاہ تھا اور ہر جگہ سے اس کے پاس تحفے اور تحائف اور خراج آتے تھے۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام شرکان تھا اور جو اس سے بے

حد مشابہ تھا اور گویا آفت کا پرکالہ تھا اور جس نے بہادروں کو زیر کر رکھا تھا اور ہر مقابل کا قلع قمع کر دیا تھا۔ اس لیے اس کے باپ کو اس سے اتنی محبت تھی کہ جس سے بڑھ کر ہونا ممکن نہ تھا اور اس نے اسے اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ جب شرکان بڑھ کر جوان ہوا تو اس کی عمر بیس برس کی ہوئی تو خدا نے اپنی ساری مخلوق کو اس کا فرماں بردار بنا دیا کیونکہ وہ بے حد قوی اور بہادر تھا۔

اس کے باپ عمر بن النعمان کی قرآن اور حدیث کی بنا پر چار بیویاں تھیں۔ لیکن سوائے شرکان کے ان سے کوئی اولاد نہ تھی۔ ان میں سے اس کا ایک بیٹا شرکان تھا اور باقی تین بانجھ تھیں جن میں سے کسی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ان کے علاوہ قطبی سال کے دنوں کی تعداد کے اعتبار سے اس کی تین سو ساٹھ کنیزیں تھیں اور یہ کنیزیں ہر قوم میں سے تھیں اور ان میں سے ہر ایک کے لیے اس نے ایک محل سرا بنوائی تھی اور کل محل سرائیں شاہی محل کے اندر تھیں۔ اس طرح سے کہ سال کے مہینوں کے اعتبار سے اس نے بارہ محل بنوائے اور ہر محل میں تیس تیس محل سرائیں۔ اس طرح سے کل محل سراؤں کی تعداد تین سو ساٹھ ہوئی۔ ان محل سراؤں میں اس نے کنیزوں کو رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کنیز کے پاس جانے کے لیے رات مقرر تھی۔ اس طرح ہر ایک کی باری پورے سال کے بعد آتی تھی۔ اسی حالت میں وہ ایک زمانے تک بسر کرتا رہا۔ اس اثنا میں اس کے بیٹے شرکان کا ڈنکا ساری دنیا میں بجنے لگا اور باپ کو اس پر نہایت خوشی ہوئی اور اس کی قوت دوبالا ہو گئی اور اس نے دوسرے ملکوں پر فوج کشی کی اور قلعوں اور ولایتوں کو فتح کیا۔ اب عمر بن النعمان کی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ اس کی کنیز کو حمل رہ گیا اور اس کا چرچا ہوا اور اس کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ کاش کہ میری ساری اولادیں لڑکے ہوں! اور اس نے حمل کا دن لکھ لیا اور اس کنیز کے ساتھ بہت احسانات کرنے لگا۔

جب شرکان کو اس کی خبر ہوئی تو اسے رنج ہوا اور اس پر یہ امر گراں گزرا اور وہ کہنے لگا کہ حکومت میں میرا رقیب آ پہنچا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کنیز کے

لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے قتل کر ڈالوں گا مگر اس خیال کو اس نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہ تو شرکان کا قصہ ہوا۔ اب کنیز کا ماجرا سنئے۔ وہ یونانی کنیز تھی اور قیساریہ کے رومی بادشاہ نے اسے عمر بن النعمان کے پاس بطور ہدیہ بھیجا تھا اور اس کے ہمراہ بہت سے تحفے تحائف روانہ کئے تھے۔ اس کنیز کا نام صفیہ تھا اور وہ سب کنیزوں سے زیادہ خوبصورت اور ناک نقشے والی تھی اور اپنی عزت آبرو کا اسے بہت خیال تھا اور بڑی سمجھدار اور حسین تھی۔

جس روز بادشاہ کی باری اس کے ساتھ ہونے کو تھی اس روز اس نے اس کی بہت خدمت کی اور کہا کہ اے بادشاہ' میں آسمان کے خدا سے التجا کرتی ہوں کہ وہ میرے بطن سے تجھے ایک لڑکا عطا کرے اور میں اس کی تربیت بہترین طریقے سے کروں اور اس کی تعلیم اور پختگی میں جان توڑ کر کوشش کروں۔ اس پر بادشاہ خوش ہوا اور اس یہ باتیں پسند آئیں۔ اسی حالت میں اس کے حمل کی مدت پوری ہوئی اور وہ زچہ خانے میں آکر بیٹھی۔ اپنے حمل کے زمانے میں وہ ہمیشہ بھلائی کے کام کرتی اور خوب عبادت میں مصروف رہتی اور خدا سے دعا مانگتی کہ وہ اسے نیک اولاد عطا کرے اور اس کی ولادت میں تکلیف نہ ہو۔ خدا نے اس کی دعا قبول کی اور بادشاہ نے ایک خادم کو مقرر کر دیا تھا کہ اسے یہ خبر دے کہ لڑکا پیدا ہو یا لڑکی؟ اسی طرح سے شرکان نے بھی یہ خبر لینے کے لیے ایک آدمی کو مقرر کر رکھا تھا۔ جب صفیہ کے بچہ پیدا ہوا تو دائیوں نے تحقیقات کر کے یہ معلوم کیا کہ وہ لڑکی ہے' جس کا چہرہ چاند سے زیادہ چمک دار ہے اور انہوں نے حاضرین کو یہی خبر دی۔ یہ سن کر بادشاہ کا ایلچی واپس گیا اور اس کو خبر پہنچائی اور شرکان کے فرستادہ نے بھی اسے جا کر خبر کی اور اسے' اس پر بہت خوشی ہوئی۔

جب خادم واپس گئے تو صفیہ نے دائیوں سے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ' کیونکہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ میں ابھی کچھ اور باقی ہے۔ یہ کہہ کر وہ پھر کراہنے لگی اور اسے زہ کا درد دوبارہ محسوس ہوا اور خدا نے اسے بچے کی پیدائش میں آسانی کر

دی اور س کے دوسرا بچہ پیدا ہوا اور دائیوں نے اسے دیکھا تو وہ لڑکا تھا جس کی روشن پیشانی اور سرخ گلاب کے سے رخسار چودھویں رات کے چاند کی طرح تھے۔ یہ دیکھ کر صفیہ اور نوکر چاکر اور تمام حاضرین خوش ہو گئے اور صفیہ نفاس سے فارغ ہوئی اور محل میں رنگ رلیاں ہونے لگیں۔ جب اور کنیزوں نے یہ خبر سنی تو وہ حسن کرنے لگیں لیکن عمر بن النعمان کو اس پر بے حد خوشی ہوئی اور وہ فوراً اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اس کے سر کو بوسہ دیا اور پھر اس نے لڑکے پر نظر ڈالی اور اس کی طرف جھکا اور اس کو بوسہ دیا۔ اب کنیزیں ڈھولکیں اور دوسرے باجے بجانے لگیں اور بادشاہ نے حکم دیا کہ لڑکے کا نام ضوء المکان رکھا جائے اور اس کی بہن کا نزہت الزماں۔ لوگوں نے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہا کہ بسرو چشم۔ بادشاہ نے ان کی خدمت کے لیے دائیاں اور کھلائیاں اور نوکر چاکر مقرر کر دیئے اور شکر اور شربتوں اور مالشوں اور ایسی چیزوں کا روزینہ مقرر کر دیا جن کی تعریف سے زبان قاصر ہے۔

جب بغداد والوں کو ان اولادوں کی خبر ہوئی جو خدا نے بادشاہ کو عطا کی تھیں تو انہوں نے شہر کو سجایا اور نقارے بجائے اور امراء اور وزرا اور رؤسا نے بادشاہ عمر بن النعمان کو اس کے بیٹے ضوء المکان اور بیٹی نزہت الزماں پر مبارک باد دی۔ بادشاہ نے مبارکباد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں خلعت عطا کئے اور انہیں پہلے سے زیادہ انعام و اکرام دیا اور ہر خاص و عام پر جو وہاں موجود تھے' بخشش کی۔ یہ حالت چار سال تک رہی اور اس اثناء میں وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد صفیہ اور اس کے بچوں کی خیریت دریافت کرتا رہتا تھا۔ مگر چار سال گزرنے کے بعد اس نے حکم دیا کہ بہت سا زیور اور پوشاکیں اور مال و دولت صفیہ کو عطا کی جائیں اور اسے حکم دیا کہ ان کی تعلیم و تربیت بہترین طریقے سے کرے۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور ادھر شہزادے شرکان کو اس کی خبر بھی نہ تھی کہ اس کے باپ کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے بلکہ سوائے نزہت الزماں کے اور کسی اولاد کا علم نہ تھا

اور لوگوں نے ضوء المکان کی پیدائش اس سے بالکل پوشیدہ رکھی یہاں تک کہ ایک رات گزر گئی اور اس اثناء میں وہ بہادروں کی لڑائی اور شہسواروں کی جنگ میں مشغول رہا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ بادشا عمر بن النعمان بیٹھا ہوا تھا کہ حاجب اندر آئے اور زمین کو بوسہ دے کر کہنے لگے کہ اے بادشاہ' روم کے بادشاہ کے ایلچی آئے ہوئے ہیں جو عالی شان قسطنطنیہ کا مالک ہے اور تیری خدمت میں حاضر ہونے اور تیرے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اگر بادشاہ سلامت انہیں اندر آنے کی اجازت دیں تو ہم اندر لے آئیں ورنہ کون ہے جو اس کے حکم کو ٹال سکتا ہے! یہ سن کر بادشاہ نے ان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب وہ اندر آئے تو بادشاہ ان کی طرف متوجہ ہوا اور مخاطب ہو کر ان کی مزاج پرسی کی اور ان کے آنے کا سبب دریافت کیا۔

یہ سن کر ایلچیوں نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ اے عظیم الشان بادشاہ اور اے بڑی طاقت والے' سن' جس شخص نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے' وہ افریدون بادشاہ ہے جو یونان کے ملک اور ان عیسائی فوجوں کا مالک ہے جو قسطنطنیہ میں مقیم ہیں۔

وہ تیرے گوش گزار کرنا چاہتا ہے کہ وہ آج ایک ظالم بے رحم بادشاہ کے مقابلے میں لڑ رہا ہے جو قیساریہ کا بادشاہ ہے اور اس لڑائی کی وجہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں عرب کے ایک بادشاہ کو سکندر کے زمانے کا خزانہ ملا تھا۔ اس خزانے میں بے انتہا مال و دولت اپنے ساتھ لے گیا تھا منجملہ اور چیزوں کے جو اس کے ہاتھ لگیں تین گول جواہرات تھے جو شتر مرغ کے انڈوں کے برابر تھے' وہ کسی خالص سفید جواہرات کی کان سے نکلے تھے جس کی نظیر پائی نہیں جاتی اور ان میں سے ہر ایک کے اوپر یونانی زبان میں جادو منقش تھا۔ اور ان میں بڑی خاصیتیں اور فائدے تھے' منجملہ ان کے ایک یہ کہ اگر ان میں سے ایک کسی بچے کے گلے میں پہنایا جائے تو وہ جب تک وہ اس کے گلے میں رہے گا بچے کو نہ تو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ روئے گا اور نہ بیمار پڑے گا۔

جب یہ جواہرات اس کے ہاتھ لگے اور ان کے بھید سے اسے آگاہی ہوئی تو اس نے افریدون بادشاہ کو بعض عجیب و غریب چیزیں اور مال بطور ہدیئے کے بھیجا اور منجملہ ان کے وہ تینوں جواہرات بھی تھے۔ ان چیزوں کو اس نے دو جہازوں کے ہمراہ روانہ کیا‘ ایک میں تو ہدیے تھے اور دوسرے میں لوگ جو ان کو سمندر میں ڈاکوؤں سے بچائیں۔ بااین ہمہ اس کو یقین تھا کہ جہازوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ عرب کے بادشاہ کا مال تھا اور ان جہازوں کا راستہ جن میں تحفے اور تحائف تھے اس سمندر میں سے ہو کر جاتا تھا جو قسطنطنیہ کے بادشاہ کی حکومت میں تھا اور وہ جہاز اسی کے پاس جا رہے تھے اور اس سمندر کے کنارے سوائے بڑے بادشاہ افریدون کی رعایا کے اور کوئی نہ رہتا تھا۔ جب وہ جہاز تیار کر کے روانہ کر چکا تو وہ چلتے چلتے ہمارے ملک کے قریب پہنچے تو وہاں کے ڈاکوؤں نے جن میں قیساریہ کے بادشاہ کا لشکر بھی شامل تھے‘ ان پر حملہ کیا اور تمام تحفے تحائف اور مال اور ذخیرے اور تینوں جواہرات غرضیکہ جو کچھ بھی جہاز میں تھا‘ سب لوٹ لیا اور لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ جب ہمارے بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ان کے خلاف ایک لشکر بھیجا لیکن انہوں نے اس لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک دوسرا لشکر روانہ کیا جو پہلے سے زیادہ زبردست تھا لیکن انہوں نے اسے بھی بھگا دیا۔ اس پر بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ خود اپنے تمام لشکر کے ہمراہ حملہ آور ہو گا اور اس وقت تک واپس نہ آئے گا جب تک وہ ارمنی قیساریہ کو تباہ نہ کر ڈالے اور سارے ملک کو جس پر اس کا بادشاہ حکمرانی کرتا ہے‘ درہم برہم نہ کر ڈالے۔ اور ہمارا مقصد جہاں پناہ بادشاہ عمر بن النعمان بغداد اور خراسان کے فرمانروا کے پاس آنے سے یہ ہے کہ وہ ہماری مدد اپنی فوج سے کرے تاکہ یہ اس کے لیے فخر کا باعث ہو اور ہمارے بادشاہ نے ہمارے ساتھ طرح طرح کے ہدیئے روانہ کئے ہیں اور اس کی درخواست ہے کہ جہاں پناہ انہیں قبول کر کے اس پر مہربانی فرمائیں۔ یہ کہہ کر ایلچیوں نے زمین کو بوسہ دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

ooo

- ## چھیالیسویں رات

جب چھیالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب سپاہیوں اور ایلچیوں نے جو قسطنطنیہ کے بادشاہ کے پاس سے آئے تھے بادشاہ عمر بن النعمان کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کر چکے تو انہوں نے اس کے سامنے ہدیے کیے جو یہ تھے: پچاس کنیزیں جو یونان کے ملک میں منتخب تھیں اور پچاس گورے غلام جو اطلس کی قبائیں پہنے ہوئے اور سونے اور چاندی کی پٹیاں باندھے ہوئے تھے اور ہر غلام کے کان میں ایک ایک سونے کی بالی تھی جس میں ایک ہزار مثقال سونے کی قیمت کا ایک موتی جڑا ہوا تھا اور کنیزوں کی بھی یہی حالت تھی اور سب کے سب نہایت بیش قیمت پوشاکیں پہنے ہوئے تھے۔ جب بادشاہ نے ان کو دیکھا تو اس نے خوشی کے ساتھ انہیں قبول کیا اور ایلچیوں کو عزت و احترام سے رکھے جانے کا حکم دیا اور اپنے وزیروں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے؟

یہ سن کر ان میں سے ایک وزیر اٹھا جو بہت بوڑھا تھا اور جس کا نام دندان تھا اور اس نے بادشاہ عمر بن النعمان کے آگے زمین کو بوسہ دے کر کہا کہ اے بادشاہ' اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ تو ایک جرار لشکر تیار کرے اور اپنے بیٹے شرکان کو اس کا سپہ سالار بنائے اور ہم سب اس کی غلامی کے لیے حاضر ہیں۔ میرے نزدیک یہ رائے دو وجہوں سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اول یہ کہ یونان کے بادشاہ نے تجھ سے مدد مانگی ہے اور تیرے لیے ہدیے بھیجے ہیں جو تو نے قبول کر لیے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دشمن کی ہمت ہمارے ملک میں آکر لڑنے کی تو پڑتی نہیں لہٰذا اگر تیرا لشکر یونان کے بادشاہ کی حفاظت کرے اور اس کے دشمن کو شکست دے تو یہ فتح تیری طرف منسوب ہو گی اور اس کی شہرت ہر ملک اور خطے میں پھیل جائے گی اور بالخصوص جب یہ خبر جزائر البحر میں پہنچے گی اور پچھم والے اسے سنیں گے تو وہ تیرے پاس

ہدیے اور تحفے اور مال و دولت روانہ کریں گے۔ جب بادشاہ نے وزیر کی باتیں سنیں تو وہ اسے بہت پسند آئیں اور اس کے خیال میں وہ ٹھیک تھیں اور اس نے وزیر کو خلعت

عطا کی اور کہا کہ تجھ ہی جیسے آدمی سے بادشاہوں کو مشورہ لینا چاہیے اور تجھے فوج کی سپہ سالاری اور میرے بیٹے شرکان کو تیرے پیروی کرنی چاہیے۔

یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنے بیٹے شرکان کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس نے اپنے باپ کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور بیٹھ گیا۔ اب بادشاہ نے اس سے سارا قصہ بیان کیا اور ایلچیوں اور وزیر دندان کی گفتگو سے اسے مطلع کیا اور اس سے کہا کہ سارا سامان لے کر سفر کی تیاری کر اور وزیر دندان کی کسی کاروائی میں مخالفت نہ کریو۔ یہ کہہ کر اس نے حکم دیا کہ میرے لشکر میں سے دس ہزار سوار چن لے جن کے پاس لڑائی کا مکمل سامان ہو اور جو جم کر لڑنے والے ہوں اور جنگ کی تکلیف کو برداشت کر سکیں۔ شرکان نے اپنے باپ عمر بن النعمان کا حکم مان لیا اور فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور شاہی لشکر میں سے دس ہزار سوار منتخب کیے اور اپنے محل میں داخل ہو کر لشکر کا معائنہ کیا اور انہیں انعام و اکرام دیا اور ان سے کہا کہ تم لوگوں کو تین دن کی مہلت ہے۔ یہ سن کر انہوں نے اس کی فرمانبرداری کے اظہار میں اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس کے پاس سے رخصت ہو کر تیاری میں لگ گئے۔ اب شرکان نے اسلحہ خانے میں جا کر اسلحہ اور جن جن چیزوں کی ضرورت تیاری کے لیے تھی، لیں اور اصطبل میں جا کر اصیل گھوڑے وغیرہ منتخب کیے۔

تین روز ٹھہرنے کے بعد لشکر بغداد سے باہر نکلا اور عمر بن النعمان اپنے بیٹے شرکان سے رخصت ہونے کے لیے آیا۔ شرکان نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس نے شرکان کو مال و دولت کے ساتھ خزانے بطور ہدیے کے دیے اور وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں اپنے لڑکے کا لشکر تیرے سپرد کرتا ہوں۔ وزیر نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور کہا کہ بسرو چشم۔ اب بادشاہ نے اپنے بیٹے شرکان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ہر معاملے میں وزیر سے مشورہ کیجیو۔ اس نے قبول کیا

اور اس کا باپ شہر کو واپس گیا۔ اب شرکان نے سرداروں کو حکم دیا کہ وہ لشکر کا جائزہ لیں اور انہوں نے جائزہ لیا تو لشکر کی تعداد واقعی دس ہزار سوار تھی۔ بھیر ان کے علاوہ تھی۔ اب لوگوں نے سارا سامان لادا اور ڈھول اور شہنائیاں بجنے لگیں اور جھنڈے اور علم اڑنے لگے۔ شاہزادہ شرکان گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے پہلو میں اس کا وزیر دندان اور ان کے اوپر جھنڈے لہلہا رہے تھے۔ اسی طرح وہ ایلچیوں کی رہبری میں چلے جاتے تھے یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات ہو گئی اور انہوں نے اتر کر آرام کیا اور رات گزاری۔

پھر جب خدا نے دن نکالا تو وہ سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اسی طرح سے بیس روز تک وہ کوچ کرتے رہے اور ایلچی ان کی رہبری کرتے جاتے تھے۔ اکیسویں دن وہ ایک وادی میں پہنچے جو بڑی لمبی چوڑی تھی اور جس میں بہت سے درخت اور سبزہ تھا۔ چونکہ لشکر رات کے وقت اس وادی میں پہنچا تھا اور لیے شرکان نے حکم دیا کہ لوگ وہاں اتر کر تین روز تک قیام کریں۔ سپاہیوں نے اتر کر ڈیرے ڈنڈے ڈال دیئے اور ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔ وزیر دندان وادی کے بیچ میں اترا اور اس کے ساتھ قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کے ایلچی تھے اور شہزادہ شرکان لشکر کے اترنے کے ایک پہر بعد تک ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ سبھوں نے وادی میں ہر طرف متفرق ہو کر ڈیرے ڈنڈے ڈال دیے۔ اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی تا کہ وادی کا حال دریافت کرے اور اپنے باپ کی نصیحت کے بموجب خود پہرے داری کرے کیونکہ یہاں سے دشمن کے ملک یونان کی ابتدا ہوتی تھی۔ الغرض اس نے اپنے غلاموں اور مقربین کو وزیر دنداں کے پاس اترنے کا حکم دیا اور خود تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر وادی کے ایک طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ چوتھائی رات گزر گئی اور وہ تھک گیا اور نیند اس پر غالب آ گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ بھی نہ لگا سکتا تھا۔ اس کو گھوڑے کی پیٹھ پر سو جانے کی عادت تھی' اس لیے جب اس پر نیند کا غلبہ ہوا تو وہ

سو گیا اور گھوڑا اسے لیے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی اور گھوڑا اس کے ساتھ ایک گھنی جھاڑی میں پہنچا جہاں بہت سے درخت تھے۔ شرکان کی آنکھ اس وقت تک نہ کھلی جب تک کہ گھوڑے کی ٹاپیں زمین پر تڑ تڑ نہ پڑنے لگیں اور جب وہ جاگا تو اس نے دیکھا کہ اس کے چاروں طرف درخت ہی درخت ہیں اور چاندنی مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے۔ جب شرکان نے اپنے آپ کو اس جگہ پر دیکھا تو وہ سہم گیا اور کلمہ پڑھنے لگا جس کے پڑھنے والے کو کبھی شرمندگی نہیں ہوتی یعنی لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم۔

وہ اسی حالت میں تھا اور اسے وحشی جانوروں سے ڈر لگ رہا تھا اور چاندنی سبزہ زار پر اس طرح کھیت کیے ہوئے تھی کہ وہ جنت کا سبزہ زار معلوم ہوتا تھا کہ اتنے میں اسے پیاری پیاری باتیں اور اونچی آواز اور ایک ایسا قہقہہ سنائی دیا جو مردوں کی عقل کو سلب کر لیتا ہے۔ یہ سن کر شاہزادہ شرکان اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اسے ایک درخت سے باندھ دیا اور چلتے چلتے ایک دریا کے قریب پہنچا جو بہہ رہا تھا اور وہاں اس نے ایک عورت کو عربی میں کہتے سنا کہ مسیح کی قسم، تمہاری یہ بات نازیبا ہے اور اگر تم میں سے کسی نے ایک لفظ بھی کہا تو میں اسے اٹھا کر پٹک دوں گی اور اس کی پٹی سے اس کی مشکیں باندھ دوں گی۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں اور شرکان اس طرف چلا جا رہا تھا جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اس دریا پر پہنچ گیا جو بہہ رہا تھا اور جہاں پرندے چہچہا رہے تھے اور غزال ٹہل رہے تھے اور چڑیاں اپنی اپنی بولیوں میں خوشی منا رہی تھیں۔ یہ جگہ طرح طرح کے سبزہ زار سے زردوز تھی۔ شرکان نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اسے ایک خانقاہ دکھائی دی جس کے اندر چاندنی میں ایک بلند قلعہ نظر آتا تھا۔ اس خانقاہ کے بیچ میں ایک نہر تھی جس کے پانی سے یہ سارے باغ سینچے جاتے تھے اور وہاں ایک عورت تھی جس کے آگے دس کنیزیں بیٹھی ہوئی تھیں جو چاند کی طرح خوبصورت تھیں اور جن کے لباس اور زیور کو دیکھ کر آنکھیں

چندھیا جاتی تھیں اور وہ سب کی سب باکرہ تھیں۔

شرکان نے ان دسوں پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ ان کے بیچ میں ایک لڑکی چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ اس کے بال گھونگر والے ہیں اور پیشانی چمک دار اور آنکھیں بڑی بڑی اور کالی کالی اور گیسو بچھو کی طرح' صورت اور سیرت میں کامل۔ شرکان نے سنا کہ وہ کنیزوں سے کہہ رہی ہے کہ آؤ کشتی لڑیں۔ قبل اس کے کہ چاند ڈوب جائے اور سویرا نکل آئے۔ یہ سن کر ایک ایک آگے بڑھتی اور لڑکی اسے پٹک کر اس کی پیٹی سے مشکیں باندھ دیتی۔ اسی طرح سے وہ ان سے کشتی لڑتی اور انہیں پٹکتی رہی یہاں تک کہ سب کو پٹک چکی۔ اب اس لڑکی کی طرف ایک بڑھیا متوجہ ہوئی جو اس کے آگے کھڑی تھی اور غصے میں آکر اس سے کہنے لگی کہ اے پتریا' ان کنیزوں کو بچھاڑ کر تو پھولی نہیں سماتی۔ ادھر دیکھ کہ اگرچہ میں بڑھیا ہوں لیکن ان کو چالیس بار بچھاڑ چکی ہوں۔ آخر تجھے کس بات پر گھمنڈ ہے! اگر تجھے میرے مقابلے میں آنے کی ہمت ہے تو اٹھ تاکہ میں تیرا مقابلہ کروں اور تیرے سر کو تیری ٹانگوں کے بیچ میں کر دوں۔ اس پر وہ لڑکی ظاہراً مسکرائی لیکن اندر ہی اندر غصے میں بھری ہوئی تھی اور اٹھ کر کہنے لگی کہ اے میری آقا ذات الدواہی' تجھے مسیح کی قسم' سچ بتا کہ تو مجھ سے واقعی کشتی لڑنا چاہتی ہے یا میرے ساتھ مذاق کر رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ واقعی لڑنا چاہتی ہوں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- سینتالیسویں رات

جب سینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب لڑکی نے ذات الدواہی سے کہا کہ میں تجھے مسیح کی قسم دیتی ہوں کہ سچ بتا کہ تو واقعی مجھ

سے لڑنا چاہتی ہے یا محض مذاق کر رہی ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں تجھ سے واقعی لڑنا چاہتی ہوں' اور شرکان ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لڑکی نے کہا کہ اگر تجھ میں ہمت ہو تو اٹھ اور کشتی لڑ۔ جب بڑھیا نے یہ سنا تو وہ طیش میں آگئی اور س کے بدن کے بال سیہ کے کانٹوں کی طرح کھڑے ہو گئے اور اس نے ایک جست ماری اور لڑکی بھی اس کے مقابلے میں آئی اور بڑھیا اس سے کہنے لگی کہ اے پتریا' قسم ہے مسیح کی کہ میں تجھ سے بغیر برہنہ ہوئے نہ لڑوں گی۔ یہ کہہ کر اس نے ایک ریشمی رومال لیا اور اپنے لباس کے بند کھولے اور دونوں ہاتھ کپڑوں کے نیچے ڈال کر ان کو سر کے اوپر سے اتار لیا اور رومال کو بٹ کر اپنی کمر میں باندھ لیا۔ اب اس کی شکل گنجی چڑیل یا چتکبرے سانپ کی سی نکل آئی اور وہ لڑکی کی طرف جھکی اور کہنے لگی کہ تو بھی میری طرح کر۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر شرکان ان دونوں کو کھڑا دیکھ رہا تھا اور بڑھیا کی صورت دیکھ کر ہنستا جاتا تھا۔ جب بڑھیا تیار ہو چکی تو لڑکی اطمینان سے اٹھی اور ایک یمنی لنگی دوہری کر کے اپنی کمر میں باندھ لی اور اپنی شلوار چڑھا لی یہاں تک کہ دو پنڈلیاں مرمر کی طرح دکھائی دینے لگیں جن کے اوپر بلور کا ایک نرم اور گول تودہ تھا اور ایک پیٹ جس کے گڑھوں میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ گویا اس پر شقائق النعمان کا بچھونا بچھا ہوا ہے اور ایک سینہ جس پر دو پستان تھے گویا دو دانے انار کے۔ اب بڑھیا اس کی طرف جھکی اور دونوں نے ایک دوسرے کو پکڑا۔ یہ دیکھ

کر شرکان نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور اللہ سے دعا مانگی کہ لڑکی بڑھیا سے جیت جائے۔ اب لڑکی بڑھیا کے نیچے گھس گئی اور اپنا بایاں ہاتھ اس کے کمر بند پر

رکھا اور دہنا اس کی گردن اور حلقوم پر اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔

اب بڑھیا نے چاہا کہ لڑکی کے ہاتھ چھڑا کر آزاد ہو جائے لیکن ایسا کرنے میں وہ زمین پر چت آ پڑی اور اس کی دونوں ٹانگیں اوپر اٹھ گئیں اور اس کی شرمگاہ کے بال چاندنی میں چمکنے لگے اور اس سے دو ریحیں خارج ہو گئیں۔ ایک تو زمین سے جا کر ٹکرائی اور دوسری ہوا کے اوپر کی طرف اڑ گئی۔ اس پر شرکان ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔

اس کے بعد وہ اٹھا اور اپنی تلوار کھینچی اور دہنے بائیں دیکھا لیکن سوائے بڑھیا کے اور کوئی نظر نہ آیا جو زمین پر چت پڑی تھی۔ شرکان نے اپنے دل میں کہا کہ جس نے تیرا نام ذات الدور رکھا ہے بالکل ٹھیک رکھا ہے تجھے تو اس لڑکی کی قوت کا پتہ لگ چکا تھا اور جب وہ دوسروں سے کشتی لڑتی تھی۔

یہ کہہ کر وہ دونوں کے قریب گیا تاکہ سنے کہ ان دونوں میں کیا پیش آتا ہے اور اس نے دیکھا کہ لڑکی آگے بڑھی اور اس نے بڑھیا پر ایک باریک ریشم کا رومال ڈال دیا اور اسے کپڑے پہنائے اور اس سے معافی مانگی اور کہنے لگی کہ اے میری آقا ذات الدواہی' میرا مقصد محض تجھے بچھاڑ دینا تھا مگر یہ نہ تھا جو تیرے ساتھ پیش آیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تو اپنے بدن کو مروڑ کر میرے ہاتھ سے نکل جانا چاہتی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ تو صحیح سلامت ہے۔ بڑھیا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور شرمندہ ہو کر اٹھی اور چلتی ہوئی اور چلتے چلتے نظر سے غائب ہو گئی اور وہاں محض کنیزیں مشکیں بندھی ہوئی پڑی تھیں اور وہ لڑکی تنہا کھڑی تھی۔ شرکان نے اپنے دل میں کہا کہ ہر مقدر کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اور میرے نیند نہ آنے اور میرے گھوڑے کا مجھے اس جگہ لانے کا سبب میری خوش بختی ہے تاکہ یہ لڑکی اور تمام کنیزیں جو اس کے ساتھ ہیں میرے ہاتھ لگیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور

اس پر چڑھ کر ایڑ لگائی اور وہ اسے لے کر یوں اڑا جس طرح کمان سے تیر اور شرکان کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی اور اس نے پکار کر اللہ اکبر کہا۔ جب لڑکی نے اسے دیکھا

تو وہ فوراً کھڑی ہوئی اور نہر کے اس کنارے پر اپنے قدم جما کر کھڑی ہو گئی۔ نہر کی چوڑائی مستعمل گز سے چھ گز تھی۔ اس نے ایک چھلانگ ماری اور نہر کے دوسرے کنارے پہنچ گئی اور مضبوطی سے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ اے شخص' تو کون ہے کہ تو نے ہماری خوشی کو مکدر کیا ہے؟ اور تو تلوار کھینچے کہاں جا رہا ہے گویا کہ تو فوج پر حملہ آور ہے؟ تو کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ سچ سچ بیان کر' کیونکہ سچائی تیرے لیے زیادہ مفید ہے اور جھوٹ مت بول کیونکہ جھوٹ بولنا رذیلوں کی عادت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آج رات تو راہ بھول گیا ہے اور اس جگہ آ پہنچا ہے جہاں سے بچ کر چلا جانا بڑی خوش قسمتی ہو گی۔ اس وقت تو ایک ایسے میدان میں ہے کہ اگر میں ایک آواز دوں تو ابھی چار ہزار جوان آموجود ہوں گے۔ کہہ تو کیا چاہتا ہے؟ اگر تو چاہتا ہے کہ ہم تجھے راہ بتا دیں تو ہم بتا دیں گے اور اگر تو ہماری مدد چاہتا ہے تو ہم مدد کرنے کو تیار ہیں۔

جب شرکان نے اس کی باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ میں ایک پردیسی مسلمان ہوں' آج رات میں غنمیت کی تلاش میں تنہا نکلا تھا اور اس چاندنی رات میں ان دس کنیزوں سے بڑھ کر غنیمت کا مال میرے ہاتھ نہیں لگا۔ لہٰذا میں ان کو لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ غنیمت کے مال تک تو تو ابھی پہنچا نہیں اور کنیزیں تو واللہ تیرا غنیمت کا مال نہیں ہیں۔ میں نے کہا نہ تھا کہ جھوٹ بولنا عیب کی بات ہے۔ اس نے جواب دیا کہ عقلمند وہ شخص ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے۔ لڑکی نے کہا کہ مسیح کی سچائی کی قسم' اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ کہیں تیری موت میرے ہاتھ سے نہ آئے تو میں ابھی ایک آواز دیتی جس سے یہ میدان سواروں اور پیادوں سے بھر جاتا' لیکن میں پردیسیوں پر رحم کھاتی ہوں اور اگر تو غنیمت کا خواہش مند ہے تو میں یہ چاہتی ہوں کہ اپنے گھوڑے پر سے اتر اور اپنے دین کی

قسم کھا کہ تو میرے پاس کوئی ہتھیار لے کر نہ آئے گا بلکہ تو مجھ سے کشتی لڑے گا۔ اگر تو نے کشتی میں مجھے بچھاڑ دیا تو مجھے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر ہم سب کو بطور غنیمت کے مال کے لیے جائیو۔ اور اگر میں تجھے بچھاڑ دوں تو میں تجھ پر اپنا حکم چلاؤں گی مگر پہلے قسم کھا' میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تو دغابازی نہ کرے! کیونکہ یہ ضرب المثل ہے کہ اگر کسی کی گھٹی میں دغابازی پڑی ہو تو وہ اعتبار کے قابل نہیں ہوتا لیکن اگر تو حلف اٹھا لے تو میں ابھی کود کر تیرے پاس پہنچتی ہوں۔

شرکان کو اس کے پکڑنے کا لالچ تو تھا ہی' اس نے اپنے دل میں کہا کہ اسے اس بات کی خبر نہیں کہ میرا شمار سورماؤں میں ہے۔ پھر اس نے اس سے کہا کہ مجھے تو جس چیز کی چاہے قسم دے اور جس قسم پر تیرا بھروسہ ہو کہ' میں تیرے پاس کوئی چیز لے کر نہ آؤں گا جب تک تو پوری تیاری نہ کر لے گی اور مجھ سے نہ کہے گی کہ قریب آ تاکہ میں تجھ سے کشتی لڑوں۔ بس اس وقت میں تیرے قریب آؤں گا۔ اگر تو نے مجھے بچھاڑ دیا تو میرے پاس اتنا مال ہے کہ میں اسے دے کر اپنے آپ کو چھڑا لوں' اور اگر میں نے تجھے بچھاڑ دیا تو یہ میرے لیے بڑا غنیمت کا مال ہے۔

لڑکی نے کہا کہ یہ مجھے منظور ہے۔ شرکان اس پر متحیر ہوا اور کہنے لگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی قسم کہ میں بھی اپنی طرف سے راضی ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ اب اس ذات کی قسم کھا جس نے جسموں میں جان ڈالی ہے اور انسانوں کے لیے قوانین بنائے ہیں کہ اگر کشتی کے علاوہ تو میرے ساتھ کوئی اور حرکت کرے اور تو اسلامی موت نہ مرے۔ شرکان نے کہا کہ اگر کوئی قاضی مجھ سے قسم کھلواتا' خواہ وہ قاضی القصاہ ہی کیوں نہ ہوتا' تو وہ بھی مجھ سے یہ قسمیں نہ کھلواتا۔ یہ کہہ کر اس نے جتنی قسمیں کھلوائیں وہ سب شرکان نے کھا لیں اور اپنے گھوڑے کو درخت سے باندھ دیا اور سوچ میں ڈوب گیا اور کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اسے حقیر پانی سے پیدا کیا۔ یہ کہہ کر شرکان نے اپنی کمر کس لی اور کشتی کے لے تیار

ہو گیا اور لڑکی سے کہا کہ نہر کو پار کر کے ادھر آ۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے کیا غرض کہ پار کر کے تیرے پاس آؤں۔ اگر تو چاہتا ہے تو پار کر کے میرے پاس آ۔ شرکان نے جواب دیا کہ یہ میرے بس سے باہر ہے۔ لڑکی نے کہا کہ اے جوان' اچھا تو میں ہی تیرے پاس آتی ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا دامن اٹھایا اور ایک چھلانگ مار کر نہر کے اس کنارے آ گئی جہاں شرکان تھا۔ اب شرکان اس کے قریب آیا اور جھکا اور ہاتھ پر ہاتھ مارا' مگر وہ اس کے حسن و جمال میں محو تھا کیونکہ اس نے ایک ایسی صورت کا مشاہدہ کیا جس کو قدرت کے ہاتھ نے پریوں کی خوبصورتی میں سے اپنے چلو سے نکالا ہے اور حفاظت کے ہاتھ نے اس کی تربیت کی ہے اور سعادت کی ہوائیں اس پر چلی ہیں اور اس کی پیدائش کے وقت نیک طالع نے اسے دودھ پلایا ہے۔ الغرض وہ لڑکی آئی اور اس نے بلند آواز سے کہا کہ اے مسلمان! کشتی کے لیے آگے بڑھ قبل اس کے کہ دن نکلے۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی آستین چڑھا لی اور اس کی کلائیاں تروتازہ دہی کی طرح چمکنے لگیں اور ان سے وہ ساری جگہ روشن ہو گئی۔ شرکان کو حیرانی ہوئی مگر وہ جھکا اور ہاتھ پر ہاتھ مارا اور اس لڑکی نے بھی ہاتھ پر ہاتھ مارا اور اس سے لپٹ گئی اور وہ بھی اس سے لپٹ گیا اور دونوں باہم گتھ گئے اور شرکان نے اپنا ہاتھ اس کی پتلی کمر پر رکھا اور اس کی انگلیاں اس کے نرم نرم پیٹ پر چبھ گئیں اور س کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور حسرتوں نے اسے آگھیرا اور اس کی نظر پیٹ پر پڑی جو لوچ دار تھا اور وہ اس طرح کانپنے لگا جیسے کہ تیز ہوا میں ایرانی سینٹھا۔ ادھر اس کا یہ حال تھا اور ادھر لڑکی نے اسے اٹھا کر زمین پر دے پٹکا اور چوتڑوں کے بل جو ریت کے تودے کی طرح تھے' اس کے سینے پر چڑھ بیٹھی۔ یہاں تک کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ اب اس لڑکی نے کہا کہ اے مسلمان' تم لوگوں کے یہاں عیسائیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ پس اگر میں تجھے قتل کر ڈالوں تو تو کیا کہے گا؟ اس نے کہا کہ اے میری آقا' تیرا فیصلہ میرے قتل کے متعلق حرام ہے کیونکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں اور گوشہ نشینوں کو قتل کرنے کی ممانعت کی ہے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ اگر تمہارے پیغمبر پر اس قسم کی وحی اتری ہے تو ہمیں لازم ہے کہ ہم بھی اس کی نیکی کا بدلہ نیکی سے دیں۔ اس لیے اٹھ میں تیری جان بخشی کرتی ہوں کیونکہ انسان کے ساتھ احسان کرنا ضائع نہیں جاتا۔

یہ کہہ کر وہ شرکان کے سینے پر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ بھی ٹیڑھی پسلیوں والی کے سامنے اپنے سر سے خاک جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ اس کی طرف جھک کر کہنے لگی کہ شرمندہ مت ہو مگر یہ بتا کہ جو شخص یونان کے ملک میں داخل ہوتا ہے اور غنیمت کے مال کا طالب ہوتا ہے اور بادشاہوں کی مدد کرنے آتا ہے اس میں اتنی بھی قوت نہیں کہ وہ ٹیڑھی پسلی والیوں سے اپنی مدافعت کر سکے۔ شرکان نے جواب دیا کہ یہ میری کمزوری کی دلیل نہیں ہے اور نہ تو نے اپنی قوت سے مجھے بچھاڑا ہے لیکن وہ تیرا حسن ہے جس نے مجھے دے پٹکا ہے۔ اگر تو مجھے ایک بار اور موقع دے تو تیری مہربانی ہو گی۔ یہ سن کر وہ ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ منظور ہے مگر کنیزوں کی مشکیں بہت دیر سے بندھی ہوئی ہیں اور ان کی کلائیاں اور پہلو دکھنے لگے ہوں گے اس لیے مناسب ہے کہ میں ان کی مشکیں کھول دوں کیونکہ ممکن ہے کہ تیرے ساتھ یہ دوسری بازی کشتی دیر تک چلے۔ یہ کہہ کر وہ کنیزوں کے پاس گئی اور ان کی مشکیں کھول دیں اور ان سے یونانی زبان میں کہنے لگی کہ امن و امان کی جگہ چلی جاؤ تاکہ اس مسلمان کے لالچ سے محفوظ رہو۔ یہ سن کر کنیزیں چلتی ہوئیں اور شرکان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور وہ سب ان دونوں کا تماشا دیکھنے لگیں۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے اور پیٹ سے پیٹ لگا۔ جب لڑکی نے یہ دیکھا تو بجلی سے زیادہ پھرتی کے ساتھ اس نے شرکان کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر زمین پر دے پٹکا اور وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ لڑکی نے کہا کہ اٹھ' میں نے دوبارہ تیری جان بخشی کی۔ پہلی بار میں نے تیرے پیغمبر کی وجہ سے تجھ پر احسان کیا کیونکہ اس نے عورتوں کا قتل کرنا روا

نہیں رکھا اور دوسری بار میں تیری کمزوری اور کم سنی اور تیرے پردیسی ہونے کی وجہ سے تجھے چھوڑتی ہوں۔

لیکن میں تجھ سے یہ کہتی ہوں کہ اگر مسلمانوں کی فوج میں جو عمر بن النعمان نے قسطنطیہ کے بادشاہ کی مدد کے لیے بھیجی ہے کوئی شخص تجھ سے زیادہ طاقتور ہو تو اسے میرے پاس بھیج اور اس سے کہہ کہ میرے ساتھ کشی لڑے کیونکہ کشتی کے بہت سے طریقے اور مدارج اور قسمیں ہیں' منجملہ ان کے مسابقہ اور منازلہ اور دونوں ٹانگیں لینا اور ان کو کاٹنا اور معرکہ اور شباک۔ شرکان کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ اگر آج استاد صفدی یا محمد قیمال یا ابن السدی موجود ہوتے تو وہ بھی یہ پیچ مجھے نہ سکھا سکتے جو تو نے بیان کیے ہیں۔ لیکن اے میری آقا' تو نے اپنے زور سے مجھے زیر نہیں کیا' لیکن تو دھوکا دے کر مجھے اپنے کولھوں کے پاس لے آئی اور ہم عراق والے موٹی رانوں پر مرتے ہیں' اس لیے میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اگر تو مجھ سے ایسی حالت میں کشتی لڑنی چاہتی ہے جبکہ میرے ہوش و حواس درست ہوں تو محض اس اصول سے لڑ سکتا ہوں کیونکہ اس حالت میں میری عقل سلامت رہ سکتی ہے۔

جب لڑکی نے اس کی یہ باتیں سنیں تو کہنے لگی کہ اے مغلوب' اس کشتی سے تیرا کیا مقصد ہے؟ اچھا آ' مگر جان لے کہ یہ آخری کشتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ جھکی اور شرکان کو کشتی کے لیے بلایا۔ شرکان بھی اس کی طرف جھکا اور اس بار مذاق سے نہیں بلکہ سنجیدگی سے اور تھوڑی دیر تک دونوں گتھے رہے اور لڑکی نے محسوس کیا تھا کہ اس میں طاقت ہے اور اس سے کہنے لگی کہ اے مسلمان' تو بڑی احتاط کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں' تجھے معلوم ہے کہ یہ تیرے ساتھ میری آخری کشتی ہے اور اس کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی راہ چلتے ہوں گے۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگی اور شرکان بھی ہنس پڑا۔ اسی حالت میں‌وہ اس کی ران کی طرف بڑھی اور ابھی اس کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس نے ران پر ہاتھ مارا اور شرکان کو زمین پر پٹک

دیا اور وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ اب وہ ہنسنے لگی کہ تو چوکر کی روٹی کھاتا ہے اور یا تو دبلے لمبے بدو کی طرح ہے جو ایک گھڑکی میں گر جاتا ہے' اور یا تو پر کی طرح ہے جو ہوا سے گر پڑتا ہے۔ حیف ہے تجھ پر' اے کمبخت! پھر وہ کہنے لگی کہ مسلمانوں کے لشکر میں جا اور میرے مقابلے میں کسی اور کو بھیج۔ کیونکہ تو بہت کمزور ہے اور عربوں اور ایرانیوں اور ترکوں اور دیلمیوں میں ڈھنڈورا پٹوا دے کہ جس میں طاقت ہو وہ میرے پاس آئے۔

یہ کہہ کر اس نے ایک چھلانگ ماری اور نہر کے دوسرے کنارے جا پہنچی اور شرکان سے مذاقاً کہنے لگی کہ اے میرے آقا' تیری جدائی میرے اوپر شاق ہے مگر پو پھٹنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کے پاس چلتا ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ سورما' آکر تجھے نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیں۔ تجھ میں عورتوں سے مدافعت کی قوت تو ہے نہیں' پھر تو اپنے آپ کو بہادر سواروں سے کس طرح بچا سکے گا۔ شرکان اپنے دل ہی دل میں حیران ہوا اور اس سے کہنے لگا' درآنحالیکہ وہ اس کی طرف منہ پھیر کر دیر کی طرف جانے لگی' کہ اے میری آقا' کیا تو مجھ غمزدہ پردیسی مسکین اور دل شکستہ کو چھوڑ کر جا رہی ہے؟ اب وہ ہنس کر اس کی طرف مخاطب ہوئی اور کہنے لگی کہ مانگ کیا چاہتا ہے تاکہ میں تیری حاجت روائی کروں۔ اس نے جواب دیا کہ میں تیری زمین پر قدم رکھوں اور تیری مہربانیوں کی مٹھاس چکھوں اور بغیر تیرا نمک کھائے واپس جاؤں' حالانکہ میں تیرا غلام ہو چکا ہوں۔ لڑکی نے جواب دیا کہ سوائے رذیل شخص کے کوئی بھلائی سے منہ نہیں موڑتا۔ چل اللہ کے نام پر۔ بسرو چشم! اپنے گھوڑے پر سوار ہو لے اور میرے ساتھ ساتھ نہر کی دوسری طرف چل' کیونکہ تو میرا مہمان ہے۔ شرکان خوش ہو گیا اور اپنے گھوڑے کے پاس گیا اور اس پر سوار ہو کر لڑکی کے مقابلے میں چلنے لگا اور وہ اس کے مقابلے میں چلنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ ایک پل کے پاس پہنچا جو لکڑی کا بنا ہوا اور فولاد کی زنجیروں سے کسا ہوا تھا اور جس میں قفل لگے ہوئے تھے۔ شرکان

کی نظر اس پل پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ وہاں وہ کنیزیں جو اس لڑکی کے ساتھ کشتی لڑی تھیں' کھڑی اس کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب لڑکی ان کے پاس پہنچی تو وہ ان میں سے ایک کی طرف مخاطب ہو کر یونانی زبان میں کہنے لگی کہ اس شخص کے پاس جا اور اس کے گھوڑے کی لگام تھام کر اسے نہر کے دوسرے طرف دیر میں پہنچا دے۔

اب وہ لڑکی آگے آگے چلی اور شرکان پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ وہ پل کے پار ہو گیا اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا' اس سے اس کی عقل دنگ تھی اور وہ اپنے دل میں کہتا جاتا تھا کہ کاش کہ وزیر دندان یہاں میرے ساتھ ہوتا اور وہ اپنی آنکھوں سے ان حسین چہروں کو دیکھتا۔ اب وہ اس لڑکی کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ اے حسن کی پتلی' اب تیرے اوپر میرے دو حق ہو گئے ایک تو صحبت کا حق اور دوسرا اس بات کا کہ میں نے تیری ضیافت قبول کی ہے اور تیرے گھر جا رہا ہوں اور تیرا تابع اور فرمانبردار بن چکا ہوں۔ کاش کہ اب تو میرے اوپر مہربانی کرے اور میرے ساتھ اسلامی ممالک میں چلے اور تمام بہادر سرداروں کو دیکھے اور یہ معلوم کرے کہ میں کون ہوں! جب لڑکی نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے غصہ آ گیا اور وہ کہنے لگی کہ قسم ہے حضرت عیسیٰ کی حقانیت کی' اب تک میں تجھے سمجھ دار خیال کرتی تھی' لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ تیرے دل میں کھوٹ ہے؟ تیرے لیے یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ تو ایسی باتیں کرے جن کی وجہ سے تیرے اوپر دغابازی کا گمان ہو۔ اور میں ایسا کام کس طرح کر سکتی ہوں جیسا کہ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں تمہارے بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس پہنچ گئی تو وہاں سے چھٹکارا ناممکن ہے کیونکہ میرا جواب نہ اس کے شہر میں ہے اور نہ اس کے محلوں میں' مانا کہ وہ بغداد اور خراسان کا بادشاہ ہے اور اس کے بارہ محل ہیں اور ان تمام محلوں میں اتنی کنیزیں ہیں جتنے کہ سال میں دن ہوتے ہیں اور محلوں کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ سال میں مہینوں کی۔

اگر کہیں میں اس کے پاس پہنچ گئی تو وہ مجھ سے ہرگز درگزر نہ کرے گا کیونکہ تمہارے

اعتقاد کے موافق میں تمہارے لیے حلال ہوں جس طرح سے کہ تمہاری کتابوں میں مذکور ہے کہ "یا وہ عورتیں جو تمہاری ملکیت ہیں تمہارے لیے حلال ہیں" پھر تو مجھ سے اس طرح کی باتیں کیوں کرتا ہے! اور تیرا یہ کہنا کہ میں مسلمان سورماؤں کا تماشا دیکھوں' مسیح کی حقانیت کی قسم! سچ نہیں' کیونکہ دو روز سے جب سے کہ تمہارا لشکر ہمارے ملک میں داخل ہوا ہے' میں اس کو دیکھ رہی ہوں اور مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تمہاری تربیت شاہانہ تربیت نہیں بلکہ تم لوگ تیتر بٹیروں کی طرح جمع کر لیے گئے ہو اور تیرا یہ کہنا کہ تا کہ میں جانوں کہ تو کون ہے' بے معنی ہے' کیونکہ میں تیرے ساتھ اس لیے بھلائی نہیں کرتی کہ تو بڑا آدمی ہے بلکہ اس لیے کہ اس میں میرے لیے فخر کی بات ہے اور اگر تو بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شرکان بھی ہوتا جس کا ڈنکا زمانے میں بج رہا ہے تاہم مجھ جیسے کے متعلق تیرا یہ کہنا زیبا نہیں۔ اس نے کہا کہ کیا تو جانتی ہے کہ شرکان کون ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ ہاں اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ لشکر کے ساتھ آیا ہے جس کی تعداد دس ہزار سوار ہیں۔ اور اس کے باپ عمر بن النعمان نے یہ فوج اس کے ساتھ قسطنطنیہ کے بادشاہ کی مدد کے لیے بھیجی ہے۔ شرکان نے کہا کہ اے میری آقا' میں تجھے تیرے دین کی قسم دیتا ہوں جس پر تیرا اعتقاد ہے کہ تو مجھے اس کے سبب سے مطلع کرے تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ اور اس جنگ کا وبال کس کے سر ہے۔ لڑکی نے جواب دیا کہ میں تجھے تیرے مذہب کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو جائے گی کہ میں یونانی لڑکی ہوں تو میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دس ہزار سواروں کے مقابلے میں نکل کھڑی ہوتی اور ان کے سردار وزیر دندان کو قتل کرتی اور ان کے شہسوار شرکان کو زیر کرتی اور یہ میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن میں نے کتابیں پڑھی ہیں اور عربی ادب کی تعلیم پائی ہے اس لیے میں بہادری میں اپنی تعریف نہیں کرتی۔ اگرچہ تو نے کشتی اور فصاحت و بلاغت میں میری قوت اور کرتب کا تجربہ کر لیا ہے اور اگر تیری جگہ اس وقت شرکان

ہوتا اور اس سے کہا جاتا کہ اس نہر کو پھاند تو وہ نہ پھاند سکتا۔ اور میری آرزو ہے کہ کاش کہ حضرت مسیح اسے میرے سامنے اس دیر میں لے آئیں اور میں مردوں کی طرح اس کا مقابلہ کروں اور اسے گرفتار کر کے اس کے بیڑیاں ڈال دوں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی معلوم ہوئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• اڑتالیسویں رات

جب اڑتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب اس عیسائی لڑکی نے شرکان سے یہ باتیں کہیں اور نیز یہ کہ اگر شرکان سے میری مڈبھیڑ ہو جائے تو میں مردانہ وار اس کا مقابلہ کروں گی اور اسے زین سے نیچے گرا کر اسے بیڑیوں اور زنجیروں سے جکڑ دوں گی تو یہ سن کر شرکان کی غیرت اور حمیت اور بہادرانہ نخوت جوش میں آ گئی اور اس نے ارادہ کیا کہ اپنے آپ کو ظاہر کر دے اور اس پر حملہ کر بیٹھے لیکن لڑکی کا حسن اس وقت اس کے آڑے آ گیا۔ اب وہ آگے بڑھی اور شرکان اس کے پیچھے پیچھے تھا اور اس کی نظر لڑکی کی پیٹھ پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ اس کے کولھے متلاطم سمندر کی طرح لہریں مار رہے ہیں۔ چلتے چلتے وہ دونوں ایک محرابی دروازے پر پہنچے جس کی محراب مرمر کی تھی اور لڑکی نے دروازہ کھولا اور شرکان کے ساتھ ایک لمبی غلام گردش میں داخل ہوئی جس کے اوپر دس محرابیں تھیں جو ایک دوسرے سے پیوست تھیں اور ہر محراب میں بلور کا ایک ایک شمعدان لڑکا ہوا تھا جو جلتی ہوئی آگ کی طرح روشن تھا۔ اس کے دوسرے کنارے پر معطر موم بتیوں کے ساتھ اس کا استقبال کنیزوں نے کیا جن کے سروں پر نگینوں سے جڑی ہوئی زرکش ٹوپیاں تھیں اور یہ نگینے' طرح طرح کے جواہرات تھے۔ یہ کنیزیں آگے ہو لیں اور لڑکی ان کے پیچھے پیچھے اور اس کے پیچھے پیچھے شرکان یہاں تک کہ وہ خانقاہ میں پہنچیں اور شرکان نے دیکھا کہ خانقاہ کے چاروں طرف آمنے سامنے تخت بچھے ہوئے ہیں اور ان پر سونے کے کڑھے ہوئے پردے پڑے ہیں اور خانقاہ کا فرش رنگ برنگ پتھروں کی پچی کاری کا ہے اور بیچ میں پانی کا حوض ہے جس میں چوبیس سونے کے فوارے ہیں جن میں سے پگھلی ہوئی چاندی کی طرح پانی نکل رہا ہے اور اس نے دیکھا کہ صدر میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ریشمی فرش ہے۔

لڑکی نے شرکان سے کہا کہ اے میرے آقا' اس تخت پر بیٹھ۔ وہ تخت پر بیٹھ گیا اور لڑکی وہاں سے چلی گئی اور کچھ دیر تک غائب رہی۔ شرکان نے بعض ملازموں سے

پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی آرامگاہ میں ہے اور ہم لوگ اس کے حکم کے بموجب تیری خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اس کے بعد ملازم طرح طرح کے کھانے لائے اور وہ کھا کر سیر ہو گیا۔ پھر وہ ایک سونے کی سیلبچی اور ایک چاندی کا لوٹا لائے اور اس نے ہاتھ دھوئے۔ لیکن اس کا دل اپنے لشکر میں لگا ہوا تھا کیونکہ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کے بعد ان پر کیا گزری ہو گی؟ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نے اپنے باپ کی نصیحت کو کس طرح فراموش کر دیا۔ وہ انہیں باتوں پر متحیر اور اپنے کیے پر پشیمان تھا کہ صبح ہو گئی اور دن نکل آیا۔ اس پر وہ افسوس کرنے اور آہیں بھرنے لگا اور سوچ میں ڈوب گیا اور اشعار پڑھنے لگا۔ جب وہ پڑھ چکا تو اسے ایک عجیب و غریب تماشا نظر آیا۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ بیس سے زیادہ چاند کی سی کنیزوں کے درمیان وہ لڑکی وہاں آموجود ہوئی جیسے ستاروں کے درمیان چودھویں رات کا چاند ہو۔ کنیزیں اس کو بیچ میں لے ہوئے تھیں اور اس کا لباس شاہانہ اطلس کا تھا اور وہ اپنی کمر میں گندھی ہوئی پیٹی باندھے ہوئے تھی جس میں طرح طرح کے جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ یہ پیٹی اس کی کمر سے چست بندھی ہوئی تھی اور اس کے کولھے ابھرے ہوئے تھے گویا چاندی کی شاخ کے نیچے بلور کے تودے تھے۔ اور اس کے دونوں سینے گویا بڑے اناروں کا جوڑا تھا۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو مارے خوشی کے اس کی عقل اڑ گئی اور وہ اپنے لشکر اور وزیر کو بھول گیا اور اس لڑکی کے سر کو غور سے دیکھنے لگا تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس پر موتیوں کا ایک جال پڑا ہوا ہے اور اس میں جواہرات جڑے ہوئے ہیں اور کنیزیں دہنے بائیں اس کا دامن اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ ناز سے جھومتی چلی آتی ہے۔ یہ دیکھ کر شرکان فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا اور کہنے لگا کہ پناہ' پناہ' اس پیٹی سے!

اب لڑکی دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی اور بار بار دیکھا کی۔ یہاں تک کہ وہ یقین

کے ساتھ اس کو پہچان گئی اور آگے بڑھ کر کہنے لگی کہ اے شرکان' غریب خانہ تیری وجہ سے معزز اور روشن ہو گیا۔ اے عالیشان مرد' ہمارے چلے جانے اور تجھ کو اکیلا چھوڑ جانے کے بعد تیری رات کیسی گزری؟ اس کے بعد وہ کہنے لگی کہ جھوٹ بولنا بادشاہوں کے لیے عیب ہے اور بری بات' بالخصوص بڑے بادشاہوں کے لیے۔ اور تو بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شرکان ہے' لہٰذا اپنے راز کو مت چھپا اور اس کے بعد مجھ سے جھوٹ مت بول کیونکہ جھوٹ بولنے سے بغض اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ قسمت کا تیر تیرے لگ چکا ہے' اب تیرے لیے سوائے تسلیم اور رضا کے کوئی چارہ نہیں۔ جب لڑکی نے یہ کہا تو شرکان کے لیے انکار کا کوئی امکان نہ رہا۔ اس لیے اس نے ہاں کہہ دیا اور کہنے لگا کہ میں عمر بن النعمان کا بیٹا شرکان ہوں جس پر زمانے نے مصیبت ڈالی اور اس جگہ لے آیا' اب تیرا جو جی چاہے' میرے ساتھ کر۔ اس پر وہ دیر تک سر نیچا کیے رہی۔ بالآخر اس نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ خوش ہو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر کیونکہ تو میرا مہمان ہے اور ہمارے درمیان روٹی اور نمک کا واسطہ ہو چکا ہے' تو میری پناہ میں ہے لہٰذا مطمئن رہ۔ مسیح کی قسم' اگر سارا زمانہ تجھے ایذا پہنچانا چاہے تو جب تک تیری خاطر میری روح نہ نکل جائے' کوئی تیرے قریب نہیں پھٹک سکتا کیونکہ تو میری اور مسیح کی امان میں ہے۔

یہ کہہ کر وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئی اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگی یہاں تک کہ اس کا رہا سہا ڈر جاتا رہا اور اسے یقین ہو گیا کہ اگر وہ اسے قتل کرنا چاہتی تو آج رات کر چکی ہوتی۔ اس کے بعد اس نے ایک کنیز سے یونانی زبان میں کچھ کہا اور وہ جا کر شراب کا پیالہ اور کھانے اور دستر خوان لے آئی۔ لیکن شرکان نے کھانے میں توقف کیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ کہیں اس نے کھانے میں کچھ ملا نہ دیا ہو! لڑکی اس کے دل کی بات سمجھ گئی اور اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ مسیح کی سچائی کی قسم' یہ بات نہیں ہے جو تیرا خیال ہے وہ اس کھانے میں ملا ہوا نہیں۔ اگر میں تجھے مار ڈالنا چاہتی تو پہلے مار چکی ہوتی۔ یہ کہہ کر وہ دستر

خوان کی طرف بڑھی اور ہر کھانے میں سے ایک نوالہ کھایا' اس پر شرکان بھی کھانے لگا۔ لڑکی خوش ہو گئی اور وہ بھی اس کے ساتھ کھانے لگی۔ یہاں تک کہ دونوں سیر ہو گئے اور انہوں نے ہاتھ دھوئے۔ جب دونوں ہاتھ دھو چکے تو وہ بھی اٹھی اور اس نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ وہ عطریات اور شراب کا سامان یعنی سونے چاندی اور بلور کے جام لائے اور کہا کہ شرابیں تمام قسموں کی ہونی چاہیئں۔ کنیز وہ تمام چیزیں لے آئی جو اس نے مانگی تھیں۔ اب لڑکی نے پہلا جام بھرا اور شرکان سے پہلے اسے پی لیا جس طرح کہ اس نے کھانے کے ساتھ کیا تھا۔ پھر اس نے دوسرا بھرا اور شرکان کو دیا اور وہ پی گیا۔ لڑکی نے کہا کہ اے مسلمان' دیکھ کہ تو کیسے عیش اور مسرت کے مزے میں ہے۔ وہ برابر اس کے ساتھ پیتی اور اسے پلاتی رہی یہاں تک کہ وہ نشے میں چور ہو گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• انچاسویں رات

جب انچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ لڑکی برابر پیتی جاتی اور شرکان کو پلاتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ شراب اور اس کی محبت کے نشے میں چور ہو گیا۔ اب لڑکی نے ایک کنیز کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے مرجانہ' کوئی ساز لا۔ اس نے جواب دیا کہ بسرو چشم اور جا کر دمشقی سارنگی اور ایرانی چنگ اور تاتاری "نے" اور مصری بربط لے آئی۔ لڑکی نے سارنگی لی اور اس کے تار ٹھیک کیے اور کسے اور ایسی پیاری آواز سے گانے لگی جو نسیم سے زیادہ ہلکی اور جنت کے پانی سے زیادہ میٹھی تھی اور جو سلیم دل سے نکل رہی تھی۔ اس کے بعد سب کنیزیں ایک ایک باجا لے کر کھڑی ہو گئیں اور یونانی زبان میں گانے لگیں اور شرکان وجد میں آ گیا۔ اب ان کی مالکہ بھی گانے لگی اور اس نے کہا کہ اے مسلمان' کیا تو میرا گانا نہیں سمجھا؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں' لیکن میرے وجد کی وجہ تیری انگلیوں کی خوبصورتی ہے' لڑکی نے ہنس کر کہا کہ اگر میں عربی میں گاؤں تو تیرا کیا حال ہو گا؟ اس نے جواب دیا کہ میری عقل جاتی رہے گی۔ لڑکی نے باجا اپنے ہاتھ میں لیا اور تان بدل کر بجانے اور گانے لگی۔ جب وہ گا چکی تو کیا دیکھتی ہے کہ شرکان اپنے آپے سے باہر ہے اور ان کے درمیان میں پڑا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو افاقہ ہوا تو وہ گانے کو یاد کر کے وجد کرتا تھا۔ اس کے بعد وہ مے نوشی میں مشغول ہو گئے اور ہنسی مذاق کرنے لگے یہاں تک کہ دن رات سے بدل گیا اور رات نے اپنے پر پھیلا دیے اور وہ لڑکی اٹھ کر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔ شرکان نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ کہاں گئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ خوابگاہ میں۔ اس نے کہا کہ خدا اسے اپنی امان میں رکھے!

جب صبح ہوئی تو ایک کنیز آ کر کہنے لگی کہ میری مالکہ تجھے یاد کرتی ہے۔ شرکان اٹھ

کھڑا ہوا اور کنیز کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جب وہ لڑکی کے کمرے کے پاس پہنچا تو کنیزوں نے اس کا استقبال ڈھولکوں اور گیتوں سے کیا یہاں تک کہ وہ ایک بڑے دروازے پر پہنچا جو ہاتھی دانت کا بنا ہوا تھا اور جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ جب وہ اس کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑا مکان ہے اور اس کے صدر میں ایک دالان جس میں طرح طرح کے ریشمی فرش بچھے ہوئے ہیں اور دالان کے چاروں طرف جھروکے دار کھڑکیاں ہیں جو کھلی ہوئی ہیں اور جن کے نیچے درخت ہیں اور نہریں جاری ہیں اور مکان میں بت رکھے ہوئے ہیں اور ان کے اندر کچھ ایسے آلات ہیں کہ جب ہوا ان میں داخل ہوتی ہے تو دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ باتیں کر رہے ہیں اور وہ لڑکی بیٹھی ہوئی ان کو دیکھ رہی ہے۔ جب لڑکی نے شرکان کو دیکھا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس سے پوچھا کہ رات کس طرح گزاری؟ شرکان نے اسے دعا دی اور وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے اور شراب پینے لگے یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کی سیاہی چھا گئی۔ اب لڑکی اٹھی اور اپنی خوابگاہ میں جا کر سو رہی اور شرکان اپنی جگہ سو رہا۔ جب صبح ہوئی اور وہ بیدار ہوا تو کنیزیں دستور کے موافق ڈھولکیں اور دوسرے باجے لے کر اس کے پاس پہنچیں اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگیں کہ بسم اللہ' چل' ہماری مالکہ یاد کرتی ہے۔ شرکان اٹھ کھڑا ہوا اور کنیزیں اس کے اردگرد ڈھولکیں اور دوسرے باجے بجاتی ہوئی چلیں یہاں تک کہ وہ اس مکان سے نکل کر دوسرے مکان میں داخل ہوا جو زیادہ وسیع تھا اور جس میں چڑیوں اور جانوروں کی مورتیں تھیں جن کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ شرکان کو اس مکان کی کاریگری دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

جب لڑکی نے شرکان کو دیکھا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے شرکان کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کہنے لگی کہ اے بادشاہ عمر بن النعمان کے بیٹے' تو شطرنج کھیلنا بھی جانتا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ اب اس نے شرکان کے آگے شطرنج

کی بساط بچھائی اور اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔ جب شرکان اس کی چال کو دیکھتا تو اس کی صورت میں محو ہو جاتا اور بجائے فیل کے گھوڑا اور بجائے گھوڑے کے فیل چل دیتا۔ اس پر لڑکی ہنستی اور کہتی کہ اگر تو اس طرح کھیلتا ہے تو تو کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تو پہلی بازی ہے' یہ کسی شمار میں نہیں۔ جب وہ ہار چکا تو شرکان نے دوسری بازی بچھائی اور لڑکی کے ساتھ کھیلنے لگا۔ لیکن وہ دوسری بار بھی جیت گئی اور تیسری بار بھی اور چوتھی بار بھی اور پانچویں بار بھی۔ اس پر لڑکی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو تو ہر چیز میں ہار جاتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تجھ جیسے سے جو کھیلے گا وہ ضرور ہارے گا۔ اس کے بعد اس نے کھانا منگوایا اور دونوں نے کھایا اور ہاتھ دھوئے۔ پھر ان دونوں کے لیے شراب لائی گئی اور انہوں نے پی اور لڑکی نے رباب اٹھایا کیونکہ وہ اس میں بڑی ماہر تھی اور بجانے لگی۔ رات تک ان کا یہی شغل رہا اور یہ دن پہلے دن سے بھی زیادہ مزے میں گزرا۔ جب رات ہو گئی تو لڑکی اپنی خوابگاہ میں گئی اور شرکان کے پاس سوائے کنیزوں کے اور کوئی باقی نہ رہا اور وہ فرش پر لیٹ کر سو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کنیزیں دستور کے موافق ڈھولکیں اور دوسرے باجے لے کر آئیں۔ انہیں دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا اور کنیزیں اسے اپنے ساتھ لے کر لڑکی کے پاس گئیں۔ لڑکی اسے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور اس سے پوچھا کہ رات کیسی گزری؟ شرکان نے اسے دعائیں دیں کہ خدا تیری عمر میں ترقی دے اور وہ سارنگی لے کر گانے بجانے لگی۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ انہیں شور و غل سنائی دیا اور سپاہی اور سردار جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں چمک رہی تھیں غول کے غول آ پہنچے اور یونانی زبان میں کہنے لگے کہ اے شرکان' تو اب ہمارے ہاتھ آ گیا ہے' اب تو اپنی موت یقینی جان' جب شرکان نے یہ سنا تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ واللہ' اس لڑکی نے مجھے دھوکا دیا ہے اور مجھے اسی لیے روکے رکھا تھا کہ اس کا لشکر آ پہنچے اور یہ وہی سردار ہیں جن سے وہ

ڈراتی تھی مگر میں نے خود اپنی جان ہلاکت میں ڈالی ہے۔ اب وہ لڑکی کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ڈانٹنے لگا لیکن اس نے دیکھا کہ لڑکی کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ان سے کہنے لگی کہ تم لوگ کون ہو؟ اس پر ان کے اعلیٰ سردار نے جواب دیا کہ اے عالی قدر شہزادی اور لاجواب موتی' کیا تو نہیں جانتی کہ تیرے پاس یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں' میں نہیں جانتی ہوں۔ بتاؤ کہ یہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ وہی ہے جس نے شہروں کو تباہ کیا ہے اور جو شہسواروں کا سوار ہے۔ یہ بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شرکان ہے۔ یہ وہی ہے جس نے قلعے فتح کیے ہیں اور زبردست گڑھیوں کو سر کیا ہے۔ اس کی خبر تیرے باپ بادشاہ حردوب کو تیری ماں ذات الدواہی سے ملی ہے اور اس سے یہ خبر سن کر ہمارے بادشاہ تیرے باپ کو یقین آ گیا ہے۔ اس کمبخت شیر کو گرفتار کر کے تو نے یونانی فوج کو کامیاب کر دیا ہے۔ جب لڑکی نے سردار کی باتیں سنیں تو وہ اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگی کہ تیرا نام کیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میرا نام ماسورہ ہے اور میرا باپ تیرا غلام موسورہ اور دادا کاشردہ ہے اور میں سرداروں کا سردار ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ تو بغیر میری اجازت کے کیسے اندر آ گیا؟ اس نے جواب دیا کہ اے میری آقا' جب میں پھاٹک پر پہنچا تو کسی حاجب نے مجھے روکا اور نہ کسی دربان نے۔ بلکہ سب دربان کھڑے ہو کر ہمارے آگے آگے چلنے لگے جیسا کہ ان کا دستور ہے۔ لیکن جب میرے علاوہ اور کوئی آتا ہے تو وہ اسے پھاٹک پر کھڑا رکھتے ہیں اور پہلے اندر آکر اجازت لیتے ہیں۔ مگر اب زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ بادشاہ انتظار میں ہے کہ ہم اس شہزادے کو لے کر اس کے پاس لوٹیں' کیونکہ اسلامی لشکر کی شوکت کا سبب یہی ہے' اور وہ اس کو قتل کرے اور اس کی فوج بغیر لڑائی لڑے اپنے گھر واپس جائے۔

جب لڑکی نے اس کی باتیں سنیں تو کہنے لگی کہ تو بڑی نامناسب باتیں کرتا ہے۔ لیکن ذات الدواہی نے جھوٹ کہا ہے' سچ نہیں کہا کیونکہ وہ حقیقت سے ناواقف ہے۔ مسیح

کی سچائی کی قسم، یہ شخص جو میرے یہاں ہے شرکان نہیں اور نہ وہ میرا قیدی ہے بلکہ وہ ایک معمولی شخص ہے جو ہمارے پاس آیا اور ہماری مہمانی کی درخواست کی ہے اور ہم نے اسے اپنا مہمان بنایا ہے۔ اگر مجھے تحقیق کے ساتھ معلوم بھی ہو جائے کہ یہ شرکان ہی ہے اور ہمیں اس میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے تو بھی میری مروت یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ جس شخص کو میں نے پناہ دی ہو اسے تم لوگوں کے حوالے کر دوں۔ لہٰذا میرے مہمان کے بارے میں برا نہ بناؤ اور لوگوں میں میری رسوائی نہ کراؤ۔ بلکہ مناسب ہے کہ تو میرے باپ بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دے اور اس سے کہہ کہ واقعہ اس کے خلاف ہے جو ذات الدواہی نے بیان کیا ہے۔ سردار ماسورہ نے کہا کہ اے ابریزہ، میں بغیر اس دشمن کو لیے ہوئے بادشاہ کے پاس واپس نہیں جا سکتا۔ لڑکی نے طیش میں آکر کہا کہ تو میرا جواب لے کر بادشاہ کے پاس جا، تیرے اوپر کوئی الزام نہیں۔ ماسورہ نے کہا کہ بے اس کے واپس نہ جاؤں گا۔ اس پر لڑکی کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس سے کہنے لگی کہ زیادہ بک بک مت کر اور باتیں نہ بنا کیونکہ جب یہ شخص یہاں آیا ہے تو اس یقین کے ساتھ آیا ہے کہ وہ تنہا سو سواروں پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ اگر تو اس سے پوچھے گا کہ تو ہی بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شرکان ہے تو وہ جواب دے گا کہ ہاں۔ لیکن میں تمہیں اسے منہ لگانے نہ دوں گی اور اگر تم اس کے مقابلے میں آؤ گے تو وہ جب تک اس گھر میں سب کو قتل نہ کر ڈالے گا یہاں سے نہ لوٹے گا۔ دیکھ اس وقت وہ یہاں میرے پاس موجود ہے اور میں اسے ڈھال اور تلوار دے کر تمہارے سامنے پیش کرتی ہوں۔ سردار ماسورہ نے جواب دیا کہ اگر میں تیرے غضب سے بچ بھی جاؤں تاہم تیرے باپ کے غضب سے نہیں بچ سکتا۔ جب میں اسے دیکھوں گا تو دوسرے سرداروں کو اشارہ کروں گا کہ وہ اسے قید کر کے ذلت کے ساتھ بادشاہ کے پاس لے چلیں۔ جب لڑکی نے یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ رذالت کی ابتدا ہے کیونکہ وہ اکیلا ہے اور تم سو سوار ہو۔ اگر تم اس کا مقابلہ کرنا چاہتے

ہو تو ایک ایک کر کے اس کے سامنے آؤ تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ تم میں سے بہادر کون ہے؟

اب شہر زاد کو صبح ہوتی ہوئی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- پچاسویں رات

جب پوری پچاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- شہزادی ابریزہ نے سردار سے کہا کہ یہ شخص اکیلا ہے اور تم سو لیکن اگر تم اس سے لڑنا چاہتے

ہو تو ایک ایک کر کے آؤ تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ تم میں سے کون بہادر ہے؟ سردار ماسورہ نے کہا کہ مسیح کی سچائی کی قسم' تیری رائے ٹھیک ہے۔ لیکن سب سے پہلے میں اس کے مقابلے میں آؤں گا۔ لڑکی نے کہا کہ ذرا صبر کر تاکہ میں اس کے پاس جا کر تیرا پیغام پہنچا دوں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے؟ اگر وہ مان گیا تو اچھا ہے اور اگر اس نے انکار کر دیا تو میں اور میری کنیزیں اور جو کوئی اس خانقاہ میں ہے سب کے سب اس پر صدقے ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ شرکان کے پاس گئی اور اس سے سارا ماجرا کہا۔ شرکان مسکرایا کیونکہ اسے یقین ہو چکا تھا کہ اس نے اس کا بھید کسی سے نہیں کہا بلکہ اس کی خبر پھیلتے پھیلتے بغیر اس لڑکی کے ارادے کے بادشاہ تک پہنچ گئی۔ یہ سوچ کر وہ اپنے آپ کو لعنت ملامت کرنے لگا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر میں نے یونانیوں کے ملک میں آکر اپنی جان جوکھوں میں کیوں ڈالی! جب وہ لڑکی کی باتیں سن چکا تو کہنے لگا کہ ان کا ایک ایک کر کے میرے مقابلے میں آنا ان کے لیے بہت تکلیف دہ ہو گا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ دس دس میرے مقابلے میں آئیں۔ لڑکی نے کہا کہ یہی تو ظلم ہے۔ بس ایک کے مقابلے میں ایک!

جب شرکان نے یہ سنا تو وہ اچھل پڑا اور نکل کر ان کے سامنے آ گیا اور اس کی تلوار اور دوسرے ہتھیار اس کے پاس تھے۔ یہ دیکھ کر سردار نے لپک کر اس پر حملہ کیا۔ شرکان نے شیر کی طرح اس کا مقابلہ کیا اور اس کی گردن پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ چمکتی ہوئی اس کی پیٹھ اور آنتوں میں ہو کر نکل گئی۔ یہ دیکھ کر لڑکی کے دل

میں اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور یقین آ گیا کہ جب اس نے شرکان کو کشتی میں پچھاڑا تھا تو اپنی طاقت سے نہیں بلکہ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے پچھاڑا تھا۔ اب لڑکی نے دوسرے سرداروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے ساتھی کا بدلہ لو۔ یہ سن کر مقتول کا بھائی جو بڑا قوی ہیکل تھا' آگے آیا اور اس نے شرکان پر حملہ کیا مگر شرکان نے اسے ذرا بھی مہلت نہ دی اور ایسی تلوار ماری کہ وہ گردن کو کاٹتی ہوئی چمک کر آنتوں کے پار ہو گئی۔ اب پھر لڑکی نے چلا کر کہا کہ اے مسیح کے بندو' اپنے ساتھی کا بدلہ لو۔ یہ سن کر وہ ایک ایک کر کے آتے گئے اور شرکان ان کی گردنیں اڑاتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے ان میں سے پچاس سرداروں کو لڑکی کی آنکھ کے سامنے قتل کر ڈالا۔ باقی لوگوں پر اتنا رعب بیٹھا کہ کسی کی ہمت تنہا آگے آنے کی نہ ہوئی بلکہ سب نے ایک ساتھ دھاوا بول دیا اور شرکان نے بھی اپنے دل کو پتھر سے زیادہ مضبوط کر کے ان کا مقابلہ کیا اور ان کا کچلا بنا دیا۔ یہاں تک کہ ان کی جان نکل گئی اور ہوش و حواس جاتے رہے۔ لڑکی نے اپنی کنیزوں سے پوچھا کہ خانقاہ میں کون باقی رہ گیا ہے؟ انھوں نے کہا دربانوں کے علاوہ کوئی نہیں۔ اب شہزادی آگے بڑھ کر اس کے پاس آئی اور اسے گلے لگایا۔ اس معرکے کو سر کرنے کے بعد شرکان شہزادی کے ساتھ محل کے اندر داخل ہوا کیونکہ جو سردار باقی رہ گئے تھے' وہ خانقاہ کے کونوں میں جا کر چھپ گئے۔ جب لڑکی نے دیکھا کہ اب محض تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں تو شرکان کے پاس سے چلی گئی اور جب لوٹی تو وہ ایک تنگ حلقوں کی زرہ پہنے ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک ہندی تلوار تھی اور اس نے کہا کہ مسیح کی سچائی کی قسم! میں اپنے مہمان کی خاطر اپنی جان سے بھی دریغ نہ کروں گی اور نہ میں اس کا ساتھ چھوڑوں گی خواہ اس وجہ سے میں کل یونان میں بدنام ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔

جب اس نے مقتول سرداروں کا شمار کیا تو اسے معلوم ہوا کہ شرکان نے ان میں سے اسی کو قتل کر دیا ہے اور باقی بیس بھاگ گئے ہیں۔ جب اس نے دیکھا تو کہا اے

شرکان' واہ رے بہادر شہسوار تجھ پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ اب شرکان اٹھا اور اپنی تلوار کو مقتولوں کے خون سے پونچھ کر صاف کیا۔ جب وہ فارغ ہو چکا تو لڑکی مسکراتی ہوئی اس کے سامنے آئی اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنی زرہ اتار ڈالی جو وہ پہنے ہوئے تھی۔ شرکان نے کہا کہ اے میری آقا' تو نے یہ زرہ کیوں پہنی تھی اور ننگی تلوار لے کر کیوں آئی تھی؟ اس نے کہا کہ تجھے ان رذیلوں سے بچانے کے لیے۔

اس کے بعد لڑکی نے دربانوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ تم نے بادشاہ کے لوگوں کو بغیر میری اجازت کے کیوں اندر آنے دیا؟ انہوں نے کہا کہ اے شہزادی' یہ دستور نہیں ہے کہ بادشاہ کے ایلچیوں کے لیے ہم تجھ سے اجازت لیں بالخصوص بڑے سردار کے لیے۔ اس نے کہا کہ میرے خیال میں تمہارا مطلب یہی تھا کہ میری ہتک ہو اور میرا مہمان مارا جائے۔ یہ کہہ کر اس نے شرکان سے کہا کہ ان کی گردنیں اڑا دے اور اس نے اڑا دیں۔ باقی نوکروں سے اس نے کہا کہ تم اس سے زیادہ کے مستحق ہو۔ اس کے بعد وہ شرکان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ اب میرا راز تجھ پر ظاہر ہو گیا' لہٰذا میں اپنا سارا قصہ تجھے سنائے دیتی ہوں۔

سن' میں یونان کے بادشاہ حردوب کی بیٹی ہوں اور میرا نام ابریزہ ہے اور وہ بڑھیا جس کا نام ذات الدواہی ہے' میری دادی ہے اور اسی نے میرے باپ کو تیری خبر پہنچائی ہے۔ اب وہ ضرور مجھے ہلاک کرنے کے لیے کوئی چال چلے گی بالخصوص جبکہ تو نے میرے باپ کے سرداروں کو قتل کیا ہے اور میرے متعلق یہ مشہور ہو چکا ہے کہ میں مسلمانوں کے ساتھ تنہا رہ کر خراب ہو چکی ہوں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ جب تک ذات الدواہی میرے پیچھے لگی ہوئی ہے' اس وقت تک میں یہاں نہ رہوں۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ جس طرح میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے' تو بھی میرے ساتھ بھلائی کرے کیونکہ تیرے سبب سے میرے اور میرے باپ کے درمیان دشمنی ہو چکی ہے۔ لہٰذا میری تمام باتیں مان کیونکہ یہ سب تیری ہی وجہ سے ہوا ہے۔ جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو مارے خوشی کے اس کی عقل اڑ گئی اور اس کا سینہ پھول گیا

اور وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم' جب تک میری جان میں جان ہے' کوئی تجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا' لیکن یہ بتا کہ تو اپنے باپ اور خاندان کی جدائی برداشت کر سکتی ہے؟ اس پر شرکان نے اس سے حلف اٹھوایا اور دونوں میں معاہدہ ہو گیا۔ لڑکی نے کہا کہ اب میرا دل ٹھنڈا ہو گیا لیکن ابھی ایک اور شرط تیرے لیے باقی ہے۔ شرکان نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ یہ ہے کہ تو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اپنے ملک کو واپس چلا جا۔ شرکان نے کہا کہ اے میری آقا' میرے باپ عمر بن النعمان نے مجھے تیرے باپ سے لڑنے کے لیے بھیجا ہے کیونکہ اس نے کچھ مال لوٹ لیا ہے۔ منجملہ ان کے تین بڑے جواہرات ہیں جن میں بہت سے خاصیتیں ہیں۔ لڑکی نے کہا کہ اطمینان رکھ اور خوش ہو' میں ابھی ان کا قصہ تجھ سے بیان کرتی ہوں اور یہ کہ ہم میں اور قسطنطنیہ کے بادشاہ میں کیوں دشمنی ہوئی۔ ہمارے یہاں ہر سال ایک عید ہوتی ہے جس کا نام خانقاہ کی عید ہے۔ اس میں ہر طرف سے بادشاہ اور بڑے لوگوں کی بیٹیاں اور بیویاں آتی ہیں۔ یہ عید سات دن تک رہتی ہے اور میں بھی اس میں شامل ہوتی ہوں۔جب دونوں بادشاہوں میں دشمنی ہو گئی تو میرے باپ نے سات سال تک مجھے اس عید میں شریک ہونے سے منع کر دیا۔

ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ دستور کے موافق بڑے لوگوں کی بیٹیاں عید کے موقع پر خانقاہ آئی ہوئی تھیں اور منجملہ ان کے' قسطنطنیہ کے بادشاہ کی بیٹی بھی تھی جو نہایت حسین تھی اور جس کا نام صفیہ تھا۔ چھ دن رہ کر ساتویں دن لوگ واپس گئے۔ مگر صفیہ نے کہا کہ میں تو سوائے سمندر کے راستے کے اور کسی راستے سے قسطنطنیہ نہ جاؤں گی لہٰذا اس کے لیے ایک کشتی تیار کی گئی اور وہ مع اپنی سہیلیوں کے' اس میں بیٹھی اور کشتی کے لنگر اٹھا دیے گئے۔ کشتی چلی جا رہی تھی کہ طوفان اٹھا اور کشتی راہ سے بے راہ ہو گئی۔ اتفاقاً اس جگہ جزیرہ کافور کے عیسائیوں کی ایک کشتی تھی جس میں پانچ سو مسلح فرنگی تھے جن کو جہاز رانی کرتے زمانہ گزر چکا تھا۔ جب انہوں نے اس کشتی کے بادبان دیکھے جس میں صفیہ اور اس کے ساتھ لڑکیاں تھیں تو وہ اس کی طرف تیز

تیز بڑھے اور ایک گھنٹے کے اندر اندر اس کشتی کو آ لیا اور کانٹے پھینک کر اسے کھینچ لیا اور اس کے بادبان گرا دیے اور اپنے جزیرے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ ہوا پلٹ گئی اور انھیں ایک درے میں دھکیل لائی اور ان کے بادبان پھاڑ ڈالے اور وہ چار و ناچار ہماری سرحد میں آ پڑے۔ ہمارے لوگ وہاں پہنچے اور یہ دیکھ کر کہ وہ غنیمت کا مال ہے' انہوں نے مردوں کو لے کر قتل کر دیا اور سارے تحفے تحائف اور مال ہمارے ہاتھ لگا۔ منجملہ ان کے صفیہ بھی جو بادشاہ کی بیٹی تھی۔ ہمارے لوگوں نے سب پر قبضہ کر کے کنیزوں کو میرے باپ کے پاس بھیج دیا لیکن ہمیں یہ معلوم نہ ہوا کہ ان میں قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کی بیٹی ہے۔ ان میں سے دس کنیزیں میرے باپ نے اپنے لیے منتخب کر لیں جن میں شاہزادی بھی تھی اور باقیوں کو اپنے درباریوں میں تقسیم کر دیا لیکن ان دس میں سے اس نے پانچ کو علیحدہ کر دیا جن میں شاہزادی بھی تھی اور ان کو بطور تحفے کے تیرے باپ عمر بن النعمان کے پاس بھیج دیا اور ان کے ہمراہ کچھ اونی اور رومی ریشمی کپڑے۔ تیرے باپ نے قبول کیا اور منجملہ پانچ کنیزوں کے افریدون کی بیٹی صفیہ کو منتخب کیا۔
اس سال کے شروع میں اس کے باپ نے میرے والد کو خط لکھا اور اس میں ایسی باتیں لکھیں جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں اور اسے ڈانٹا ڈپٹا اور یہ لکھا کہ دو سال ہوئے تم نے ہماری کشتی لوٹی ہے جو فرنگی ڈاکوؤں کے قبضے میں تھی۔ اس میں میری بیٹی صفیہ اور تقریباً ساٹھ اس کی کنیزیں تھیں۔ اس کی تم نے مجھے بالکل خبر نہ دی اور نہ کسی کو اس کے متعلق میرے پاس بھیجا۔ اور میں اپنی رسوائی کے ڈر سے اس خبر کو ظاہر نہ کر سکا تاکہ میری بیٹی کی ہتک نہ ہو۔ اس لیے اس سال تک میں اس خبر کو چھپائے رہا اور بعض فرنگی ڈاکوؤں سے خط و کتابت کر کے اپنی بیٹی کے متعلق دریافت کیا کہ وہ جزیروں کے اندر کس بادشاہ کے پاس ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم' ہم اسے تیرے ملک سے نہیں لائے لیکن ہم نے سنا ہے کہ اسے بادشاہ حردوب بعض ڈاکوؤں

سے چھین کر لے گیا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ آگے چل کر اس نے میرے باپ کے خط میں یہ لکھا کہ اگر تم مجھ سے دشمنی نہیں مول لینا چاہتے اور میری رسوائی اور میری بیٹی کی توہین کے خواہاں نہیں ہو تو اس خط کے پہنچتے ہی تم میری بیٹی کو اپنے پاس سے یہاں بھیج دو۔ اور اگر تم میرے خط کی پروا نہ کرو گے اور میری نافرمانی کرو گے تو میں ضرور تمہارے کرتوتوں کی سزا دوں گا۔

جب یہ خط میرے باپ کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھا اور اس کا مضمون اس کی سمجھ میں آ گیا تو یہ امر اس پر بہت گراں گزرا اور اسے سخت پشیمانی ہوئی۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ افریدون بادشاہ کی بیٹی صفیہ منجملہ ان کنیزوں کے ہے تو وہ اسے ضرور اس کے باپ کے پاس بھیج دیتا۔ اس پر اس کو سخت پریشانی ہوئی اور اس کے لیے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ اتنی زیادہ مدت کے بعد وہ بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس کسی کو بھیج کر اسے منگوا لے۔ بالخصوص جبکہ ہم کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ افریدون بادشاہ کی بیٹی صفیہ سے اس کی اولادیں ہو چکی ہیں۔ جب ہمیں ان تمام باتوں کا یقین ہو چکا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ خط ہمارے لیے بڑی مصیبت لے کر آیا ہے۔ اب میرے باپ کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ افریدون بادشاہ کو جواب لکھے اور اس میں معذرت کرے اور قسمیں کھائے کہ اسے اس بات کا علم نہ تھا کہ منجملہ ان کنیزوں کے جو کشتی میں تھیں' صفیہ بھی تھی۔ اس خط نے اس بات کا بھی اظہار کیا کہ اس نے صفیہ کو بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس روانہ کر دیا تھا اور اب اس سے اولاد بھی ہو چکی ہے۔

جب میرے باپ کا خط قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کے پاس پہنچا تو وہ بے چین ہو گیا اور چلانے لگا اور اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی اور اس نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس نے میری بیٹی کو قید کیا اور وہ بھی مثل ایک کنیز کے ہو گئی اور اب ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس جاتی ہے اور بادشاہ اس کے ساتھ بغیر شادی کیے ہم بستری کرتے ہیں۔ مسیح کی سچائی کی قسم' جب تک میں اس کا بدلہ نہ لے

لوں اور ذلت کو دور نہ کر لوں نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔ اب میں ایک ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس کا ذکر میرے بعد تک کیا جائے گا۔ اس خط کے بعد وہ سوچتا رہا یہاں تک کہ ایک حیلہ اس کے ہاتھ لگا اور اس نے ترکیبیں سوچیں اور تیرے باپ عمر بن النعمان کے پاس ایلچی بھیجے اور اسے وہ باتیں پہنچائیں جو تو سن چکا ہے حتیٰ کہ اس نے صفیہ کی وجہ سے لشکر تیار کر کے تیرے ساتھ بھیجا ہے تا کہ تو مع لشکر کے میرے باپ کو آکر گرفتار کرے۔ اب رہے تینوں جواہرات جن کا ذکر اس نے تیرے باپ کے خط میں کیا ہے' اس میں ایک لفظ بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ اس کی بیٹی صفیہ کے پاس تھے اور جب وہ اس کی لونڈیاں میرے باپ کے قبضے میں آئیں تو اس نے وہ تینوں جواہرات اس سے لے کر مجھے دے دیے اور اب وہ میرے قبضے میں ہیں۔ لہٰذا اب تو اپنے لشکر میں واپس جا اور انہیں واپس لے جا۔ قبل اس کے کہ وہ فرنگیوں اور یونانیوں کے ملک میں بہت اندر چلے جائیں اور بند ہو جائیں۔ کیونکہ اگر تم لوگ بند ہو گئے تو تمہیں نکلنا مشکل پڑ جائے گا اور قیامت تک تمہارا چھٹکارا ان کے ہاتھ سے نہ ہو گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تیری فوجیں اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی ہیں کیونکہ تو ان کو تین دن ٹھہرنے کا حکم دے آیا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ تیری غیر موجودگی سے پریشان ہیں اور نہیں جانتے کہ کیا کریں۔

جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو تھوڑی دیر تک وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے بعد اس نے شہزادی ابریزہ کا ہاتھ چوم کر کہا کہ شکر ہے خدا کا جس نے تیری وجہ سے مجھ پر احسان کیا اور تجھے میری اور میرے ہمراہیوں کی سلامتی کا سبب بنایا۔ لیکن تیری جدائی میرے اوپر شاق ہے اور معلوم نہیں کہ میرے پیچھے تجھ پر کیا گزرے گی؟ لڑکی نے جواب دیا کہ اس وقت تو اپنے لشکر میں واپس جا اور ان کو لوٹا دے اور اگر ایلچی وہاں موجود ہوں تو ان کو گرفتار کر لے تا کہ وہ سچ سچ کہہ دیں۔ ابھی تک تم اپنے ملک سے بہت دور نہیں آئے ہو۔ تین دن کے بعد میں تجھ سے آ ملوں گی اور ہم سب ایک ساتھ بغداد میں داخل ہوں گے۔ جب وہ جانے لگا تو لڑکی نے کہا کہ لیکن جو عہد

مجھ میں اور تجھ میں ہو چکا ہے' اسے مت بھولیو یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو گئی تا کہ اس سے رخصت ہو اور اسے گلے لگائے اور عشق کی آگ بجھائے اور اس نے اسے گلے لگایا اور رخصت ہوئی اور بلک بلک کر رونے اور یہ اشعار پڑھنے لگی۔

"جب میں اس سے رخصت ہوا تو دہنے ہاتھ سے تو میں اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا اور بائیں سے اس کو گلے لگا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تجھے رسوائی کا ڈر نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں فراق کا دن اور عاشقوں کی رسوائی!"

اب شرکان اس سے رخصت ہو کر خانقاہ کے نیچے آیا۔ لوگ اس کا گھوڑا لائے اور وہ سوار ہو کر پل کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ اس کے اوپر سے گزرا اور انہیں درختوں کے بیچ میں داخل ہوا۔ جب درختوں سے نکلا اور اس سبزہ زار میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ تین سوار آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ خبردار ہو گیا اور تلوار نکال لی اور ان کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ جب وہ ایک دوسرے کے قریب آئے اور ایک دوسرے کو غور سے دیکھا تو ایک تو ان میں سے وزیر دندان تھا اور اس کے ساتھ دو سردار اور تھے۔ وہ شرکان کو دیکھ کر پہچان گئے اور گھوڑوں سے اتر پڑے اور اس کو سلام کیا اور وزیر نے اس کے غائب ہونے کا سبب پوچھا۔ اس نے ان سے وہ سارا ماجرا بیان کر دیا جو اس کے اور شہزادی ابریزہ کے درمیان پیش آیا تھا۔ وزیر نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد شرکان نے کہا کہ چلو اس ملک سے نکل چلیں کیونکہ جو ایلچی ہمارے ساتھ آئے تھے وہ روانہ ہو گئے ہیں تا کہ بادشاہ کو ہمارے آنے کی خبر دیں۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ جلد آکر ہمیں گھیر لیں۔ اب شرکان نے کوچ بول دیا اور لشکر چل کھڑا ہوا اور تیز تیز کوچ کرتا ہوا وادی کے اوپر پہنچ گیا۔ اس اثنا میں ایلچیوں نے اپنے بادشاہ کے پاس جا کر شرکان کے آنے کی خبر پہنچا دی اور اس نے ایک لشکر تیار کر کے شرکان اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا۔

یہ تو ایلچیوں اور ان کے بادشاہ کا قصہ ہوا۔ اب شرکان اور وزیر دندان اور دونوں سرداروں

کا حال سنئے۔ جب وہ چاروں اپنے لشکر میں آئے اور کوچ بول دیا تو وہ فوراً روانہ ہو گئے اور ایک دن کوچ کیا' پھر دوسرے دن' پھر تیسرے دن' یہاں تک کہ وہ پانچویں دن ایک وادی میں اترے جہاں بہت سے درخت تھے اور وہاں ذرا ستائے۔ اس کے بعد وہ پھر چل کھڑے ہوئے اور پچیس دن کوچ کرنے کے بعد وہ اپنے ملک کی سرحد میں داخل ہوئے اور انہیں اطمینان ہوا اور آرام کرنے ٹھہر گئے۔ یہاں والوں نے ان کی مہمانی کی اور ان کے جانوروں کے لیے چارہ اور دانہ لائے۔ یہاں دو دن ٹھہرنے کے بعد سب لوگ تو اپنے ملک کو روانہ ہو گئے مگر شرکان سو سواروں کے ساتھ وہیں ٹھہر گیا اور لشکر کی کمان وزیر دندان کے سپرد کر دی اور وہ لشکر کو لے کر روانہ ہو گیا۔ ان کی روانگی کے ایک دن بعد شرکان نے کوچ بول دیا اور سو سوار بھی سوار ہو گئے۔ دو فرسخ چلنے کے بعد وہ ایک درے میں پہنچے اور کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سامنے گرد و غبار اڑتا چلا آتا ہے کہ پہر بھر تک ان کے گھوڑے آگے نہ بڑھ سکے۔ جب غبار پھٹا تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے نیچے سو سوار ہیں جو شیروں کی طرح تیوریاں چڑھائے ہوئے ہیں اور زرہ بکتر میں غرق ہیں۔

جب وہ سوار شرکان اور اس کے ساتھیوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے للکار کر کہا کہ یوحنا اور مریم کی سچائی کی قسم' ہماری مراد بر آئی۔ ہم تمہارے پیچھے دن رات لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس جگہ ہم تم سے پہلے پہنچ گئے۔ اپنے گھوڑوں سے اتر پڑو اور ہمیں اپنے ہتھیار دے دو اور اپنے کو ہمارے حوالہ کر دو تاکہ ہم تمہاری جان بخشی کر دیں۔ جب شرکان نے یہ سنا تو وہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا اور اس کے رخسار سرخ ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ اے عیسائی کتو' تم نے ہمارے ملک میں آنے کی کیونکر جسارت کی؟ یہی نہیں بلکہ تمہاری یہ بھی ہمت ہو گئی کہ تم ہمیں اس طرح مخاطب کرو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ہم سے بچ کر اپنے ملک کو واپس جا سکتے ہو! اس کے بعد اس نے للکار کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کتوں کا مقابلہ کرو کیونکہ وہ شمار میں تمہارے برابر ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور ان پر حملہ کر دیا

اور اس کے سو سواروں نے بھی حملہ بول دیا اور فرنگیوں نے پتھر سے مضبوط دل کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور دونوں طرف کے لوگ ایک دوسرے سے ٹکر کھانے لگے اور بہادر ایک دوسرے سے بھڑ گئے اور سخت لڑائی ہونے لگی اور خوف برپا ہو گیا اور باتیں بند ہو گئیں۔ وہ اسی طرح جنگ و قتال میں مشغول تھے اور تلواریں چل رہی تھیں کہ دن ختم ہو گیا اور رات کی سیاہی پھیل گئی اور جنگجو ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

جب شرکان نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا تو دیکھا کہ سوائے چار کے اور کوئی زخمی نہیں ہوا اور وہ بھی ہلکے۔ اس پر اس نے کہا کہ واللہ' میں نے اپنی ساری عمر جنگ کے تلاطم سمندر میں گزاری ہے اور بہادروں سے مقابلہ کیا ہے لیکن ان سورماؤں سے بڑھ کر ثابت قدم اور جنگ آور نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ اے شہزادے' ان میں ایک فرنگی شہسوار ہے جو ان کا سردار ہے جو بڑا بہادر ہے اور جس کا وار کبھی خالی نہیں پڑتا۔ لیکن اس نے ہم میں سے ہر چھوٹے بڑے سے درگزر کی اور جو کوئی اس کے ہاتھ لگا اس سے اس نے درگزر کی اور اس پر حملہ نہیں کیا۔ خدا کی قسم' اگر وہ ہمیں قتل کرنا چاہتا تو ہم سب کو قتل کر ڈالتا۔

جب شرکان نے اس شہسوار کے متعلق یہ باتیں سنیں کہ اس نے کیا کیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ ہم کل صف آراء ہو کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ ہم بھی سو ہیں اور وہ بھی سو اور میں آسمان کے مالک سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں فتح دے۔ اسی ارادے میں انہوں نے رات بسر کی۔ اب فرنگیوں کا حال سنئے۔ وہ سب اپنے سردار کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا مقصد آج تو حاصل نہیں ہوا۔ سردار نے جواب دیا کہ کل ہم لوگ صف آرا ہو کر ایک ایک کر کے لڑیں گے اور انہوں نے بھی اس ارادے میں رات گزاری اور طرفین نے اپنے اپنے اوپر چوکیدار مقرر کر دیے۔ جب صبح ہوئی تو شہزادہ شرکان مع اپنے ساتھیوں کے' سوار ہو کر میدان میں آیا اور دیکھا کہ فرنگی بھی جنگ کے لیے صف بستہ کھڑے ہیں اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ دیکھو'

فرنگی اپنے ارادے پر تلے کھڑے ہیں۔ لہٰذا جم کر ان کا مقابلہ کرو۔ اتنے میں فرنگیوں میں سے ایک شخص نے منادی کی کہ آج ہم ایک کے مقابلے میں ایک بھیجیں گے۔

یعنی تمہاری طرف سے ایک بہادر نکلے اور ہماری طرف سے ایک۔ یہ سن کر شرکان کے ساتھیوں میں سے ایک جنگجو نکلا اور دونوں صفوں کے درمیان میں آکر کہنے لگا کہ کون میرے مقابلے میں آتا ہے؟ مگر کوئی ست یا کمزور نہ ہو۔ وہ ابھی اپنی بات ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ فرنگیوں کی طرف سے ایک سوار اپنے اسلحہ میں ڈوبا ہوا اور زرکش کپڑے پہنچے ہوئے نکلا۔ وہ ایک شبرنگ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کی داڑھی مونچھ نہ تھی۔ گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ بیچ میدان میں آ گیا اور دونوں میں تلواروں اور نیزوں کے وار ہونے لگے۔ ابھی تھوڑی دیر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ فرنگی نے اپنے مقابل کو نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور اسے قید کر لیا اور حقارت کے ساتھ اسے کھینچ لے گیا۔ اس پر اس کے ساتھی بڑے خوش ہوئے اور اسے دوبارہ میدان میں جانے سے روکا اور ایک اور کو بھیجا۔ اس کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کی طرف سے ایک دوسرا شخص نکلا جو قیدی کا بھائی تھا اور میدان میں آکر اس کے مقابلے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک فرنگی نے مسلمان کو مغالطہ دے کر نیزے سے حملہ کیا اور اسے گھوڑے سے گرا کر قید کر لیا۔

اسی طرح مسلمان ایک ایک کر کے نکلتے اور فرنگی ان کو قید کرتے جاتے۔ یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کی سیاہی پھیل گئی۔ اس وقت تک بیس مسلمان قید ہو چکے تھے۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو اسے بہت رنج پہنچا اور وہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے کہنے لگا کہ ہم پر یہ کیا مصیبت نازل ہوئی؟ کل میں خود میدان میں جاؤں گا اور ان کے سردار کو مقابلے کے لیے بلاؤں گا اور دیکھوں گا کہ وہ کیوں ہمارے ملک میں گھس آئے اور اس سے کہوں گا کہ وہ مقابلہ کرنے سے باز رہے۔ اگر اس نے انکار کیا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر اس نے صلح کی تو میں صلح کر لوں گا۔ اسی

حالت میں انہوں نے رات گزاری یہاں تک کہ خدا نے صبح نمودار کی اور دونوں گروہ سوار ہو کر صف بستہ ہوئے۔ شرکان میدان میں آنے ہی والا تھا کہ وہ کیا دیکھتا ہے کہ فرنگیوں کے ایک سوار کے سامنے آدھے سے زیادہ لوگ پیادہ ہو کر اس کے آگے آگے میدان کے بیچ میں آئے۔ شرکان نے اس سوار کو غور سے دیکھا اور اسے معلوم ہوا کہ یہ سوار ان کا سردار ہے اور اطلس کی نیلی قبا پہنے ہوئے ہے اور اس میں سے اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہے اور وہ اس قبا پر ایک تنگ حلقوں والی زرہ پہنے ہوئے ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک فولادی تلوار ہے اور وہ ایک مشکی گھوڑے پر سوار ہے جس کی پیشانی پر درہم کے برابر سفید نشان ہے۔ اس فرنگی کے بھی داڑھی مونچھیں نہیں ہیں۔ گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ بیچ میدان میں آ گیا اور مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے شرکان' اے عمر بن النعمان کے بیٹے' اے وہ شخص جس نے قلعوں کو فتح کیا اور شہروں کو برباد کیا ہے' جنگ اور قتال کے لیے تیار ہو جا اور اس شخص کے مقابلے میں آ کیونکہ تو اور وہ آدھے میدان کے مالک ہیں۔ تو بھی اپنی قوم کا سردار اور میں بھی۔ ہم میں سے جو کوئی دوسرے کو مغلوب کرے وہی دوسرے کی قوم کا بھی مالک ہو گا۔ ابھی اس نے اپنی بات پوری نہ کی تھی کہ شرکان طیش سے بھرا ہوا اس کے مقابلے کے لیے نکل آیا اور اپنا گھوڑا بڑھا کر میدان میں فرنگی کے پاس آ پہنچا اور غصے میں بھرے ہوئے شیر کی طرح اس پر حملہ کیا اور دونوں میں تلواریں اور نیزے چلنے لگے اور دونوں بڑھ بڑھ کر اور پیچھے ہٹ ہٹ کر وار کرنے اور وار روکنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو پہاڑ ٹکرا رہے ہیں یا دو سمندر موجیں مار رہے ہیں۔ ابھی ان کی لڑائی ختم نہ ہوئی تھی کہ دن ختم ہو گیا اور رات کی سیاہی پھیلنے لگی اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گئے۔

جب شرکان اپنے ہمراہیوں کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ میں نے اس سوار کی طرح آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے اس کا ایک دستور دیکھا جو کسی اور میں نہیں' اور

وہ یہ ہے کہ جب وہ اپنے دشمن میں کوئی ایسی جگہ کھلی پاتا ہے جہاں وہ کاری ضرب لگا سکے تو وہ اپنا نیزہ پھیر کر دستے کی طرف سے مارتا ہے معلوم نہیں کہ میری اور اس کی جنگ کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے! کاش کہ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی طرح ہمارے لشکر میں بھی ہوتے۔ جب رات گزر چکی اور صبح نمودار ہوئی تو فرنگی اس کے مقابلے کے لیے بیچ میدان میں اترا اور شرکان نے اس کا مقابلہ کیا اور دونوں میں جنگ ہونے لگی اور لڑائی اور جولانی نے طول پکڑا اور لوگ گردنیں نکال نکال کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ دونوں میں برابر لڑائی اور تلواروں کی ضربیں اور نیزہ بازی ہوتی رہی یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گئے اور ان سے اپنے اپنے مقابل کا حال بیان کیا۔ فرنگی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کل فیصلہ ہو جائے گا اور سب نے سو کر صبح کی۔ جب صبح ہوئی تو دونوں سوار ہو کر میدان میں آئے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور دوپہر تک برابر لڑتے رہے۔ اس کے بعد فرنگی نے یہ ترکیب کی کہ پہلے تو اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پھر اسے لگام تھام کر روک لیا۔ گھوڑے کے ٹھوکر لگی اور اس نے اپنے سوار کو گرا دیا۔ یہ دیکھ کر شرکان دشمن پر کود پڑا اور چاہتا ہی تھا کہ تلوار سے اس کا خاتمہ کر دے تاکہ لڑائی ختم ہو جائے کہ فرنگی چلا کر کہنے لگا کہ شہسوار ایسا نہیں کرتے بلکہ وہی لوگ جو عورتوں سے مغلوب ہو چکے ہیں۔ جب شرکان نے سوار کو یہ کہتے سنا تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ شہزادی ابریزہ ہے جس کے ساتھ اسے خانقاہ میں وہ واقعات پیش آئے تھے۔

اس کو پہچانتے ہی شرکان نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور کہنے لگا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں چاہتی تھی کہ میدان میں تیرا امتحان کروں اور لڑائی اور نیزہ بازی میں تیری ثابت قدمی دیکھوں میرے ساتھی سب کنیزیں ہیں اور باکرہ لڑکیاں اور انہوں نے تیرے سواروں کا میدان میں ناطقہ بند کر دیا

ہے۔ اگر میرا گھوڑا ٹھوکر کھا کر مجھے گرا نہ دیتا تو تو میری قوت اور بہادری دیکھ لیتا۔
شرکان یہ سن کر مسکرایا اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا' اے شہزادی' کہ ہم صحیح و سالم ایک دوسرے سے ملے۔ اب شہزادی ابریزہ نے اپنی کنیزوں سے پکار کر کہا کہ پیادہ ہو جائیں اور شرکان کے ساتھیوں میں سے جن بیس کو گرفتار کیا ہے' چھوڑ دیں۔ کنیزوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور آکر ان دونوں کے سامنے زمین کو بوسہ دیا۔ شرکان نے کہا کہ تم واقعی اس قابل ہو کہ بادشاہوں کے ساتھ رہو اور مصیبت کے وقت ان کے کام آؤ۔ اب اس نے اپنے ہمراہیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ شہزادی کے سامنے آداب بجا لاؤ۔ وہ لوگ گھوڑوں سے اتر پڑے اور شہزادی کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور سارے ماجرے کی انہیں پہلے ہی خبر ہو چکی تھی۔ اس کے بعد وہ کل دو سو سوار ہو کر چھ دن رات چلنے کے بعد اپنے ملک میں پہنچے اور شرکان نے شہزادی ابریزہ اور اس کی کنیزوں سے کہا کہ جو فرنگی لباس وہ پہنے ہوئے ہیں اسے اتار ڈالیں۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

اکیاونویں رات

جب اکیاونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- شرکان نے شہزادی ابریزہ اور اس کی کنیزوں سے کہا کہ اپنا لباس اتار کر رومی لڑکیوں کا لباس پہن لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چند ساتھیوں کو بغداد بھیجا تا کہ وہ اس کے والد عمر بن النعمان کو اس کے آنے کی خبر پہنچا دیں اور کہیں کہ اس کے ہمراہ روم کے بادشاہ حردوب کی بیٹی ابریزہ ہے تا کہ وہ اس کے خیر مقدم کے لیے کسی کو بھیجے۔ اس کے بعد وہ فوراً اسی جگہ ٹھہر گئے اور جہاں پہنچے تھے اور شرکان نے ڈیرے ڈال دیے اور سب سو گئے۔ جب خدا نے صبح نمودار کی تو شرکان مع اپنے ساتھیوں کے اور شہزادی ابریزہ اپنے ساتھیوں کے سوار ہو گئے اور بغداد کے پاس پہنچے۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ وزیر دندان ہزار سواروں کے ساتھ شہزادی ابریزہ اور شرکان کے استقبال کے لیے موجود ہے اور یہ بادشاہ عمر بن النعمان کے حکم سے ہوا ہے۔ جب وہ لوگ ان دونوں کے قریب پہنچے تو ان کی طرف بڑھے اور ان کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ اب وہ دونوں سوار ہوئے اور ان کے ساتھ وہ تمام لوگ بھی سوار ہو گئے یہاں تک کہ وہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ یہاں پہنچ کر وہ دونوں شاہی محل میں گئے اور شرکان اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اس کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور اسے گلے سے لگا لیا اور اس سے حال دریافت کیا۔ شرکان نے وہ سارا ماجرا کہہ سنایا جو شہزادی ابریزہ نے بیان کیا تھا اور جو کچھ اسے اس کے پاس پیش آیا تھا اور یہ کہ وہ اپنے ملک اور اپنے باپ کو چھوڑ کر کس طرح آئی ہے۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ شہزادی نے ان کے ساتھ سفر کرنا اور ان کے یہاں رہنا پسند کیا ہے اور یہ کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اپنی بیٹی صفیہ کی خاطر یہ چال چلی تھی کیونکہ روم کے بادشاہ نے اس سے سارا قصہ بیان کر دیا تھا منجملہ اس کے یہ بھی کہ وہ صفیہ

کو تیرے پاس بھیج چکا ہے اور یہ بھی کہ روم کے بادشاہ کو اس کی خبر نہ تھی کہ وہ قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کی بیٹی ہے۔ اگر اسے یہ معلوم ہوتا تو وہ صفیہ کو ہرگز تجھے نہ دیتا بلکہ اس کے والد کے پاس بھیج دیتا۔ اس کے بعد شرکان نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ اگر ابریزہ نہ ہوتی تو ہمارا چھٹکارا نہ ہوتا اور اس سے زیادہ بہادر میں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ الغرض اس نے ابریزہ کا سارا قصہ شروع سے آخر تک بیان کر دیا حتیٰ کہ کشتی اور جنگ کے واقعات بھی۔

جب عمر بن النعمان نے اپنے بیٹے شرکان سے یہ باتیں سنیں تو اس کے دل میں ابریزہ کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور وہ اس کے دیکھنے کا مشتاق ہو گیا اور اس سے زبانی گفتگو کرنے کے لیے اسے بلایا۔ شرکان اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ بادشاہ تجھے بلاتا ہے۔ اس نے بسرو چشم قبول کیا اور شرکان اسے لے کر اپنے باپ کے پاس گیا۔

اس وقت بادشاہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' اس نے اپنے اراکین سے کہا کہ باہر چلے جائیں اور سوائے خادموں کے وہاں اور کوئی باقی نہ رہا۔ شہزادی ابریزہ اس کے پاس آئی اور اس کے سامنے زمین کو بوسہ دیا اور نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے گفتگو کی۔ بادشاہ کو اس کی فصاحت پر تعجب ہوا اور جو سلوک اس نے اس کے بیٹے شرکان کے ساتھ کیا تھا اس پر شکریہ ادا کیا اور اس سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ وہ بیٹھ گئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ جب بادشاہ کی نظر اس پر پڑی تو اس کی عقل جاتی رہی اور اس نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور اس کے اور اس کی کنیزوں کے لیے ایک محل مخصوص کر دیا اور روزینہ مقرر کر دیا۔ اب وہ اس سے ان تینوں جواہرات کے متعلق پوچھنے لگا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ میرے پاس ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور اپنی قیام گاہ میں گئی اور اپنا سامان کھول کر اس میں سے ایک صندوق نکالا اور صندوق میں سے سونے کی ایک ڈبیا۔ کھول کر اس نے اس میں سے وہ تینوں جواہرات نکالے اور انہیں چوم کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا اور خود چلی گئی اور اپنی مٹھی میں بادشاہ کا دل بھی

لیتی گئی۔

جب وہ جا چکی تو بادشاہ نے اپنے بیٹے شرکان کو بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو بادشاہ نے اسے ان تینوں جواہرات میں سے ایک عطا کیا۔ جب اس نے باقی دو کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ بیٹا' ان میں سے ایک میں نے تیرے بھائی ضوء المکان کو دیا ہے اور دوسرا تیری بہن نزہت الزمان کو۔ جب شرکان کو یہ معلوم ہوا کہ اس کا ایک بھائی بھی ہے جس کا نام ضوء الماکاں ہے' کیونکہ اس کو سوائے اپنی بہن نزہت الزماں کے اور کسی کا علم نہ تھا' تو وہ اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے بادشاہ' کیا میرے علاوہ تیرا اور کوئی بیٹا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اور اس وقت اس کی عمر چھ سال کی ہے' اس کا نام ضوء المکاں ہے اور نزہت الزماں اس کی بہن ہے اور دونوں ایک ماں سے ہیں۔ شرکان پر یہ بات گراں گزری لیکن اس نے اپنے دل کا بھید ظاہر نہ کیا اور باپ سے کہا کہ خدا برکت دے! اور اس جواہر کو ہاتھ سے پھینک دیا اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ بادشاہ نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ اس خبر کے سنتے ہی تیری حالت کچھ سے کچھ ہو گئی حالانکہ میرے بعد تو ہی بادشاہ ہو گا؟ فوج تیرے لیے حلف اٹھا چکی ہے اور امراء وعدہ کر چکے ہیں اور تینوں جواہرات میں سے یہ تیرے لیے ہے۔ شرکان نے سر نیچا کر لیا اور شرم کے مارے اپنے باپ سے دوبدو نہ ہوا اور جواہر کو بوسہ دے کر چلتا ہوا۔ مگر طیش کے مارے اسے یہ سمجھ نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ چلتے چلتے وہ شہزادی ابریزہ کے محل میں پہنچا۔ جب وہ شہزادی کے سامنے آیا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا اور اس کے اور اس کے باپ کے لیے دعا کی اور بیٹھ گئی اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ جب وہ بیٹھ چکا تو شہزادی نے دیکھا کہ اس کے چہرے سے غصے کے آثار نمودار ہیں اور اس کا سبب پوچھا۔ شرکان نے جواب دیا کہ صفیہ کے بطن سے میرے والد کی دو اولادیں ہوئی ہیں' ایک لڑکا اور ایک لڑکی' لڑکے کا نام ضوء المکان اور لڑکی کا نزہت الزماں ہے۔ میرے باپ نے ان دونوں کو دو جواہرات دیے ہیں اور تیسرا مجھے مگر میں نے اس

کے لینے سے انکار کر دیا۔ دونوں اولادوں کی مجھے اس وقت تک خبر نہ تھی حالانکہ اب وہ چھ چھ سال کے ہو چکے ہیں۔ یہ خبر سن کر مجھے بڑا غصہ آیا۔ یہ ہے سبب میرے غصے کا اور میں تجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتا۔

علاوہ بریں اب مجھے یہ بھی ڈر لگا ہے کہ کہیں وہ تجھ سے شادی نہ کر لے کیونکہ اس کو تجھ سے محبت ہو گئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا جی تجھ پر للچا رہا ہے۔ اب تیری کیا رائے ہے؟ اگر اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو تو کیا کہے گی! لڑکی نے جواب دیا کہ اے شرکان' میں تیرے باپ کے حکم کی تابع نہیں ہوں اور میری مرضی بغیر وہ مجھے نہیں لے سکتا اور اگر اس نے زبردستی کی تو میں خودکشی کر لوں گی۔ اب رہا تینوں جواہرات کا معاملہ! میرا یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ وہ انہیں اپنی اولاد کو دے گا بلکہ میں یہ سمجھتی تھی کہ وہ ان کو اور ذخیروں کے ساتھ اپنے خزانے میں رکھے گا۔ مگر موجودہ حالت میں میری تجھ سے یہ درخواست ہے کہ جو جواہر تیرے باپ نے تجھ کو دیا ہے' وہ مجھے دے دے' بشرطیکہ تو اسے واقعی قبول کر چکا ہے۔ شرکان نے کہا بسرو چشم' اور وہ جواہر اس کو دے دیا۔ شہزادی نے کہا کہ اس میں کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور پھر وہ دونوں بات چیت کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد شہزادی نے کہا کہ اگر مجھے ڈر ہے تو اس بات کا کہ جب میرا باپ یہ خبر سنے گا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو وہ نچلا نہ بیٹھے گا بلکہ مجھے تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ میری خاطر اور افریدوں بادشاہ اپنی بیٹی صفیہ کی خاطر آپس میں متفق ہو کہ تمہارے اوپر فوجیں لے کر چڑھ آئیں گے اور شور و شر برپا کر دیں گے۔ جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اے میری آقا' اگر تو ہمارے ساتھ رہنے کے لیے راضی ہے تو اگر خشکی اور سمندر والے سب کے سب جمع ہو کر ہمارے اوپر چڑھائی کر دیں تو ان کی پروا مت کر۔ اس نے کہا کہ انشاء اللہ خیریت رہے گی اور تم لوگوں کے متعلق یہ ہے کہ اگر تم میرے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو میں تمہارے ساتھ رہوں گی اور

اگر برا سلوک کرو گے تو تمہارے ہاں سے چلی جاؤں گی۔ اس کے بعد اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ کچھ کھانا لائیں۔ دسترخوان بچھایا گیا اور شرکان نے کچھ تھوڑا سا کھایا

اور غمناک گھر واپس گیا۔

یہ تو شرکان کا قصہ ہوا۔ اب اس کے والد عمر بن النعمان کا ماجرا سنیئے۔ جب اس کا بیٹا شرکان چلا گیا تو وہ اٹھ کر اپنی کنیز صفیہ کے پاس گیا اور دونوں جواہرات اپنے ساتھ لیتا گیا۔ جب صفیہ نے اسے دیکھا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بیٹھ گیا اور اس کے بیٹے ضوء المکان اور نزہت الزماں اس کے پاس آئے۔ جب باپ نے ان کو دیکھا تو ان کو بوسے دیئے اور ہر ایک کے گلے میں ایک ایک جواہر پہنا دیا۔ دونوں بچے خوش ہو گئے اور باپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اپنی ماں کے پاس گئے۔ وہ بھی خوش ہو گئی اور بادشاہ کو عمر کی درازی کی دعا دی۔ بادشاہ نے کہا تو نے اتنی مدت تک مجھے یہ اطلاع کیوں نہ دی کہ تو قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کی بیٹی ہے تاکہ میں تیرے ساتھ زیادہ احترام اور فراخ دلی سے پیش آتا اور تیرا رتبہ بڑھاتا۔ صفیہ نے کہا کہ اے بادشاہ جس رتبے میں میں ہوں اس سے بڑھ چڑھ کر میں اور کیا چاہتی! تیرے انعام اور بھلائیوں سے میں دبی پڑی ہوں اور خدا نے مجھے تجھ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی عنایت کی ہے۔ بادشاہ کو اس کی یہ باتیں بہت پسند آئیں اور وہاں سے رخصت ہو گیا اور اس نے صفیہ اور اس کے بچوں کے لیے ایک عالیشان محل رہنے کو دیا اور ان کے لیے خادم اور فقیہ اور حکیم اور نجومی اور طبیب اور جراح مقرر کیے اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کی خدمت کریں اور وہ خود ان کا احترام زیادہ کرنے لگا اور ان کے ساتھ انتہا درجے کے احسانات کیے اور وہاں سے وہ درباری محل میں واپس آیا۔

یہ تو اس کا قصہ صفیہ اور اس کی اولاد کے ساتھ ہوا۔ اب اس کا حال شہزادی ابریزہ کے ساتھ سنیئے۔ بادشاہ کے دل میں اس کی محبت کی آگ بھڑک رہی تھی اور دن رات اسی کی یاد رہتی تھی۔ وہ ہر رات اس کے پاس جاتا اور اس سے باتیں کرتا اور باتوں سے اسے گرویدہ کرنا چاہتا' لیکن وہ اس کے کہنے میں نہ آتی اور اس سے کہتی کہ

جہاں پناہ' فی الحال مجھے مرد کی خواہش نہیں ہے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ وہ انکار کیے چلی جاتی ہے تو اس کی محبت اور بڑھ گئی اور عشق اور جنون نے اور زور پکڑا۔ جب اس میں زیادہ تاب باقی نہ رہی تو اس نے اپنے وزیر دندان کو بلوایا اور اسے محبت سے مطلع کیا جو اسے بادشاہ حردوب کی بیٹی شہزادی ابریزہ سے تھی اور یہ بھی کہ وہ میرا کہنا نہیں مانتی۔ اس کی محبت مجھے مارے ڈالتی ہے اور میرا ارمان پورا نہیں ہوتا۔ یہ سن کر وزیر دندان نے بادشاہ سے کہا کہ آج جب رات ہو تو ایک ٹکڑا بھنگ کا جو تقریباً ایک مثقال ہو اپنے ساتھ لے جائیو۔ پہلے اس کے ساتھ شراب پیجیو اور جب صحبت اور مے نوشی کا خاتمہ ہونے لگے تو ایک آخر جام اس کو دیجیو اور بھنگ ملا کر اسے پلا دیجیو۔ وہ اپنی خواب گاہ تک نہ جانے پائے گی کہ بھنگ کا اثر اس پر ہو جائے گا۔ تب تو اس کے پاس جا کر وصال کیجیو اور اپنی مراد پوری کیجیو۔ بس یہ ہے میری رائے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرا مشورہ نہایت عمدہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ انبار خانے میں گیا اور وہاں سے دو آتشہ بھنگ کا ٹکڑا لیا کہ اگر ہاتھی اسے اس سال سونگھتا تو آئندہ سال تک سوتا رہتا۔ اس بھنگ کو لے کر اس نے جیب میں رکھا اور ذرا انتظار کیا اور جب تھوڑی رات گزر گئی تو وہ شہزادی ابریزہ کے پاس اس کے محل میں گیا۔ جب اس نے بادشاہ کو دیکھا تو وہ کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ نے کہا کہ بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی اور بادشاہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے شراب کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔ شہزادی نے شراب کا دستر خوان پیش کیا اور پیالوں کو ایک قطار میں رکھا اور موم بتیاں جلائیں اور نقل اور مٹھائیاں اور پھل اور باقی تمام ضرورت کی چیزیں منگوائیں اور دونوں پینے لگے۔ بادشاہ اس کا ساتھ دے رہا تھا یہاں تک کہ شہزادی ابریزہ کے سر میں نشہ چڑھ گیا۔

جب بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے بھنگ کا ٹکڑا اپنی جیب سے نکال کر اپنی انگلیوں کے بیچ میں دبا لیا اور ایک جام بھر کر پہلے خود پی گیا اور پھر دوسرا جام بھر کر شہزادی ابریزہ سے کہا کہ تیری رفاقت! اور بغیر اس کے کہ شہزادی کو خبر ہو اس بھنگ کا

ٹکڑا شراب میں ڈال دیا اور وہ اسے لے کر پی گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بادشاہ کو یقین آ گیا کہ بھنگ اپنا اثر کر چکی ہو گی اور اس کے ہوش جاتے رہے ہوں گے تو وہ اس کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ چت پڑی ہوئی ہے اور اس کی شلوار اتری ہوئی ہے اور ہوا سے اس کی قمیص کا دامن اوپر اٹھ گیا ہے۔ جب بادشاہ نے اسے اس حالت میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس کے سرہانے ایک موم بتی جل رہی ہے اور دوسری اس کے پاؤں کے پاس ہے جس سے اس کی رانوں کے بیچ میں روشنی پہنچ رہی ہے تو اس کی عقل سلب ہو گئی اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا اور وہ ضبط نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی شلوار اتار ڈالی اور اس پر آ پڑا اور اس کی بکارت زائل کر دی۔ اس پر سے اٹھ کر وہ اس کی ایک کنیز کے پاس گیا جس کا نام مرجانہ تھا اور کہنے لگا کہ اپنی مالکہ کے پاس جا کر باتیں کر۔ جب کنیز اس کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ وہ چت پڑی ہوئی ہے اور اس کی پنڈلیوں پر خون بہہ رہا ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اپنا ایک رومال نکالا' اپنی مالکہ کو ٹھیک ٹھاک کیا اور خون پونچھا اور رات بھر اس کے پاس رہی۔ جب خدا نے سویرا کیا تر مرجانہ نے اٹھ کر اپنی مالکہ کا منہ اور اس کے ہاتھ پاؤں دھوئے۔ پھر گلاب لا کر اس کے چہرے پر چھڑکا۔ اس پر شہزادی ابریزہ کو چھینک اور جمائی آئی اور بھنگ کی ٹکیا اس کے اندر سے نکل پڑی۔ اس نے ہاتھ منہ دھو کر مرجانہ سے پوچھا کہ بتا مجھ پر کیا گزری۔ مرجانہ نے سارا حال بیان کیا اور اس کا سارا قصہ کہہ سنایا۔

اب اس کو یقین ہو گیا کہ بادشاہ عمر بن النعمان اس کے ساتھ ہم بستر ہوا ہے اور صحبت کی ہے اور اس کی چال اس پر چل گئی ہے۔ اس پر وہ بہت غمزدہ ہوئی اور باہر نکلنا چھوڑ دیا اور اپنی کنیزوں سے کہا کہ کسی کو میرے پاس آنے نہ دینا۔ اور کہنا کہ میں بیمار ہوں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ خدا کی کیا مرضی ہے۔ جب بادشاہ عمر بن النعمان کو خبر پہنچی کہ شہزادی ابریزہ بیمار ہے تو اس نے اس کے پاس طرح طرح کی شرابیں اور مٹھائیاں اور معجونیں بھیجیں اور شہزادی کئی مہینے تک اسی طرح گھر

میں بند پڑی رہی۔ بادشاہ کی آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی شوق بجھ چکا تھا اور اسے صبر آ چکا تھا مگر شہزادی کو حمل رہ گیا تھا۔ جوں جوں حمل کے مہینے اس پر گزرتے جاتے تھے اس کا حمل ظاہر ہوتا جاتا اور اس کا پیٹ بڑھتا جاتا تھا اور دنیا اس پر تنگ ہوتی جاتی تھی۔ ایک روز اس نے اپنی کنیز مرجانہ سے کہا کہ سن لوگوں نے میرے اوپر ظلم نہیں کیا بلکہ میں خود گنہگار ہوں کیونکہ میں نے اپنے ماں باپ او وطن کو ترک کیا ہے۔ اب مجھے جینے سے نفرت ہے اور میری ہمت ٹوٹ گئی ہے اور نہ اب مجھ میں جرات باقی ہے نہ طاقت۔ پہلے جب میں گھوڑے پر سوار ہوتی تھی تو اسے اپنے قابو میں رکھتی تھی۔ اب مجھ میں سوار ہونے کا بھی قابو نہیں۔ اگر ان لوگوں کے یہاں میرے بچہ پیدا ہوا تو میں اپنی کنیزوں کو کیا منہ دکھاؤں گی اور اگر میں اپنے باپ کے پاس جاؤں تو کیا منہ لے کر جاؤں اور اسے کس طرح اپنا منہ دکھاؤں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"آخر مجھے تسکین کیونکر ہو' نہ تو میرا خاندان ہے اور نہ وطن' نہ ہم مشرب نہ جام نہ گھر۔"

مرجانہ نے اس سے کہا کہ تو جو حکم دے میں اس کی تعمیل کروں گی۔ شہزادی نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ ابھی چپکے سے نکل جاؤں اور سوائے تیرے کسی کو خبر نہ ہو اور ماں باپ کے یہاں روانہ ہو جاؤں۔ کیونکہ جب گوشت میں بدبو آنے لگتی ہے تو سوائے اپنے اہل و عیال کے اس کا ٹھکانا کہیں نہیں ہوتا اور خدا کو جو منظور ہو گا میرے ساتھ کرے گا۔ کنیز نے کہا کہ اے شہزادی' جو کچھ تیری مرضی ہے ٹھیک ہے۔ اب شہزادی نے اپنا سامان باندھنا شروع کر دیا مگر کسی کو اس کی خبر نہ دی اور کئی دن تک انتظار کرتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ سیر و شکار کے لیے گیا اور اس کا بیٹا شرکان کچھ مدت کے لیے قلعوں پر گیا۔ اب ابریزہ نے اپنی کنیز مرجانہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں آج رات ہی یہاں سے چل دینا چاہتی ہوں مگر

قسمت کا کیا کروں کہ مجھے زہ کا درد محسوس ہو رہا ہے۔ اگر میں چار پانچ دن اور یہاں ٹھہری تو یہیں بچہ پیدا ہو جائے گا اور میں اپنے وطن تک نہ پہنچ سکوں گی اور میرے نصیب میں یہی لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ ذرا سوچنے لگی اور پھر مرجانہ سے کہا کہ کسی مرد کو تلاش کر جو ہمارے ساتھ چلے اور راہ میں ہماری خدمت کرے کیونکہ ہتھیار اٹھانے کی طاقت اب مجھ میں نہیں ہے۔ مرجانہ نے جواب دیا کہ اے میری آقا' میں یہاں محض ایک حبشی غلام کو جانتی ہوں جس کا نام غضبان ہے اور وہ بادشاہ عمر بن النعمان کا غلام ہے اور بہادر ہے اور ہمارے محل کا دربان ہے۔ بادشاہ نے اسے ہماری خدمت کے لیے مقرر کیا ہے اور ہمارے اس کے اوپر بہت سے احسانات ہیں۔ میں ابھی جا کر اس سے گفتگو کرتی ہوں۔ اسے مال دینے کا وعدہ کرتی ہوں اور یہ کہتی ہوں کہ اگر وہ ہمارے ساتھ ٹھہرنا چاہے گا تو ہم اس کی مرضی کے موافق اس کی شادی بھی کرا دیں گے۔ ابھی پرسوں کا ذکر ہے کہ وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ ڈاکو تھا۔ اگر وہ ہمارا کہنا مان لے تو ہماری مراد حاصل ہو جائے گی اور ہم اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔ شہزادی نے کہا کہ اسے میرے پاس بلا تاکہ میں اس سے گفتگو کروں۔ مرجانہ اس کی تلاش میں نکلی اور اسے پکار کر کہا کہ اے غضبان' اگر تو میری آقا کا کہنا مان لے تو تیرے لیے بڑی بھلائی ہے۔

یہ کہہ کر اس نے غضبان کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی مالکہ کے پاس لے آئی۔ جب وہ شہزادی کے پاس پہنچا تو اس نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا لیکن جب شہزادی کی نظر اس پر پڑی تو اس کے دل میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہوئی لیکن وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ مجبوری میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے اور اس سے مخاطب ہو کر باتیں کرنے لگی۔ اگرچہ دل میں اس سے متنفر تھی۔ بالآخر اس نے کہا کہ اے غضبان' کیا تو مجھے زمانے کی مصیبتوں سے بچانے کے لیے تیار ہے؟ اور اگر میں اپنا راز تجھ پر ظاہر کر دوں تو اسے پوشیدہ رکھے گا؟ جب غلام نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اس کے دل پر اس کا قبضہ ہو چکا تھا اور وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا تھا اور

سوائے اس کے اور کوئی بات اس کے منہ سے نہ نکل سکی کہ اے میری آقا' جو حکم تو دے گی میں اس کو پورا کروں گا۔ شہزادی نے کہا کہ میں تجھ سے یہ چاہتی ہوں کہ مجھ کو اور میری اس کنیز کو یہاں سے نکال لے چل اور اس کام کے لیے دو اونٹنیاں تیار کر اور شاہی گھوڑوں میں سے دو گھوڑے لا اور ہر گھوڑے پر ایک ایک خرجی لاد اور اس میں کچھ مال اور کچھ راستے کے لیے کھانا رکھ لے اور ہمارے ساتھ ہمارے وطن چل۔ اگر تو ہمارے ساتھ رہنا پسند کرے گا تو تجھے میری جو کنیز پسند ہو گی تیری اس کے ساتھ شادی کر دوں گی اور اگر تو اپنے وطن کو جانا چاہے گا وہ ساتھ کر دوں گی۔ جب غضبان نے یہ باتیں سنیں تو خوشی کے مارے پھول گیا اور کہنے لگا کہ میری آقا' میں تم دونوں کی خدمت اپنی پلکوں سے کروں گا اور تمہارے ساتھ چلوں گا اور تمہارے لیے گھوڑے کس کر ابھی لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ خوش خوش چلتا ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب میں جو کچھ ان سے چاہوں گا وہ مجھے ملے گا اور اگر وہ میرا کہنا نہ مانیں گی تو ان کو قتل کر دوں گا اور ان کا سارا مال لے لوں گا لیکن اس نے اس خیال کا اظہار کسی پر نہیں کیا۔

جب وہ لوٹا تو اس کے ساتھ دو اونٹنیاں تھیں اور تین گھوڑے جن میں سے ایک پر وہ خود سوار تھا۔ اب وہ شہزادی ابریزہ کے سامنے آیا اور ایک گھوڑا پیش کیا اور وہ اس پر سوار ہو گئی اور دوسرے پر مرجانہ کو سوار کیا۔ وہ درد سے بے چین تھی اور تکلیف کی وجہ سے جان سے بیزار تھی۔ اب وہ تینوں پہاڑوں کے راستے دن رات سفر کرتے رہے یہاں تک کہ اب ان کے ملک تک صرف ایک دن کا سفر رہ گیا۔ یہاں اسے زہ کا درد ہوا اور وہ تڑپنے لگی اور اس نے غضبان سے کہا کہ مجھے اتار دے کیونکہ میں درد سے بے قرار ہوں اور مرجانہ سے کہا کہ اتر اور میرے پاس بیٹھ اور بچہ جننے میں مدد کر۔ اب مرجانہ اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑی اور غضبان اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑا اور دونوں گھوڑوں کی لگامیں باندھ دیں۔ اب شہزادی ابریزہ اپنے گھوڑے سے اتری اور درد کی شدت کی وجہ سے اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ جب غضبان

نے اس کو زمین پر اترتی دیکھا تو شیطان نے اس کے اندر قبضہ کر لیا اور اس نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اس کے سامنے آکر کہنے لگا کہ اے میری آقا' اپنے وصال سے مجھے بہرہ ور کر۔ جب شہزادی نے یہ سنا تو وہ اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کیا اب میرے لیے کالے غلام ہی رہ گئے ہیں۔ بعد اس کے کہ میں عالی شان بادشاہوں سے راضی نہ ہوئی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• باونویں رات

جب باونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- جب شہزادی ابریزہ نے غضبان غلام سے کہا کہ کیا اب میرے لیے کالے غلام ہی رہ گئے ہیں بعد اس کے میں عالی شان بادشاہوں سے راضی نہ ہوئی اور اسے اس پر غصہ آیا اور کہنے لگی کہ اے مردود یہ کیا بیہودہ بات بک رہا ہے۔ لعنت ہو تجھ پر! ایسی باتیں میرے سامنے مت کر۔ تو جانتا ہے کہ اگر مجھے زہر کا پیالہ بھی پینا پڑے تب بھی میں تیری بات نہیں مان سکتی لیکن ذرا صبر کر کہ میرے رحم کی حالت ٹھیک ہو جائے اور میں تندرست ہو جاؤں۔ اس کے بعد اگر تو کچھ میرے ساتھ کر سکے تو کر لیجیو۔ اور اگر اس وقت تو بیہودہ گوئی سے باز نہ آیا تو میں خود کشی کر لوں گی اور اس دنیا سے چلتی بنوں گی اور ان تمام باتوں سے آرام مل جائے گا۔ جب غضبان نے یہ سنا تو اسے طیش آ گیا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور اس کا چہرہ غباری رنگ کا ہو گیا اور اس کے نتھنے پھول گئے۔ اور اس کے ہونٹ پسر پڑے اور اس کی دشمنی اور بڑھ گئی۔ ابریزہ یہ سن کر بلک بلک کر رونے لگی اور کہا کہ لعنت ہو تجھ پر اے غضبان' کیا تو اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ مجھ سے اس طرح کی باتیں کرے' اے ولد الزنا اور رذیل تربیت! کیا تو سمجھتا ہے کہ لوگ سب ایک سے ہیں۔ جب اس مردود غلام نے یہ باتیں سنیں تو وہ طیش میں آگیا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کی گردن پر تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا اور مال و دولت لے کر پہاڑوں کی طرف چلتا بنا۔

یہ تو غضبان کا قصہ ہوا۔ اب ابریزہ کا حال سنئے۔ اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جو چاند کی طرح خوبصورت تھا۔ مرجانہ نے اسے لے کر جھاڑا پونچھا اور ماں کے پہلو میں لٹا دیا۔ اس نے ماں کا دودھ پیا حالانکہ وہ مر چکی تھی۔ مرجانہ رونے پیٹنے لگی اور اس

نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر پر خاک ڈالنے اور منہ پر طمانچے مارنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کے چہرے سے خون بہنے لگا اور وہ کہنے لگی کہ ہائے میری آقا! ہائے افسوس' تو ایک کالے غلام کے ہاتھ سے ماری گئی جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں' حالانکہ تو خود بڑی شہسوار تھی۔ وہ رو رہی تھی کہ اسے ایک غبار اٹھتا ہوا نظر آیا جو چاروں طرف پھیل گیا۔ جب یہ غبار بیٹھا تو اس کے نیچے ایک جرار لشکر نظر آیا۔ یہ لشکر شہزادی ابریزہ کے باپ بادشاہ حردوب کا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب اس نے سنا کہ اس کی بیٹی اور کنیزیں بغداد بھاگ گئی ہیں اور وہ بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس ہے تو وہ نکل کھڑا ہوا اور لشکر کو ساتھ لے لیا اور وہ راہ گیروں اور مسافروں سے پوچھتا جاتا تھا کہ آیا انہوں نے اس کی بیٹی کو بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس دیکھا ہے۔ جب وہ اپنے شہر سے ایک دن کی راہ طے کر چکا تو اسے دور سے تین سوار نظر آئے اور اس نے ارادہ کیا کہ ان کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ کہاں سے آتے ہیں اور آیا ان کو اس کی بیٹی کی کچھ خبر معلوم ہے؟ یہ تین شخص جن کو اس نے دور سے دیکھا تھا اس کی بیٹی اور بیٹی کی کنیز اور غضبان غلام تھا۔ جب بادشاہ خبر پوچھنے کے لیے ان کی طرف بڑھا تو غلام ڈرا اور شہزادی کو قتل کر دیا اور اپنی جان لے کر بھاگ گیا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بیٹی مقتول پڑی ہے اور اس کی کنیز بیٹھی گریہ و زاری کر رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ گھوڑے سے گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور تمام سوار اور امرا اور وزرا پیادہ ہو گئے اور وہیں پہاڑ پر ڈیرے ڈال دیے اور بادشاہ حردوب کے لیے ایک گنبد نما گول خیمہ لگایا اور سارے اراکین اس خیمے کے باہر کھڑے ہو گئے۔

جب مرجانہ نے اپنے مالک کو دیکھا تو وہ اسے پہچان گئی اور' اور زیادہ بلک بلک کر رونے لگی۔ جب بادشاہ کو ہوش آیا تو اس نے مرجانہ سے حال دریافت کیا۔ مرجانہ نے سارا ماجرا بیان کر دیا اور یہ کہا کہ جس شخص نے تیری بیٹی کو قتل کیا ہے' وہ

عمر بن النعمان کے غلاموں میں سے ایک غلام ہے' اور جو کچھ بادشاہ عمر بن النعمان نے اس کے ساتھ کیا تھا' وہ بھی کہہ سنایا۔ جب بادشاہ حردوب نے یہ سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور وہ زار زار رونے لگا اور ایک تابوت منگا کر بیٹی کی لاش اس میں رکھی اور اسے قیساریہ لے جا کر محل کے اندر لے گیا۔ اس کے بعد بادشاہ حردوب اپنی ماں ذات الدواہی کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ کیا مسلمانوں کو میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک کرنا تھا! پہلے تو بادشاہ عمر بن النعمان نے زبردستی اس کی عصمت لی اور پھر اس کے ایک حبشی غلام نے اس کو قتل کر دیا۔ مسیح کی سچائی کی قسم' میں اپنی بیٹی کا بدلہ لے کر چھوڑوں گا تاکہ اپنی ذلت کو دور کروں۔ ورنہ میں اپنے ہاتھ سے اپنی جان لے لوں گا۔ یہ کہہ کر وہ زور زور سے رونے لگا۔ اس کی ماں ذات الدواہی نے کہا کہ تیری بیٹی کی قاتل سوائے مرجانہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دل میں اس سے نفرت کرتی تھی۔ اب رہا اس کا بدلہ لینا' مسیح کی سچائی کی قسم کہ میں بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس سے اس وقت تک نہ لوٹوں گی جب تک کہ اس کو اور اس کی اولاد کو قتل نہ کر ڈالوں اور اس کے ساتھ ایسی چال چلوں گی جو اب تک کسی چالباز یا بہادر نے نہ چلی ہو اور جس کا ذکر ہر ملک اور ہر جگہ کیا جائے گا لیکن میں چاہتی ہوں کہ میں تجھ سے جو کچھ کہوں تو اس کی تعمیل کرے۔ جب کوئی شخص کسی بات پر تل جاتا ہے تو وہ اسے کر کے چھوڑتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ مسیح کی سچائی کی قسم' میں تیرے مخالفت ہرگز نہ کروں گا کہہ تو کیا چاہتی ہے؟

ذات الدواہی نے کہا کہ چند باکرہ اور ابھرے ہوئے سینے والی کنیزیں لا دے اور چند بڑے پائے کے حکما بلوا تاکہ وہ ان کنیزوں کو حکمت اور شاہانہ آداب اور ندیمی اور اشعار سکھائیں اور انہیں حکمت اور پند کی باتیں بتائیں اور یہ حکما مسلمان ہوں تاکہ وہ انہیں عرب کے حالات اور خلفا کی تاریخ اور پرانے اسلامی بادشاہوں کے قصوں سے آگاہ کریں۔ اگر اس میں چار سال بھی لگ جائیں تب بھی مطلب برآری کے لیے یہ

کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔ لہٰذا صبر کے ساتھ انتظار کر کیونکہ عربوں کا مقولہ ہے کہ اگر چالیس سال کے بعد بھی بدلہ مل جائے تو جلد ہے۔ جب ہم ان کنیزوں کو تعلیم دے چکیں گے تو ہم جو کچھ چاہیں گے اپنے دشمن سے حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ بادشاہ عمر بن النعمان کنیزوں کا بڑا شائق ہے اور اس کے پاس تین سو چھیاسٹھ کنیزیں پہلے ہی سے ہیں اور اب تیری وہ کنیزیں بھی شامل ہو گئیں جو مرحومہ کے ساتھ تھیں۔ جب میں کنیزوں کو تعلیم و تربیت مکمل کر چکوں گی جس طرح کہ میں نے تجھ سے بیان کیا ہے تو میں ان کے لے کر روانہ ہو جاؤں گی۔ جب بادشاہ حردوب نے اپنی ماں ذات الدواہی سے یہ باتیں سنیں تو وہ خوش ہو گیا اور اٹھ کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور سیاحوں اور ایلچیوں کو فوراً ملک میں ادھر ادھر روانہ کر دیا تاکہ وہ مسلمان حکما کو لے کر آئیں۔ انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور فوراً دور دراز ملکوں میں جا کر اس کی خواہش کے موافق حکما اور علما کو لے آئے۔ جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی بڑی عزت کی اور انہیں خلعتیں عطا کیں اور روزینے مقرر کیے اور تنخواہیں معین کیں اور کہا کہ اگر وہ کنیزوں کو تعلیم دیں گے تو مالا مال کر دیے جائیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے کنیزوں کو طلب کیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## ترپنویں رات

جب ترپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب علماء اور حکماء بادشاہ حردوب کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بہت زیادہ احترام کیا اور کنیزوں کو بلا کر کہا کہ ان کو حکمت اور آداب کی تعلیم دیں اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

یہ تو حردوب بادشاہ کا قصہ ہوا۔ اب بادشاہ عمر بن النعمان کا حال سنئے۔ جب وہ سیر و شکار سے لوٹا تو محل میں گیا اور شہزادی ابریزہ کو تلاش کیا مگر نہ پایا اور کسی سے اس کا حال معلوم نہ ہوا کیونکہ کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ یہ بات اس پر بہت شاق گزری اور وہ کہنے لگا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کنیز محل سے نکل جائے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو! اگر میری حکومت کا یہی حال رہا تو اسے ناکارہ سمجھنا چاہیے اور بے حاکم۔ اب میں کبھی سیر و شکار کے لیے نہ جاؤں گا جب تک کہ دروازوں پر پاسبانوں کو نہ چھوڑ جاؤں۔ بادشاہ کو شہزادی ابریزہ کے فراق میں بڑا صدمہ ہوا اور اس کا دل بیٹھ گیا۔ وہ اس حالت میں تھا کہ اس کا بیٹا شرکان سفر سے لوٹا اور اس نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ جب میں سیرو شکار میں مشغول تھا تو وہ بھاگ گئی۔ یہ سن کر شرکان کو بڑا غم ہوا۔ بادشاہ روز اپنے بچوں کے پاس جاتا اور ان کی تعظیم اور تکریم کرتا اور اس نے علماء اور حکما کو طلب کیا تاکہ وہ اس کے بچوں کو تعلیم دیں اور ان کے واسطے روزینے مقرر کر دیے۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو وہ غصے سے بھر گیا اور اپنے بھائی بہن پر حسد کرنے لگا۔ حتیٰ کہ غم و غصے کا اثر اس کے چہرے سے ظاہر ہونے لگا اور وہ بیمار پڑ گیا۔ ایک دن اس کے باپ نے اس سے کہا کہ تو کیوں روز بہ روز کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور تیرا رنگ کیوں پیلا پڑتا چلا جاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے باپ' جب میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے بھائی

بہن کو پیار کرتا ہے اور ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو مجھے رشک آتا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ رشک بڑھتے بڑھتے مجھے ان کے قتل پر آمادہ نہ کر دے اور اس کی پاداش میں تو مجھے قتل نہ کر دے۔ اسی وجہ سے میرا جسم گھلتا جاتا اور میرا رنگ پیلا پڑتا جاتا ہے۔ اس لیے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو میرے اوپر یہ مہربانی کر کے مجھے کسی دور دراز والایت میں بھیج دے جہاں میں اپنی باقی عمر گزار دوں۔ مقولہ ہے کہ دوست سے دور رہنا میرے لیے بہتر اور خوب تر ہے۔ کیونکہ نہ آنکھ دیکھے اور نہ دل کڑھے۔ یہ کہہ کر اس نے سر نیچا کر لیا۔

جب بادشاہ عمر بن النعمان نے بیٹے کی باتیں سنیں اور اسے اس کے رنج کا سبب معلوم ہو گیا تو اس کے دل کو صدمہ ہوا اور اپنے بیٹے سے کہنے لگا کہ بیٹا' میں تیری یہ درخواست منظور کرتا ہوں۔ میری بادشاہت میں دمشق سے بڑی کوئی ولایت نہیں۔ میں اسی وقت سے تجھے اس کا والی بنا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے فوراً کاتبوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ اس کے بیٹے شرکان کے نام دمشق کا وثیقہ لکھ دیں۔ انہوں نے لکھ دیا اور اس نے سفر کی تیاری کر دی اور وزیر دندان کو اپنے ساتھ لیا۔ بادشاہ نے وزیر کو حکومت اور سیاست کے متعلق احکام دیے اور تمام امور اس کے سپرد کر کے اس سے کہا کہ وہ شرکان کی ہمراہی میں رہے۔ اب شرکان اپنے باپ اور امراء اور دیگر رؤسا سے رخصت ہوا اور لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ دمشق پہنچا۔ جب وہ دمشق پہنچا تو شہر والوں نے باجے گاجے کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور شہر کو چراغاں کیا اور بڑے جلوس کے ساتھ اس کے استقبال کو گئے۔ اس ترتیب سے کہ دہنی طرف کھڑے ہوئے امراء میمنے میں تھے اور بائیں طرف کھڑے ہونے والے میسرے میں۔

یہ تو شرکان کا قصہ ہوا۔ اب اس کے باپ عمر بن النعمان کا حال سنئے۔ شرکان کے چلے جانے کے بعد حکما اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے ہمارے آقا' تیرے بچے علم حاصل کر چکے ہیں اور حکمت اور آداب میں مکمل ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر

بادشاہ بہت خوش ہوا اور حکما کو انعام و اکرام دیا۔
اب اس نے دیکھا کہ ضوء المکان بڑا ہو چکا ہے اور تندرست ہے اور گھوڑے پر سواری کرتا ہے اور اس کی عمر چودہ سال کی ہو چکی ہے اور دینداری اور عبادت میں مشغول رہتا ہے اور فقیروں اور عالموں اور حافظوں کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور تمام بغداد والے خواہ مرد ہوں یا عورت اسے عزیز رکھتے ہیں۔ حج کے زمانے کے قریب عراق کا محمل حج اور نبی کریم کی قبر کی زیارت کے لیے تیار ہونے اور شہر میں گھومنے لگا۔ جب ضوء المکان نے یہ جلوس دیکھا تو اس کو بھی حج کا شوق ہوا اور باپ کے پاس جا کر اس نے کہا کہ میں تیرے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ تو مجھے حج کرنے کی اجازت دے۔ باپ نے اسے روکا اور کہا کہ اگلے سال تک ٹھہر جا۔ اس وقت ہم دونوں ساتھ چلیں گے۔ بیٹے نے سوچا کہ اس میں تو ابھی بہت دیر ہے اور وہ اپنی بہن نزہت الزماں کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ کھڑی نماز پڑھ رہی ہے۔ جب وہ نماز ختم کر چکی تو بھائی نے اس سے کہا کہ مجھے بیت اللہ کے حج اور نبی کریم کی قبر کی زیارت کا شوق مارے ڈالتا ہے۔ میں نے والد سے اجازت چاہی تھی لیکن وہ منع کرتا ہے۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ کچھ مال لے کر چپکے سے حج کے لیے چل دوں اور والد کو بالکل خبر نہ کروں۔ بہن نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ مجھے بھی ساتھ لے چل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت سے مجھے محروم نہ کر۔ بھائی نے کہا کہ اچھا اب اندھیرا ہو جائے تو اس جگہ سے نکل آئیو اور کسی کو خبر نہ کیجیو۔
جب آدھی رات ہوئی تو نزہت الزماں اٹھی اور کچھ مال اپنے ساتھ لیا اور مردانہ کپڑے پہن لیے۔ اس کی عمر بھی اتنی ہی تھی جتنی ضوء المکان کی۔ چلتے چلتے وہ محل کے دروازے پر پہنچی اور دیکھا کہ اس کا بھائی ضوء المکان اونٹنیاں لیے تیار کھڑا ہے۔ اب وہ بھی سوار ہو گیا اور بہن کو بھی سوار کر لیا اور اندھیرے میں چل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حاجیوں کے پاس آ گیا اور دونوں ان کے جلوس کے بیچ میں پہنچے۔ خدا نے ان کی قسمت

میں سلامتی لکھی تھی اور وہ مکے تک پہنچ گئے اور عرفات میں ٹھہرے۔ اس کے بعد حج کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے اور اس کی زیارت

کی اور اس کے بعد اپنے وطن کو لوٹنے کا ارادہ کر لیا۔ ضوء المکان نے اپنی بہن سے کہا کہ اے بہن' میرا دل چاہتا ہے کہ بیت المقدس اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کی زیارت کروں۔ بہن نے جواب دیا کہ میرا دل بھی یہی چاہتا ہے اور دنوں متفق ہو کر باہر آئے اور بیت المقدس جانے والوں کے ساتھ سواری کرایہ پر لی اور سفر کی تیاری کی اور جلوس کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اب ایسا اتفاق ہوا کہ اسی رات بہن کو ٹھنڈا بخار آ گیا اور وہ بہت تکلیف میں رہی۔ بعد میں وہ تو اچھی ہو گئی مگر بھائی بیمار پڑ گیا اور بہن اس کی بیماری میں اس کی تیمارداری کرنے لگی اور چلتے چلتے وہ اب بیت المقدس پہنچ گئے اور ضوء المکان کی بیماری بڑھ گئی اور کمزوری زیادہ ہو گئی۔ یہاں وہ ایک سرائے میں اترے اور اپنے لیے ایک کوٹھڑی کرائے پر لی اور اس میں ٹھہر گئے۔ مگر ضوء المکان کا مرض بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا اور بیہوش ہو گیا۔

اس پر نزہت الزماں بہت غم زدہ ہوئی اور کہنے لگی کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ العلی العظیم! خدا کو یہی منظور تھا۔ دونوں اسی جگہ رہنے لگے۔ بھائی کی بیماری بڑھتی جاتی تھی اور بہن اس کی تیمارداری کرتی جاتی اور اپنے اور اس کے اوپر مال خرچ کرتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ سب مال ختم ہو گیا اور وہ غریب ہو گئی حتیٰ کہ ایک درہم بھی اس کے پاس نہ بچا۔ لہٰذا اس نے اپنے کچھ کپڑے لے کر سرائے کے خادم کے ہاتھ بازار بھیجے۔ وہ بیچ آیا اور نزہت الزماں نے وہ دام بھی اپنے بھائی کے اوپر صرف کیے۔ اس کے بعد اس نے کوئی دوسری چیز بیچی۔ اس طرح سے ایک ایک کر کے اس نے ساری چیزیں بیچ ڈالیں اور ایک چٹائی کے ٹکڑے کے سوا اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ وہ روتی جاتی اور کہتی جاتی تھی کہ خدا نے جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا۔ ایک دن

اس کے بھائی نے کہا کہ بہن' اب میں اچھا ہو رہا ہوں اور میرا جی بھنا ہوا گوشت کھانے کو چاہتا ہے۔ بہن نے کہا کہ خدا کی قسم' بھیک مانگنے کی تو میری ہمت نہیں پڑتی' مگر میں کل کسی بڑے آدمی کے گھر جا کر نوکری کروں گی اور اپنا اور تیرا گزارہ کروں گی۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگی کہ تیری جدائی مجھ پر شاق ہے کیونکہ تو اس حالت میں ہے لیکن میں اپنے دل پر جبر کر کے جاؤں گی۔ بھائی نے کہا کہ کیا عزت کے بعد تو اپنے آپ کو ذلیل کرنا چاہتی ہے' لاحول ولا قوۃ الا باللہ! یہ کہہ کر وہ رونے لگا اور وہ بھی رو پڑی اور کہنے لگی کہ بھائی' ہم یہاں پردیسی ہیں اور ایک سال سے رہ رہے ہیں مگر آج تک کسی نے ہمارے دروازے پر دستک نہیں دی۔ کیا ہم بھوکے مر جائیں! میری رائے اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں جا کر نوکری کروں اور تیرے لیے کھانے کو لاؤں یہاں تک کہ تجھ کو صحت ہو اور اس کے بعد ہم وطن کو روانہ ہو جائیں۔ یہ کہہ کر وہ دیر تک روتی رہی اور وہ بھی تکیہ لگائے روتا رہا۔

اس کے بعد نزہت الزماں اٹھی اور ساربان کے عبا سے اپنا سر ڈھانکا جو اس کا مالک بھولے سے ان کے پاس چھوڑ گیا تھا اور اپنے بھائی کے سر کو بوسہ دیا اور اسے گلے سے لگایا اور روتی ہوئی باہر گئی۔ اسے یہ تو خبر نہ تھی کہ کہاں جائے مگر وہ چلتی رہی اور بھائی انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عشا کا وقت آ گیا مگر وہ پھر بھی نہ لوٹی۔ اب انتظار کرتے کرتے صبح ہو گئی اور وہ نہ آئی تو بھائی کو سخت تشویش ہوئی اور اس کا دل کانپنے لگا اور وہ مارے بھوک کے پریشان ہو گیا۔ اب وہ کوٹھڑی سے نکلا اور سرائے کے ملازم کو بلا کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے بازار لے چل۔ اس نے لے جا کر اسے بازار میں ڈال دیا۔ بیت المقدس والے اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس پر رونے لگے۔ اسی حالت میں اس نے اشارے سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ اس پر وہ لوگ کسی سوداگر سے چند درہم لے آئے اور کچھ کھانا خرید کر اسے کھلایا۔ اس کے بعد وہ اسے ایک دوکان پر لے گئے اور اس کے لیے ایک بوریا بچھا دیا اور اس کے سرہانے ایک لوٹا رکھ دیا۔ جب رات ہوئی تو لوگ اس کے پاس سے چلے گئے لیکن ان کا دل

اسی میں لگا رہا۔ آدھی رات کے وقت اس کو بہن کی یاد آئی اور اس کا غم اور بڑھ گیا اور کمزوری زیادہ ہو گئی اور کھانے پینے کو بالکل ہاتھ نہ لگایا اور بیہوش ہو گیا۔

اب بازار والوں نے سوداگروں سے چندہ کر کے تیس چاندی کے درہم اکٹھے کیے اور ایک اونٹ کرائے پر لیا اور ساربان سے کہا کہ اس بیمار کو لے جا کر دمشق کے شفاخانے میں پہنچا دے۔ ممکن ہے کہ اس کی حالت سنبھل جائے اور وہ تندرست ہو جائے۔

ساربان نے کہا کہ سر آنکھوں پر! اگر وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں اس بیمار کو کس طرح لے جاؤں گا' یہ تو گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بیمار کو لیا اور رات تک کسی جگہ چھپا رہا اور پھر اس نے اس کو ایک حمام کی بھٹی کے ساتھ راکھ کے ڈھیر پر ڈال دیا اور خود چلتا بنا۔

جب صبح ہوئی تو حمام کا ملازم آگ جلانے کے لیے پہنچا اور دیکھا کہ وہاں ایک شخص چت پڑا ہے اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ لوگ اس مردے کو یہیں لا کر کیوں پھینک گئے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری مگر دیکھا کہ وہ جنبش کرتا ہے۔ اس پر آگ جلانے والے نے کہا کہ تم میں سے جب کوئی شخص بھنگ کھا لیتا ہے تو جہاں چاہتا ہے گر پڑتا ہے۔ اب جب اس کی نظر مریض کے چہرے پر پڑی تو دیکھا کہ ابھی اس کے داڑھی مونچھ نہیں نکلی ہیں اور بڑا خوبرو نوجوان ہے۔ اس لیے اس پر اسے رحم آ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ بیمار ہے اور پردیسی۔ اس نے لاحول ولا قوہ الا باللہ پڑھا اور کہا کہ اس لڑکے کی وجہ سے میں گنہگار ہوا ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردیسیوں کا احترام کرنے کا حکم دیا ہے بالخصوص جب پردیسی بیمار بھی ہو۔ یہ کہہ کر وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کے پاس جا کر کہا کہ اس کے لیے بچھونا بچھا اور اس کی تیمارداری کر۔ بیوی نے بچھونا بچھایا اور اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھا اور پانی گرم کر کے اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ دھلایا۔ اب آگ جلانے والا بازار گیا اور اس کے لیے گلاب کا عرق اور کچھ مٹھائی لایا اور اس کے منہ پر گلاب چھڑک کر اسے شربت پلایا اور ایک صاف قمیص نکال کر اسے پہنائی۔ اس پر وہ تندرست

ہونے لگا اور سے ہوش آنے لگا اور وہ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ آگ جلانے والا خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا یہ لڑکا تندرست ہو رہا ہے۔ خداوند! میں تیری غیب دانی کے طفیل میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ اس جوان کی تندرستی میرے ہاتھوں سے ہو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- ## چونویں رات

جب چونویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- آگ جلانے والے نے کہا کہ خداوند' میں تیری غیب دانی کے طفیل میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کے اس لڑکے کی زندگی میرے ہاتھ سے ہو! اور وہ تین دن تک برابر اس کی تیمارداری کرتا رہا اور اسے شکر اور بید مشک اور بید گلاب کا شربت پلاتا رہا اور اس کی بہت زیادہ خبر گیری کرتا اور اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتا رہا یہاں تک کہ وہ تندرست ہو گیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اب آگ جلانے والا اس کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کے چہرے پر بشاشت ہے اور اس سے کہنے لگا کہ بیٹا' تیرا مزاج اب کیسا ہے؟ اس نے کہا کہ الحمدللہ اب میں خدا کی مہربانی سے اچھا ہو گیا ہوں۔ آگ جلانے والے نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور بازار جا کر اس کے لیے دس چوزے خرید لایا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ ہر روز دو چوزے اس کے لیے ذبح کر' ایک صبح کو اور ایک شام کو۔ بیوی اٹھی اور اس نے ایک چوزہ ذبح کیا اور اس کو ابالا اور اس کی یخنی اسے پلائی اور گوشت کھلایا۔ جب وہ کھا پی چکا تو وہ عورت گرم پانی لائی اور اس کے ہاتھ دھلائے اور تکئے پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور عورت نے اسے چادر اوڑھا دی اور وہ عصر کے وقت تک سوتا رہا۔ اب وہ اٹھی اور اس نے دوسرے چوزے کی یخنی بنائی اور اسے کاٹ کر اس کے پاس لائی اور کہنے لگی کہ بیٹا' کھا۔ وہ کھا ہی رہا تھا کہ اس کا شوہر گھر آیا اور اس نے دیکھا کہ وہ اسے کھلا رہی ہے۔ وہ اس کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ بیٹا' اب تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ شکر ہے خدا کا' میں اچھا ہوں' خدا تجھے نیک بدلہ دے! آگ سلگانے والا یہ سن کر خوش ہو گیا اور جا کر بنفشے کا شربت اور بید مشک کا عرق لے آیا اور ایک درہم کے چوزے خریدے اور ایک مہینے تک اس کی خدمت کی' یہاں تک کہ بیماری کے

تمام اثر زائل ہو گئے اور وہ تندرست ہو گیا۔ ضوء المکان کی صحت کی وجہ سے آگ سلگانے والا اور اس کی بیوی بہت خوش ہو گئے اور انہوں نے ضوء المکان سے کہا کہ تو میرے ساتھ حمام چلے گا؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ بازار جا کر ایک گدھے والے کو لے آیا اور ضوء المکان کو گدھے پر سوار کیا اور خود اسے تھامے رہا یہاں تک کہ وہ حمام پہنچ گئے اور اس نے ضوء المکان کو بٹھا دیا اور گدھے والے کو بھٹی کے پاس بٹھا کر خود بازار گیا اور اس کے لیے بیری کے پتے اور ابٹن خریدا اور اس سے کہنے لگا کہ اے میرے آقا' بسم اللہ' حمام کے اندر چل تا کہ میں تجھے نہلاؤں۔ اب وہ دونوں حمام میں داخل ہوئے اور آگ سلگانے والا ضوء المکان کے پاؤں دہلانے اور اس کا بدن' بیری کے پتوں اور ابٹن سے ملنے لگا۔ اسی اثناء میں حمامچی نے ضوء المکان کے پاس غسال کو بھیجا۔ جب وہ آیا تو اس نے دیکھا کہ آگ سلگانے والا اس کو نہلا رہا اور اس کے پاؤں مل رہا ہے۔

اتنے میں حمامچی بھی وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ واللہ' یہ غسال کی حق تلفی ہے۔ آگ سلگانے والے نے کہا کہ واللہ' غسال کا احسان ہم پر بے انتہا ہے۔ اس کے بعد حمامچی نے ضوء المکان کا سر مونڈنا شروع کر دیا اور ضوء المکان اور آگ سلگانے والا دونوں نہا دھو کر نکلے اور گھر گئے اور اس نے ضوء المکان کو ایک عمدہ قمیص اور اپنی قباؤں میں سے ایک قبا اور ایک عمدہ پگڑی اور ایک خوبصورت پٹی دی اور اس کے گلے میں ایک رومال باندھا۔ اسی اثناء میں اس کی بیوی نے دو چوزے ذبح کر کے پکا رکھے تھے۔ جب ضوء المکان آکر فرش پر بیٹھا تو آگ سلگانے والے نے اٹھ کر بید مشک کے عرق میں شکر گھول کر ملائی اور اسے پینے کو دیا۔ اب دسترخوان بچھایا گیا اور آگ سلگانے والا چوزوں کو کاٹ کاٹ کر اسے کھلاتا جاتا اور یخنی پلاتا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ سیر ہو گیا اور ہاتھ دھوئے اور اپنی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا اور آگ سلگانے والے سے کہنے لگا کہ خدا نے تیرے ذریعے میرے اوپر احسان کیا اور تیرے ہاتھوں سے مجھے سلامتی بخشی۔ آگ سلگانے والے نے کہا کہ یہ باتیں مت کر اور بتا کہ تو اس شہر میں

کیوں آیا اور تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ تیرے چہرے سے ناز پروردگی کے آثار نمایاں ہیں۔ ضوء المکان نے کہا کہ پہلے یہ بتا کہ میں تجھے کس طرح ملا۔ اس کے بعد میں

اپنا سارا قصہ تجھ سے بیان کروں گا۔ آگ سلگانے والے نے کہا کہ صبح کے وقت جب میں اپنے کام پر جا رہا تھا تو میں نے تجھے کوڑے کے ڈھیر پر پایا جو بھٹی کے دروازے پر ہے۔ معلوم نہیں کہ تجھے کون وہاں ڈال گیا تھا اور تجھے اپنے گھر لے آیا۔ بس یہی میرا قصہ ہے۔ ضوء المکان نے کہا کہ پاک ہے وہ ذات جو سڑی گلی ہڈیوں میں جان ڈالتی ہے۔ بھائی' تو نے کسی نااہل کے ساتھ نیکی نہیں کی اور تو عنقریب اس کا پھل پائے گا۔

اس نے آگ سلگانے والے سے پوچھا کہ اس وقت میں کس جگہ ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ بیت المقدس میں۔ اب وہ اپنی غربت اور اپنی بہن کی جدائی کو یاد کر کے رونے لگا اور اس نے آگ سلگانے والے پر اپنا بھید ظاہر کر دیا اور اپنا قصہ کہہ سنایا۔ اس کے بعد اب وہ اور زیادہ رونے لگا۔ آگ سلگانے والے نے کہا کہ رو مت بلکہ اپنی سلامتی اور تندرستی پر خدا کا شکر ادا کر۔ ضوء المکان نے پوچھا کہ یہاں سے دمشق کتنی دور ہے؟ اس نے جواب دیا کہ چھ دن کی راہ۔ ضوء المکان نے کہا کہ کیا تو مجھے وہاں بھیج سکتا ہے؟ آگ سلگانے والے نے کہا کہ اے میرے آقا' میں تجھے اکیلا کیوں کر جانے دے سکتا ہوں' تو ابھی بچہ ہے اور پردیسی۔ اگر تو دمشق جانا چاہتا ہے تو میں خود تیرے ساتھ چلوں گا اور اگر میری بیوی نے میری بات سنی اور میرا کہنا مان لیا اور میرے ساتھ چلی تو میں وہاں ٹھہر جاؤں گا کیونکہ تیری جدائی مجھ پر شاق ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے ساتھ دمشق چلنا چاہتی ہے یا یہ چاہتی ہے کہ تو یہیں رہے اور میں اپنے آقا کو دمشق پہنچا کر تیرے پاس واپس آ جاؤں' کیونکہ وہ دمشق جانا چاہتا ہے اور مجھ پر اس کی جدائی شاق ہے اور پھر راہ میں ڈاکوؤں کا بھی ڈر ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ میں تم دونوں کےساتھ چلوں گی۔ آگ سلگانے والے نے کہا کہ شکر ہے خدا کا ہم دونوں کی ایک رائے ہے اور یہی فیصلہ ٹھہرا ہے۔

اب آگ سلگانے والا اٹھا اور اپنے اور اپنی بیوی کے لیے سامان خرید لایا۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

- پچپنویں رات

جب پچپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------- تنورچی اور اس کی بیوی ضوء المکان کے ساتھ دمشق جانے کے راضی ہو گئے ہیں اور تنورچی نے اپنے اور اپنی بیوی کے لیے سامان خریدا اور ایک اونٹ مول لیا اور ایک گدھا کرائے پر لے کر ضوء المکان کو اس پر سوار کیا اور تینوں روانہ ہو گئے۔ چھ دن چلنے کے بعد وہ دمشق پہنچے اور شام کے وقت وہاں اترے۔ تنورچی دستور کے موافق کھانے پینے کی چیزیں خرید لاتا۔ پانچ دن انہوں نے اس طرح سے گزارے۔ اس کے بعد تنورچی کی بیوی بیمار پڑ گئی اور کچھ دن بیمار رہ کر اس نے انتقال کیا۔ ضوء المکان کو اس کا بڑا صدمہ ہوا کیونکہ وہ اس سے ہل گیا تھا اور وہی اس کی خدمات کرتی تھی۔ اس کی موت پر تنورچی کو بھی بڑا رنج پہنچا۔

ضوء المکان اس کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ غمگین بیٹھا ہے اور کہنے لگا کہ غم مت کر کیونکہ ہم سب کو اسی دروازے سے گزرنا ہے۔ تنورچی اس کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے اس کا نیک بدلہ دے' اے میرے بیٹے' خدا اس کے بدلے اپنا فضل و کرم عطا کرے گا اور غم کو دور کرے گا۔ بیٹا' کیا تیرا جی چاہتا ہے کہ ہم چل کر دمشق کی سیر کریں تاکہ تیرا دل بہلے؟ ضوء المکان نے کہا کہ تیرا کہنا بجا ہے اور وہ دونوں چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ دمشق کے والی کے اصطبل کے پاس پہنچے۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ اونٹوں پر صندوق اور قالینیں اور ریشمی کپڑے لدے ہوئے ہیں اور گھوڑوں پر زینیں کسی ہوئی ہیں اور بہت سے بختی اونٹ اور کالے اور سفید غلام ہیں اور لوگ ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں۔ ضوء المکان نے اپنے دل میں کہا کہ یااللہ' یہ غلام اور اونٹ اور کپڑے کس کے لیے ہیں! کسی خادم سے اس نے پوچھا کہ یہ سامان کہاں جا رہا ہے' اس نے کہا کہ یہ دمشق کے والی کا ہدیہ ہے جو شام کے خراج

کے ساتھ بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس جا رہا ہے۔
جب ضوء المکان نے یہ سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور وہ رونے لگا۔
تنورچی نے کہا کہ بیٹا' ابھی تک ہمیں یقین نہیں آتا کہ تو تندرست ہے' خوش ہو اور رو مت کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بیماری عود نہ کر آئے۔ وہ ضوء المکان کے ساتھ مہربانی کی باتیں اور ہنسی مذاق کرتا جاتا اور ضوء المکان آہیں بھرتا اور اپنی عزت اور بہن کی جدائی اور وطن چھوٹنے پر افسوس کرتا جاتا اور آنسو بہاتا جاتا۔
ضوء المکان اپنی غربت پر روتا اور آنسو بہاتا جاتا اور تنورچی اپنی بیوی کی جدائی پر گریہ و زاری کرتا تھا لیکن وہ برابر ضوء المکان کی دل دہی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ سویرا ہو گیا۔ جب سورج نکلا تو تنورچی نے کہا کہ ہاں' اور میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا اور تجھے خدا کو سونپتا ہوں کیونکہ میں ان لوگوں کے ساتھ جاتا ہوں اور ان کے ساتھ چلتے چلتے میں اپنے وطن پہنچ جاؤں گا۔ تنورچی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں کیونکہ مجھے تیری جدائی گوارا نہیں ہے۔ میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ تیری خدمت میں رہ کر اس کو مکمل کر دوں۔ ضوء المکان نے کہا کہ خدا تجھے اس کا نیک بدلہ دے! اور وہ اس پر بہت خوش ہوا کہ تنورچی بھی اس کے ساتھ چلے گا۔ تنورچی نے فوراً جا کر اونٹ بیچ ڈالا اور ضوء المکان کے لیے دوسرا گدھا خریدا اور راہ کے لیے کھانا پینا ساتھ لے لیا اور اس سے کہا کہ گدھے پر سوار ہو کر سفر کر۔
اگر تو اس پر بیٹھے بیٹھے تھک جائے تو پیدل چلیو۔ ضوء المکان نے کہا کہ خدا تجھے برکت دے اور تجھے اس کا صلہ دینے میں میری مدد کرے! تو نے میرے ساتھ وہ بھلائی کی ہے جو کوئی اپنے بھائی کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔ جب اندھیرا چھا گیا تو انہوں نے اپنا سامان اور کھانا پینا گدھے پر لادا اور روانہ ہو گئے۔
یہ تو ضوء المکان اور تنورچی کا قصہ ہوا۔ اب اس کی بہن نزہت الزماں کی سرگزشت سنئے۔ جب وہ اپنے بھائی سے رخصت ہوئی تھی تو عبا لپیٹ کر بیت المقدس کی سرائے سے نکلی تاکہ کہیں نوکری کر کے اپنے بھائی کے لیے تلا ہوا گوشت لے کر آئے'

جس کی اسے بھوک تھی۔ وہ روتی ہوئی نکلی اور اسے نہ معلوم تھا کہ کہاں جائے' اس کا دل بھائی میں لگا ہوا تھا اور گھر بار اور وطن کی یاد آتی تھی اور خدا سے دعا مانگ رہی تھی کہ وہ ان بلاؤں کو دور کرے۔ اسی طرح روتی ہوئی وہ چلی جاتی اور دہنے بائیں دیکھتی جاتی تھی کہ اسے ایک بدو شیخ مسافر جس کے ساتھ پانچ اور بدو تھے' نظر آیا۔ شیخ کی نظر نزہت الزماں پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ وہ ایک حسین لڑکی ہے اور ایک پھٹی ہوئی عبا پہنے ہوئے ہے۔ اس کا حسن دیکھ کر بدو کو تعجب ہوا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس کے حسن سے میری عقل دنگ ہے مگر وہ خستہ حال معلوم ہوتی ہے۔ خواہ وہ اسی شہر کی ہو یا پردیسی' میں اسے ضرور لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ آہستہ آہستہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ ایک تنگ گلی میں اس کے آگے آیا اور اسے آواز دی کہ حال پوچھے اور کہنے لگا کہ بیٹی' تو کنیز ہے یا آزاد؟ جب نزہت الزماں نے اس کی باتیں سنیں تو اس نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی کہ تجھے اپنے سر کی قسم' میرے غم کو تازہ مت کر۔ اس نے کہا کہ خدا نے مجھے چھ بیٹیاں عطا کی تھیں جن میں سے پانچ فوت ہو چکی ہیں اور ایک جو سب سے چھوٹی ہے' باقی ہے۔ اس لیے میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ خواہ تو پردیسی ہو یا اسی شہر کی رہنے والی' آیا میں تجھے لے چل کر اس کے ساتھ رکھوں تاکہ اس کا دل بہلے اور تیری وجہ سے بہنوں کی جدائی کا غم غلط ہو۔ اگر تیرے آگے پیچھے کوئی نہیں تو میں تجھے انہیں کی طرح اپنی اولاد بنا کر رکھوں گا۔

جب نزہت الزماں نے اس کی باتیں سنیں تو وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ میں اپنے آپ کو کس طرح اس شیخ کے سپرد کر سکتی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے شرم سے اپنا سر نیچا کر لیا اور کہنے لگی کہ چچا' میں ایک پردیسی غریب زادی ہوں اور میرا ایک بھائی ہے جو بیمار ہے تیری بیٹی کے پاس میں ایک شرط سے چل سکتی ہوں کہ دن بھر اس کے ساتھ رہوں اور رات کو اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤں۔ اگر یہ شرط تجھے منظور

ہے تو میں تیرے ساتھ چلتی ہوں کیونکہ میں پردیسن ہوں۔ اپنی قوم میں بڑی باعزت ہوں لیکن اس وقت حقیر ہوں اور میں اپنے بھائی کے ساتھ حجاز سے آئی ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بھائی کو خبر نہ ہو کہ میں کہاں ہوں۔

جب بدو نے اس کی باتیں سنیں تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا کی قسم' اب میرا مطلب بر آیا اور لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ میرے لیے تجھ سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں اور میرا بھی یہی مقصد ہے کہ تو دن بھر میری بیٹی کے ساتھ رہے اور شام ہوتے ہی تو اپنے بھائی کے پاس چلی جائے اور اگر تو چاہے تو اپنے بھائی کو ہمارے یہاں لے آ۔

بدو اسی طرح اس سے میٹھی باتیں کر کے اس کو پھسلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا دل پسیج گیا اور اس نے نوکری کی ہامی بھر دی۔ بدو آگے آگے چلا اور لڑکی پیچھے پیچھے ہو لی۔ اب اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے آگے پہنچ کر اونٹوں کو تیار کیا اور ان کے اوپر سامان لادا اور کھانا پینا رکھا کہ جوں ہی شیخ وہاں پہنچے' اونٹ روانہ ہو جائیں۔

اب یہ بدو حرام زادہ ڈاکو اور دھوکے باز اور چور اور مکار اور دغاباز تھا۔ نہ اس کے لڑکی تھی نہ لڑکا۔ وہ محض راستہ چل رہا تھا کہ اتفاق سے اس غریب بچی کا آمنا سامنا ہو گیا۔ بدو نے اس کو باتوں میں لگائے رکھا یہاں تک کہ وہ بیت المقدس کے باہر آ گیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور دیکھا کہ انہوں نے اونٹ تیار کر رکھے ہیں۔ بدو ایک اونٹ پر سوار ہو گیا اور لڑکی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور وہ رات بھر چلتے رہے۔ اب نزہت الزماں کو معلوم ہوا کہ اس کی باتیں محض دغا بازی تھیں اور اس نے اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ ساری رات روتی پیٹتی رہی اور انہوں نے پہاڑ کا راستہ لیا کہ کہیں کوئی ان کو دیکھ نہ لے۔ فجر کے قریب وہ اونٹوں سے اترے اور بدو شیخ نے نزہت الزماں کے پاس آکر کہا کہ اے شہری' یہ رونا پیٹنا کیسا؟ اے شہری نجاست' اگر تو نے رونا بند نہ کیا تو میں مارتے مارتے تیرا کچلا کر دوں گا۔ جب نزہت الزماں نے اس کی

باتیں سنیں تو اس کی زندگی اجیرن ہو گئی اور وہ موت کی تمنا کرنے لگی اور بدو کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اے منحوس بڈھے اور اے جہنمی کھوسٹ میں نے تیرے اوپر بھروسہ کیا اور تو نے میرے ساتھ دغا بازی کی اور اب تو مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے۔ جب بدو نے یہ باتیں سنیں تو کہنے لگا کہ اے پتریا' تیری یہ ہمت ہو گئی کہ مجھے لوٹ کر جواب دیتی ہے اور کوڑا لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے مارنے لگا اور کہا کہ اگر تو چپ نہ ہو گئی تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ لڑکی چپ ہو گئی اور اپنے بھائی اور گزشتہ عیش و عشرت کو یاد کرنے اور اندر ہی اندر رونے لگی۔ دوسرے دن اس نے بدو کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تو مجھے دھوکا دے کر اس بنجر پہاڑ میں کیوں لایا ہے؟ آخر تیرا کیا مقصد ہے؟

جب بدو نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اس کا دل اور بھی سخت ہو گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے منحوس پتریا' تیری یہ ہمت ہو گئی کہ مجھے لوٹ کر جواب دیتی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کوڑا لیا اور اس کی پیٹھ پر مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد وہ بدو کے پاؤں پر گر پڑی اور انہیں چومنے لگی۔ اس پر اس نے ہاتھ روک لیا لیکن برا بھلا کہتا رہا اور کہنے لگا کہ مجھے اپنے عمامے کی قسم' اگر میں نے تجھے روتا دیکھا یا سنا تو میں تیری زبان کاٹ کر تیری۔۔۔۔ کے اندر گھسیڑ دوں گا۔ اے شہری پتریا! یہ سن کر وہ چپ ہو گئی اور کوئی جواب نہ دیا۔ مار سے اسے تکلیف ہو رہی تھی اور وہ گھٹنوں میں ہاتھ ڈال کر بیٹھ گئی اور اس حلقے کے اوپر اپنا سر رکھ لیا اور سوچنے لگی کہ آج وہ کس حالت میں ہے اور عزت کے بعد اسے کتنی ذلت اٹھانی پڑی اور اس نے کتنی مار کھائی۔ ساتھ ساتھ اسے اپنے بھائی اور اس کی بیماری اور تنہائی اور غربت بھی یاد آ رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہہ رہے تھے اور وہ اندر ہی اندر روتی تھی۔ یہ دیکھ کر بدو اس کے پاس آیا اور اسے دلاسا دیا اور اس کے ساتھ ہمدردی کی اور اس کے آنسو پونچھنے اور جو کی ایک ٹکیا اسے دی اور کہنے لگا کہ

مجھے یہ پسند نہیں کہ غصے کے وقت کوئی مجھے لوٹ کر جواب دے۔ تو بھی پھر ایسی بے ہودہ باتیں مجھ سے نہ کیجیو۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے ایک دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالوں جو میری ہی طرح بھلا مانس ہے اور وہ میری ہی طرح تجھ سے بھلائی کرے گا۔ لڑکی نے کہا کہ جو کچھ تو کرے ٹھیک ہے۔ جب رات زیادہ ہو گئی اور وہ بھوک سے بیتاب ہونے لگی تو اس نے وہ جو کی ٹکیا تھوڑی سے کھائی۔ جب آدھی رات ہوئی تو بدو نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ کوچ کریں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• چھپنویں رات

جب چھپنویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ------ جب بدو نے نزہت الزماں کو جو کی ٹکیا دی اور کہا کہ وہ اسے اپنی طرح ایک بھلے مانس کے ہاتھ بیچے گا تو اس نے جواب دیا کہ تیری یہ بات بہت مناسب ہے۔ جب آدھی رات ہوئی اور بھوک سے بے چین ہو گئی تو اس نے اس جو کی ٹکیا میں سے ایک ٹکڑا کھا لیا۔ اس کے بعد بدو نے اپنے لوگوں سے کہا کہ کوچ کرو اور انہوں نے اونٹ لادے اور بدو ایک اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اور نزہت الزماں کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور چل دیا۔ تین دن کے سفر کے بعد وہ دمشق پہنچے اور خان السلطان میں جو باب النائب کے پاس ہے' اترے۔ سفر کی تھکان اور دلی صدمے کی وجہ سے نزہت الزماں کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور وہ روتی جا رہی تھی۔ یہ دیکھ کر بدو اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے شہری لونڈیا۔ مجھے اپنے سر کی قسم' اگر تو نے رونا بند نہ کیا تو تجھے میں کسی یہودی ہی کے ہاتھ بیچوں گا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک کوٹھڑی میں لے گیا اور خود بازار گیا اور ان سوداگروں کے پاس پہنچا جو کنیزوں کا کاروبار کرتے تھے اور ان سے بات چیت کی اور کہنے لگا کہ میرے پاس ایک کنیز ہے جس کو میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔ اس کا بھائی بیمار ہے اور میں نے اسے بیت المقدس میں اپنے گھر بھیج دیا ہے تاکہ اس کا علاج ہو اور وہ اچھا ہو جائے۔ اس کنیز کو میں بیچنا چاہتا ہوں۔ جب سے اس کا بھائی بیمار پڑا ہے' وہ روتی ہے اور بھائی کی جدائی اس پر شاق ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جو شخص اسے خریدنا چاہے' اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرے اور کہے کہ تیرا بھائی میرے پاس بیت المقدس میں ہے۔ اس پر میں لڑکی کو سستا بیچ دوں گا۔ یہ سن کر ایک سوداگر اٹھا اور کہنے لگا کہ اس کی کیا عمر ہے؟ بدو نے جواب دیا کہ وہ باکرہ بالغہ ہے اور سمجھ دار اور آداب سے واقف اور باشعور اور نہایت حسین

ہے۔ جب سے میں نے اس کے بھائی کو بیت المقدس بھیجا ہے' لڑکی کا دل اس میں لگا رہتا ہے اور اس کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے اور رنگ روپ بدل گیا ہے۔

جب سوداگر نے یہ سنا تو بدو کے ساتھ چل کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے شیخ' میں تیرے ساتھ چل کر تجھ سے وہ کنیز خریدے لیتا ہوں جس کی تو مدح کرتا ہے اور جس کی عقل اور آداب دانی اور حسن و جمال کی تو تعریف کرتا ہے اور اس کے دام تجھے دیتا ہوں۔ مگر میں تیرے ساتھ کچھ شرطیں کروں گا اور اگر تو نے وہ شرطیں مان لیں تو میں اس کی قیمت نقد ادا کروں گا اور اگر نہ مانیں تو میں کنیز تجھ کو واپس دے دوں گا۔ بدو نے کہا کہ اگر تو چاہے تو والی کے پاس چل کر جو شرطیں چاہے میرے ساتھ کر۔ کیونکہ جب تو اسے بغداد اور خراسان کے بادشاہ عمر بن النعمان کے شہزادے شرکان کے پاس لے جائے گا تو اگر اس کی سمجھ میں آ گیا تو وہ تجھے کنیز کی قیمت سے زیادہ دے گا۔ سوداگر نے کہا کہ مجھے والی سے ایک ضرورت درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مجھے ایک پروانہ دے دے کہ مجھ سے چنگی نہ لی جائے اور میرے لیے ایک سفارشی خط اپنے باپ عمر بن النعمان کے نام لکھ دے۔ اگر شرکان نے مجھ سے کنیز قبول کر لی تو میں فوراً اس کی قیمت تول کر تجھے دے دوں گا۔ بدو نے کہا کہ منظور ہے' اور چلتے چلتے اب دونوں اس جگہ پہنچ گئے جہاں نزہت الزماں تھی اور بدو نے کوٹھڑی کے پاس کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے ناجیہ اور یہ نام بدو نے اس کو دیا تھا۔ جب لڑکی نے اس کی آواز سنی تو وہ رونے لگی اور کچھ جواب نہ دیا۔ بدو سوداگر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ وہ یہ کیا تیرے سامنے بیٹھی ہے۔ اس کے پاس جا کر اسے دیکھ لے اور جیسا کہ میں نے تجھ سے کہا ہے' اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ گفتگو کر۔ سوداگر ہنس مکھ چہرہ بنا کر اس کے آگے آیا۔ اور دیکھا کہ وہ حسن و جمال میں لاجواب ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ عربی جانتی ہے۔ سوداگر نے اپنے دل میں کہا کہ اگر وہ ایسی نکلی جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے تو اس کے ذریعے سے جو کچھ میں والی سے چاہوں گا' مجھے مل جائے گا۔

اب سوداگر نے لڑکی سے کہا کہ السلام علیک' اے بیٹی' تیرا مزاج کیسا ہے؟ یہ سن کر لڑکی اس کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی کہ تقدیر میں یہی لکھا تھا' اور دیکھا کہ وہ بڑا شان دار آدمی ہے اور اس کا چہرہ خوبصورت ہے اور اپنے دل میں کہنے لگی کہ شاید یہی مجھے خریدنے آیا ہے' اگر میں اس سے انکار کروں گی تو پھر میں اسی ظالم کی بندی میں رہوں گی اور وہ مجھے مارتے مارتے مار ڈالے گا۔ بہرحال یہ شخص حسین ہے اور اس کمینے بدو کی بہ نسبت اس سے زیادہ بھلائی کی امید ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ میری باتیں سننے آیا ہو' لہٰذا مجھے چاہیے کہ اسے اچھا جواب دوں۔ وہ یہی سوچ رہی تھی او سر نیچا کئے ہوئے تھی۔ اب اس نے اس شخص کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور نہایت میٹھی آواز سے کہنے لگی کہ و علیک السلام' اے میرے آقا' ورحمتہ اللہ و برکاتہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ رہا تیرا یہ پوچھنا کہ میرا حال کیسا ہے؟ اگر وہ تجھے معلوم ہو جائے تو تو اسے سوائے اپنے دشمنوں کے کسی اور کے لیے نہ چاہیو۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔ جب سوداگر نے اس کی باتیں سنیں تو مارے خوشی کے اس کے ہوش جاتے رہے اور بدو کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ کیونکہ وہ واقعی عالی شان ہے۔ اس پر بدو کو غصہ آگیا اور وہ کہنے لگا کہ ایسی باتیں کر کر کے تو لڑکی کو خراب کر دے گا۔ تو نے یہ کیوں کہا کہ وہ عالی شان ہے؟ وہ تو کنیزوں کی تلچھٹ ہے اور لوگوں کا کوڑا کرکٹ۔ اسے تیرے ہاتھ ہرگز نہ بیچوں گا۔ جب سوداگر نے بدو کی باتیں سنیں تو وہ سمجھ گیا کہ یہ شخص کم عقل ہے اور کہنے لگا کہ ناراض مت ہو' میں باوجود ان تمام عیبوں کے جو تو نے بیان کئے خرید لوں گا۔ بدو نے کہا کہ اس کی کتنی قیمت دے گا؟ سوداگر نے کہا کہ بیٹے کا نام باپ رکھتا ہے۔ مانگ تو کیا مانگتا ہے؟ بدو نے کہا کہ تو ہی کہہ۔ سوداگر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بدو بے عقل ہے اور اس کا سر پھرا ہوا ہے۔ واللہ میں اس کی قیمت مقرر نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اپنی شیریں بیانی اور خوبصورتی سے میرے دل

کے اوپر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر اسے لکھنا پڑھنا بھی آتا ہو تو اس کے اور اس کے خریدار کے لیے یہ پوری نعمت ہے لیکن یہ بدو اس کی قیمت سے بے خبر ہے۔

اب وہ بدو کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے شیخ العرب' اس کے عوض میں تجھے دو سو دینار نقد دیتا ہوں جن پر نہ سلطان کا حق ہو اور نہ کوئی اور بار ہو۔ بدو یہ سن کر طیش میں آگیا اور سوداگر کو برا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ فوراً اٹھ اور چلتا ہو۔ خدا کی قسم' اگر تو اس عبا کے عوض جو وہ پہنے ہوئے ہے' دو سو دینار دے تو میں اسے بھی نہ بیچوں گا۔ اب میں اسے ہرگز نہ بیچوں گا بلکہ اونٹ چرانے اور آٹا پیسنے کی خاطر اپنے پاس رکھوں گا۔ اور اس نے چلا کر لڑکی سے کہا کہ اے نجاست یہاں آ میں تجھے ہرگز نہ بیچوں گا۔ اب وہ سوداگر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں تجھے سمجھ دار جانتا تھا۔ قسم ہے میرے عمامے کی' اگر تو یہاں سے نہ گیا تو میں تجھے کھری کھری سناؤں گا۔ سوداگر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بدو پاگل ہے اور اسے اس کی قیمت معلوم نہیں۔ اب میں اس کی قیمت کے متعلق اس سے کچھ نہ کہوں گا۔

اگر اس میں عقل ہوتی تو وہ ہرگز نہ کہتا کہ میرے عمامے کی قسم۔ خدا کی قسم۔ وہ کسریٰ کی حکومت کے برابر ہے اور اتنی قیمت میرے پاس کہاں سے آئی؟ اگر وہ زیادہ بھی طلب کرے گا تو جو وہ مانگے گا میں اس کو دوں گا خواہ وہ میرا سارا مال کیوں نہ مانگ لے۔ یہ کہہ کر وہ بدو کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ اے شیخ العرب' ناراض نہ ہو اور ہوش میں آ اور کہہ کہ اس کے کوئی کپڑے تیرے پاس ہیں کہ نہیں؟ بدو نے کہا کہ اس پتریا کو کپڑوں کی کیا ضرورت! خدا کی قسم' جس عبا میں یہ لپٹی ہوئی ہے' وہی اس کے لیے بہت زیادہ ہے۔ سوداگر نے کہا کہ اگر تیری اجازت ہو تو میں اس کا چہرہ کھول کر ادھر ادھر دیکھوں جیسا کہ لوگ کنیزوں کو خریدنے کے لیے کرتے ہیں۔ بدو نے کہا کہ جو چاہے کر' خدا تیری جوانی سلامت رکھے! اس کا ظاہر اور باطن سب دیکھ لے اور اگر تیرا جی چاہے تو اس کے کپڑے اتار ڈال اور

اس کو ننگا دیکھے۔ سوداگر نے کہا کہ معاذ اللہ! میں سوائے اس کے چہرے کے اور کچھ نہ دیکھوں گا۔ یہ کہہ کر سوداگر اس کے حسن و جمال سے شرماتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○